فتاوی رضویّہ
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات
امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
4
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد چہارم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوھاری دروازہ، لاھور، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۲۵۷۳۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب________فتاوی رضویہ جلد چہارم
تصنیف________شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات________مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا محمد صدیق ہزاروی
پیش لفظ________حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
فوائد جلیلہ (ترتیب و تبویب)________حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح________۱_ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲_ مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی________مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ناظم اعلی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیبِ فہرست________مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
کتابت________محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ________مولانا سردار احمد حسن سعیدی
اشاعت________جنوری ۱۹۹۳ء
صفحات________۷۶۰
مطبع________
ناشر________رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
قیمت________۲۵۰

ملنے کے پتے

*رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲   ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰

*مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

*ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

*شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

رموز

محقق :علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ ردالمحتار
ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدرالمختار وحاشیہ مراقی الفلاح
الدر: الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر: الدرر شرح الغرر، ملاخسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر: البحرالرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علماء احناف
نہر: النہر الفائق، سراج الدین عمر بن تمیم
فتح: فتح الدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیّہ: غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن اسیر الحاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

چند سال قبل محسن اہلسنّت مفتی اعظم پاکستان ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت) شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی سرپرستی اور نگرانی میں فتاوی رضویہ کی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا جو عظیم منصوبہ رضافاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا گیا تھا بفضلہٖ تعالیٰ پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کررہاہے، اب تک فتاوی رضویہ کی کتاب الطہارۃ (مکمل) چار جلدوں میں زیورِ طباعت سے مزیّن ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ کتاب الطہارت بارہ [12] قدیم مجلدات میں سے جلد اول مکمل اور جلد دوم کے تقریباً ڈیڑھ سو [150] صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔

فتاوی رضویہ، کتاب الطہارۃ پر ایک نظر

عام طور پر فقہ وفتاوی کی کتابوں میں کتاب الطہارت کے تحت مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق مسائل مندرج ہوتے ہیں:

(۱) وضو (۲) نواقضِ وضو (۳) غسل (۴) پانیوں کا بیان (۵) کنویں کا بیان (۶) تیمّم (۷) مسحِ خفین (۸) حیض (۹) انجاس (۱۰) استنجاء۔

لیکن فتاوی رضویہ کا انداز واسلوب کتبِ فتاوی میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عظیم فقہی وعلمی شاہکار میں کتاب الطہارۃ کے تحت مذکورۃ الصدر دس [10] ابواب سے متعلق مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل بیالیس [42] ابواب سے متعلق بھی ضمناً ہزاروں مسائل مذکور ہیں: [1]نماز، [2]احکام مسجد، [3]جنائز، [4]زکوۃ، [5]روزہ، [6]حج، [7]نکاح، [8]طلاق، [9]عتق، [10]قسم، [11]حدود، [12]سیر، [13]شرکت، [14]وقف، [15]بیوع، [16]شہادت، [17]وکالت، [18]دعوی، [19]ہبہ، [20]اجارہ، [21]حجر، [22]غصب، [23]قسمت، [24]شکار وذبیحہ وقربانی، [25]حظر واباحت، [26]احیاءِ موات، [27]شرب، [28]دیت، [29]مداینات، [30]وصی، [31]فرائض، [32]فوائد فقہیہ، [33]رسم المفتی، [34]عقائد، [35]کلام، [36]ردِّ مذہباں، [37]فوائد حدیثیہ، [38]اسماء الرجال، [39]فضائل ومناقب، [40]فوائد اصولیہ، ۴۱طبعیات، ۴۲ہندسہ وریاضی۔ فتاوی رضویہ کی کتاب الطہارۃ ۲۴۶استفتاءات کے جوابات، **اقول** اور **قُلت** وغیرہ کے عنوان سے ۳۶۴۱ تحقیقات

وتدقیقاتِ مصنّف رحمہ اللہ تعالٰی، ۱۹۴۵ معروضات وتطفلات اور ۳۰ رسائل پر مشتمل ہے جن میں سے ایک رسالہ "باب العقائد والکلام" جو جلد اول قدیم کے صفحہ ۳۴۵ تا ۷۴۹ پر تھا کتاب الطھارۃ سے خارج کر دیا گیا ہے جدید ایڈیشن میں اسے عقائد وکلام والی جلد میں شامل کیا جائے گا۔

فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

پیشِ نظر جلد، جلدِ اول قدیم کے صفحہ ۷۴۹ رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عندزیدماء" سے آخر یعنی صفحہ ۸۴۹ تک اور جلد دوم قدیم کے شروع سے صفحہ ۱۴۵ یعنی کتاب الطہارۃ کے آخر تک ہے۔ یہ جلد ۱۳۲ سوالوں کے جوابات، اقول اور قلت کے عنوان سے ۴۹۵ تحقیقی نِکات، ۱۴۵ تطفلات ومعروضات اور انتہائی نفیس ودقیق مباحث جلیلہ کے حامل مندرجہ ذیل پانچ عظیم الشان رسائل پر مشتمل ہے،

(۱) قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاءِ فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاءً۔

اس تیمّم کرنے والے کا حکم جس کو علم ہو کہ دوسرے کے پاس پانی ہے۔

(۲) اَلطِّلْبَۃُ الْبَدِیْعَۃُ فِیْ قَوْلِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ۔

امام صدر الشریعۃ صاحب شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث

(۳) مُجَلِّی الشَّمْعَۃِ لِجَامِعِ حَدَثٍ وَّلُمْعَۃٍ۔

جنابت وحدث دونوں کے جمع ہونے کی ۹۸ صورتوں کا بیان۔

(۴) سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنَ بِطَھَارَۃِ الْکَلْبِ۔

کتّے کے نجس ہونے کا بیان۔

(۵) اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رَوْسَرْ۔

جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کا بیان۔

اس جلد میں متعدد ضمنی مسائل کے علاوہ پانچ مستقل ابواب پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے:

(۱) تیمّم (اس کی بحث جلد سوم کے صفحہ ۲۹۷ سے چلی آرہی ہے)

(۲) مسحِ خفین (موزوں پر مسح کا بیان)

(۳) حیض (حائضہ عورت کے احکام کا بیان)

(۴) اَنجاس (نجاستوں کا بیان)

(۵) استنجاء (استنجاء کرنے کا مشروع طریقہ)

فوائد جلیلہ

فتاوٰی رضویہ جلد اول قدیم کے حاشیہ پر اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف فقہی، کلامی، اخلاقی، اصلاحی، معاشرتی اور معاملاتی ابواب سے متعلق متعدد مستقل مسائل ذکر فرمائے جن میں سے بعض کی طرف کتاب کے اندر اشارہ موجود ہوتا ہے اور بعض بالکل مستقل حیثیت میں کتاب سے علاوہ فائدے کے طور پر مذکور ہیں جن کا ذکر فہرست میں ہے لیکن وہ کتاب کے اندر موجود نہیں بلکہ حاشیہ پر موجود ہیں۔ نئی طباعت میں چونکہ صرف متنِ کتاب یا اس سے متعلق حواشی ہی دیئے گئے ہیں حاشیہ پر موجود مستقل مسائل نہیں دیئے گئے لہٰذا ان کی علیحدہ کتابت کرواکے "فوائد جلیلہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں پیش نظر جلد کے آخر میں لگادیئے گئے ہیں جن کی ترتیب وتبویب کا فریضہ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر راقم نے سرانجام دیا ہے۔ ان فوائد کی مجموعی تعداد ۱۱۳۸ ہے۔ قارئین کی سہولت کیلئے ہر مسئلہ کے آخر میں پُرانی جلد اول مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا صفحہ اور فائدہ نمبر بھی درج کردیا گیا ہے۔ ان فوائد جلیلہ کو نقل کرنے میں مولانا حافظ محمد سلیمان سعیدی اور مولانا محمد یونس نے بھرپور تعاون فرمایا۔

اس جلد میں شامل جلد اول (قدیم) کی عربی عبارات کا ترجمہ بھی محققِ جلیل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الادب دارالعلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہندوستان نے فرمایا جن کا مختصر تعارف جلد سوم کے پیش لفظ میں گزر چکا ہے، جبکہ جلد دوم (قدیم) کے ۱۴۵ صفحات کی عربی عبارات کے ترجمہ کے فرائض فاضل شہیر، سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور زید مجدہ، نے سرانجام دیئے ہیں۔ مولانا ہزاروی کا شمار سریع القلم اور کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے اب تک متعدد کتب کے تراجم وتلخیصات کے علاوہ بیسیوں مستقل تصانیف تحریر فرما چکے ہیں۔ اخبارات ورسائل میں آپ کے بہت سے تحقیقی مضامین شائع ہوچکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطافرمائے اور ان کی سرپرستی میں فتاوٰی رضویہ شریفہ کو نافعِ عام بنانے کیلئے اس عظیم اشاعتی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین!

O حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۱۱ جمادی الاولٰی ۱۴۱۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۹۲ء

فہرست جلد چہارم

ابواب و مسائل

ایک شخص نے چند آدمیوں کو پانی مشترکًا ہبہ کیا اور انہوں نے قبضہ کرلیا جب بھی تیمّم کسی کا نہ جائے گا۔	۳۹، ۶۷۲	جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے سے پوچھا اس نے نہ بتایا تیمّم سے پڑھ لی نماز ہوگئی۔	۶، ۷۳، ۷۳
اگر ان میں صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اسی کا تیمّم جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمّم نہ گیا۔	۴۰، ۶۷۲	بتانے والا موجود تھا اور اس نے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی۔	۷۴، ۶۷۴
تیمّم سے جماعت ہورہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا، بعد سلام امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۴۰، ۶۷۲	اس نے پوچھا اور اس نے سنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز پانی بتایا نماز ہوگئی۔	۷۴، ۶۷۴
شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب، شک ہے تو مستحب، ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۴۲، ۶۷۳	گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمّم سے نماز پڑھ لی اتنے میں اس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دے دیا تو کیا حکم ہے۔	۶۷۴
آب طہارت سفر میں مبذول نہیں کہ اس کے دینے میں بہت تکلف ہوتا ہے۔	۵۸، ۶۷۳	گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اس نے انکار کردیا اس لیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے۔	۶۷۴
دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے	۵۹، ۶۷۳	پانی پر قدرت جس سے تیمّم ناجائز ہو پانچ طرح حاصل ہوتی ہے۔	۷۶
جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمّم نہ ہوسکتا ہو تیمّم کی حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔	۶۹، ۶۷۳	کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اس نے کہا خرچ ہوگیا پہلے مانگتے تو دے دیتا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پانی جس کے پاس ہے اس نے غلط حیلہ کردیا کہ خرچ ہوگیا تو اس کا کچھ اثر نہیں۔	۷۷، ۶۷۴
یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے گمان کچھ ہو۔ ہاں اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اس کے گمان پر مدار ہے۔	۷۲، ۶۷۳	پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اسی وقت کیلئے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اس کا اثر نہ ہوگا۔	۷۹، ۶۷۴

جنابت کیلئے تیمّم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔	۲۶۷، ۶۸۳	اس کی تحقیق کہ حدث وجنابت جمع ہونے کی دو قسمیں ہیں اور ان کے احکام کا بیان۔	۲۷۵
صورت مذکورہ میں اگر جنابت لوٹ آنے کے بعد پھر حدث ہوا اور قابلِ وضو پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا۔	۲۶۸، ۶۸۳	حدث مندرج یعنی تابعِ جنابت کی بارہ ۱۲ صورتیں ہیں۔ حدث مستقل کہ تابعِ جنابت نہ ہو اس کی دس صورتیں ہیں۔	۲۷۶
اسی صورت میں اگر قابلِ وضو پانی نہ تھا اور جنابت کیلئے تیمّم کیا تو حدث بھی اُٹھ جائے گا مگر صرف اس وقت تک کہ وضو کے قابل پانی پائے۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مستقل ہونے کا ضابطہ کلیہ۔	۲۷۶
حدث تابع و مستقل کا بیان اور حدث مستقل کے احکام۔		حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اس کی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افاداتِ مصنّف سے۔	۲۷۷
حدث تابع کے احکام۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اس کی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افاداتِ مصنّف سے۔	۲۷۷
جنب نے تیمّم کیا پھر حدث ہوا اور اس کے لئے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کرکے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مستقل کی صوتیں اور ان کے احکام۔	۲۸۰
صورت مذکورہ میں عود جنابت کے بعد جتنے حدث ہوں گے ان کے لئے وہی تیمّم جنابت کافی ہے، ہاں اگر تیمّم یا وضو کے بعد پھر حدث ہو تو وضو لازم ہے۔	۲۷۰، ۶۸۴	جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کیلئے تیمّم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمّم کافی نہ ہوگا۔	۲۸۰، ۶۸۵
جنب نے تیمّم سے نماز پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کرکے موزے پہنے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے ایک میل چلا گیا اور نماز کا وقت آیا وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کا تیمّم کرے، ہاں اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے اور اس میں موزے اتار کر پاؤں دھوئے کہ جنب کیلئے موزوں کا مسح نہیں۔	۲۷۰، ۶۸۴	محدث نے اگر صرف ایک ایک بار اعضاء دھونے کے لائق پانی پایا تیمّم نہیں کرسکتا اور تیمّم تھا اور اتنا پانی ملا ٹوٹ گیا۔	۲۸۴، ۶۸۵
اس کی تحقیق کہ حدث کبھی جنابت سے پہلے ہوتا ہے کبھی ساتھ، کبھی بعد اور اس کی صورتوں کا بیان۔	۲۷۴	حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمّم اُن میں سے جس کی نیت سے چاہے کرلے کافی ہے۔	۶۸۵

فہرست ضمنی مسائل

مجمل فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ

قوانین العلماء فی متیمم عــہ علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ

عُلماء کے قوانین اس تیمّم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہُوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہو گئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہو گئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی ارسل من بحر نداہ* ماء ھداہ* مع مصطفاہ*فاعطانا بلا سؤال*وطھرنا بہ من دنس	تمام تعریف خدا کیلئے جس نے اپنے بحرِ سخا سے، آبِ ہدٰی، اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

عــہ: **اقول:** جو تیمّم سے ہو اور جو تیمّم کرنا چاہتا ہو متیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا رأی نہ کہا کما قالوا کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کما قالوا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

الضلال* صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم* وبارك وشرف ومجدوکرم* علی التوالی والتواتر والاتصال* الٰی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال* وعلٰی اٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل*	پاک کیا۔ خدائے برتر ان پر درود وسلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت، بزرگی وکرامت بخشے۔ پے بہ پے لگاتار اور پیہم، ابدوں کے ابد تک، ازلوں کے ازل سے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔ (ت)

تیمّم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحر الرائق میں رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ت) اُس کیلئے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اولاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علماء اور مالہا وماعلیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہُوا واللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کیلئے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ت)

مسئلہ۱: اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہو نا کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہو گئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لووضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعدھا لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ۔	اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پوری ہو گئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذاوجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولووجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا (۲) لووجد بعد التشھد قبل السلام وان (۳) وجد بعد	تیمّم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہو گئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام

ماسلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد [1]۔	پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہُوئی۔(ت)

مسئلہ ۲: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمّم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمناً نمبر ۱۶۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثناء نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا[۲] اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو، ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی۔ خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولایقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستھزاء فلایقطع بالشك فاذافرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والافلا [2]۔	تیمّم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لئے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔(ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات وفتاوٰی رزین سے ہے **اقول:** علمائے[۳] کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفاء فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی[۴] یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمّم باقی ہے وذلك لظھور القدرۃ علی الماء ظنامع عدم مایعارضہ (وہ اس لئے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہوگئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ت) اور اگر کوئی[۵] فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستھزئین اللئام۔	اس لئے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔(ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمّم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما بہ التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰

مسئلہ ۳: اگر اس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا **اقول:** اگرچہ تذکّر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمّم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے۔ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا۔ تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے:

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلایقطع بالشك وان غلب علی ظنہانہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء [1]۔	تیمّم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے:

غیرانہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا و انمادل علی القطع فیہ بالمفھوم۔	مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا [2]۔	اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی (۲) بالتیمم اذا رأی سرابًا ان کان	تیمّم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

[1] شرح الوقایہ فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] فتاوٰی بزازیہ مع عالمگیری، فصل الخامس فی التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶

اکبر رأیه انه ماء یباح له ان ینصرف وان استوی الظنان لایحل له قطع الصلاۃ واذافرغ من الصلاۃ ان ظهر انه کان ماء یلزمه الاعادۃ والافلا[1]۔	میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کیلئے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔(ت)

تنبیہ۔اقول: ظاہر ؂۱ عبارات بحالت ظن غالب عطاوجوب قطع ہے،

لان(۲) صیغة الاخبار اکد من صیغة الامر ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممه لکن اورث شبهة قویة فی بقائه فلایحل المضی علیه حتی یظهر بطلانها ولان الصلاۃ بالتیمم (۳)کاملة عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا (۴) صح اقتداء المتوضیء بالمتیمم بل جاز بلاکراهة وان کان العکس افضل فهذا القطع لیس عـــه للاکمال بل للابطال و	اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لئے کہ صیغہ خبر صیغہ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲)اس لئے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہو گئی کہ اس کا تیمّم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمّم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہ ضرور پیدا ہو گیا تو اس تیمّم پر برقرار رہنا حلال نہ ہو گا جب تک کہ اس شبہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لئے کہ ہمارے نزدیک تیمّم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لئے یہ درست بلکہ بلاکراہت جائز ہے کہ وضو والا

عـــه فان قلت الیس قدقالوا ندب لراجی الماء تأخیر الصلاۃ الی اٰخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطهارتین اقول الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لاللزیادۃ بعد الکمال قال فی البنایة علی قول	اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے **اقول:** (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کیلئے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کیلئے نہیں ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] فتاوٰی قاضی خان　فصل فیما یجوز له التیمم　مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

لیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لولم یجب لم یجزلقولہ تعالٰی ولاتبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم۔	تیمّم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کیلئے نہیں بلکہ باطل کرنے کیلئے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لئے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: "اور تم اپنے عملوں کا باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۱: یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہکہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں **اقول:** بحال ظن عطا تو وجوب میں شبہ نہیں کہ اسی کیلئے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو[۲] حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل لکھ کر فرمایا:

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیران علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ[1]۔	یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمّم سے نماز شروع کردی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہو گئی۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیرانہ لم یذکر ظن المنع[2] (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ت) اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الھدایۃ باکمل الطھارتین وھو الوضو وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طھارۃ کاملۃ ولکن الوضؤ اکمل منھا[3] اھ منہ غفرلہ (م)	ہدایہ کی عبارت "باکمل الطھارتین" (دونوں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتارہا ہے کہ تیمّم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ۔ ۱۲منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ آخر فصل اول مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

[3] البنایہ فی شرح الھدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۶

پُوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب اقول مگر مسئلہ (۱) ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ اگر قُرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

الا یغلب علی ظنه قربه لایجب بل یندب ان رجاوالالا[1]۔	اگر قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔(ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے: **اذاشك یستحب له الطلب**[2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ت)

اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذالم یغلب علی ظنه قربه لایجب بل یستحب اذاکان علی طمع من وجود الماء[3]۔	قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔(ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں اِن شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحال شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲ ۵: صحیح و معتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبہ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبہ ظن سے نہ تیمّم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمّم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ **اقول:** یہ حکم خود انہیں عبارات مذکورہ زیادات و جامع کرخی و محیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئ قطع کیا ہو بحر میں ہے:

اذاکان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذاتمهاسأله ولم یعطه تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطاء کذافی شرح الوقایة	جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئ اس لئے کہ ظاہر ہوگیا

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[2] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/۲۸

[3] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

فعلم منه ان مافی فتح القدیر من بطلانها بمجرد غلبة ظن الاعطاء لیس بظاهر الا ان قاضیخان فی فتاواه ذکر البطلان فی هذه الصورة بمجرد الظن عن محمد[1]۔	کہ اس کا گمان غلط تھا۔ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبہ ظن عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے۔(ت)

اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے:

قال لاتبطل کماجزم به الزیلعی وغیره فما فی الفتح فیه نظر نعم فی الخانیة عن محمد انها تبطل بمجرد الظن فمع غلبته اولی وعلیه یحمل مافی الفتح[2]اھ **اقول:**(۱)عبارة الخانیة المسافراذاشرع فی الصلاة بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته فاذاسلم فسأله ان منع جازت صلاته وان اعطاه بطلت وعن محمد رحمه الله تعالٰی اذارأی فی الصلاة مع غیره ماء وفی غالب ظنه انه یعطیه بطلت صلاته[3] اھ فلیس فیها عن محمد بطلانها	انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبہ ظن سے بدرجہ اولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔(ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمّم سے نماز شروع کردے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیرلے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "جب اندرون نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی"۔اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴
[2] ردالمحتار باب التیمم، مطبع مصطفی البابی مصر،۱/۱۸۵
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

بمجرد الظن بالمعنی الذی ارادالنهر بل قدقید صریحاً بغلبة الظن ولولم یقید لکان هوالمراد اذالظن الضعیف ملتحق بالشك کماصرحوا به فکیف تبطل بالشك صلاة صح الشروع فیها بیقین وکأنه لم یراجع الخانیة واعتمد قول اخیه ذکر البطلان بمجرد الظن فحمله علی تجرید الظن عن الغلبة ولیس کذلك وانما مراده بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظهر تحقیق ظنه اوخیبته۔

اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلان نماز کا ذکر نہیں جو صاحبِ النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبہ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبہ ظن ہی مراد ہوتا اس لئے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہو جائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحبِ بحر) کی عبارت "ذکر البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہو۔یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی وکامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔(ت)

ثمّ اقول: ماروی عن محمد رحمه الله تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت(۱)بمعنی ستبطل کماهو معروف فی کلماتهم فی غیرمامقام وقد بیناه فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء الثانی ان المعنی ان حکم نفس هذه الصورة هوالبطلان حتی لولم یزد علی هذا ومضی علی صلاته ولم یسأل بعدهاحکم ببطلانهاسواء اعطاه صاحب الماء بدون سؤال اولاوعبارة الفتح هکذا جماعة (۲)من المتیممین وهب لهم صاحب الماء فقبضوه لاینتقض تیمم احد منهم لانه لایصیب کلامنهم مایکفیه علی قولهما وعلی قول ابی حنیفة رضی الله

ثم اقول: امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت آئی ہے اس میں دو۲ تاویلیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ "باطل ہوئی" کا معنٰی یہ ہے کہ ابھی باطل ہوجائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم ومعروف ہے۔اور ہم نے اسے اپنے رسالہ "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہوگئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی،بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمّم والوں کی جماعت ہورہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کردیا جس پر وہ قابض

تعالٰی عنهم لاتصح هذه الهبة للشيوع ولو(۱) عين الواهب واحدا منهم يبطل تيممه دونهم حتى لوكان امامابطلت صلاة الكل وكذا(۲) لوكان غيرامام الا انه لمافرغ القوم سأله الامام فاعطاه تفسد على قول الكل لتبين انه صلى قادرا على الماء واعلم انهم فرعو الوصلى بتيمم فطلع عليه رجل معه ماء فان غلب على ظنه انه يعطيه بطلت قبل السؤال وان غلب ان لايعطيه يمضى على صلاته وان اشكل عليه يمضى ثم يسأله فان اعطاه ولو بيعا بثمن المثل ونحوه اعاد والافهى تامة وكذالواعطاه بعد المنع الا انه يتوضّأ هنالصلاة اخرى وعلى هذافاطلاق فسادالصلاة فى صورة سؤال الامام امان يكون محمولا على حالة الاشكال اوان عدم الفساد عند غلبة ظن عدم الاعطاء مقيد بمااذالم يظهر له بعدُ اعطاؤه[1] اھ

وانت تعلم ان(۳)هذه العبارة بعيدة عن ذينك التاويلين اماالاول فظاهرواما الثانى فلان مفاد ماحكاه عنده ان عند ظن العطاء اوالمنع لاتوقف على السؤال بل صحت فى ظن المنع وبطلت فى ظن العطاء سأل اولم يسأل انما يتوقف الامر على السؤال عند الشك والاشكال ولذا فهم

بھی ہوگئے توان میں سے کسی کا تیمّم نہ ٹوٹے گااس لئے کہ ہرایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں،اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کردیا تو اس کا تیمّم باطل ہوجائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہوگئی۔اسی طرح اگر غیر امام ہو۔مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمّم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دے گا تو نماز پُوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اِس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقًا کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہُوا ہو اھ،ناظر کو

---

[1] فتح القدیر،باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

المخالفة بینه وبین فرع سؤال الامام حیث حکموا فیه ببطلان صلاتهم اذا اعطاه وهو باطلاقه یشمل ماذاکان الامام ظن فی صلاته عطاء اومنعا اوشك فتوقفت الصحة فی ظن المنع ایضا علی مایتبین من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفیق بین حملین اما ان یخص الفرع بصورة الشك فیصح التوقف علی السؤال اویقال ان فی ظن المنع ایضا یزول حکم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا مافهمه ورامه رحمه الله تعالٰی وهو غیرمنسوج علی منوال ماروی عن الامام الربانی رحمه الله تعالٰی کیف وقد نسبه الی المشایخ انهم هم الذین فرعوه(۱) وانت تعلم ان ماحکاه عین مافی الخلاصة سوی ان فیهاان علم انه یعطیه یقطع الصلاة ووقع بدله فی الفتح بطلت قبل السؤال ولیس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا فی ظن المنع حتی لاتعادو ان اعطی ولا تخصیص احالة الحکم علی مایتبین بعد السؤال*بصورة الاشکال*بل هو عام یشمل جمیع الاشکال*کما یتجلی فی کل ذلك حقیقة الحال*بعون المولی ذی الجلال*والظاهر (۲) والله تعالٰی اعلم انه رحمه الله تعالٰی اعتمد

معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں تاویلوں سے بعید ہے۔پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دینے یا نہ دینے کا ظن ہونے کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلاالکہ حکم یہ ہے کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو باطل ہوگئی مانگے یا نہ مانگے۔صرف شک واشکال کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا پانی دے دے۔اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف رہی اور اسی لئے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہوجانے سے صحتِ نماز کا حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہوجاتا ہے۔یہ وہ ہے جو صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے سمجھا اور مراد لیا۔ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل شدہ روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرمارہے ہیں کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔یہ بھی معلوم ہے

ھھنا علی مافی صدرہ ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر(۱) ھو المنصوص علیہ فی کتب المذھب کماسیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔	کہ صاحبِ فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے"اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑدے"۔اس کے بدلہ فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی،نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقًا صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادہ نماز نہ ہو،نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حقیقتِ حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ظاہر یہ ہے اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے کہ صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلمات علماء کی مراجعت نہ فرمائی اسی لئے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالانکہ شق اول کی تو کوئی گنجایش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔(ت)

مسئلہ ۲ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایت تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ مطالعہ کتب ونظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۴ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمّم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلاسوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلہ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق وتوفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دو ۲ مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم)لعدم المنع غالبا(ولو تیمم قبل الطلب اجزأہ عندابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ)لانہ لایلزمہ الطلب من ملك الغیروقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ[1]۔	اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمّم اس سے طلب کرے کیونکہ عمومًا اس سے انکار نہیں ہوتا۔اور اگر بغیر مانگے تیمّم کرلیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہوجائے گا۔اس لئے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔اور صاحبین نے فرمایا تیمّم نہ ہوگا اس لئے کہ پانی عمومًا خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔(ت)

[1] ہدایہ مع الفتح، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

عنایہ وبنایہ میں ہے:

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وشرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کماذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الاعلی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وماشرع التیمم الالدفع الحرج[1]۔	ایضاح، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیاہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے۔اور مبسوط میں فرمایا: اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلّت کاکام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمّم کی مشروعیت دفع حرج ہی کیلئے ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

القدرۃ علی الماء بملکہ اوبملك بدلہ اذاکان یباع اوبالاباحۃ امامع ملك الرفیق فلا لان الملك حاجز فثبت العجز[2]۔	پانی پر قدرت یُوں ہوتی ہے کہ خود اس کامالک ہو یا فروخت ہورہا ہو تو اس کے بدل کامالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لئے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہوگیا۔(ت)

اس میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

عن الجصاص لاخلاف بینھم فمراد ابی حنیفۃ اذاغلب علی ظنہ منعہ ومرادھما اذاظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لافی غیرہ عندہ[3]۔	جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کاہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں۔(ت)

[1] العنایہ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[2] فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[3] فتح القدیر، باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی وذخیرہ اخی چلپی میں ہے:

لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی ھذا الموضع بل قیل لایجوز التیمم قبل الطلب اذاکان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقامن غیرذکرالخلاف بین علمائناالثلثۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم الافی الایضاح [1] اھ ھذا نقل الذخیرۃ ولم یذکر فی البنایۃ قولہ الا فی الایضاح وذکر مکانہ الاعلی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر [2]۔	اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمّم جائز نہیں جبکہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقًا مذکور ہے۔ مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں اس کی جگہ یہ ہے: مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔ (ت)

نیز عینی میں ہے:

ذکر الزوزنی وغیرہ لوتیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ [3]۔	زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمّم کرلیا توامام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمّم ہوجائے گا۔ (ت)

بحر میں ہے:

اعلم ان ظاھر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کمایفیدہ مافی المبسوط قال واذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وماشرع التیمم الالدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطھارۃ مبذول	معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جبکہ تیمّم کی مشروعیت دفع حرج

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۸۰

[2] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

[3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

عادة بین الناس ولیس فی سؤال مایحتاج الیه مذلة فقد سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعض حوائجه من غیره اھ فاندفع بهذا ماوقع فی الهدایة وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فعنده لایلزمه الطلب وعندهما یلزمه واندفع مافی غایة البیان من ان قول الحسن حسن وفی الذخیرة نقلا عن الجصّاص انه لاخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فمراده فیما اذاغلب علی ظنه منعه ایاه ومرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع وفی المجتبی الغالب عدم الظنة بالماء حتی لوکان فی موضع تجری الظنة علیه لایجب الطلب منه [1] اھ۔	ہی کیلئے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلّت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں۔اھ اس سے وہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصّاص سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبٰی میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ۔(ت)

غنیہ میں ہے:

اذاتیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها (ای سواء ظن منحا اومنعا اوشک) وقالا لا یجزئه والوجه هو التفصیل کما قال ابونصر الصفار انه انما یجب السؤال فی غیرموضع عزة الماء فانه	جب تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز نہ ہوگی۔اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

حینئذ یتحقق ماقالاہ من انه مبذول والا فکونه مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاھر المنع علی مایشھد به کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب الطلب ولاتصح الصلاۃ بدونه فیما اذاظن الاعطاء لظھور دلیلھما دون مااذا ظن عدمه لکونه فی موضع عزۃ الماء[1] اھ۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیادیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیادیا جانا) کھلے طور پر قابلِ رد و منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والاہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جبکہ نہ دینے کا گمان ہو اس لئے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

اقول: الصفار (۱) لم یحدث قولا خلاف اقوالھم بل ھو کالشرح لھا کما فعل الامام الجصاص فلولاحظ ھذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمة المذھب جمیعا بالتوزیع والتلفیق قال اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء اوظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعة فی قوله لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال مایحتاج الیه ممنوع[2] اھ۔

اقول: صفار نے اقوالِ ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحبِ غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو انہیں توزیع و تلفیق کرکے ائمہ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں: "لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لئے کہ مانگنے میں ایک ذلّت ضرور ہے اور یہ بات ہمیں تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں" اھ (ت)

اقول: فاذن (۲) یؤل الامر الی ترجیح قول الامام مطلقاویذھب اختیار قولھماعندظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقاوقدثبت فی

اقول: تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقاً ترجیح ہے اور ظن عطا کی صورت میں صاحبین کا قول مختار نہ رہ جائے گا اس لئے کہ ذلّت مطلقاً پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

الحدیث عـہ۱ نھی (۱) المؤمن عن ان یذل نفسه الا ان یقال انما یذل عـہ۲ بالسؤال حیث یعزلانه اذن شیئ مضنون به فالمسئول منه ان منع فهذا ذل ظاهر وان دفع من وتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لایعز فیه فانهم یتباذلون به فیه ولایتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن هذاقال فیه لظهوردلیلهما قال واستدلاله بانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدسأل بعض حوائجه من غیره مستدرك لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان بالمؤمنین (۲) اولٰی من انفسهم فلایقاس غیره علیه لانه اذاسال افترض علی المسؤل البذل ولا کذلك غیره [1] اھ۔	حدیث میں بھی اس بات سے ممانعت آئی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لئے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل وانکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے۔ بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کمیاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار ومنع متوقع نہ ہوگا اور دے دینے میں احسان جتلانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لئے صاحبِ غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے۔ مزید لکھتے ہیں: "اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عـہ۱ الطبرانی فی المعجم الکبیرعن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من اعطی الذلة من نفسه طائعا غیرمکره فلیس منا [2] ۱۲منه غفرله (م)

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلّت بخوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ ظهر لی هذا ثم رأیت العلامة الشرنبلالی اشار الی هذا الفرق کمایاتی اٰنفا فی عبارات القول الثالث ۱۲ منه غفرله (م)

یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرماچکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی ۱۰/ ۲۴۸ الترغیب والترھیب بحوالہ طبرانی ۴/ ۱۷۹

اقول: لیس (۱) کمثلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنہا الغیرۃ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغیر خلق اللہ واللہ تعالٰی اغیر منہ ومحال من نفس کریمۃ غیراء ان تتعرض لشیئ ممایعد ذلافثبت ان من سؤال الحاجۃ مالیس بذل والالماوقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولادخل (۲) فی ھذا لافتراض البذل وعدمہ وقد یفترض (۳) فی حق غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضاً کاطعام (۴) ذی مخمصۃ فھذا قد ینتفع بہ لمافی المبسوط۔

وانا اقول: انما (۵) الجواب فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولی بالمؤمنین من انفسھم علی منزع اٰخر دقیق وھو ان (۶) املاکھم املاکہ اذھم انفسھم املاکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولااحتمال لذل فی سؤال المولٰی بعض عبیدہ ممافی یدہ فانہ وما

اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں قابل استدراک ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی اور کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

اقول: کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرت مند ہیں اور خدائے برتر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اور کسی بھی باعزّت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلّت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلّت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا__ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں فرض تو کبھی غیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے، جیسے بھُوک کی شدّت والے کو کھانا دینا اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور **میں کہتا ہوں** (اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی مِلک ہیں اس لئے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مِلک ہیں اور اس میں کسی ذلّت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لئے کہ خود غلام اور جو کچھ

فی یدہ ملك مولاہ فلیس من السؤال فی شیئ بل استخدام فبھذا یتجہ مرامہ ویتضح کلامہ ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبہ صاحب الھدایۃ وصاحب الایضاح الی ابی حنیفۃ کماتقدم واماشمس الائمۃ فی المبسوط فانہ نسبہ الی الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وربمایوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفۃ فی غیرظاھرالروایۃ واخذھوبہ فاعتمد فی المبسوط ظاھرالروایۃ واعتبرصاحب الھدایۃ والایضاح روایۃ الحسن لکونھا انسب بمذھب ابی حنیفۃ فی عدم اعتبار القدرۃ بالغیروفی اعتبار العجز للحال واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم [1] اھ۔	اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے۔اس بیان سے صاحبِ غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہو جاتی ہے۔پھر لکھتے ہیں: "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ایضاح نے امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہی یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلّت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے تطبیق یُوں دی جاسکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابو حنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ میں روایت کیااور خود حسن نے اسی کو لیا۔تو مبسوط میں ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیااور صاحبِ ہدایہ وصاحبِ ایضاح نے روایت حسن کا اعتبار کیا اس لئے کہ وہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کااعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو عجز ہے اسی کااعتبار ہے۔اور خدائے پاک ہی خُوب جاننے والا ہے اھ (ت)

اقول: ولی(ا) فیہ کلام سیاتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار جاز(ای التیمم قبل الطلب)عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر ^عہ^ محمدا وانماذکران قیاس قولہ	اختیار میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمّم) جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز نہیں۔امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عــہ ای صاحب الاختیار | (یعنی صاحبِ اختیار نے ۱۲۔ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

ان غلب علی ظنه انه یعطیه لایجوز والا یجوز[1] اھ

قول کے قیاس کا اقتضایہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اھ (ت)

اقول: ھکذاجری القیل والقال*ولاحاجةالٰی استکثارالاقوال*بل نأتی علی المقامین لفصل المقال*بتوفیق ربنا المھیمن المتعال*

اقول: اسی طرح قیل و قال جاری ہے۔اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے برتر نگہبان پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کیلئے اُن دو ۲ مقاموں پر آتے ہیں:

المقام الاول: تظافرت ھھناکلمات العلماء علٰی ثلٰثة مسالک:

مقامِ اوّل: یہاں کلماتِ علماء تین مسالک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں:

اولھا: لایجب الطلب مطلقاوانه قول سیدنا الامام خلافالصاحبیه اوقول الطرفین خلافا للثانی رضی اللّٰه تعالٰی عنھم۔

مسلک اوّل: مطلقًا مانگنا واجب نہیں۔اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین۔یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ودخل فی قولی مطلقامن صرح بالاطلاق کمافی جامع الرموزعن التجریدیصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کماقال ابوحنیفة خلافالابی یوسف[2] اھ۔

میرے "مطلقًا" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلاقید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں۔اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالہ سے ہے کہ رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمّم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابویوسف"۔اھ

ویقرب منه قول الاختیار المارحیث اطلق الجوازعند الامام وقابیله بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھاعبارة الجوھرة الاٰتیة ومن

اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے

[1] الاختیار لتعلیل المختار، باب التیمم، درفراس للنشر والتوزیع بیروت ۱/۲۲

[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۱/۷۵

ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون ففی الوقایۃ قبل طلبه جاز خلافالھما [1] اھ وفی النقایۃ یصح قبل الطلب [2] اھ ومرعن الھدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عندابیحنیفۃ [3]، وفی بدائع ملك العلماء لوکان مع رفیقه ماء ولم یعلم به لایجب الطلب عندناوان علم به ولکن لاثمن له فکذلك عندابی حنیفۃ وقال ابویوسف علیه السؤال وجه قوله ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق والقدرۃ موھومۃ لان الماء من اعزالاشیاء فی السفر [4] اھ

وفی الخانیۃ لورأی مع رفیقه ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز [5] اھ وفی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقه ماء فانه یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عندابی حنیفۃ وقال ابویوسف واجب [6] اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عندابی حنیفۃ و

بلاقید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔وقایہ میں ہے: "مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین اھ"۔نقایہ میں ہے: "قبل طلب صحیح ہے"اھ۔اور ہدایہ کی عبارت گزر چکی: "مانگنے سے پہلے تیمّم کیاتوامام ابوحنیفہ کے نزدیک ہوگیا"۔

بدائع ملک العلماء میں ہے: "اگراس کے رفیق سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم نہ ہوا تو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر اسے علم ہوا لیکن اس کا دام نہیں رکھتا تو بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہی ہے اور امام ابویوسف کا قول ہے کہ اس پر مانگنا ہے۔ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز متحقق ہے اور قدرت موہوم ہے اس لئے کہ سفر میں پانی سب سے کم یاب شَے ہے اھ۔

خانیہ میں ہے: "اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا پھر مانگنے سے پہلے تیمّم کیااور نماز پڑھ لی تو جائز ہے"اھ خلاصہ میں ہے: "اصل (مبسوط) میں ہے: اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔تجرید میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابویوسف کا

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] نقایہ مختصر الوقایہ کتاب الطہارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۶

[3] الہدایۃ مع العینی کتاب الطہارۃ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

[4] بدائع الصنائع کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۸

[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

[6] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فے التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

محمد خلافا لابی یوسف رحمهم الله تعالٰی[1] اھ وفی ملتقی الابحران تیمم قبل الطلب اجزأه[2] اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبه من رفیق له ماء خلافالهما[3] اھ قال ش وبقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایة وابن الکمال اھ وقال العلامة الوزیرفی الایضاح هذا علی وفق مافی الهدایة والایضاح والتقریب وغیرها(ای کشرح الاقطع کماتقدم عن العنایة والبنایة والبحرقال) وفی التجرید ذکر محمدا مع ابی حنیفة[4] اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المارفی عبارة العنایة والبحر ثم اعقبه بکلام البدائع المار۔

اقول: (۱) وبهذه النصوص ظهر مافی قول النهایة لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح وکذلك یقال للعلامة البحر هٰؤلاء المتون والعمائد البدایة و الوقایة والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب و

قول ہے کہ واجب ہے" اھ

تجرید کا حوالہ دیتے ہُوئے بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: "رفیق سے مانگنا امام ابو حنیفہ وامام محمد کے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام ابویوسف۔ رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ ملتقی الابحر میں ہے: "اگر مانگنے سے پہلے تیمّم کرلیا تو ہوگیا" اھ۔ اصلاح میں ہے: "اپنے کسی رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمّم کرلینا صحیح ہے بخلاف صاحبین" اھ۔ علّامہ شامی لکھتے ہیں: "امام صاحب ہی کے قول پر مجمع، ملتقی، وقایہ اور ابن الکمال کا جزم ہے" اھ علامہ وزیر ایضاح میں رقمطراز ہیں: "یہ اس کے مطابق ہے جو ہدایہ، ایضاح، تقریب اور ان کے علاوہ (یعنی جیسے شرح اقطع جیسا کہ عنایہ، بنایہ اور بحر کے حوالوں سے گزرا) میں ہے۔ اور تجرید میں امام محمد کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے" اھ پھر امام جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے پھر مبسوط کا کلام جو عنایہ وبحر کی عبارتوں میں گزرا اس کے بعد بدائع کی عبارت لکھی ہے جو ابھی گزری۔ (ت)

اقول: ان ہی نصوص سے نہایہ کے اس قول کی خامی ظاہر ہوگئی کہ "صرف ایضاح میں اختلاف کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح علامہ بحر سے بھی عرض کیا جائے گا کہ یہ متون وعمائد بدایہ، وقایہ، اصلاح، مجمع، تجرید، ایضاح، تقریب،

[1] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/ ۳۳۷
[2] ملتقی الابحر باب التیمم مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱/ ۳۲
[3] اصلاح ایضاح
[4] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۳

شرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختیار والجوھرة کلھم ناصون بالخلاف بین الامام وصاحبیه والامام الاجل ابوبکر الجصاص یوفق بین قول الامام وصاحبیه وقال فی البرھان شرح مواھب الرحمٰن الاظھر قولھما ثم ذکر توفیق الجصاص وایدہ بقوله ولھذا لم یحك الکافی خلافا [1] اھ نقله العلامة الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام کیف یرد قولھم جمیعا بمجرد ان فی المبسوط لم ینسب الخلاف الا الی الحسن الیس المثبتون وھم عصبة مقدمین علی ناف واحد الیس ان ظاھر (۱) الروایة ربما (۲) تتعدد فی مسألة واحدة وقولی ھذا اولی من توفیق الغنیة المار فی عبارتھا ان ھؤلاء اعتبروا الروایة النادرة لکونھا انسب بمذھب الامام فاعتبارھا لھذا شیئ وجعلھا قول الامام ونصب الخلاف بینه وبین صاحبیه فی المذھب شیئ اٰخروان(۳) اقرہ فی ردالمحتار ومنحة الخالق واللہ سبحٰنه الموفق۔

شرح اقطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کررہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے۔اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قولِ صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ اسی لئے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی اھ،اسے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں نقل کیا۔ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کردیا جائے گا کہ "مبسوط نے محض حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے" کیا اثبات کرنے والے جبکہ وہ طاقتور بھی ہیں ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں؟ کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر الروایۃ متعدد بھی ہوتی ہے۔میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لئے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے"۔اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے۔اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے۔اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھا ہے،اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے۔(ت)

وثانیھا: یجب مطلقا وانه ظاھر الروایة عن ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم وذلك مامر عن المبسوط

مسلک دوم: مانگنا مطلقًا واجب ہے اور یہ کہ یہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایۃ ہے۔اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالہ سے

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۱/۳۲

واعتمدہ تبعا لشیخہ فی التنویر فقال قبل طلبہ لاتیمم علی الظاھر اھ قال فی المدرای ظاھر الروایۃ عن اصحابنا لانہ مبذول عادۃ وعلیہ الفتوٰی[1] اھ۔

گزرا۔اور تنویر میں اپنے شیخ کا اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا تو یہ لکھا کہ "اس سے مانگنے سے پہلے ظاہر کی بنیاد پر تیمم نہیں کرے گا"اھ۔درمختار میں فرمایا: "ظاہر سے مراد ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ،اس لئے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے"اھ (ت)

اقول: ولم ارھذہ اللفظۃ لغیرہ ولاعزاہ محشوہ لاحد وفی التبیین لوعلم بہ خارج الصلاۃ وصلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ[2] اھ ثم ذکر روایۃ الحسن ثم توفیق الجصاص،و فی جواھر الاخلاطی مع رفیقہ ماء وشرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز وقیل یجوز علی قیاس قول الامام خلافا للقاضی[3] اھ۔

اقول: یہ لفظ میں نے کسی اور کے یہاں نہ دیکھا،اور نہ ہی درمختار کے محشی حضرات نے اس پر کسی کا حوالہ دیا۔ تبیین میں ہے: اگر خارج نماز اسے اس کا علم ہوگیا پھر بھی مانگنے سے پہلے تیمّم سے نماز پڑھ لی تو یہ اس کیلئے کفایت نہیں کرسکتا"اھ۔پھر انہوں نے حسن کی روایت اور جصاص کی تطبیق ذکر کی۔

جواہر الاخلاطی میں ہے: "اس کے رفیق کے پاس پانی ہے اور مانگنے سے پہلے نماز شروع کردی تو جائز نہیں اور کہا گیا کہ قول امام کے قیاس پر جائز ہے۔بخلاف قاضی کے۔اھ (ت)

اقول: وھنا عبارات اُخر لیست صرائح کماتقدم عن الخلاصۃ عن الاصل انہ یسأل فان (۱) الصیغۃ وان کان ظاھرھا الوجوب کثیرا ماتأتی للندب کمالایخفی علی من خدم کلماتھم ویقرب منہ قول القدوری ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم فان منعہ منہ تیمم[4] اھ والسراجیۃ

اقول: یہاں کچھ اور عبارتیں بھی ہیں جو صریح نہیں جیسے خلاصہ سے بحوالہ اصل گزرا کہ "وہ مانگے گا"اس لئے کہ صیغہ خبر اگرچہ وجوب میں ظاہر ہے لیکن ندب واستحباب کے لئے بھی کثرت سے آتا ہے جیسا کہ کلمات علماء کے خدمت گزاروں پر مخفی نہیں۔اس سے قریب یہ عبارتیں بھی ہیں (۱) اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو تیمّم کرنے سے پہلے اس سے

[1] درمختار، باب التیمم ، مطبع دہلی، ۱/۴۴
[2] تبیین الحقائق باب التیمم مطبع الازہریہ مصر ۱/۴۴
[3] جواہر الاخلاطی فصل فی التیمم (قلمی نسخہ) ۱/۱۳
[4] قدوری باب التیمم مطبع کان پور ص ۱۲

اذاوجد مع رفیقه ماء فانه یسأله فان لم یعطه تیمم وصلی [1] اھ،والکنز یطلبه من رفیقه فان منعه تیمم [2]اھ کیف وقد قال مثله فی الملتقی واعتمد مذهب الامام وھذا نصه ان کان مع رفیقه ماء طلبه وان منعه تیمم وان تیمم قبل الطلب اجزأہ [3] اھ۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمّم کرے"اھ قدوری۔(۲) "اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمّم کرے اور نماز پڑھے"اھ سراجیہ۔(۳) "اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمّم کرے"اھ کنزالدقائق۔یہ صیغہ ہاں وجوب کیلئے کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے،ان کی عبارت یہ ہے:"اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے،اگر نہ دے تو تیمّم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمّم کرلیا تو بھی ہوگیا"۔اھ (ت)

تنبیه: قولی ھھنا یجب مطلقا المراد به انھم ذکروھا مرسلة ولم یقیدوھا بمایاتی فی القول الثالث اذ ھذا ھو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشریعة علی صریح التعمیم کماسیاتی فی ذکر قانونه مع تضعیفه ان شاء اللہ تعالٰی ویقرب منه مامرعن الغنیة من حمل کل من قولی الامام وصاحبیه علی التعمیم حتی تأتی له التلفیق وقد تقدم انه لیس بتحقیق۔

تنبیہ: میرے"مطلقًا واجب"کہنے سے مراد یہ ہے کہ علمانے اسے مرسل ذکر کیا ہے اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے۔اس لئے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ہاں امام صدر الشریعۃ نے اسے صریح تعمیم پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قانون کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔اور اس سے قریب وہ بھی ہے جو غنیہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کیلئے تلفیق کی گنجائش نکل آئی وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں۔(ت)

وثالثھا: ادارة الامر علی ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم یجز

مسلک سوم: معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھنا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲

[2] کنزالدقائق مع التبیین باب التیمم المطبعۃ الازہریہ بولاق مصر ۱/۴۴

[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم داراحیاء التراث العربی ۱/۴۴

التیمم قبله تقدم فیه نص النهایة وستأتی نصوص البحر المحیط والمنیة والخزانة والبرجندی وفی الخانیة وخزانة المفتین رأی مع رفیقه ماء ان کان غالب ظنه انه یطیه لایجوزله ان یتیمم بل یسأله[1] اھ وفی الکافی مع رفیقه ماء وظن انه ان سأله اعطاہ لم یجز التیمم وان کان عندہ انه لایعطیه تیمم وان شك وتیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ وفی الهندیه بعد نقله وهکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ، وفی البرجندی نقل عن القاضی الامام ابی زید رحمه الله تعالٰی انه یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیه لافی موضع یعز[4] اھ، وفی المنیة وشرح مسکین للکنز وعن ابی نصر الصفار رحمه الله تعالٰی اذاکان فی موضع یعز فیه الماء فالافضل ان یسأل من رفیقه وان لم یسأل اجزأہ فان کان فی موضع لایعز الماء فیه لایجزئه قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیة کمافی عمرانات[6]۔ واعتمدہ الشرنبلالی فی متنه وشرحه فقال یجب طلبه ممن هو معه

اور اس سے پہلے تیمّم جائز نہیں۔اس بارے میں نہایہ کی عبارت گزرچکی اور بحر محیط،منیہ،خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔خانیہ اور خزانۃ المفتین میں ہے:"اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمّم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے"اھ اور کافی میں ہے اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دے گا تو تیمّم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دے گا تو تیمّم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو اعادہ کرے"اھ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:"اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے"اھ۔برجندی میں قاضی امام ابوزید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ"مانگنا اسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کمیاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کمیاب ہو"اھ۔منیہ اور شرح مسکین للکنز میں ہے کہ ابو نصر صفار سے ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[4] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸

[5] شرح مسکین للکنز علٰی حاشیۃ فتح المعین فصل فی التیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[6] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ۵۰

لانہ مبذول عادۃ فلاذل فی طلبہ انکان فی محل لاتشح بہ النفوس[1] اھ ومنھا العبارات التی قدمنا فی المسألۃ الثالثۃ والرابعۃ عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصدر الشریعۃ والبحر والھندیۃ تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ مفھوما من الامر بقطع الصلاۃ عندظن الاعطاء فانہ یوجب الوجوب اذ لولاہ عـــہ لماحل القطع ویقابلھا اطلاق نص الخانیۃ وخزانۃ المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ[2] اھ

اقول: وقدعلمت انھم یرمون عن قوس واحدۃ وھو وجوب الطلب فی مظنۃ الاعطاء لا غیرھا وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء ھل ھو مبذول عادۃ فی السفر کالحضر اولا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لاقال لاومن فصل فصل فلم یبق فی الوصول

"جیسے آبادیوں میں" اھ۔اور شرنبلالی نے اپنے متن وشرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لئے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملہ میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا"۔اھ ان ہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو پہلے ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعۃ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہومًا بیان کیں کہ ظنِّ عطاکے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لئے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ان عبارتوں کے مقابلہ میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے: "تیمّم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے" اھ (ت)

اقول: معلوم ہوچکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلارہے ہیں۔وہ یہ ظنِ عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہُوا کہ کیا پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً لیا دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ جنہوں نے کہا ہاں، وہ مطلقًا وجوب کے قائل ہوئے۔اور جنہوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں، اور

عـــہ کما یستفاد ماقدمنا عن تقریر وجوب القطع فی المسألۃ الثالثۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو ہم نے مسئلہ سوم میں پیش کی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی مطبعۃ الازہریۃ مصر ص۷۱
[2] فتاوٰی خانیہ فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

الی الصواب الا انحلال عقدۃ ھذا المبنی فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وھی الجادۃ الواضحۃ واما المثبتون فنظروا الی حال الحضر والسفر فی منازل ذات مناھل وماء الشرب واما النافون فالی حال السفر فی منازل قلیلۃ المیاہ وماء الطھر۔

جنھوں نے اُس میں تفصیل کی،اس میں بھی تفصیل کی تو صواب ودرستی تک رسائی کی راہ میں صرف اس مبنی کی گرہ کشائی حاصل رہی۔تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا۔یہ صاف راستہ ہے۔اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور پنگھٹ اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آب طہارت کی قلّت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔(ت)

وانا اقول: وباللہ التوفیق انما(۱) المبذول عادۃ ماء الشرب لاسیمافی الحضر واما(۲) ماء الطھر خصوصا الغسل فکثیرمن الناس یضنون بہ فی الحضر علی الاجانب حذاران ینفدما عندھم فیتحرجوا الٰی ان یاتی السقاء اویحتاجوا الی کلفۃ الاستقاء بل ان کان احدھم علی رأس رکیۃ وسألہ غریب اوعابر سبیل ماعندہ من الماء للغسل بل للوضوء یقول امالك یدان الست علی البئر فکیف بالسفر۔

اور **میں کہتا ہوں**: اور خدا ہی سے توفیق ہے۔جو عادۃً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے،خصوصًا حضر میں رہا طہارت خصوصًا غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی اجنبی لوگوں پر بخل کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ ان کا پانی ختم ہوجائے گا تو انہیں بہشتی کے آنے تک زحمت ومشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یاراہ گیر اس کا پانی غسل بلکہ وضوکیلئے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا؟(ت)

ثمّ (۳)لایحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصرہ یتحفظ علی الماء تحفظہ علی الطعام اذا بعد الماء عنہ بھذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب ھی الضنۃ وما

پھر یہ دیکھئے کہ تیمّم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعًا معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

لکونه مبذولا فیه من مظنة الافی خصوص صور(۱) عدیدة کأن(۱) یکون من له الماء ولم هذا او(۲) شقیقه او(۳) صدیقه او(۴) اجیره او(۵) رعیته او(۶) یھاَ به او(۷) له فیه طمع یریده او(۸) یعلم هذا ان الرجل غیرشحیح و لالئیم ولامناوٍ له وان عنده من الماء مآان اعطانی منه فضل له مایبلغه المنزل وافیاً بحاجاته من دون تقصیرولاتقتیراو(۹) یکون هذا مریضاً مقعدا اشل مثلا وهو علی رأس البئر او(۱۰) یعلم انه کریم النفس یستحیی ان یرد السائل لاسیما انکان ممن یؤثرون علٰی انفسهم ولوکان بهم خصاصة ففی مثل هذه الصوریصح له الظن الاعطاء المعتبر فی الشرع وهو اکبر الرأی الملتحق فی العمل بالیقین دون الظن الضعیف الملحق بالشك ولاشك ان هذه الصور اقل بکثیرمن غیرها فکیف یقال ان ماء الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبًا نعم لم تبلغ قلة هذه الصورحد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحکم بالمظنة فوجب ادارة الامر علی ظنه وهو اعلم بنفسه فلا(۲) یقید بموضع فیه الماء عزیز اوغزیرفلاشك ان الوجه هو التفصیل هذا فی الحکم۔

ہو؟ تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔اور سفر میں پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو، (۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳) یا دوست ہو، (۴) یا ملازم ہو (۵) یا رعیت ہو (۶) یا اس سے ڈرتا ہو (۷) یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸) یا جانتا ہو کہ یہ آدمی بخیل، پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی و کمی کے پُورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹) یا یہ اپاہج ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰) یا جانتا ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا ہے خصوصًا جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں سخت احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِّ عطا جس کا شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو شک میں شامل ہے بلاشبہہ یہ صورتیں دوسری صورتوں سے بہت زیادہ قلیل وکمتر ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آب طہارت عادۃً لیا دیا جاتا ہے۔بلکہ اس میں تو اکثر بُخل ہی ہوتا ہے۔ہاں ان صورتوں کی قلّت حدِّ ندرت تک نہ پہنچی کہ انہیں بالکل نظر انداز کر دینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کمیاب

اما التوفیق **فاقول**: وباللہ التوفیق لاغروفی اطلاق الحکم بالنظرالی الغالب الکثیر* وکم لہ فی الفقہ من نظیر* فکان سیدناالامام* رضی اللہ تعالٰی عنہ اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب*نظرالماغلب* ورواہ الحسن کماسمع* وتداولتہ المتون والعامۃ کماوقع * وذھب اجتھادالحسن الی اجزائہ علی اطلاقہ فقال بہ وکذلك ظن بعض ففسرواالاطلاق بالعموم وقلیل ماھم ورواہ الصاحبان عن شیخھماوقد عرفا المراد ففسراہ وقالابہ فمنھم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنھافنصب بینھم الخلاف وھومسلك الھدایۃ و کثیرین ومنھم من نظرالمرام وان التفصیل ھو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق اولم یؤم الی خلاف وھومسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنھم فی النھایۃ وھم الاکثرون علی مافیھا،ومنھم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظاونفاہ معنی فذھب الی التوفیق وھومسلك الامام الجصاص وھوالتحقیق الناصح ولذاتری الخانیۃ مشی علی کلا القولین جازمًا بہ غیرمؤم الی الخلاف فی شیئ من الموضعین کمانقلنانصوصھا فی المسلکین الاول و

یاوافر ہونے کی جگہ سے حکم مقید نہ ہوگا۔تواس میں شک نہ رہا کہ وجہِ صواب تفصیل ہی ہے یہ توحکم سے متعلق کلام ہوا۔
رہ گئی تطبیق **تومیں کہتاہوں** اورخداہی سے توفیق ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ غالب وکثیرپر نظر کرتے ہوئے حکم مطلق بیان کردیا جائے۔فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غالب وکثیرپر نظر کرتے ہوئے مانگنے کے عدمِ وجوب کا حکم مطلق بیان فرمایا دیااور حسن نے اسے جیساسناروایت کردیااور متون وعامہ کتب نے جیساوقوع میں آیا ویسا ہی پےش کردیا۔اور حسن کا اجتہاد اس طرف گیاکہ اسے اطلاق ہی پر جاری رکھا جائے تو وہ اسی کے قائل ہُوئے۔ایسے ہی کچھ اور حضرات کا بھی گمان ہوا توانہوں نے اطلاق کی تفسیر عموم سے کردی۔اور ایسے حضرات کم ہی ہیں۔اور صاحبیننے اپنے شیخ سے مراد سمجھ کراس کی روایت کی توانہوں نے اس کی تفسیر کردی اور خود اسی تفسیرکے قائل ہوئے۔اب بعض حضرات نے امام کے اطلاق اور صاحبین کی تفصیل پر نظر کی اور ان ائمہ کے درمیان اختلاف پیش کردیا۔یہ صاحب ہدایہ اور بہت سے حضرات کا مسلک ہے۔اور بعض حضرات نے مقصد پر نظر کی اور یہ دیکھا کہ اطلاق سے بھی مراد تفصیل ہی ہے توانہوں نے اتفاق کی تصریح کردی یا کسی خلاف کی جانب اشارہ نہ کیا۔یہ مبسوط،کافی اور ان حضرات کا مسلک ہے جن سے نہایہ میں حکایت کی۔اور

الثالث وتبعه فی خزانة المفتین کماعلمت وکلهم علی الصواب وبعضهم اولٰی به من بعض الاشرذمة (۱)صرحوا بتعمیم عدم الوجوب مع اتفاقهم جمیعاعلی وجوب الطلب فی مظنة القرب واخاف ان یکون هذا فی عبارة التجریدالمحکیةفی جامع الرموزمن قبل القهستانی نقل بالمعنی علی مافهم فان عبارة التجرید التی اثرهااامامان جلیلان فی الخلاصة والبنایة کمامرلا اثر فیهالهذا التعمیم والله تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیره فی(۲) جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة وفی الجانبینصنیع الغنیة والله تعالٰی اعلم۔

تنبیه: جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرزقول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انه هو عــه فانما اقام المظنة

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ نہایہ میں ہے۔

اور بعض حضرات نے الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظًا اختلاف ثابت کیا اور معنًی اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے۔ یہ امام جصاص کا مسلک ہے اور یہی تحقیق خالص ہے۔اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ خانیہ میں دونوں ہی قول پر جزم کرتے ہوئے اور دونوں جگہوں میں سے کسی خلاف کا اشارہ کئے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں اور خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا۔اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولٰی ہیں مگر وہ گنتی کے لوگ جنہوں نے عدمِ وجوب کی تعمیم کی صراحت کی۔ جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے۔اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنًی نقل کر دیا اس لئے کہ تجرید کی جو عبارت دو۲ بزرگ اماموں نے خلاصہ وبنایہ میں نقل فرمائی جیسا کہ گزری اس میں اس تعمیم کا کوئی نشان، پتا نہیں اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعۃ کا طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔(ت)**تنبیہ:** حلیہ میں اقوال چار کردئے اس طرح کہ صفّار کا قول، قول بالظن سے جُدا شمار کر دیا جبکہ ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے۔بس یہ ہے کہ انہوں نے ظن

عــه **اقول:** سیعلم(۳) من احاط بنصوص مرت وتأتی ان لکلامهم ههنا وجهتین فمنهم من رددبین نفی اثبات صریحا نحوان

اقول: گزشتہ وآئندہ نصوص وعبارات کا احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علما کے دو۲ رُخ ہیں۔بعض حضرات نے صراحۃً نفی واثبات کے درمیان (باقی برصفحہ آئندہ)

مقام الظن کمالایخفی وقد قدمته فی حاشیة نمرة۔	کی جگہ مظنہ رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں بھی اسے بیان کرچکا ہوں۔(ت)
المقام الثانی : قد تبینا انه ان ظن العطاء وجب الطلب اوالمنع لابقی الشك فاعتری فیه الشك وجاء ت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد	**مقامِ دوم**: یہ واضح ہوچکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک درآیا اور اسے ظن عطا و ظن منع کسی ایک سے ملحق کرنے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والالا کالبحر المحیط والاختیار والمبتغی اومفهوما نحوان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنهایة والخانیة وخزانة المفتین والخزانة وغیرهم فافادوا الحاق الشك بظن المنع ومنهم من ذکر حکم الظنین واهمل ذکر الشك کالکافی والمنیة والهندیة عن العتابی والزیادات ایضا بتصریح الحلیة وقدبحث فی الحلیة فی هذا القول عن الحاق الشك باحد الظنین جعل الکل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولایخرج قول الامامین الصفار وابی زید عن هذا فلاوجه لعده علیحدة الابالنظر الی تغایر فی اللفظ ۱۲ منه غفرله (م)

تردید کی ہے مثلًا یہ کہ "اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں" جیسے بحر، محیط،اختیار اور مبتغی میں ہے۔یا مفہومًا تردید کی ہے مثلًا یوں کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو تیمّم جائز نہیں" جیسے نہایہ،خانیہ،خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے تو ان حضرات نے شک کو ظن منع سے ملحق کرنے کاافادہ فرمایا اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظنِّ عطا و ظنِّ منع) کا حکم بیان کردیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا،جیسے کافی،منیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے ہے اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی اور امام صفار وامام ابوزید کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

الظنین۔

احدھما: قال صدرالشریعۃوفی الزیادات اذاکان خارج الصلاۃولم یطلب وتیمم لایحل له الشروع بالشك فان القدرۃ والعجزمشکوك فیھا[1]اھ فقدالحقه بظن العطاء فکما لایجوزالتیمم اذاظن العطاء کذلك اذاشك لکن نص فی الحلیۃ ان حکم صورۃ الشك غیرمنصوص علیه فی الزیادات [2] اھ والذی ذکرفی البحر وجعله حاصل الزیادات وغیرھا یخالف مافی شرح الوقایۃ وعبارته وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الٰی اٰخر مانقلنا فی المسألۃ الثالثۃ وقال فیھا بعد قوله فلایقطع بالشك بخلاف مااذاکان خارج الصلاۃ الٰی اٰخر مانقلناھھنافلعل قوله بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی مایقتضیه کلام الحلیۃ والبحر ولذالم یعزہ فی الحلیۃ الا الیه واللّٰہ تعالٰی اعلم ھذا ووقع فی الخادمی حکایۃ ان الحاقه بظن العطاء مصحح قال فی الدرر قبل طلبه جاز التیمم اختیارہ فی الھدایۃ وقیل لااختارہ فی المبسوط [3] اھ فقال الخادمی

متعلق عبارتیں دو۲ طرح آئیں:

اول: صدر الشریعۃ نے فرمایا: "زیادات میں ہے کہ جب بیرونِ نماز ہو اور طلب نہ کرے اور تیمّم کرے تو شک کے ساتھ شروع کرنااس کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ قدرت وعجز دونوں میں شک ہے" اھ اس عبارت میں شک کو ظن عطاسے ملحق کیاہے جیسے ظن عطاکی صورت میں تیمّم جائز نہیں۔اسی طرح شک کی صورت میں لیکن حلیہ میں تصریح ہے کہ "صورت شک کاحکم زیادات میں منصوص نہیں" اھ،اور بحر میں جو ذکر کیاہے اسے زیادات وغیرہاکاحاصل قرار دیاہے وہ اس کے برخلاف ہے جو شرح وقایہ میں ہے شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے: "زیادات میں ہے کہ تیمّم والا مسافر اس کے آخر تک جو ہم نے مسئلہ سوم میں نقل کیا۔اس میں "فلایقطع بالشک تو شک کی وجہ سے نماز نہ توڑے گا" کے بعد یہ بھی لکھاہے: "بخلاف اس صورت کے جب بیرونِ نماز ہو اس کے آخر تک جو ہم نے یہاں نقل کیا شاید عبارت "بخلاف الخ" امام صدرالشریعۃ کی طرف سے زیادات کے دونوں مسئلوں کے درمیان درج ہوئی ہے جیسا کہ حلیہ اور بحر کے کلام کا اقتضاہے اسی لئے اسے حلیہ میں ان ہی کی طرف منسوب کیا۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔یہ ذہن نشین رہے۔خادمی

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] حلیۃ
[3] درر شرح الغرر باب التیمم مطبع دارالسعادت کامل بیروت ۱/۳۲

المصحح ان رجا اعطاء ہ اوشك يعيد والالا [1] اھ ولم يعزہ لاحد ولم ارہ لمعتمد فاللہ تعالٰی اعلم۔

میں حکایۃ آیا ہے کہ شک کو ظن عطا سے لاحق کرنا تصحیح یافتہ ہے۔درر میں فرمایا: "مانگنے سے پہلے تیمّم جائز ہے۔اسی کو ہدایہ میں اختیار کیا اور کہا گیا: جائز نہیں۔اس کو مبسوط میں اختیار کیا"اھاس پر خادمی نے لکھا کہ: "تصحیح یافتہ یہ ہے کہ اگر دینے کی اُمید یا شک ہو تو اعادہ کرے ورنہ نہیں اھ"۔اور اس پر کسی کا حوالہ نہ دیا۔نہ ہی میں نے کسی معتمد کے کلام میں اسے پایا،تو خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

وثانیھما: قال فی المبتغی بالغین مع رفیقه ماء ظن انه یعطیه لایتیمم والاتیمم [2] اھ فقد الحقه بظن المنع وھو قضیة مافی المنیة اذقال ان کان مع رفیقه ماء لایجوزله التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه [3] اھ وفی البرجندی عن الخزانةان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوزله ان یتیمم قبل الطلب [4] اھ وفی جامع الرموزعن البحرالمحیط ان ظنه وجب الطلب والالا [5] اھ وھذا مارجحه فی الحلیة اذقال احتمال الحاق الشك بظن المنع^عـہ^ ارجح کمایظھر من توجیه ھٰذا

دوم:بتغی (غین معجمہ سے) میں فرمایا: "ہم سفر کے پاس پانی ہے اگر گمان ہو کہ وہ دے دے گا تو تیمّم نہ کرے ورنہ تیمّم کرے"۔اھ انہوں نے شک کو ظن منع سے لاحق کیا۔یہی عبارت منیہ کا بھی مقتضٰی ہے۔اس میں یہ لکھا ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس کیلئے اس سے مانگنے سے پہلے تیمّم جائز نہیں جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا"۔اھ،برجندی میں خزانہ کے حوالہ سے یہ ہے: "اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اسے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے اس کیلئے تیمّم کرنا جائز نہیں"اھ جامع الرموز میں بحر محیط کے حوالہ سے لکھا ہے: "اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے ورنہ نہیں"اھ۔یہی وہ ہے جسے

عـہ وقع فی نسختی الحلیة بظن العطاء اقول وھو سب قلم اومن خطأ النساخ

حلیہ کے میرے نسخے میں "بظن العطاء" لکھا ہوا ہے **اقول**: یہ سبقتِ قلم ہے یا کاتبوں کی (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] حاشیۃ علی الدرر باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ص۲۹
[2] المبتغی
[3] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص۴۹
[4] البرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[5] جامع الرموز فصل فی التیمم مکتبہ اسلامیہ ایران ۱/۷۰

التفصیل وان کان فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ انہ لایحل لہ الشروع بالشك فان القدرۃ والعجز مشکوك فیھما اھ ثم ذکر التوجیہ بقولہ ولایبعد القول بان الاول (ای ادارۃ الامر علٰی ظنہ) اوجہ لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبافی الاسفار وخصوصافی مواضع عزتہ فالعجز متحقق نظرًا الٰی ذلك ولان ملك الغیر حاجزعن التصرف والقدرۃموھومۃ فیصلح التمسك بھٰذاالاصل مبیحاللتیمم مالم یعارضہ مایخرجہ عن مقتضاہ وھوظن دفعہ[1] اھ وھو ماخوذ عن الفتح وقدمنا نصہ قبل المقام الاول وعن البدائع وقدمنا نصہ فیہ۔

حلیہ میں ترجیح دی۔ لکھتے ہیں: "شک کو ظن منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدرالشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کیلئے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لئے کہ قدرت وعجز میں شک ہے اھ"۔ پھر توجیہ یوں ذکر کی: "یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کیلئے نہیں دیا جاتا خصوصًا ایسی جگہوں میں جہاں پانی کم یاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک غیر، تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تو تیمّم کے جواز کیلئے اس قاعدہ سے تمسّک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضٰی سے اسے باہر لائے اور وہ یہ ہے کہ دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت مقامِ اول سے قبل ہم نقل کر آئے اور بدائع سے ماخوذ ہے۔ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانما صوابہ بظن المنع فان الحاقہ بظن العطاء ھو الذی فی صدر الشریعۃ لاخلافہ ویتضح الامر بماذکر من التوجیہ فانہ یثبت الحاقہ بظن المنع کماتری ۱۲منہ غفرلہ(م)

خطا صحیح "بظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظنِ عطا سے لاحق کرنا یہی تو صدر الشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں۔ آگے صاحبِ حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس توجیہ سے شک کو ظنِ منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] حلیہ

اقول: وھذاھو الراجح امااولافلانه یشھد به نظیرہ مسألة الطلب غلوۃ فقد نصوا قاطبة فیھا انه ان غلب علی ظنه قرب الماء وجب الطلب والالا ففی مختصر الامام القدوری والھدایة لیس علی المتیمم اذالم یغلب علی ظنه ان بقربه ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنه لم یجز تیممه حتی یطلبه[1] اھ وفی الوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویرونور الایضاح یجب طلبه غلوۃ لوظنه قریباوالافلا[2] اھ افھم النقایة وافصح الکل واقرھم الشراح والمحشون قاطبة عـه وقدمنافی المسألة الرابعة التنصیص به عن البدائع والسراج الوھاج	**اقول:** اور یہی راجح بھی ہے۔اولاً اس لئے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے وہ بقدر غلوہ(تیر پھینکنے کی دُوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرناواجب ہے ورنہ نہیں۔امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے:"تیمّم والے پر پانی تلاش کرنالازم نہیں جب اس کاغالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔اور اگراس کاغالب گمان یہ ہو توجب تک تلاش نہ کرلے تیمّم جائز نہیں"اھ۔وقایہ،نقایہ،اصلاح،کنز،وافی،ملتقی،غرر،تنویراور نور الایضاح میں ہے:"غلوہ(تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری)کی مقدار پانی تلاش کرناواجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتاہو ورنہ نہیں"اھ نقایہ نے اسے مفہوماً

عـه غیران فی الجوھرۃ عند ابی حنیفة اذاشك وجب علیه الطلب[3] اھ اقول وھو نقل غریب متوغل فی الاغراب لاسیمابلفظة عند و الظاھر انھا تصحیف عن من عند الناسخ فلعلھا ان کانت فروایة شاذۃ فاذۃ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منه غفرله(م)

سوااس کے کہ جوہرہ میں ہے:عند ابی حنیفة اذاشك وجب علیھاالطلب(امام ابوحنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنااس پر واجب ہے"اھ **اقول:** یہ نقل غریب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصًابلفظِ"عند"ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ"عن"کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذ سب سے الگ تھلگ روایت ہوگی،اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کان پور ص ۱۲
[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۷
[3] الجوہرۃالنیرۃ باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹،۲۸

والجوھرۃ النیرۃ والبحر والدر والھندیۃ ایضا ومثلہ فی مالایحصی فقد اطبقوا علی الحاق الشك بظن البعد	عبارت ہم نے مقامِ اوّل میں پیش کی۔(ت) بتایا اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین و محشین نے انہیں برقرار رکھا۔اور ہم مسئلہ چہارم میں بدائع، سراج وہاج، جوہرہ نیرہ، بحر، درمختار اور ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کرآئے ہیں۔اور اسی کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظنِ بُعد سے لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔(ت)
واماثانیا: فلانہ ھو المصرح بہ فی غیرماکتاب جلیل فقد قدمنا نصوص النھایۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والاختیار شرح المختار سالفا* وذکرنانصوص المبتغی والمنیۃ والبحر المحیط والخزانۃ اٰنفا*وخلافہ لم یعرف الافی شرح الوقایۃ۔	**ثانیا**: اس لئے کہ متعدد جلیلہ میں اسی کی تصریح موجود ہے۔ہم نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے پیش کرچکے اور مبتغی، منیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی بیان کیں۔اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہُوئی مگر شرح وقایہ میں۔
بلٰی نسب الحاق الشك بظن العطاء فی الجوھرۃ الی الصاحبین علی خلاف قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنھم فقال وجوب الطلب قولھماوعند ابی حنیفۃ لایجب لان سؤال ملك الغیرذل عند المنع وتحمل منۃ عند الدفع وعندھما ان غلب علی ظنہ انہ لایعطیہ لایجب علیہ الطلب ایضا وان شك وجب وتفریع قول ابی حنیفۃ اذالم یجب الطلب وتیمم قبلہ اجزأہ[1] وتفریع قولھمافی وجوب الطلب اذاشك وصلی ثم سألہ	**ہاں** جوہرہ میں شک کو ظنِ عطا سے لاحق کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلافِ قولِ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔اس میں لکھا ہے:"مانگناواجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اس لئے کہ غیر کی ملک مانگنے میں ذلّت ہے اگر وہ انکار کردے اور احسان سے زیر بار ہونا ہے اگر وہ دے دے۔اور صاحبین کے نزدیک بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا واجب نہیں۔اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے امام ابوحنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب واجب نہ ہو اور قبلِ طلب تیمّم کرلے تو ہوگیا۔اور وجوب طلب میں قولِ صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

واعطاہ وجب علیہ الاعادۃ باتفاقھما وان منعہ فعند ابی یوسف صلاتہ جائزۃ وعند محمد یعید وان غلب علی ظنہ انہ یمنعہ فصلی ثم اعطاہ توضأ واعاد وان غلب علی ظنہ الدفع الیہ فصلی ثم سألہ فمنعہ اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا[1] اھ۔

کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابویوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس نے نماز (تیمّم سے) پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں"اھ (ت)

اقول: قولہ فی ظن المنع ثم اعطاہ اعاد ای باتفاقھما وان لم یعط لابالاجماع وحاصل قول محمد علی ماحکاہ انہ ان ظن العطاء اوشك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاۃ اومنع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والالا ومحصولہ انہ یشترط لجواز التیمم ظن منع لایظھر خلافہ وحاصل قول ابی یوسف انہ ان اعطی اعاد وان منع لاسواء ظن عطاء اومنع اوشک۔

اقول: ظنِ منع میں ان کی عبارت"پھر اس نے دے دیا تواعادہ کرے"کا معنٰی یہ ہے کہ باتفاقِ صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بالاجماع اعادہ نہیں۔اور حکایت جوہرہ کے مطابق قول امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقًا اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔اور اس کا محصول یہ ہے کہ وہ جواز تیمّم کیلئے ایسے ظن منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔اور امام ابویوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔(ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

وفیه اولا(۱) قد کان حکم وجوب الطلب ان لایجزئ التیمم قبله کماقال فی تفریع قول الامام انه لمالم یجب اجزأه وقدمنا فی الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوی عن سراجه وجوهرته انه حیث وجب الطلب ولم یطلب لم یجزوان لم یجدبعدفعلی هذا انما یظهر وجوب الطلب فی الشك علی ماحکی عن محمد لاعلی قول ابی یوسف۔

جوہرہ کے بیان پر چند کلام ہے: **اول**: طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے تیمّم کفایت نہ کرے جیسا کہ قولِ امام کی تفریع میں لکھا کہ "جب طلب واجب نہ ہو تیمّم ہوجائے گا"۔ہم تعریف رضوی کی شرح کے افادہ پنجم میں ان کی سراج اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب ہو اور طلب نہ کرے تو تیمّم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی نہ ملے۔تو اس کے پیشِ نظر صورتِ شک میں وجوب طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام محمد سے حکایت کیا امام ابویوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔

الا ان یبنی علی التحقیق الذی نبدیه بتوفیق الله ان الوجوب ههنا علی غیرحد الوجوب ثمه وتکون الثمرة البطلان اذاظن العطاء اوشك ولم یسأل قبل ولابعد والله تعالٰی اعلم۔

مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیق خدائے برتر اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں پر ہے۔اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمّم باطل ہوگا جب دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو نہ بعد میں۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔

وثانیا: لازم(۲)هذاالمحکی عن محمد بل صریحه کماعلمت ان لورأی فی الصلاة وظن العطاء اوشك بطلت صلاته من دون توقف علی منح اومنع بعدلان مامنع(۳)وجوده التیمم نقضه حدوثه کمافی البدائع والبحر والدر وغیرهاوهذه کماعلمت روایة نادرة عن محمد وقداسلفنا البحث علیها وانها

دوم: امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ صریح جیسا کہ معلوم ہوا،یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھا اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے،نہ دینے پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہوگئی۔اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمّم سے مانع ہو اس کا حدوث تیمّم کا ناقض ہوگا۔جیسا کہ بدائع،بحر،درمختار وغیرہا میں ہے۔اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا،امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس پر بحث کرچکے ہیں۔اس روایت میں یاتوتاویل

مؤولة اومهجورة۔

اقول:(۱) والتاويل لايتمشى هنا لتصريحه بعدم الالتفات لمايظهر بعد فلم يبق الاالهجر۔

وثالثا: (۲) بل تلك النادرة ايضابمفهومهاان هذااذاظن العطاء لا اذاشك تخالف هذه الحكاية المسوية بين ظن الاعطاء والشك۔

ورابعا:(۳)ينافيه مامر عن الاختيار من قياس قول محمد المعتبر فيه ظن الاعطاء فقط ويناقضه صريحامامر عن النهاية ان المذهب الغيرالمنقول فيه خلاف بين اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم الا فی الايضاح هو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الايضاح وغيره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فليس عند احد من الفريقين تسوية ظن العطاء والشك عند محمد ولاعند ابی يوسف فتبصرو لله الحمد۔

وامّا ثالثا: **فاقول**: وبالله التوفيق وهو الحل علی وجه التحقيق اذا(۴) كان شيئ ظاهرا وخلافه محتملا لاعن

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے۔(ت)

اقول: اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لئے کہ وہ صراحت کررہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو۔

سوم: بلکہ وہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظنِ عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالفت کررہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو۔

چہارم: اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالہ سے قول امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظنِّ عطا کا اعتبار ہے۔اور صراحۃً اس کے مناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالہ سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں، یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظنِ عطا میں محدود ہے۔اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقًا وجوب نہیں۔تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظنِّ عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابویوسف کے نزدیک۔تو اسے نگاہِ بصیرت سے دیکھنا چاہئے۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔(ت)

ثالثًا: **فاقول**: وبالله التوفيق،(**میں کہتا ہوں**،اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے۔جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اس کے

دلیل لم یعارضه فلایقع الشك فی ذلك الظاھر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا فی علم الکلام ان الاحتمال لاعن دلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظّن والشك فی العطاء لایکون الا اذالم یترجح جانبه بدلیل فیبقی محتملا لاعن دلیل فلایورث الشك فی العجز المعلوم الظاھر بخلاف ظن العطاء فانه عن دلیل ولابد فیعارض الظاھر ویبقی العجز مشکوکا فلایتحقق شرط التیمم وذلك کمن شك فی قرب الماء فان شکه ھذا لایجعل العجز مشکوکا حتی ساغ له التیمم بلاطلب ولم یسغ لمن ظن القرب کماتقدم فظھر(ا) به الجواب الساطع عن قول صدر الشریعة ان القدرة والعجز مشکوك فیھما[1] وتبین ان مثل الشك لایعارض ظھورالعجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع لیالی رأیت تصدیق تعلیلی ھذا فی کلام الامام ملك العلماء کمایاتی اواخر المسألة الثامنة ولله الحمد۔

خلاف کا احتمال بلادلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک نہ واقع ہوگا اس لئے کہ طرفین برابر نہیں۔علما نے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ "احتمال بلادلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں" تو ظن کے منافی کیسے ہوگا۔اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہوسکے تو جانب عطا محتمل بلادلیل رہ جائے گی تو اس سے اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے۔بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لئے کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو ظاہر،ظاہر کے معارض ہوجائے گا اور عجز مشکوک رہے گا تو تیمّم کی شرط متحقق نہ ہوسکے گی۔اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنادیتا یہاں تک کہ پانی تلاش کئے بغیر اس کیلئے تیمّم روا ہے اور اس کیلئے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔اس تحقیق سے صدر الشریعۃ کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہوگیا کہ "قدرت وعجز دونوں میں شک ہے"۔اور واضح ہوگیا کہ ایسا شک ظہورِ عجز کے معارض نہیں۔تو اس شک کو نظر انداز کرنا اور ظنِ منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلماء کے کلام میں دیکھی جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔(ت)

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

مسئلہ ۷ : شرح[۱] تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمّم سے پڑھ لی بعدہ، اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ) اس کے مانگے سے تو نماز عـہ۱ نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز عـہ۲ ہو گئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات قوانین میں آئیں گی اِن شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا۔

اقول: نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو البتہ اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہو گئی،

عـہ۱ ولد عزیز مولوی مصطفٰی رضا خان سلّمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن وشک کو کہ قلّتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذلك عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ وللہ الحمد (اور یہ مشورہ طباعت کیلئے رسالے کی تیاری کے وقت ۱۳۳۶ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالٰی ہی کیلئے ہے۔ت)

اقول: یہ قید ضرور قابلِ لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علما نے اُسی حالتِ موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ ۲ ظنِ منع بر بنائے قلّت آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجوہ سے تھا مثلاً صاحبِ آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمانِ بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہو گی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ت) (م)

عـہ۲ آیا اسی مشورہ ولد عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بناپر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہو کر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِّ عطا کی خطا نہ بتائے گا۔

اقول: یہاں ۲ صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہو جانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بے شک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہو گی ظاہرًا اعادہ نماز چاہئے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اُس ظن کا رَد کرے گا کہ اتنا تو اُسے خود درکار تھا اور جو باقی رہا اُس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفرلہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ت) (م)

لانه بظن العطاء کان قادرا فی الظاهر علی الماء ولم یتبین غلط هذا الظن فیعمل به لفوت درك الحقیقة۔	اس لئے کہ وہ ظنِّ عطا کے باعث پانی پر بظاہر قادر تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہوئی تو اس کو اسی پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہو گئی۔(ت)

حلیہ میں ہے:

انما یکون الملحوظ ظنالیس غیرعند عدم الاستکشاف له فاذا وجد وظهر الامر بخلاف کان الحال علی ماظهر [1] اھ واستشهد له بعبارات البدائع والکافی ثم اطال رحمه الله تعالٰی بابداء سؤال ودفعه حاصل السؤال قدیکون ظنه مصیبا ویتبدل رأی صاحب الماء فلایظهر خطاء ظنه وحاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل والظن ربما یخطئ واستشهد فی السؤال بنصوص فی المذهب انه ان کان بحضرته من یسأله عن الماء فسأله فلم یخبره فتیمم وصلی ثم اخبره به لااعادة علیه [2] اھ ای فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سأله فلم یخبره فکذا الایکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعه وافاد الجواب انه فعل مافی	ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی حقیقت منکشف نہ کر لی ہو۔ پھر جب تحقیق ہو جائے اور معاملہ اس ظن کے بر خلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر ہو اسی کے مطابق حال ہو گا اھ اس پر انہوں نے بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے پھر ایک سوال و جواب لا کر طویل گفتگو کی ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہو گا کہ اس کا گمان درست ہو اور پانی والے کی رائے بدل جائے تو اس کے گمان کی خطا ظاہر نہ ہو گی جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے۔ سوال میں کچھ نصوصِ مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت کر سکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا، اس نے تیمّم کیا اور نماز نہ پڑھ لی، پھر اس نے بتایا تو اِس پر اعادہ نہیں" اھ یعنی بعد میں بتانے سے وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا، واقف نہ ہو گیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

[1] حلیہ
[2] حلیہ

وسعه قبل الفعل فیقع جائزادفعا للحرج فلاینقلب غیرجائز قال وبعبارة اخری انه اذا ابی تأکد العجز فلاتعتبر القدرة بعد ذلك ذکره فی الولوالجیة ولانه متعنت ولاقول للمتعنت بخلاف مانحن فیه فانه لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[1] اھ

میں جبکہ اسے نہ دینے کا گمان تھا، قادر نہ ہوگیا۔اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کرلیا تو دفع حرج کے پیش نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔فرماتے ہیں: بعبارت دیگر "اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا پھر اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔اور اس لئے کہ وہ تشدّد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں،بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی"۔اھ (ت)

اقول: اغفل السؤال نصوصا فی المذهب ثمه موافقة فی الصورة لماھنا وھی انه ان کان(۱) عنده من یسأله فلم یسأله وصلی ثم سأله فاخبره بماء قریب بطلت صلاته کماقدمنا فی نمرة عن الحلیة عن المحیط ومثله فی البدائع والتبیین والدر وغیرھا فعلمه ان ھذا ممن یسأل ھنا عن حال الماء کظنه العطاء فی ھذہ المسألة وترك السؤال کمثله فیها والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاته کمابطلت ثم ھذا۔

اقول: وہاں کچھ نصوصِ مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے انہیں سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی، پھر اس سے پُوچھا۔اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔جیساکہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہونا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جاسکتا ہے ایسا ہی ہے جیسے اس مسئلہ میں عطا کا ظن ہے اور سوال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال نہ کرنا اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہُوئی۔(ت)

وقوله اذا ابی ای عن الاخبار **اقول:** یشمل(۲) ماذا سأله

صاحبِ حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے۔**اقول:** یہ اس

[1] حلیه

فسمع وسکت لانه صادق علیه قولهم لم یخبره وانما عبره عنه فی الحلیة بالاباء لان السکوت عند الحاجة اباء عرفا وقد صرحوا بمسألة الاباء ھھنا ایضا انه ان سأله قبل الصلاۃ فابی ثم اعطاہ بعدھا فقد تمت ولاعبرۃ بالمنح بعد المنع۔ وماقال انه متعنت وقد اخذہ عن البدائع **فاقول:** ھذا(۱) غیرمتعین ولاثابت فقدینسی ثم یتذکر وحال المسلم تحمل علی الصلاح مھما امکن واللہ تعالٰی اعلم قال ثم بعد برھة من ظھور ھذا للعبد الضعیف وتسطیرہ رأیت صدر الشریعة قدصرح بماذکرنا من الحکم فی ھاتین المسألتین وبعلته فیما لواتم الصلاۃ مع ظن العطاء ثم سأله فاعطاہ فتواردنا علی ذلك[1] اھ۔

اقول: (۲)ھوسبق قلم بل انما ذکر العلة فیما اذاسأله فابی قال لانه ظھر ان ظنه

صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علماء کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ بتایا" اسے حلیہ میں انکار سے اس لئے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلہ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پُوری ہو گئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت) صاحبِ حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھُول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو جہاں تک ہوسکے مسلمان کی حالت کو صلاح ودرستی ہی پر محمول کیا جائے گا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: بندہ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اُسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کرچکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتاچکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظنِّ عطا کے باوجود نماز پُوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اِس پر ہمارا ان کا توارد ہو گیا اھ۔ (ت)

اقول: یہ سبقتِ قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کردیا۔ فرماتے ہیں: اس لئے

[1] حلیہ

کان خطأً [1] اھ وھذا نظیر ماسبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعطاء ارجح وانما صوابه المنع کمامر۔	کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا اھ (تو عبارت حلیہ میں "ثم سأله فاعطاہ" کی جگہ "ثم سأله فابی" ہونا چاہئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو "عطا" کے غلبہ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح "منع" ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

تنبیہ: نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقًا نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸: امام [۱] محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین ۳ طرح ہوتی ہے:

اوّل: خود اپنی ملک میں ہو۔ **اقول:** یعنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

دوم: اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔ اقول: یعنی اُنہیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

سوم: اباحت۔ **اقول:** یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحتِ اصلیہ جیسے بارش ودریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلاوقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کیلئے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کیلئے مباح کیا ہوا گر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔ **ثمّ اقول:** دو [۲] صورتیں قدرت کی اور ہیں:

چہارم: ہبہ کہ تملیک بلاعوض ہے بخلاف اباحت کہ شئے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

پنجم: مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل توظاہرًا قادر ہے لہٰذا تیمّم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹۰ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمّم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں گزرا۔

---

[1] شرح الوقایہ، باب التیمم ۱/۱۰۳

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں:

تنبیہ اوّل: وہ[1] وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہُوا نماز پُوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اُس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی[2] اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمّم نہ جائے گا اُسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا، شے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے:

فی المجتبٰی رأی فی صلاته ماء فی ید غیرہ ثم ذهب منه قبل الفراغ فسأله فقال لوسألتنی لاعطیتك فلااعادۃ علیه وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحة الشروع والاصح انه لایعید لان العدۃ بعد الذھاب لاتدل علی الاعطاء قبله[1] اھ **اقول:** ھذا الفرع یحتاج له الشرح وقد تبین ماصورناہ فقوله ثم ذھب منه ای الماء من صاحبه بانفاقه مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاته فسأله بعد صلاته فقال نفد ولوسألتنی قبل	مجتبٰی میں ہے: "اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا: اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا تو اعادہ کرے۔ اس لئے کہ صحتِ شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا"۔ اھ (ت) **اقول:** اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت میں پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی: قولہ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کردیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اِس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

لاعطیتك قوله وان کانت العدة قبل الشروع.

اقول: تصویرہ بصورتین ذکرناھما انه تیمم ثم رأی اورأی ثم تیمم ثم سأله بعد حین فقال انفقت ولوسألت لاعطیت ولیس المراد انه رأی فسأل فاجاب فتیمم لانه تیمم صحیح قطعا لوقوعه بعد ظهور العجز عن الماء بخلاف تینك الصورتین ففیهما قیل لیس له ان یصلی بذلك التیمم بل یتیمم ثانیا ولوصلی بالاول یعید لوقوع الشك فی صحة الشروع به فی الصلاة لانه ان لم یظهر بوعده القدرة فلایقعد عن ایراث الشك فی العجز فوقع الشك فی بقاء التیمم فلم یصح له الشروع بطهارة مشکوکة بخلاف ماإذا رأی فی الصلاة لان الشروع صح بالیقین فلایزول الابمثله والاصح انه لایعید لان العدة بعد الذهاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبله.

اقول: لماقررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیه مثل هذا الوعد فاذالم یترجح به جانب العطاء کان وجوده وعدمه سواء فلم یورث شکافی العجز کماقدمنا تحقیقه اٰخر المسألة السادسة فهٰذا مایتعلق بشرحه ولابأس بالتنبیه علی نکت۔

بعد مانگا۔ تو اس نے کہا: ختم ہوگیا، اور پہلے اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا۔ قولہ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا۔ **اقول**: اس کی تصویر دو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس نے تیمّم کرلیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمّم کرلیا پھر اس سے کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا: میں نے خرچ کردیا اگر تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے اب تیمّم کیا۔ اس لئے کہ یہ تیمّم تو قطعًا صحیح ہے اس لئے کہ یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے۔ بخلاف اُن دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کیلئے اس تیمّم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ دوبارہ تیمّم کرے گا۔ اور اگر پہلے تیمّم سے نماز پڑھ لی تو اعادہ کرے اس لئے کہ اس تیمّم سے نماز شروع کرنے کی صحت میں شک واقع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے وعدہ سے قدرت بروئے ظہور نہ لاسکا تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا اس طرح بقائے تیمّم میں شک واقع ہوگیا تو مشکوک طہارت سے نماز شروع کرنا اس کیلئے جائز نہ ہوا۔ بخلاف اس صورت کے جب اندرونِ نماز پانی دیکھا ہو اس لئے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا۔ اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا

اقول: اس کی وجہ وہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لئے بھی ایسا وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانب عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا، نہ ہونا

	برابر ہے اس لئے یہ عجز میں کوئی شک نہ لاسکا جیسا کہ ہم مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کرچکے ہیں۔یہ کلام تو شرح سے متعلق تھا،اب کچھ نکات پر تنبیہ کردی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(ت)
فاقول اولا: کان تسمیته وعد اللمشاکلة والا فالوعد للمستقبل۔	**فاقول:** نکتہ اولٰی: اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کیلئے ہوتا ہے۔
وثانیا: التصویر بذھاب الماء خرج وفاقا والا (۱) فالحکم کذلك لولم یذھب واحتال بھذا الجواب بل بالاولی لانه منع اشنع۔	نکتہ دوم: صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہوگیا یہ اتفاقاً ہے۔ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہُوا اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ درجہ اولٰی یہ حکم ہوگا۔اس لئے کہ یہ بدتر انکار و منع ہے۔
وثالثا: لابد عندی من التقییدد بعدم ظن العطاء فی الوجھین کمافعلت لان ظن العطاء اذالم یظھر خلافه یمنع صحة التیمم والصلاۃ کمامر ویاتی وبھذا الوعد ان لم یظھر وفاقه لم یظھر خلافه ایضا بالاولی فتجب اعادۃ الصلاۃ واللہ تعالٰی اعلم۔	**نکتہ سوم:** میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِّ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویر مسئلہ میں کہا۔اس لئے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو یہ تیمّم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئے گا اور اس وعدہ سے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجہ اولٰی ظاہر نہ ہوئی اس لئے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

تنبیہ دوم: **اقول**[۲] وعدہ آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہراً یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کیلئے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔خروج وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کیلئے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمّم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاہر جدا ومن خدم الفقه یری تائیدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم۔	اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوئی اسے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

تنبیہ سوم: اقول ظاہراً یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعد سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بہ آب سے وذلك لانه ھو سبب ثبوتھا فلاتثبت قبله لان المسبب لایتقدم السبب (وہ اس لئے کہ یہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی،اس لئے کہ مسبّب،سبب سے مقدّم نہیں ہوتا۔ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کیلئے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اس کے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کرے گا اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدمِ عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہرًا پانی پر قادر مانا گیا ہے،

لمامر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا[1]۔	اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر"میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔بحر نے بدائع سے انھوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہرًا استعمال پر قادر ہُوا۔(ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ماظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر۔	یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔اور حق کا علم خدائے برتر وبزرگ ہی کو ہے۔(ت)

اقول: مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

[1] بدائع الصنائع فصل ماشرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹/۱

کہ پہلے مانگتا جب بھی دے دیتا۔

کمایاتی فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[1]۔	جیسا کہ اگلے مسئلہ میں زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔ (ت)

تو یوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوئی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیر قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہو جاتا اور وعدہ موجبِ قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیر قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا **فکان قادرا ظاھرا** (تو ظاہرًا قادر ہوا۔ت)

اقول: مگر بذل ووعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعًا موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے **الاتری ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء** (یہ دیکھئے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ت) تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدہ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِ قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شیئ ظن شیئ نہیں تو سابق کیلئے ظنِ قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمّم ونماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے **کمالایخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**۔

ثم اقول: بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلہ رجا اور اُس کا اور مسئلہ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی وامام اکمل بابرتی وامام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا،

[1] بدائع الصنائع فصل ماشرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

واللہ المسئول لحل کل اشکال* ودفع کل اعضال* ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم المتعال*	اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل، اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔ اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر بلند باعظمت برتر خدا ہی سے۔ (ت)
اما مسالۃ الوعد فلم ازل استشکلھا لان الوعد لایورث الارجاء فی المآل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انہ بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی(ا) الماء یستحب لہ التاخیر ولایجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلایزول حکمہ بالشك عـہ [1] اھ وفی الھدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما فی غیر روایۃ الاصول ان التأخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجہ الظاھر ان العجز ثابت حقیقۃ فلایزول حکمہ الابیقین مثلہ [2] اھ	**مسئلہ وعدہ** کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔ اس لئے کہ وعدہ صرف زمانہ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ محض وعدہ سے پانی پر قادر ہوگیا۔ تبیین میں ہے: پانی کی امید رکھنے والے کیلئے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ اس لئے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا" اھ۔ ہدایہ میں ہے: "امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخّر کرنا لازم ہے اس لئے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اھ"۔

عـہ **اقول**: اراد بالشك مایقابل الیقین بدلیل مایتلوہ من نص الھدایۃ وقد قال فی البنایۃ وفی الشلبیۃ عن الدرایۃ کلیھما عن الایضاح المراد بالرجاء غلبۃ الظن ای یغلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت [3] اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ منہ غفرلہ (م)	شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔ بنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے پھر بنایہ ودرایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبہ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[2] حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق باب التیمم امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[3] الہدایہ باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶

وعزاہ فی الحلیۃ لھا ولغیرھا والمسألۃ معلومۃ دوّارۃ فی المتون والشروح والفتاوی وھی تعطی قطعا ان رجاء القدرۃ فی المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لایعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ وان وعد بعدھا لم یبطل صلاۃ صحت بیقین کمالوحصل لہ رجاء الوجدان آخر الوقت بعد ماصلی فان مالا یمنع التیمم وجودہ لایرفعہ حدوثہ حین حدث فضلا عماسبق اما الفرق بان القدرۃ علی الماء تثبت بالاباحۃ اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیرہ کثوب ودلو فلاتثبت عند الامام فیستحب وعندھما نعم فیجب **فاقول:** الوعد لیس اباحۃ فی الحال بل ایراث رجائھا فی المآل فبون بین بین قولہ اعطیب وقولہ ساعطی۔

اما ان الظاھر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاھرا **فاقول:** الماء معدوم عندہ بعد

حلیہ میں اس پر ہدایہ اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔اور یہ مسئلہ معلوم ومعروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے،اور اس سے قطعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید،حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے،صرف استحبابًا اسے انتظار کا حکم دیا جائے گا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا،اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بالیقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمّم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقت حدوث بھی تیمّم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تودرکنار۔یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے،دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے نزدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی قدرت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے) **فاقول:** وعدہ فی الحال اباحت نہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے میں کہ "آئندہ دوں گا" کھُلا ہوا فرق ہے۔(ت)

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے توظاہرًا پانی کے استعمال پر قادر ہوا فاقول (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

ولاقدرة علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألة من نسی الماء فی رحله هذا لانه لاقدرة بدون العلم لان القادر علی الفعل هو الذی لواراد تحصیله یتأتی له ذلك ولاتکلیف بدون القدرة[1] اھ ومعلوم ان الموعود له لیس الامر بیده حتی یتأتی له تحصیل الوضؤ بارادته بل هو بید الواعد فلم تثبت القدرة۔

اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھاہُوا پانی بھُول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے:"یہ اس لئے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں اس لئے کہ فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لاناچاہے تو لاسکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلّف نہیں ہوتا"اھ یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیاہے معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔(ت)

فان قلت الیس اذا اعطاہ بعد الصلاۃ بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسیاتی التصریحبه عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیة انه ظهر انه کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله[2] اھ مع ان الماء کان معدوماعنده اذذاك والمعدوم غیرمقدور فلم لایجعل قادرابالوعدوان کان الماء معدوما عنده بعد بل هذا اولی لانه علی شرف الحصول امامامضی فلایمکن ان یجعل غیرالحاصل فیه حاصلا۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلاانکار دے دے تو نماز باطل ہوگئی،اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر شمار کیا گیا۔اس کی تصریح زیادات،جامع کرخی،بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ "ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینااس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا"۔اھ۔باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھااور معدوم مقدور نہیں۔تو وعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔بلکہ یہبدرجہ اَولٰی ہوگا اس لئے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزر چکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔(ت)

---
[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۶۰
[2] البدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹

اقول: وبالله التوفیق لیست القدرة المانعة للتیمم بمعنی الاستطاعة فانها لاتکون قبل الفعل وان کان الماء بکفه بل(۱) بمعنی سلامة الاسباب والاٰلات بحیث لایبقی شیئ ممایتوقف علیه تحصیل الماء خارجا عن قبضته فیکون قادرا بمعنی ان تحصیله بیده ویشترط مع ذلك عدم الحرج فمن بعد الماء عنه میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت له الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن کالیقین الاتری ان من ظن قرب الماء عدقادرا علیه مع انه لایعلمه حقیقة والظن ربما یخطی اذاعلمت ھذا فمن اُعطی لاحقا حصل له الظن علی العطاء سابقالو سأل فثبت ظنا وھو کالثبوت یقیناانه کان قادرا اذذاك علی تحصیل الماء بالسؤال فکان قادرا علی الماء لان القدرة الحسیة بالعطاء وماکان بینه وبینالعطاء الا السؤال کماظھر بالبذل اللاحق بالسؤال وان کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال بیده وترکه عالما بالماء عنده فکان کمن یکون علی راس البئر وفیھا ماء وبیده الدلو والرشاد وھو قادر علی الاستقاء فترك وتیمم وبالجملة ظھر بالبذل اللاحق انه لواراد تحصیله سابقالتأتی

میں اس کے جواب میں کہوں گا اور خدا ہی سے توفیق ہے، وہ قدرت جو تیمّم سے مانع ہے بمعنی استطاعت نہیں۔اس لئے کہ یہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامتِ اسباب وآلات ہے اس طرح کہ جتنی چیزوں پر تحصیل آب موقوف ہے ان میں سے کوئی بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہوگااس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے۔اُس کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے ایک میل دُور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو اس کیلئے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔یہ بھی ملحوظ رہے کہ غالب ظن،یقین کی طرح ہے۔دیکھیے جسے پانی قریب ہونے کا ظن ہو اسے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں۔اور ظن تو بارہا غلط بھی ہوتا ہے۔جب یہ سب معلوم ہوگیا تو اب دیکھئے جسے بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ گمان حاصل ہوا کہ اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظنّا ثبوت ہوا۔اور یہ یقینا ثبوت کی طرح ہے۔کہ وہ اس وقت کے سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔تو وہ پانی پر قادر ہوا اس لئے کہ حسّی قدرت تو دینے ہی سے ہوتی ہے۔اور اس کے اور دینے کے درمیان صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔جیسے اس کا قادر ہونا بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر سوال دیا ہو تو بدرجہ اولٰی۔اور سوال اس کے

له لعدم توقفه الاعلی سؤاله المقدورله وهذاهو معنی القدرة بخلاف الموعودله فأن التوقف ههنا علی الوفاء ولیس الوفاء بیده فقد ظهر الفرق والحمدلله ربّ العٰلمین۔

ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کر دیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کُنویں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمّم کرلیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اگر وہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آجاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنٰی بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لئے کہ یہاں موقوفی وفا پر ہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خداہی کیلئے ہیں۔ (ت)

فأن قلت الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاة قبله فیما اذاکان فی العمرانات اوقربها مطلقا اوفی الفلاة وقد اخبر بقرب الماء اوظنه بوجه اٰخر من رؤیة خضرة وغیرها کماقدمته فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثمه عن الحلیة ان العلم بقرب الماء قطعا اوظاهرا ینزله منزلة کون الماء موجودا بحضرته فلایجوز تیممه کمالایجوز مع وجوده بحضرته [1] اھ فکذلك ههنا وان کان الماء معدوما ینزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلایجوزله التیمم۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہاء نے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ آبادی یا قربِ آبادی میں ہو تو مطلقًا بیابان میں ہو تو اس وقت جب اسے بتایا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلًا ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہوا ہو جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اس کا بیان ہوچکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "پانی قریب ہونے کا قطعًا یا ظاہرًا علم ہوجائے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں لا اتارتا ہے تو اسے تیمّم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا" اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے ظنِّ وفا اس لئے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لئے تیمّم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

[1] حلیہ

اقول: ولربی الحمد علی الخبیرسقطت* وفی القیاس غلطت*فرق عظیم بین المسألتین القرب والعطاء کلاھما مانع عن التیمم لحصول القدرۃ بھما فان الشرع المطھر جعل ماکان دون میل کالذی بیدہ والالجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم اذالم یجد الماء فی بیتہ کماتقدم فی نمرۃ عن العنایۃ والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لامساغ للتیمم بیدان القریب لماکان مقدورا حقیقۃ شرعا فی الحال کماعلمت کان ظن القرب ظن انہ مقدور الاٰن وانہ حاصل بحضرتہ فی اعتبار الشرع المطھر وھھنا ظن الوفاء ظن انہ سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیرحاصل فی الحال فذلك علم ان المانع موجود وھذا علم انہ سیحدث ان وفی توقع حدوث المانع لایمنع التیمم۔

وھذا ماقدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرك الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھاولاینظر الا الی حالتہ الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارك و

اقول: (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب ہی کیلئے حمد ہے باخبر سے سوال کیا اور قیاس میں غلطی کی۔دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے قربِ آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمّم سے مانع ہیں کیونکہ دونوں سے قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرع مطہر نے اسے اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو۔ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کیلئے یہ جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمّم کرلے جیسا کہ نمبر۹۱ میں عنایہ کے حوالہ سے گزرا۔اور ظنّ غالب حق عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔اور مانع کا یقین ہوتے ہوئے تیمّم کی کوئی گنجائش نہیں۔مگر یہ ہے کہ آب قریب چونکہ ازرُوئے شرع فی الحال حقیقۃً مقدور ہے جیسا کہ معلوم ہوا تو قرب کا گمان اس امر کا گمان ہے کہ پانی اِس وقت مقدور ہے اور وہ شرع مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اس بات کا گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا۔ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔تواس بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کردیا اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمّم سے مانع نہیں۔(ت)

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہُوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائے گا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

تعالٰی فَاتَّقُوااللّٰہَ مَااسْتَطَعْتُمْ [1] ولاینظر الا الی الحالة الراهنة واستشهدت علیه بمسألة الراجی هذه ان لیس علیه التأخیر وبمسألة الدر امره الطبیب بالاستلقاء الخ وستأتی عن البنایة سبع مسائل ومن زیادا تنا سبع اُخر تشهد لهذا ومن ذلك مامر فی نمرة، من مسألة عار وُعدثو باله ان یصلی عاریا ولاینتظر هذا هو مذهب امام المذهب رضی الله تعالٰی عنه،والاٰن رأیت فی الغنیة فی مسألة الراجی نفسها (یستحب ان یؤخر) ولولم یفعل وتیمم وصلی جاز لانه اداها بحسب قدرته لموجودة عند انعقاد سببها وهو مااتصل به الاداء [2]اھ ثم بنعمة ربی وله الحمد رأیت بعد قلیل من الحین لامام الاجل ابالبرکات النسفی رحمه الله تعالٰی فی الکافی فرّق بعین ما وفقنی ربی من انه این الحاصل مما سیحصل کماأذکر نصه ان شاء الله تعالٰی ولله الحمد فی الاولی والاخری هذا ماکان یتخالج صدری فی مسألة الوعد۔

"طاعت،حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے۔تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمہیں استطاعت ہو اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔اور درمختار کے اس مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ دیا الخ۔عنقریب بنایہ کے حوالہ سے سات مسائل آرہے ہیں۔اور ہمارے اضافہ سے سات اور،وہ سب اس پر شاہد ہیں۔اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جو نمبر۹۰ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا،جائز ہے۔یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے: (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لئے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی اھ پھر بانعامِ ربانی اور اس کا شکر ہے۔تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ امام اجل ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے مجھے توفیق دی کہ کہاں وہ جو حاصل ہے اور کہاں وہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر خدائے برتر کی مشیت ہوئی۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے دنیا وآخرت میں۔یہ وہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعد سے متعلق میرے دل میں خلجان کررہی تھیں۔(ت)

[1] القرآن ۶۴/ ۱۶
[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۴

واما مسألة الرّجاء وما عللها به فی الهدایة، فاعترضه الامام الاجل الشیخ عبدالعزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجهین [عہ۱] قال فی الفتح علی عبارة الهدایة المذکورة قوله [عہ۲] لان	اب **مسئلہ امید** اور ہدایہ میں بیان شدہ اس کی تعلیل پر [۱] کلام کیا جاتا ہے۔اس پر امام اجل شیخ عبدالعزیز، پھر امام قوام الدین کاکی، پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو وجہوں سے اعتراض کیا ہے۔فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے: "ان کا قول: "اس لئے

عہ۱ التعلیل یرد علیه الوجهان وعلی الحکم الوجه الاول فقط کماسیاتی ۱۲منه غفرله(م)

(عہ۲ قوله قوله مبتدء خبره یقتضی وقوله مع انه منظور فیه متعلق بقوله یقتضی **اقول:** والمقصود الایراد علی وجه ظاهر الروایة وانما اشرك معه تعلیل الروایة النادرة لان النظر الاول یبتنی علی ان ظاهر الروایة لم یعتبره فهما نظران حاصل الاول کیف قلتم لایزول الابیقین مثله ولم تجعلوا غالب الرأی کالمحقق مع انکم اعتبرتموه فی مسألتی العمرانات و

تعلیل پر دونوں وجہوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اوّل سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ان کی عبارت میں "قولہ" (ان کا قول) مبتدا ہے۔اس کی خبر ہے "یقتضی" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "مع انه منظور فیه" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "یقتضی" سے متعلق ہے **اقول:** مقصد ظاہر الروایۃ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کو اس لئے شریک کرلیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے۔پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[۱] امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے متحقق کی طرح ہے" یعنی غلبہ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں،ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا" مسئلہ وعدپر کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲محمد احمد مصباحی

غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه ظاهر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلایزول حکمه الابیقین مثله انه منظور فیه بأن التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذااخبر بقرب الماء اوغلب علی ظنه بغیرذلك لایجوز قبل الطلب اعتبارالغالب الظن کالیقین یقتضی انه لوتیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمه التأخیرعلی ظاهر الروایة لکن المصرح به خلافه علی ماتقدم اول الباب انه اذاکان بینه وبین الماء میل جاز التیمم من غیرتفصیل وفی الخلاصة المسافر اذاکان علی تیقن من وجود الماء اوغالب ظنه علی ذلك فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لایتیمم [1] اھ وقد فصله اتم تفصیل	کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے،ظاہر الروایہ کی وجہ میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تواس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیرزائل نہ ہوگا" باوجودیکہ ایک تواس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے پہلے آبادیوں میں تیمّم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا کسی اور طرح اسے پانی کا غلبہ ظن ہوا ہو (دوسرے یہ کہ ان کا وہ قول) اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایہ کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمّم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غلبہ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمّم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفلاة وحاصل الثانی ان قولکم هذا یقتضی ان لوتیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت لم یجزله التیمم لانه معارض اذن بیقین مثله مع ان المصرح به خلافه ۱۲ منه غفرله (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیرزائل نہ ہوگا اور آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں آپ نے اس کو مانا ہے اور دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کیلئے تیمّم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے معارض مل گیا حالانکہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔(ت)

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

الامام الاجل البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدرایة وھذا لفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبدالعزیز ھذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التأخیرعند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاھرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوزله التیمم اذاکان بینه وبین الماء میل او اکثر،وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذاکان علی تیقن من وجود الماء فی اٰخر الوقت اوغالب ظنه ذلك جاز له التیمم اذاکان بینه وبین الماء میل او اکثر وان کان اقل لایجوز وان خاف فوت الصلاۃ فلوحمل ھذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمم لایجوز فی المتحقق فی غیرروایة الاصول فالحق به غالب الظن فی ھذہ الروایة لم یستقم ایضالانه علل وجه ظاھر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلایزول حکمه الابیقین مثله وذلك یقتضی ان حکم العجزوھوجوازالتیمم یزول عندالتیقن بوجود الماء فی ظاھرالروایة ولیس کذلك علی ماببیناولوحمل علی ان ھذا فیما اذاکان بینه وبین ذلك الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لافرق

کرکے نماز پڑھ لے تو اگر اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو جائز ہے۔اور اگر کم ہو لیکن نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم نہ کرے"اھ امام اجل عبدالعزیز بخاری نے اس کی بھرپور تفصیل فرمائی ہے اور ان کا کلام عنایہ اور درایہ میں نقل ہوا ہے۔عنایہ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ یہ ہیں: ان کا قول"اس لئے کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے"۔اس پر شیخ عبدالعزیز نے فرمایا:اس تعلیل میں اشکال ہے اس لئے کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ آخر وقت میں یقین کی صورت میں بُعد مسافت کے باوجود ظاہر روایات میں مؤخر کرنا واجب ہوتا کہ وہ مقیس علیہ ہوسکے حالانکہ ایسا حکم نہیں۔اس لئے کہ شروع باب میں وہ بتاچکے ہیں کہ "جو بیرونِ شہر ہو اس کیلئے تیمّم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو"اور خلاصہ وعامہ کتب میں ہے کہ"مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اس کیلئے تیمّم جائز ہے جبکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو تیمّم جائز نہیں اگرچہ نماز فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو"۔تو اگر اس کا یعنی تعلیل کا محمل یہ ہو کہ"مراد یہ ہے کہ غیر روایت اصول میں چونکہ بصورت تحقق بھی تیمّم جائز نہیں اس لئے اس روایت میں غالب ظن کو بھی اس سے ملحق کردیا گا"تو بھی بات نہیں بنتی۔اس لئے کہ ظاہر روایت کی انہوں نے علت یہ بتائی ہے کہ"عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے

فی تعلیل ظاھر الروایۃ بین غلبۃ الظن والیقین فیما اذاکانت المسافۃ اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انہ لافرق بینھما فیما اذاکانت المسافۃ اکثر من میل فی جواز التیمم. وقدصرح فی اٰخر ھذا الباب انہ اذاغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء لایجوز التیمم کمالوتیقن بذلك فعلم انہ مشکل بقی وجہ اٰخر وھو ان یحمل ھذا علٰی مااذالم یعلم ان المسافۃ قریبۃ اوبعیدۃ فلوثبت انہ تیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت فقدامن الفوات ولمالم یثبت بعد المسافۃ لتشکیك فیہ لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیراما لوغلب علی ظنہ ذلك وکذلك عندھما فی غیرروایۃ الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاھر الروایۃ لایجب التاخیرلان العجز ثابت لعدم الماء حقیقۃ وحکم ھذاالعجز وھو جواز التیمم لایزول الابیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت ولم یوجد فلایجب التاخیرولکن ھذا الوجہ لایخلوعن تمحل ویلزم علیہ انہ فرق ھھنابین غلبۃ الظن والیقین فی ظاھر الروایۃ ولم یفرق بینھما فیما اذاغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء فی عدم جواز التیمم ولافیما اذاکانت المسافۃ بعیدۃ فی جواز التیمم کمابیناقال فالاظھر

بغیر زائل نہ ہوگا"۔یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایۃ میں حکم عجز جواز تیمّم پانی ملنے کے یقین کے وقت زائل ہوجائے۔حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم بتاچکے۔اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ "یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہو"تو بھی بات نہیں بنتی۔اس لئے کہ تعلیل ظاہر الروایۃ میں ایک میل سے کم فاصلہ ہونے کی صورت میں، تیمّم ناجائز ہونے کے معاملہ میں غلبہ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔وہ خود اس باب کے آخر میں صراحت کرچکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبہ ظن ہو تو تیمّم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمّم جائز نہیں معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے۔ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو بے خوفی حاصل ہوگئی اور شک کی وجہ سے جب بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جواز تیمّم بھی ثابت نہیں،تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔لیکن اگر اُس کو اِس کا غلبہ ظن ہو تو بھی غیر روایت اصول میں شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے اس لئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے عجز حقیقۃً ثابت ہے اور اس عجز کا

بقاء الاشکال [1] اھ ضمیرقال الی الامام البخاری وقد اقرہ العلامتان الکاکی والبابرتی رحم اللہ الجمیع ورحمنا بھم اٰمین۔

حکم جواز تیمّم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں لیکن یہ صورت تکلّف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انہوں نے یہاں غلبہ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدم جواز تیمّم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبہ ظن ہو نہ ہی جواز تیمّم میں اُس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعید ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔فرمایا: "تو اظہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے"اھ "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کیلئے ہے۔اس کلام کو علّامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔الٰہی! قبول فرما۔(ت)

واقول:انما وجه الکلام الی ظاھر الروایة وتعلیلھا وصرفه الشیخ اجلالالھا الی الروایة النادرة ودلیلھا وجعل لھا اربعة محامل وردالکل وانا ارید تلخیصه مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلة الکبراء۔

واقول: کلام کا رخ ظاہر الروایۃ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیش نظر رخ روایت نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔اور اس کے چار محمل نکالے ساتھ ہی ہر ایک کو رد بھی کر دیا میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی توضیح بھی، کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہو سکتا۔(ت)

فاقول: وباللہ التوفیق جعل محمله الاول تقدیران وجوب التاخیرعند تیقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیه بین الروایات الظاھرة والنادرة انما الخلاف عندالظن فقاسته النادرة علی الوفاقیة وردہ ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے: محمل اول: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیر نماز کے وجوب پر ظاہر ونادر سبھی روایات متفق ہیں۔اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایت نادرہ میں صورت ظن کا قیاس اُس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔اور اس کا رد یوں کیا کہ یہ ماننا ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لئے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

اقول؛ ای وربما یتیقن فیه الوجدان فی اٰخر الوقت

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان المیل یقطع بسیر الوسط فی اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات۔

ایک میل دُور ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہے۔
اقول: کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہاایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے اس لئے کہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہو جاتا ہے جبکہ فجر ومغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کاتواور بھی زیادہ ہوگا۔(ت)

والثانی: ان فی کلیهما الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفین بالاٰخر اقول وهو من ابعد المحامل اذلایبقی علی هذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیة باخرٰی کعادة(۱)الامام الربانی محمد فی کتبه ورده بان جواب الظاهر اذن بالفرق بین الظن فلایجوز فیه التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانه

محمل دوم: دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایت نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کردیا **اقول:** یہ سب سے بعید تر محمل ہےاس لئے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن ویقین میں فرق ہے۔ظن کی صورت میں تیمّم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہوچکا ہے۔

اقول: ویمکن ان یجعل ردا للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلك المحمل۔

اقول: اسے صرف الحاق کارد بھی قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔(ت)

والثالث: ان النادرة انما توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذاکان الفصل اقل من میل **اقول:** معناه ان علم الماء قریبا لایجوزله التیمم ان ظن وجدانه والابأن ضاق الوقت جاز کما هو قول زفر ورده بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان والیقین کمایعطیه ماذکره

محمل سوم: پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔**اقول:** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقتِ نماز کے اندر پانی مل جائے گا۔تو تیمّم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہوچکا ہو تو تیمّم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

فی وجه الظاھر فان کان الفصل میلا او اکثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذھب بطلان التیمم عند ظن القرب کما صرح به اٰخر ھذا الباب فکیف یجیزہ مع العلم بالقرب لعدم التیقن بالوجدان ولیس معناہ ان یظن الوجدان لظنه الماء اقرب من میل فان کونه اقرب مفروض علی ھذا المحمل وسیاتی ایضاحه۔

والرابع: ان النادرۃ فیما اذاجھل الفصل وتقریرہ دلیلھا ان للتیمم مبیحا ومانعا اماالمبیح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه یجد الماء فی اٰخر الوقت والمبیح ھھنا غیر معلوم بالفرض والمانع لوکان متیقنا لم یجز له التیمم قطعا للامن من الفوات وھھنا ھو مظنون والمظنون کالمتیقن فلایجوز ایضا وجب التاخیر وحاصل جواب الظاھر ان للتیمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وھو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقیقة والمانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وھو غیر متیقن وان کان مظنونا فلایعارض المتیقن وردہ بان فیه تمحلا لتقیید

قُرب وبعد کی تفریق ہے پانی ملنے کے غلبہ ظن ویقین میں تفریق نہیں جیسا کہ یہ اس سے معلوم ہورہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیا کہ اگر فاصلہ ایک میل یا زیادہ ہو تو مطلقًا تیمّم جائز ہے ورنہ مطلقًا جائز نہیں۔دُوسرا رد یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمّم باطل ہے جیسا کہ اس باب کے آخر میں اس کی تصریح فرمائی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمّم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے اسے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لئے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا تو فرض ہی کیا گیا ہے اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔(ت)

محمل چہارم: روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب اسے فاصلہ معلوم نہ ہو۔اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمّم کو ایک چیز مباح کرنے والی ہے اور ایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔مبیح یہ ہے کہ بُعد مسافت کا علم ہو۔مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعد مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔اور مانع اگر متیقن ہو تو قطعًا اس کیلئے تیمّم جائز نہ ہوگا اس لئے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو بھی تیمّم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔اور ظاہر الروایۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمّم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمّم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ مصحح یہ ہے

اطلاق الروایات بقید لا اشارت الیه فی کلام احد من الفریقین وهو الجهل بحال المسافة قربا وبعدا ولانه بعید الانفهام من العبارة وبانه یلزم ان ظاهر الروایة فرقت ههنا بین الظن والیقین مع انها سوت بینهما فی مسألتی القرب والبعد فلایجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فبقی الاشکال علی کل حال هذا توضیح کلامه رحمه الله تعالٰی وقد علمت ان الکلام رحمه الله تعالٰی وقد علمت ان الکلام علی کل وجه انمایتوجه الی تعلیل ظاهر الروایة ففیه الاشکال یتوجه الی تعلیل ظاهر الروایة ففیه الاشکال کماسلکه الامام الکمال*

وذکرالامام العینی فی البنایة کلام العنایة هذا برمته عـہ غیرانه غیر قول الامام البخاری اما لوغلب علی ظنه ذلك فکذٰلك عندهما بقوله اما لوغلب علی ظنه عدم بعد المسافة فذلك عندهما [1] اھ فجعل المشار الیه قرب المسافة۔

کہ پانی سے عاجز ہو۔اور یہ قطعًا حاصل ہے اس لئے کہ پانی حقیقۃً معدوم ہے۔اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگر چہ مظنون ہے تو یہ متیقن کے معارض نہ ہوگا۔اس پر رَد یہ ہے کہ اس میں تلف ہے اس لئے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جسکا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں۔اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب وبُعد کی حالت کا پتانہ ہو۔اور اس لئے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا بہت بعید ہے۔اس پر دوسرا رَد یہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن ویقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب وبُعد کے مسئلوں میں برادری رکھی کہ قُرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم ویقین کا حکم ہے۔تو اشکال بہر حال باقی رہا۔یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی توضیح ہے۔اور یہ معلوم ہوچکا کہ ہر وجہ پر کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے۔جیسا کہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "امالوغلب علی ظنه ذلك فکذلك عندهما (اگر اسے اس پر غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

عـہ وجعله ملخصه مع انه لم یخرم منه شیأا وکأنه رحمه الله تعالٰی اراد تلخیصه ثم بداله الاستیفاء ۱۲ منه غفرله۔(م)

اور انہوں نے اسے اس کا ملخص قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔(ت)

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۷

اقول: وھو(۱) باطل قطعا فان عندظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلك کتب المذھب لانھا روایۃ نادرۃ والمذھب خلافھا بل الاشارۃ الی وجود الماء فی اٰخر الوقت انہ ان غلب ھذا علی ظنہ فکذلك عندھما کمالایخفی وقد(۲) اوضحہ بقولہ فی جواب الظاھر لایزول الابیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت[1] اھ فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنہ علی مایقتضیہ تعلیل الھدایۃ واکتفت النادرۃ بغلبتہ علی الظن فکان ھو المشار الیہ بقولہ ان غلب علی ظنہ ذلك فاعلم ذلك ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کلہ صاحب الدرایۃ ایضا ناقلا عن شیخہ والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجہ التخلص منہ مع کونہ من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایۃ والاکمل ذکرا ھذا وسکتا علیہ فنقول وباللّٰہ التوفیق نذکر وجہاً ینحل منہ ھذا الاشکال وھو انہ یعتبر

لوغلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فذلك عندھما" (اگر اسے مسافت بعید نہ ہونے کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے۔ت) اس تبدیلی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذلك کا اشارہ "قرب مسافت" کی جانب سمجھا۔(ت)

اقول: جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قُرب مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہُوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذٰلک" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کردیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے"۔یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضاکے مطابق پائی گئی اور روایت نادرہ میں صرف غلبہ ظن پر اکتفاہُوئی توان کی عبارت "ان غلب علی ظنہ ذلک" (اگر اسے "اس کا" غلبہ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔یہ معلوم رہنا چاہے۔پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۷

رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اُخر غیر بعد المسافة اوقربها وھو[1] ان یکون فی السماء غیم رطب وغلب علی ظنه انه یمطر ویقدر علی الماء فی اٰخر الوقت فانه یستحب له التأخیر فی ظاھر الروایة ویجب علیه فی غیر روایة الاصول کمالوتحقق بوجود الماء او[2] یکون الماء بعیدا لکن ارسل من یستقی له وغلب علی ظنه حضور من ارسله فی اٰخر الوقت بامارات ظھرت له او[3] کان الماء فی بئر ولم تکن له اٰلة الاستقاء لکن غلب علی ظنه وجدانه فی اٰخر الوقت او[4] کان الماء بقرب منه ولم یعلم مکانه وجود ثمن یشتری به الماء[1]۔

انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت بیان نہ کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔اس طرح صاحبِ درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیااور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔تواب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدمِ اُمید مسافت کے قُرب وبُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابرِ تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہو گی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائے گا۔تو اس کے لئے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔(۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کیلئے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائے گا۔اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔(۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔اس کے پاس نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔(۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔(ت)

اقول: ھکذا فی نسخة الطبع السقیمة وفیه سقط وکان العبارة ھکذاولم یعلم مکانه لایستطیع طلبه فی کل جھة لما به من ضعف ولوعلم مکانه لامکنه الذھاب الی جھة معینة وقدذھب الی جھة مثلا فلم یجدہ فرجع وھو حسیر وغلب علی ظنه

اقول: طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔اس میں کچھ چھُوٹ گیا ہے۔خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی"اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں۔اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لئے ہر طرف تلاش نہیں کر سکتا۔اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جاسکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۸

انه یلحقه فی اٰخر الوقت من یخبره اویأتیه به او۵ کان الماء یباع ولاثمن عنده ولاغلب علی ظنه وجود ثمن یشتری به الماء فی اٰخر الوقت اونحو ذلك ممایؤدی هذا المعنی فلتراجع نسخة اُخری قال)او۶ عنده مایعد للعطش وغلب علی ظنه وجود ماء اٰخر غیرمشغول بالحاجة الاصلیة او۷ کان الماء عند اللصوص اوالسباع اومن یخاف منه علی نفسه اوماله وغلب علی ظنه زوال المانع اٰخر الوقت وقس علی هذا اسبابا اُخر[1]۔

تھک کر لَوٹ آیا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائے گا جو پانی کی جگہ بتادے یا پانی لے آئے۔(۵) یا پانی فروخت ہورہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خریدے گا" یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنی ادا ہوسکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہیے آگے فرماتے ہیں) (٦) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کیلئے پانی رکھا ہُوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لئے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہوجائے گا۔اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کرلو۔(ت)

(**اقول**: کأن۸ تکون ظلمة یرجو زوالهااووجود فانوس او۹ هومریض اواشل اومقعداوشیخ کبیر الی غیرذلك من عوارض یحتاج بهاالیٰ من یوضئه اویستقی له وذهب ولده اوخادمه لحاجة ویرجوعوده واٰخر الوقت او۱۰ تعاوده حمی نافضة ساعة اوساعتین لایستطیع معها الوضوء او الغسل اوالاستقاء ورجاذها بها فی اواخر الوقت او۱۱ الماء لغیره وهو غائب فی حاجة له ویظن عطاءه وعوده فی اٰخر الوقت او۱۲ لایجد الجنب او

(**اقول**:(۸) مثلًا یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا لنجھا ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرادے یا اس کیلئے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمت گار کسی کام سے گیا ہُوا ہے۔آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔(۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہُوئے وضو یا غسل نہیں کرسکتا۔امید ہے کہ اواخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وہ اپنے

[1] عینی شرح الهدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمۃ ۱/ ۳۲۸

المحدثة سترا عن حضار سیغیبون او[۱۳] لایستطیع الذھاب للاستقاء لاجل مال اوولد ویرجو حضور حافظ او[۱۴] الماء فی المسجد ویرجو الجنب ان وجد فی اٰخر الوقت من یاتیہ بہ فھی سبعۃ مع سبعۃ ویؤید الکل ماھومنصوص صریحامن امام المذھب ان من وعد بدلوا ورشاء لایجب علیہ الانتظار وقدمر فی نمرۃ۹۰ قال العینی)والمصنف رحمہ اللہ تعالٰی لم یقیدالرجاء وعدمہ ببعد المسافۃ وقربھابل اطلق فوجب حملہ علی وجہ لایرد علیہ الاشکال ولیس فی کلامہ اشعاربماقید الشیخ حتی یرد علیہ من الاشکال مالامخلص لہ[1] اھ۔

اقول: رحم اللہ الامام البدر*ورحمنا بہ فی کل ورد وصدر*قد انتفعنابماافاد من الفروع فیما قدمنا ان لانظر الا الی الحالۃ الراھنۃ وکفٰی بہ شبھۃ علی مسألۃ الوعد اما(ا)ما رام من حل الاشکال فھیھات بیان ذلك انہ حیث تکررذکرالمسافۃ فی کلام الامام البخاری ذھب وھل العلامۃ الی

کسی کام سے غائب ہے۔گمان ہے کہ آخر وقت میں واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا جنب کو یا بے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے مال یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کیلئے جا نہیں سکتا اور امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی لانے والا مل جائے گا اُن سات کے ساتھ یہ مزید سات ۷ صورتیں ہیں سبھی کی تائید اس مسئلہ سے ہورہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ "جس سے ڈول یا رسّی کا وعدہ ہُوا اس پر انتظار واجب نہیں۔یہ مسئلہ نمبر ۹۰ میں گزر چکا۔آگے علامہ عینی فرماتے ہیں:)"مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے امید وعدمِ امید کو مسافت کے قُرب وبعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہ خلاص نہ ہو اھ"(ت)**اقول:** خداامام بدرالدین عینی پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری وواپسی میں رحمت فرمائے۔انہوں نے سابقًا جن جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے ہمیں یہ فائدہ ملا کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔مسئلہ وعد پر شبہہ کیلئے یہی کافی ہے۔اشکال کا حل جوان کا مقصود تھا وہ تو بہت دُور ہے۔اس کا

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

انه جعل موضوع الخلافیة بین الظاھرة والنادرة مااذا کان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذاوضع مکان اسم الاشارة فی کلامه عدم بعد المسافة واذ قد علم ان علی ھذا التقدیر*لامخلص من اشکال الامر النحریر*کماصرح به اٰخر التحریر*عطف العنان الی ابداء صوریکون فیھاالرجاء لالاجل قرب الماء وظن انھا تخلص عن جاالاشکال ولاصحة لشیئ من ذٰلک

اما الاول اعنی جعل الامام الخلافیة ماذکر۔

فاقول اوّلا: ذکر(۱)الامام البخاری له اربعة محامل لیس فی شیئ منھا مایعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فیه القرب فدلّ ان البواقی لیست علی فرضه فکیف یکون الرجاء لاجل القرب ھو المراد مطلقا۔

وثانیا: بل فی(۲)الرابع التنصیص علی خلافه حیث فرض الکلام فیمااذاجُھل القرب والبعد ثم جعله علی الرجاء بقوله اما لوغلب علی ظنه ذلك الخ والعجب(۳)انکم حولتم ھذا الذی ھو ابین مخالفة لذلك الحمل الٰی غلبة ظن القرب وسبحٰن

بیان یہ ہے کہ امام بخاری کے کلام میں مسافت کا ذکر بار بار آیا اس سے علامہ عینی کا خیال اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے روایت ظاہرہ ونادرہ کے درمیان مسئلہ خلافیہ کا موضوع اس صورت کو قرار دیا ہے جب مسافت کے قُرب کی وجہ سے امید پیدا ہوئی ہو۔اسی لئے امام بخاری کے کلام میں جو اسم اشارہ تھا اس کی جگہ علامہ عینی نے "عدم بعد المسافۃ" (مسافت کا دُور نہ ہونا) رکھ دیا۔پھر جب انہیں پتا چلا کہ اس تقدیر پر اس امام ماہر کے اشکال سے چھٹکارا نہیں جیسا کہ خود آخر تحریر میں اس کی تصریح کی ہے تو عنانِ کلام کچھ ایسی صورتیں پیش کرنے کی جانب موڑی جن میں امید،قُربِ آب کی وجہ سے نہ ہو اور یہ خیال فرمایا کہ یہ صورتیں اس اشکال سے خلاصی عطا کردیں گی حالانکہ ان دو خیالوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔(ت) **پہلا خیال** امام موصوف کا امر مذکور کو اختلافی قرار دینا۔**فاقول:** (اس پر میں کہتا ہوں) **اولا** امام بخاری نے اس کے چار محمل بیان کئے ان میں سے کسی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ قربِ آب کی وجہ سے امید مراد ہے مگر صرف تیسرا محمل جس میں قرب فرض کیا گیا ہے اس سے پتا چلا کہ باقی محملوں میں یہ مفروض نہیں تو کیوں کر صرف امید بوجہ قرب مطلقاً مراد ہوگی۔(ت)

ثانیا: بلکہ چوتھے محمل میں تو اس کے برخلاف تصریح موجود ہے اس طرح کہ اس میں کلام اس صورت میں فرض کیا گیا ہے جب قُرب وبُعد کچھ معلوم نہ ہو پھر اس کو امید پر اپنی اس عبارت سے منطبق کیا ہے "**امالوغلب علی ظنه ذلك** الخ" (لیکن اگر اس کو اِس کا غلبہ ظن ہو الخ) حیرت ہے

الله اذاغلب علٰی ظنه القرب کیف یقال لم یعلم ان المسافة قریبة اوبعیدة فان الظن الغالب علم۔	کہ یہ جو اس حمل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن وواضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبہ ظن کی جانب پھیر دیا۔سبحان اللہ ! جب اسے قرب کا غلبہ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائے گا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔(ت)
فان قیل بل العلم هنا بمعنی الیقین فَرَضَ نفیه وأثبت الظن لتکون خلافیة بین النادرة المعتبرة ایاه والظاهرة الملغیة له الشارطة للیقین القطعی فالحاصل انه اذالم یتیقن القرب والبعد لکن غلب علی ظنه القرب کان کیقین القرب علی النادرة وفرقت الظاهرة فجوزت التیمم فی ظن القرب ومنعته عند الیقین۔	**اگر یہ کہا جائے** کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے۔یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہوسکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے اور یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہُوا کہ جب قُرب وبُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو یہ روایت نادرہ پر یقین قُرب ہی کی طرح ہوگا اور روایتِ ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمّم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔(ت)
اقول: ففیم یقول بقی [عــه] وجه اٰخر فان هذا هوالمحمل الاول الذی جعل فیه الیقین وفاقیا والظن خلافیاً۔	**اقول:** (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وہ فرمارہے ہیں"بقی وجه اٰخر "(ایک صورت رہ گئی۔یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔(ت)

[عــه] **فان قلت** فکیف تفرق انت بین المحامل **اقول:** الاولان علی فرض بعد المسافة کمااشار الیه فی الاول والفرق بینهما بجعل الیقین وفاقیااوخلافیاوالثالث بفرض قربها والرابع بفرض انه لایعلم قرباً ولابعدا ۱۲منه غفرله (م)

اگر یہ سوال ہُوا کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرض کیا جائے گا **اقول:** پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔اوران دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

وثالثا:(۱) بل قدنص فی الاول ایضا علی خلافه اذقال یقتضی ان یجب التاخیرعند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعدالمسافة فی الروایات الظاهرة الخ فافصح ان الکلام عند بعد المسافة فکیف یکون مبنی الرجاء قربها وان تنزلنایکن الکلام مطلقایشمل القرب والبعد والالم یکن لقوله مع بعدالمسافة مساغ وعلی الکل یبطل ان المرادخصوص الرجاء لاجل القرب۔

ورابعا: بل(۲)الثانی ایضاشاهد علی بطلانه فانه قدّرفیه ان النادرة هی التی تمنع التیمم فی الظن والیقین والظاهرة تخالفهافیهمالوکان هذا لاجل قرب المسافة کان المعنی ان الروایة الظاهرة تجیزالتیمم وانکان الماء قریبا بالیقین وهذا لایتفوه به عاقل فکیف یجوزلهذا الامام الجلیل الذی قدقلتم انه من المحققین الکبار ان یدخله فی المحامل۔

وخامسا:یا(۳)للعجب لم یقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك یقتضی ان جواز التیمم یزول عند التیقن ولیس

ثالثا: بلکہ محمل اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو"۔اس میں صاف بتادیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے پھر قرب مسافت امید کا مبنی کیسے ہوگا؟ اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہو کر قُرب وبُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "**مع بعد المسافة**" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی بہر صورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔(ت)

رابعا: بلکہ محمل دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔اس لئے کہ اس میں انہوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن ویقین دونوں میں مانع تیمّم ہے اور روایتِ ظاہر دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قُرب مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ روایت ظاہرہ تیمّم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو۔یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کیلئے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرماچکے کہ وہ کبارِ محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔(ت)

خامسا: یا للعجب!اسے محمل بتانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمّم

كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شيئ افسد منه۔	ختم ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں یہ کہہ کر انہوں نے یہ دعوٰی کر دیا کہ یقین قُرب کے باوجود تیمّم جائز ہے۔ کیا وہاں کوئی چیز فساد میں اس سے بالاتر بھی ہے؟
وسادسا: يحيله(۱)على مابين وانما بين الجواز عند البعد فكانت الاحالة*باطلة محالة*	**سادسا:** اس پر حوالہ یہ دے رہے ہیں کہ جیساکہ بیان ہُوااور بیان یہ کیا ہے کہ دُوری کی صورت میں جواز ہے تو حوالہ باطل و محال ہوا۔
وسابعاً: بل(۲)فى الثالث ايضااشعارالى خلافه فانه جعل موضوع المسألة ماإذا كان الفصل اقل من ميل لااذاظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل عدمه محتملا على احدالوجهين وقدقال لا(۳)فرق فى ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذاكانت المسافة اقل من ميل فلوكان المعنى على ظن القرب اٰل الى انه لافرق بين الظن واليقين عند الظن وبالجملة جميع محامله وكل كلامه يرد هذا المعنى الذى ذهب اليه وهل العلامة۔	**سابعا:** بلکہ محمل سوم میں بھی اس کے خلاف کی نشان دہی موجود ہے اس لئے کہ انہوں نے مسئلہ کا موضوع اس صورت کو بنایا، جب فاصلہ ایک میل سے کم ہو اس صورت کو نہیں جب اس کا گمان ایک میل سے کم کا ہو اور موضوع پُوری گفتگو میں ماخوذ مفروض ہوتا ہے اس پر بحث سے فراغ رہتا ہے پھر اس میں ظن ویقین کا اختلاف کیسے کریں گے اور ایک صورت میں اس کے عدم کو محتمل کیسے بنائیں گے؟۔ جب کہ یہ فرماچکے ہیں کہ مسافت ایک میل سے کم ہونے کی صورت میں ظاہر الروایہ میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں تو اگر ظن قرب کی بنیاد پر معنی لیا جائے تو مآل یہ ہوگا کہ ظن کی صورت میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مختصر یہ کہ امام موصوف کے سبھی محمل اور ان کا پُورا کلام اس معنی کی تردید کررہا ہے جس کی طرف علامہ کا خیال گیا۔ (ت)
واما الثانى اعنى زعم المخلص منه على ما ابدى۔	**خیال دوم** پیش کردہ صورتوں کے ذریعہ اشکال سے چھٹکارا۔
فاقول: لا ولا(۴)نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء	**فاقول:** (اس پر میں کہتاہوں) نہیں آدھا چھٹکارا بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس طور پر حاصل یہ ہوا کہ روایت نادرہ قرب آب کے علاوہ

فی اٰخر الوقت لاحد من الاسباب المذکورۃ المغایرۃ لقرب الماء والظاھرۃ تقول لاعبرۃ بغلبۃ الظن بوجد انه بھا انما العبرۃ للیقین به وھو مورد کلا الایرادین کماکان فانھم نصوا ان ظن القرب یمنع التیمم فقد اعتبروا الظن ثمه فکیف الغوہ ھنا ونصوا(۱)ان عندبعدالماء میلا یجوزله التیمم من دون تفصیل مع القطع بانه ربما یتیقن ببلوغه الماء فی اٰخرالوقت فلم یعتبروا الیقین ثمه فکیف اعتبروہ ھنا فثبت ان سعیه رحمه اللّٰه تعالٰی ھذالم یرجع الی طائل*وتعجبه من اولئك الجلة الی نفسه الکریمة اٰئل*

مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخر وقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمّم واجب کرتی ہے اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبہ ظن کا کوئی اعتبار نہیں۔اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائے گا اس حاصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہورہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱) اس لئے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قربِ آب کا ظن مانع تیمّم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا؟اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دُور ہو تو تیمّم جائز ہے۔اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کرلیا۔تو ثابت ہوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کی یہ کاوش کچھ سُود مند نہ ہوسکی اور ان بزرگوں پر انہوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وہ خود ان کی ذاتِ گرامی پر عائد ہوتا ہے۔(ت)

ثمّ اقول: لعلك قدتفطنت مما القینا علیك ان الایرادالاخیراعنی علی صورۃ الیقین بمسألة البعدمیلا انما یرد علی ماعلل به فی الھدایة ظاھر الروایة اما نفس المسألة فلاغبار علیھامن جھته فان المذھب عدم وجوب التاخیرظاناکان اومستیقنا کماتقدم التصریح به عن الخلاصة بنقل الائمة

ثمّ اقول: ہمارے بیان سے ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دُوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحبِ ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔لیکن نفسِ مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لئے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ اسے ظن ہو یا یقین جیسا کہ اس کی تشریح خلاصہ سے

البخاری والکاکی والبابرتی والسیواسی وتقریرھم ایاہ نعم الایراد الاول علی صورۃ الظن بمسألۃ ظن القرب یرد علی التعلیل والمسألۃ معا للاحتیاج الی الفرق بینھما حیث لم یعتبروا ھھنا الظن بل ولا الیقین وقد منعوا ثمہ لمحض غلبۃ الظن ولاجل ھذا قلت انھم استشکلوا المسألۃ والتعلیل معاوان کانوا انما وجھوا الکلام الی التعلیل ھذا۔

ورأیت الامام ملك العلماء قررالمسألۃ فی البدائع بحیث لایتوجہ الیہ ھذاالاشکال ورفع الخلاف عن الظاھرۃ والنادرۃ فقال قدقال اصحابناان المسافران کان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لایؤخر ھکذا روی المعلی عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھماوذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذاکان یرجو الماء اولا یرجووھذا لایوجب اختلاف الروایۃ بل یجعل روایۃ المعلی تفسیرالما اطلقہ فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینہ وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاتہ بلاخلاف لانہ واجد للماء وان کان میلا فصاعدا اجازت

گزر چکی خلاصہ کا کلام امام بخاری، امام کاکی، امام بابرتی اور امام سیواسی نے نقل کیااور اسے برقرار رکھا ہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر کیوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیااور وہاں محض غلبہ ظن کی وجہ سے منع کردیا۔اس لئے میں نے کہاکہ حضرات علماء نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔(ت)

میں نے دیکھا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔اور انہوں نے روایتِ ظاہرہ ونادرہ کا اختلاف بھی دور کردیا ہے، رقمطراز ہیں: "ہمارے اصحاب نے فرمایاکہ مسافر کو اگرآخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمّم آخر وقت تک مؤخر کرے۔اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ایسے ہی معلّٰی نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتابلکہ معلّٰی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔اور اگراوّل وقت میں تیمّم کرکے نماز پڑھ لی تو اگراسے علم تھاکہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

وان(۱) لم یکن عالما بقرب الماء اوبعدہ تجوز صلاته سواء کان یرجوا الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب اوقبله عندنا خلافا للشافعی لمامر ان العدم ثابت ظاھرا واحتمال الوجود احتمال لادلیل علیه فلایعارض الظاھر[1] اھ

پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کیلئے دستیاب ہے۔اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہو گئی۔اور اگر اسے پانی کے قُرب وبُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزر چکی کہ عدم ظاہرًا ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا"۔(ت)

اقول: لکن(۱)للعبدالفقیر*توقف فی التعلیل الاخیر*فان من(۲) علم فی اول وقت الظھر اوالعشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافة اقل من میلین اوثلثة امیال وعلم انه یصل الیه فی سعة الوقت ولم یعلم انه علی فصل میل او اقل فصادق علیه انه لایعلم قرب الماء ولابعدہ وھو یرجو الماء لاعن احتمال بلادلیل بل عن دلیل فیعارض الظاھر ویمنع التیمم ولیس کذلك انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب*وھو منه فی شك مریب ھذا۔

اقول: لیکن بندہ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے اس لئے کہ مثلًا جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائے گا اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب وبُعد کا اسے علم نہیں۔اور اس کو پانی کی امید بلادلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمّم سے مانع ہو جائے گا، حالانکہ ایسا نہیں۔ تیمّم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک درپیش ہے۔یہ ذہن نشین رہے۔(ت)

ولنعم حل الاشکال عن مسئلة الرجاء ماقررہ الامام الجلیل ابو البرکات

مسئلہ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابوالبرکات

[1] بدائع الصنائع　فصل واما بیان وقت التیمم　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۵۴/۱

رحمه الله تعالٰی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الهدایة*وعلل بتعلیل حسن الی الغایةاذقال مسافر غلب علی ظنه ان بقربه ماء وجب الطلب ولایجب بغیرغلبة الظن اواخبار لان العدم ثابت حقیقة وظاهرًا لفوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاهر اذالظاهر فی المفاوزعدم الماء بخلاف العمرانات فانه لوتیمم قبل الطلب فیها لم یجز لان العدم وان کان ثابتاحقیقة لم یثبت ظاهرًا لقیام الدلیل علیه وهو العمارة اذقیامها بالماء وکذا لوغلب علٰی ظنه اواخبره مخبرلان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل[1] ولهذاوجب العمل باخبارالاٰحاد والاقیسةوالاٰی المؤولة والمخصوصة والبینات فان قیل لوکان غالب الرأی کالمتحقق هنا لوجب التاخیر فیما اذا غلب علی ظنه انه یجد الماء فی اٰخر الوقت قلنا عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما ان التاخیر ختم ولان غلبة ظنه ثم انه سےصیر بقرب الماء وهذا غلبة ظنه انه بقرب الماء اھ کلامه الشریف[2]، وهذا بحمدالله تعالٰی عین ماظهر

نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں فرمائی۔انہوں نے ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل پیش کی،فرماتے ہیں: ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے۔غلبہ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں اس لئے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہرًا ثابت ہے کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتادے اس لئے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی ہے۔آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔اگر آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمّم کرلے تو جائز نہیں۔اس لئے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے مگر ظاہرًا ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل آبادی-- موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا قیام پانی سے ہوتا ہے__اسی طرح اگر پانی کا غلبہ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے(تو بھی پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمّم جائز نہیں)کیونکہ غالب رائے وجوبِ عمل کے حق میں یقینی و متحقق کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی لئے اخبار آحاد،قیاسات،تاویل و تخصیص یافتہ آیات اور بنیات و گواہان سے وجوبِ عمل ثابت ہوجاتا ہے۔اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں متحقق کی حیثیت حاصل ہوئی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرناواجب ہوتاجب اسے اس بات کا غالب

[1] کافی

[2] الکفایہ علی الہدایہ مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

للعبد الضعیف فیماذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقدظھران مسألۃ الرجاء لیس المراد فیھامن رجا لاجل القرب فانہ لایجوز لہ التیمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فھذا لیس بظن القرب بل ظن انہ سیقرب فلایعتبر(ا) ولایعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقدصرح بکونھاموضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیر ماکتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ھذاالاستجاب اذاکان بینہ وبین موضع یرجوہ میل اواکثر فان کان اقل لایجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلاۃ[1] اھ ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدر وفی البنایۃ ھذا اذاکان الماء بعیداوان کان قریبا لایتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابوجعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ھذا[2] اھ ثم قال اعنی العینی وقیل اذاکان بینہ وبین موضع یرجوہ[3] الی اٰخر ماقدمنا عن الدرایۃ۔

گمان ہو تاکہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا۔ تو ہم جوابًا کہیں گے کہ یہ امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اس کا غلبہ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب ہو جائے گا اور یہاں اس کا غلبہ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کا مبارک کلام ختم ہوا۔

یہ بحمداللہ تعالٰی بعینہٖ وہی بات ہے جو بندہ ضعیف کے ذہن میں آئی جیسا کہ سابقًا ذکر کیا اسی کے ہم معنٰی کفایہ میں بھی ہے تو یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قُربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لئے بالاجماع تیمّم جائز نہیں بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائے گا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تو اسے قربِ آب کا گمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہو جائے گا تو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِّ قرب کے مسئلہ سے کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔ متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلہ اُمید بُعدِ مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ درایہ پھر شلبیہ میں ہے: "یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اگر اس سے کم ہو تو اس کیلئے تیمّم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کا خطرہ ہو"۔ اسی کے مثل بحر میں اور اس کے

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ مصر ۱/۴۱
[2] البنایہ شرح ہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۵
[3] البنایہ شرح ہدایہ باب التیمم مطبعۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۵

اقول: (۱)ولاادری ماالفرق بینه وبین ماقال هذا اذاکان الماء بعیداالخ حتی جزم بذلك ومرّض هذا وجعله قولا اٰخر مع انه لاتفاوت الا فی اللفظ۔

اقول:(۱) وقد تقدم نص الخلاصةوتقریر الائمةالجلة ان الظن والیقین فی ذلك سواء لا یجب علیه التأخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتلك النادرة حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقدظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانی وان کان ابعد بالنظر الٰی ظاهر العبارةاما قول النادرة غالب الرأی کالمتحقق قلنانعم ولوکان متحققالم یؤثر لانه انما تیقن انه سیقرب لاانه قریب وبهذا یعوزُ الاشکالُ علی تعلیل الهدایة لظاهر الروایة۔

اقول: وایضا یمکن حمله علی المحمل الرابع فان من جهل

ہم معنی دُرمختار میں ہے اور بنایہ میں اس طرح ہے: "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمّم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، فقیہ ابُو جعفر نے فرمایا: اس پر ہمارے تینوں اصحاب وائمہ کا اجماع ہے" اھ۔ آگے علامہ عینی صاحبِ بنایہ لکھتے ہیں: "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ (ت)

اقول: پتا نہیں ان کے کلام "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ انہوں نے اُس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور اسے ایک الگ قول بنادیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔ (ت)

اقول: خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ویقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور اس روایت نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارت کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے اب رہا روایت نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور اگر یہ یقینی و متحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے۔ اسی سے ظاہر الروایہ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت) **اقول:** اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ جو مسافت سے

المسافةجازله التيمم فى المفاوز وان كان يرجو الوصول اليه فى اٰخر الوقت كماقدمناه اٰنفا عن البدائع وذلك لان المانع عن التيمم هو قرب الماء يقينا اوظنا غالبا وقد انتفيا والجواب عن دليل النادرة والاشكالُ على تعليل الهداية كماكان لان ههنا ايضا يباح له التيمم وان تيقن الوصول اليه فى اٰخرالوقت كما اسلفنا تقريره تحت عبارة البدائع المذكورة الٰى ههنا ظهر انحلال الاشكال عن الحكم واستبان الفرق بين مسألتى الرجاء وظن القرب۔

اما تعليل الهداية **فاقول**: التأويل*خير من التعطيل*يمكن ان يؤول بان المراد باليقين هو اليقين الفقهى الشامل لغلبة الظن فليس المقصود التفرقة ههنا بين الظن واليقن لماعلمت انهما سواء ههنا على كلتا الروايتين وانما المعنى انكار ان يكون له اثرههنا وذلك ان العجز ثابت حقيقةشرعا لانعدام الماء حقيقة وظاهرًا لعدم الدليل على قربه ان جهل المسافة وقيام الدليل على عدمه ان علم اوظن البعد فلايزول حكمه الثابت شرعا وهو جواز التيمم الابيقين

ناواقف ہو اس کیلئے بیابانوں میں تیمّم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا، اسے بدائع کے حوالہ سے ہم ابھی پیش کر آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمّم سے مانع پانی کا قریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھا ب بھی رہے گا۔اس لئے کہ یہاں بھی تیمّم اس کیلئے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گا اسے یقین ہے جیسا کہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت کر آئے یہاں تک دو باتیں طے ہوگئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھا اس کا حل واضح ہوگیا دوسرے مسئلہ امید اور مسئلہ ظنِ قرب کے درمیان فرق روشن ہوگیا۔(ت)

اب رہا تعلیل ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو وبیکار کرنے سے بہتر ہے اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبہ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن ویقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لئے کہ معلوم ہوچکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن ویقین یکساں ہیں مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثر انداز ہے وہ اس لئے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعًا اس لئے کہ پانی حقیقت میں معدوم اور ظاہرًا اس لئے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

فقهی مثله بأن یحصل له ظن القرب واذلیس فلیس فأنه لاعبرة بظن انه سیقرب ولاباستیقانه وانماهذاهوالحاصل فی رجاء الوصول اوتیقنه دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض للعجزالظاهرفهذا تقریره ولیس فی العبارة ماینکره فوجب الحمل علیه فقد انحل الاشکال ولله الحمد عن مسألة الرجاء حکما وتعلیلا*

اور دُوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے۔ تو اس کا حکم جواز تیمّم جو شرعًا ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقین فقہی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہو جائے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکم عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمّم بھی نہیں ۱۲م۔الف) اس لئے کہ اس کا یہ گمان کا کہ وہ آئندہ قریب ہو جائے گا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی اُمید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے۔ ہر وقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمّم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے۔ خدا ہی کیلئے ساری خُوبیاں ہیں اس سے مسئلہ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا۔ (ت)

اقول: وتم علی مسألة الوعد تفریعا وتأصیلا* فمعلوم قطعا بداهة ان الوعد لایحصّل وانما یرجّی وقد نقرر فی المذهب ان راجی الماء یجوز له التیمم ولایجب علیه التأخیر وان زعم الاٰن زاعم ان الوعد محصّل للشیئ فی الحال فقد صادم بداهة غیر مکذوبة وای وعد مثل وعد الله ورسوله جل وعلا وصلی الله تعالٰی علیه وسلم وتلك الجنة قدوعدها المتقون افتراهم دخلوها الاٰن وتنعما بنعیمها فی الدنیا وحصلوا الحور

اقول: اور تفریع وتاصیل کے لحاظ سے مسئلہ وعدہ یہاں پر تمام ہُوا اس لئے کہ قطعًا بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرادیتا۔ پانی حاصل ہونے کی صرف اُمید پیدا کرتا ہے۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کیلئے تیمّم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شیئ کو حاصل کرادیتا ہے تو وہ ناقابلِ تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے خدائے بزرگ وبرتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہوسکتا ہے اور متقیوں سے اس

والقصور* والالبان والخمور* والحریر* والسریر* هذه سفسطة ظاهرة فاذا کان هذا فی مواعید العباد* وبالجملة لم یصل فهمی القاصر الی کنه هذه المسألة ولم ارمن تکلم فیها لکشف خافیها غیر انه لیس لنامع نص فی المذهب مجال مقال فالمسألة مسلمة قطعا لکونها منصوصا علیها فی الاصل کماعزاه له فی الخلاصة لکن لادلالة لها ولالشیئ مماعلمتُ من من فروع المذهب وتعلیلا تها علی کون الوعد یثبت قدرة مستندة بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارها کما علمت فانا استخیر الله تعالٰی فیه وحاش لله لااقطع القول به ولااجعله حکما وانما اقول کماقلت هذا ماظهر* فلیراجع ولیحرر* والله سبحٰنه ومولٰنا واٰله وصحبهٖ وسلم اٰمین۔	جنت کا وعدہ ہوا ہے تو کیا وہ ابھی جنّت میں داخل ہوگئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیاہی میں پاگئے اور حُور وقصور، شیر وشراب، ریشم وتخت سب ابھی حاصل کرلئے یہ کھلا ہوا سفسطہ ہے تو جب یہ اس کے وعدہ کا معاملہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا نہ ہی کوئی ایسا نظر آتا جس نے اس مسئلہ کا راز سربستہ کھولنے کیلئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ نصّ مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجال کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعًا مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل وجزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے کہ بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہُوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ اس سے قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی جیسا کہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا۔ تومیں خداتعالٰی سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہُوں اور خدا ہی کیلئے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح وتحقیق کی ضرورت ہے اور خدائے پاک وبرتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی اور ان کی آل واصحاب پر الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ چہارم: اقول: ظاہرًا وعدہ کی مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلًا دُوں گا یا وقت حاضر سے مقید مثلًا ابھی دیتاہُوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلًا کل دُوں گا یا

شام کو لینا یا گھنٹہ بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹہ ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو[۲] چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کیلئے امید دلانا تو وقت حاضر کیلئے منع ہی ہُوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دُوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو **کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا** (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہُوئی اور یہ بہت واضح ہے۔ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علمِ منع سے بدل جائے گا **واللہ تعالٰی اعلم** اس وعدے کا نام وعدِ ابائی رکھئے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی۔

تنبیہ پنجم: اقول:[۱] وعدہ رجائی اگر قبل نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمّم سے پہلے ہے تیمّم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن[۲] اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطورِ خود وعدہ کرلیا یہاں دو[۲] صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادہ نماز کرے گا۔

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا۔ **فان قلت** کیف ولا یخلوا لوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا عطاء بعد اباء فلا یعتبر۔ **اقول:** الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف(۳) لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید	اس لئے کہ وقت میں دے دینا مطلقًا باطل کردیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو۔ وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہُوئی۔ (ت) **اگر یہ سوال ہو** کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دُوں گا کچھ بعد میں دُوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کردے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت) **اقول:** (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعًا۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

فوعدہ لوقت حاجتہ لایحنث قطعاً وبہ تبین ان الوعد غیرالعطاء ایضاً فلو(۱)حلف لایعطی لایحنث بمجرد الوعد ایضاًفھوامربین بین فکما لاتثبت ایضاً احکام العطأ بل الرجاء کماذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظھر للعقول۔	کا انکار نہ کروں گا۔اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہر گز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے دینا اور۔اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔وعدہ ایک درمیانی امر ہے تو جیسے اس کیلئے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجاکے جیساکہ ہم نے بیان کیا۔لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔(ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانہ لم یعط وماأعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالخلاف ولاعبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب اومنعا فقدصدق اویشك فتبدل بعلم المنع۔	اس لئے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ نے جو ظنِ عطا بخشا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا،یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا،یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔(ت)

اور اگر اُس کا خُلف ظاہر نہ ہوا،مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو۲ گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو۔

فان الحقیقۃ بقیت فی السترفدارالامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقدتضاعف بالوعدوان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کماقال الامام محمدان	اس لئے کہ حقیقت تو رُوپوش ہی رہ گئی اس لئے مدار امر ظن پر ہُوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلاکہ مضمحل ہوگیا اس لئے کہ وعدہ بلاشبہہ ظنِّ عطا پیدا کرتا ہے،جیساکہ

الظاهر الوفاء ولاامكان لتعلق الظن الغالب بكلاالطرفين فاذا حدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وكذا الشك لان الرجحان يبطل التساوى فلم يبق ماتبنى عليه صحة صلاته والاصل فى الماء الاباحة وقد تبين ان التقصير منه لتركه السؤال لاجل ظن منع اوشك ظهر كونهما فى غير المحل فتعاد الصلاة لتقع البراءة بيقين* فان الصلاة من اجل مايحتاط له فى الدين* هذاما ظهر لى والعلم بالحق عند الحق المبين۔	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے" اور یہ ممکن نہیں کہ ظن غالب کا تعلق دونوں ہی جانب سے ہو۔ تو جب ظن عطا پیدا ہوگا ظنِ منع ختم ہو جائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لئے کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہوگا تو وہ دونوں جانب کی باہمی مساوات باطل کردے گا۔ اب ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت کی بنیاد رکھی جاسکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور واضح ہوگیا کہ کوتاہی اس کی ہے کہ اس نے سوال ہی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث جن (دونوں) کا بے جا ہونا عیاں ہوگیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا تاکہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہوجائے اس لئے کہ دین کے جن کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔
وبالجملة لقدطال الكلام فى هذه المسألة الثامنة ولعمرى لم يخل عن فائدة عائدة بل اشتمل ولوجه ربى الحمد على غرر درر لم تنظم ببنان البيان* ونفائس عرائس لم يطمثهن انس قبلى ولاجان* وحاصل ماقررنا فيه ان الوعد الابائى لايؤثر مطلقا والرجائى مؤثر مطلقا الا اذاكان بعد الصلاة وظهر خلفه والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔	بالجملہ اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہوگیا مگر نفع بخش فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر مشتمل ہُوا جو کبھی انگشتِ بیان سے پروئے نہ گئے اور ایسی نفیس وحسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کیلئے ہے۔ اور اس بارے میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدہ ابائی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدہ رجائی مطلقاً مؤثر ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلف ظاہر ہوجائے۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہنِ فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں

ان ابحاث کی احتیاج نے مُنہ دکھایا یاحاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان* وعلیه التکلان* ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا مولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین اٰمین۔	اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر و باعظمت ہی سے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۹ منع یعنی دینے سے انکار دو۲ قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دُوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنی کو مؤدی ہوں۔

اقول: منع ابائی کہ ہم نے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلولِ کلام ہے۔ دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبه ممن ھو معه فان منعه ولو دلالة بان استھلکه تیمم [1]	ان کے الفاظ یہ ہیں: "پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وہ پانی ختم کرڈالے تو تیمّم کرے"۔ (ت)

یونہی اگر بعض خرچ کردیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

اواستھلك البعض والباقی غیر کاف [2]۔	یا کچھ ختم کرڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے۔ (ت)

اقول: مطلوب کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پُورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

اقول: لم ارہ واذکر ماظھر لی	**اقول:** یہ میری نظر سے نہ گزرا، اب

---

[1] درمختار، باب التیمم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ بیروت، ۱/۱۳۲

بتوفیقه جل وعلا وارجو ان یکون صوابا ان شاء الله تعالٰی۔	میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ وبرتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدائے برتر نے چاہا تو درست ہی ہوگا۔(ت)

اگر[1] دوسرے کو اباحۃً دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبہ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کر یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطاو منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول: ظاہرًا بلکہ اِن شاء الله المولٰی تعالٰی یقینا منع[2] دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائے گا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولھم فی من سألة المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت وقد عبر منه فی الحلیة بالاباء۔	حضرات علماء کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جس سے تیمّم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے خبر نہ دی یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے۔(ت)

اس[3] کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائے گا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا[4] مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

(قضی) القاضی (علیه بنکوله مرة) حقیقةً (بقوله لااحلف او) حکما کأن (سکت من غیر آفة) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط[1] اھ قال ش ای ندبا[2]۔	قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا، یا) حکمًا ہو مثلًا وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری و(آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے۔

[1] الدرالمختار مع الشامی کتاب الدعوی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۷۱
[2] ردالمحتار کتاب الدعوی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۷۲

سراج۔اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ۔علامہ شامی نے فرمایا: یعنی استحبابًا۔(ت)

اقول : مگر استعمال[1] قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت وحالتِ سائل ومسئول عنہ اور ان کے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں۔یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔زید[2] نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز ودبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی۔یہ اقرار ہے طلاق ہو گئی اور اگر اُس نے ترش وگرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر وتوبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی۔یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی۔الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا۔یوں[3] ہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی،اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا ی،طلاق نہ ہوئی ورنہ ہو گئی۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی فابی فقالت دادی قال دادم ان کان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق[1]۔	کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا"مجھے طلاق دے"اس نے انکار کیا۔پھر عورت نے کہا"تم نے دی"اُس نے کہا"میں نے دی"۔اگر شوہر کے قول میں کُچھ گرانباری ہو تو طلاق نہ ہو گی۔(ت)

یونہی[4] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا۔وہ بولی ہاں میں نے بخشا[عہ] ہاں میں نے بخشا،گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا۔بولی ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں گواہو جاؤ۔علما فرماتے ہیں اس کے یہ الفاظ اقرار وانکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

عــہ فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں دو ۲ بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ ہزار آدمی گواہ ہو جاؤ۔اقول: یہ لفظ معنی طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب الھبہ باب ۱۱ میں یہ ہے:

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی	فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے:

قال لھا عند الشھود جزاك الله تعالٰی خیرا وھبت المھر فقالت [1]آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لھا انشھد علی ھبتك فقالت مرتین [2]آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الردوالاجابۃ والشھود یعرفون ذلك ان قالت علی وجہ التقریر حملت علی الاجابۃ والا علی الرد [3]۔	بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی "ہاں میں نے بخش دیا" دو بار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کہ کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وہ دو ۲ بار بولی "ہاں گواہ ہو جاؤ"۔ تو اس میں رَد وقبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کر سکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رَد پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینہ سابقہ' یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں نہ ٹھہرے گا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اُس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ مانے سکوت کرتا اور کام کر دیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینہ حاضرہ یہ ہے کہ اُس وقت وہ کسی امر عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الشھود غفر الله لك حیث وھبت لی المھر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشھود ھل نشھد علی ھبتك فقالت ہزارتن گواہ باشید قال یعرف الرد والتصدیق فی اثناء کلامھا فحمل علی ماترون کذا فی الذخیرۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)	گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا: ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہو جاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرزِ کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۲

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۲

[3] فتاوٰی الہندیۃ کتاب الھبۃ باب ۱۱ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۴۳

رہاہے یاپریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کاسکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔قرینہ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوامگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کر کے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمّم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔فتاوٰی[1] امام قاضی خان وغیرہامیں ہے: **الصریح یفوق الدلالة** [1](صریح،دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بفرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے، حلیہ میں ہے:

فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیه مالم یتم الدلیل علی خلافه ولم یوجد[2]۔	اگر یہ کہا جائے کہ ہوسکتا ہے جس سے سوال ہوااس کی حالت بدل گئی ہو۔میں کہوں گا۔اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہُوئی اور نہ پائی گئی۔(ت)

اقول: تفصیل[2] مقام بتوفیق العلّام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا [1]تو وہ اصلًا نہ دے گا یا [2]اس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا [3]وقت میں دے گامگر بعد اس کے کہ یہ تیمّم سے پڑھ چکایوں کہ اسے تیمّم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھااور اُس وقت پانی نہ دیا یا [4]اس پر مطلع نہ ہو کر دیا یا [5]عین نماز میں دے گا یا [6]نماز سے قبل۔یہ چھ[6] صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم توظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیابلکہ اُس کا ثبوت ہوگیاتو نماز و تیمّم دونوں صحیح رہےاور اخیر دو[2] بھی قابلِ بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیاآپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم اور چہارم کا حکم ابھی گزراکہ اجابت ہے باقی دو[2] صورتیں رہیں دوم وسوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیااور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کے اثبات۔اس وقت عجز ظاہر تھااور وقتِ حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھااس کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیابلکہ ثابت و محقق کردیااور یہاں **لاعبرة بالظن البین خطؤہ** (اس گمان کااعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔)(ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۵۹/۲

[2] حلیۃ

صادق نہ آیا ورنہ چاہے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہو جائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے قابو میں سوال ہی تھا یہ اسے بجالا چکا محیط وبحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ماعلیہ [1] (اس کی نماز ہو گئی اس لئے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجالایا۔ت) حلیہ سے گزرا:

فعل مافی وسعه قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلاینقلب غیر جائز [2]۔	اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجالایا تو دفع حرج کے پیش نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہوا تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔(ت)

اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُس کا چُپ رہنا اور اسے تیمّم کرتے اور نماز تیمّم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ وحلیہ سے گزرا:

انه اذا ابی تأکد العجز فلاتعتبر القدرة بعد ذلك [3]۔	اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔(ت)

بدستور اس کے قابو میں سوال تھا اُسے بجالایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط وبحر وحلیہ سے گزرا اگر کہیے وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمّم سے پڑھ لی اُس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجالایا اُس پر کیوں الزام ہے۔

اقول: سوال مطلوب بالذات ومنتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برآ ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع واجابت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی **کماتقدم** (جیسا کہ گزرا۔ت) تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کرے گا۔

الاتری ان الحلیة جعلت تأکدالعجز عبارة اخری عن هذا المعنی اعنی فعل مافی وسعه کماتقدم فی المسألة السابعة۔	دیکھئے کہ اس معنی اس کے بس میں جو تھا بجالایا کی دُوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کے قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔(ت)

---

[1] البحرالرائق، شرح کنزالدقائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۶۲

[2] حلیہ

[3] حلیہ

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا، کما تقرر (جیسا کہ گزرا۔ت) اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پُوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہٖ ترک اخبار ہے اور سوال شَے پر سکوت بعینہٖ انکار عطا نہیں جس کی وجوہ اُوپر گزریں **وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔**

ثمّ اقول: یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اس[1] نے پانی دیکھا اور اصلًا نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہُوئی اور پانی لایا اس صورت میں بلاشبہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہے، نمبر ۱۵۹ میں محیط سے گزرا:

لم تجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذالم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ[1]۔	اس کی نماز نہ ہوئی اس لئے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہوئی۔(ت)

حلیہ سے ابھی گزرا:

فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[2]۔	اس لئے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پُوری کوشش صرف نہ کی۔(ت)

بلکہ[2] اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمّم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلاسوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع کرخی وبدائع وحلیہ میں ہے:

اذاغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ فاذافرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظھر	جب اسے غلبہ ظن ہو کہ نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار رہے جب فارغ ہوجائے اس سے مانگے۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[1] محیط

[2] حلیہ

انه کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله وان ابی فصلاته ماضیة لان العجز قدتقرر[1] اھ۔

ازسرِنَو نماز ادا کرے۔ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لئے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (ت)

اقول: تقرره ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر عارض کما قالوه فی الحلیة وغیرها فی دلیل قول الامام اذاوعده احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجة اوشح وقدظهرا نتفاؤهما ببذله الاٰن فظهر انه لوسئل قبل لبذل لان خصوصیة الوقت ملغاة بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبله اذلو کان محتاجا الیه قبل لانفقه اوبقی محتاجا الیه الاٰن فاذا کان هذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوه ارسالا ولم یقیدوه بما اذالم یره یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولٰی کما لایخفی والله تعالٰی اعلم۔

اقول: اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت: "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے" پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لئے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اِس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لئے کہ خصوصیّتِ وقت ساقط وبیکار ہے۔ بلکہ وقت کا مؤخر کرنا اس سے پہلے دے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کرلیا ہوتا یا اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علماء نے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمّم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

اور یہاں دو۲ صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعدِ خروج وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمّم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علماء نے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمّم سے

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر کہ اخیر وقت تیمّم سے پڑھے گا اُس کے خود اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ**[1] نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں عہ۱ مطلقاً نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمّم کرتے اور تیمّم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا عہ۲ مطلقاً مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اوّل تا آخر سوائے استہلاک کہ دُرمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں

فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی وله الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان* والله ورسوله عنه بریاٰن* جل وعلا وصلی الله تعالٰی علیه وسلم* واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	تو اس کی مراجعت اور تنقیح کرلی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کے وساوس سے ہے خدائے بزرگ وبرتر اور اس کے رسول انور ان پر خدائے برتر کی طرف سے سلام ورحمت ہو اس سے بری ہیں اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰: منع[2] کے بعد دینا مفید نہیں کمافی الزیادات وصدر الشریعة والغنیة والبحر یأتی (جیسا کہ زیادات، صدر الشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

اقول: اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود یا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمّم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید ومعتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمّم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگے پر توجہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

عــہ۱ مطلقاً مبطل نماز نہ کہا کہ بصورتِ وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وہ خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عــہ۲ یہ صورت وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی نہ کہ یہ پانی مبطل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

متحقق اور تیمّم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ **من سعی فی نقض ماتم من جهته فسعیه مردود علیه** (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمّم ٹوٹے گا اور آئندہ کیلئے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لے لے نماز و تیمّم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہُوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے تیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمّم کو باطل کرتا ہے **کماتقدم عن الخانیة** (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالہ سے گزرا۔ت)

مسئلہ ۱۱: اقول[۱] دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ تیمّم اگر بوجہ عطا ناجائز ہُوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمّم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمّم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمامِ نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اُس عطا سے تیمّم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمّم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُس وقت ہے جب کہ پانی ابھی خرچ نہ ہُوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمّم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضوءِ پُورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اس کو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمّم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحتِ آب بلکہ نرا وعدہ ناقضِ تیمّم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اُس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اُسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمّم سابق باقی رہا کہ بیع[۲] میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکه ولایملك المشتری التصرف فیه وان قبضه باذن البائع[1]۔	بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

[1] الہدایہ خیار شرط مکتبہ عربیہ کراچی ۲/ ۵۳ جز ۳

اور جب وہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہُوئی اور تیمّم بحال رہا کما قدمنا فی نمرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ (جیسا کہ نمبر ۱۴۷ و ۱۶۱ میں ہم نے بیان کیا۔ت) تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا۔ فتح القدیر نواقض تیمّم میں ہے:

والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ والحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لاینتقض تیممه وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانه انما ابیح للشرب[1] اھ اقول: والمراد مایجمعهما معًا ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کمایستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لوکانت احدهما لم تکف وان کان (۱) المتبادر من تلك العبارۃ کفایۃ احدهما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان۔	قدرت سے مراد وہ ہے جو شرعی و حسّی دونوں کو عام ہو یہاں تک کہ اگر سبیل کا پانی پایا تو اس کا تیمّم نہ ٹوٹے گا اگرچہ حسّی قدرت ثابت ہے اس لئے کہ وہ پانی صرف پینے کیلئے مباح ہوا ہے اھ۔**اقول:** مراد وہ ہے جو دونوں قدرتیں جمع کردے یعنی دونوں ہی قدرتوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے جیسے عامِّ اصولی اپنے تمام افراد کا احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ اگر صرف ایک قدرت ہو توکافی نہ ہوگی اگرچہ اس عبارت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایک بھی کافی ہو اس لئے کہ عام کسی بھی خاص کے ضمن میں متحقق ہوجاتا ہے۔(ت)

فائدہ[۲]: پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمّم کی تین ۳ صورتیں اُوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کیلئے ہے۔وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُس کا مالک ہُوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔یہ چوتھی عــہ فقیر نے اضافہ کی کہ وہ پانی کہ بشرط خیار بائع خرید کر اُس پر باذن بائع قابض ہوا جب تک خیار جاکر بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کُچھ جائز نہیں۔

اقول: اور انہیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اس کی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۳۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے

عــہ مگر اس نے پانی سے عجز کے نمبروں میں اضافہ کیا کہ یہ وہی نمبر ۵۳ ملک غیر ہے۔(م)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۱۹

کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقت اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جس میں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہے گا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۲۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰و۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴تا۱۶۶) خنثٰی وانثٰی ومرد میت کا تیمّم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و۱۴۸وتنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس ۲۴ ہوئیں اور پچیسویں ۲۵ یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصّہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمّم کیا پھر حدث ہُوا اس کیلئے تیمّم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہٰذا اُس کیلئے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصّہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کیلئے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابویوسف کے نزدیک حدث کا تیمّم نہ جائے گا کہ پانی اگرچہ اس کیلئے کافی تھا مگر شرعًا یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "الطلبة البدیعة" کے آخر میں مفصّل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے **وقد رجحنا فیھا قول محمد** (اس میں ہم نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲: ضرور یہ **اقول:** یہاں[1] دو[2] مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمّم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمّم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرنا شرط صحت تیمّم ہے بے اس کے تیمّم و نماز مطلقًا فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

وقداخذ به السادسة الجلة ابوالسعود وط وش فی حواشی الکنز والدر علی مانص علیه فی المعتمدات ان لوصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد والا لا[1] کمافی الدروقدمنا فی المسألة السابعة	سید ابوالسعود، سید طحطاوی اور سید شامی نے کنز اور در مختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح آئی ہے کہ اگر تیمّم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پُوچھ سکتا تھا پھر اس نے

[1] در مختار، باب التیمم، مکتبہ مجتبائی دہلی، ۱/۴۴

عزوہ للمحیط والحلیۃ والزیلعی والبدائع ایضاً بأن فی البحر عن السراج لوتیمم من غیر طلب وکان الطلب واجباً وصلی ثم طلب فلم یجدہ وجبت علیہ الاعادۃ [1] اھ ومفادہ ان تجب الاعادۃ ھنا وان لم یخبرہ [2] اھ ھذا لفظ ش ومثلہ فی ط وفتح اللہ المعین۔

پانی کی خبر دی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بدائع کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان سادات محشین کا ماخذ یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ: اگر بغیر تلاش کیے تیمّم کرلیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیہ طحطاوی اور فتح اللہ المعین بھی ہے۔

اقول: رحمھم (۱) اللہ تعالٰی ورحمنا بھم این ھھنا وجوب الطلب وکیف یجب وھو لایدری ان الماء قریب ام لافضلا عن غلبۃ الظن بالقرب انما الواجب ھھنا السؤال عمن یظن ان عندہ علماً بحال الماء وفرق بیّن بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنہ قادرا علی الماء فبطل تیممہ مالم یطلب قبل التیمم فیظھر خطؤ ظنہ امامن ظن ان عند ھذا علماً بحال الماء فھو لایدری انہ ان سألہ یخبرہ بقرب الماء اوبعدہ فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزہ الظاھر فصح تیممہ وتمت صلاتہ الا ان یظھر القرب فتجب الاعادۃ لان التفریط جاء من قبلہ بترك السؤال۔

اقول: (میں کہتا ہوں) خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں؟ قریب کا غلبہ ظن ہونا تو دُور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اس لئے کہ جسے قربِ آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمّم باطل ہے جبکہ قبل تیمّم تلاش نہ کرلے کہ اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دُور ہونا بتائے گا تو

[1] البحر الرائق مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱
[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی، مصر ۱/۱۸۱

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہُوا تو یہ اس کے عجز ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لئے اس کا تیمّم صحیح ہے اور اس کی نماز تام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لئے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی اس نے دریافت نہ کیا۔(ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظن عطا اگر بے مانگے تیمّم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب یہ ہے کہ یہاں عبارات جانب مبنی افادہ اشتراط پرآئیں اور جانب حکم صحت تیمّم و نماز پر۔اُدھر [۱]کافی و [۲]خانیہ و [۳]خزانۃ المفتین و [۴]نہایہ و [۵]چلپی و [۶]خزانہ و [۷]برجندی کی عبارتیں جن میں تیمّم کی نسبت **لایجوز** ہے مثلاً **لایجوز التیمم قبل الطلب** [1] (قبل طلب تیمّم جائز نہیں۔ت) اگر معنی نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام [۸]صفار و [۹]قدوری و [۱۰]ہدایہ و [۱۱]تبیین و [۱۲]منیہ و [۱۳]غنیہ و [۱۴]ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحةً **لایجزئه** (کفایت نہیں کرسکتا۔) ہے۔مثلاً **صلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئه** [2] (قبل طلب تیمّم سے نماز ادا کرلی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ت) قابلِ تاویل نہیں۔منیہ نے مسئلہ اولیٰ سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ **لایجزئه قبل الطلب کمافی عمرانات** [3] (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ت) انہیں کے قریب ہے [۱۵]مبسوط و [۱۶]شرح وقایہ و [۱۷]جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ **ان لم یطلب وصلی لم یجز** [4] **ولفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز** [5] (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں: طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ت) بحث علّامہ ابراہیم حلبی سے گزرا **لاتصح الصلاۃ بدونه** [6] (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ت) [۱۸]حلیہ میں زیر مسئلہ **جنب وجد الماء فی المسجد** [7] (جنابت والا جسے مسجد میں پانی ملا۔ت) اسی

---

[1] البرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۸

[2] المختصر للقدوری باب التیمم مکتبہ مجتبائی کانپور ص ۱۲

[3] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰

[4] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[5] جواہر اخلاطی (قلمی) باب للتیمم ۱۳

[6] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

[7] حلیہ

مسئلہ سوال از رفیق پر تفریعات میں فرمایا **وحیث یجب لایصح تیممه الا بعد المنع**[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمّم درست نہیں مگر بعد انکار جن سے لازم کو بے مانگے تیمّم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقًا باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہوجائے کہ مانگے سے نہ دے۔ادھر مسئلہ پنجم میں ۱زیادات و۲جامع کرخی و۳محیط سرخسی و۴خلاصہ و۵وجیز و۶شرح وقایہ و۷حلیہ و۸عالمگیریہ و۹بحر اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و۱۰صدر الشریعۃ وغنیہ عــہ۱ وبحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبہ ظن عطا سے نہ تیمّم باطل ہو نہ نماز اگر ظن عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح وتام ہیں۔کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہُوئی۔

واناا قول: وباللّٰه التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن عطا حکم ظاہر وحاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے (ع‍ـہ۲) اور بحال شک وظن منع حکم ظاہر وحاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہوجائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرلے گا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہوکر نفل رہ جائیں گی کما مصرح بہ فی محلّہ (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ت) رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اقول: قریب پانی شرعًا مقدور ہے تو ظنِ قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمّم شرعًا معدوم اور معدوم صحیح نہ ہوجائے گا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہُوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہوسکتی ہے **نظیر ماقدمناہ فی مسألة الوعد ووجدنا التصریح به فی مسألة الرجاء فی الکافی والکفایة** (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلہ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی وکفایہ میں مسئلہ اُمید کے

عــہ۱: یہ عبارت قوانین ہیں جن کا حوالہ مسئلہ ہفتم میں ہے ۱۲ (م)

عــہ۲: اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہو یا حکمًا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

اندر ملی۔ت) لہٰذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعہ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے، اور ایک توجیہ مع اشارہ تضعیف افادہ پنجم صفحہ ۶۶۱ طبع اول میں گزری کہ جب تک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں۔ فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

المصیر(ا) الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانه لایجوز[1]۔	دلیل قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیل ظنی کو لینا جائز نہیں۔(ت)

مسئلہ قُرب وبُعد میں تحصیل علم بے دقّت متیسر نہیں لہٰذا ظن پر مدار رہا اور مسئلہ عطا و منع میں متیسر لہٰذا ظن معتبر نہ ہُوا مگر جب کہ درک حقیقت نہ ہو۔

اشرت الی ضعفه بقولی یمکن ان یوجه **اقول:** ووجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضاً فیکون ترجیحاً للثانی من اقوال المسألة السادسة وانما الراجح بل الراجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لاوجوب الا عند ظن العطاء۔	میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول:** اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلہ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہوگی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع ومآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنِّ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔(ت)
فان قلت اذن ماالجواب عما مر من منع بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول:** لاتیسر اذالم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وھی مظنونة ھنا اومحتملة علی سواء وقد نھی عـه المشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسه للذل۔	**اگر سوال ہو** کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیل یقین میسر ہوتے ہوئے ظن پر عمل جائز نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول:** ظن عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیل یقین میسر وآسان نہیں اس لئے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔ اور شرع مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلّت میں لائے۔(ت)

عـه کماتقدم فی المسألة السادسة ۱۲ منه غفرله (م) | (جیسا کہ مسئلہ ششم میں گزرا۔ ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] فتح القدیر باب شروط الصّلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵

فأن قلت اذن یجب ادارة الامر علی ظنه فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاته وان اعطی بعدفیترجح مافهمه المحقق من تفریعاتهم فی الخلاصة وغیرها کما مر فی المسألة الخامسه **اقول**: وقدکان الاصل ایجاب السؤال لتیسره فی نفسه وانما رفع عنه لعارض فاذا ظهرت الحقیقة عملت عملها وزال ماکان لعارض وهو اقامة الظن مقامها کماتقدم عن صدر الشریعةوهذاماوعدنا ثمه* من ان للکلام تتمة*هذا کله ماظهر للقلبی* والعلم بالحق عند ربّی* ان ربی کل شیئ علیم *وصلی الله تعالٰی علی الحبیب الکریم* واٰله وصحبه اولی التکریم* والحمدلله رب العٰلمین۔	**اب اگر یہ سوال ہو** کہ پھر تو ظن منع کی صورت میں مدار کااس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ تحصیل یقین دشوار ہے تو اگر وہ بعد میں دے دے جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعات مشائخ سے محقق علی الاطلاق نے سمجھا جس کا ذکر مسئلہ پنجم میں گزرا **اقول**: (جوابًا میں کہوں گا) اصل تو یہی تھا کہ مانگنا واجب کیا جائے کیونکہ فی نفسہٖ یہ میسر وآسان ہے اور عارض کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھالیا گیا پھر جب حقیقت ظاہر ہو جائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، جیسا کہ صدر الشریعۃ کے حوالے سے بیان ہوا۔یہی وہ ہے جس کا ہم نے وہاں (افادہ پنجم صفحہ ۶۶۲ طبع اول میں) وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔بلاشبہہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل واصحاب پر درود نازل فرمائے۔اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خداہی کیلئے ہیں۔(ت)

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

ذکرِ قوانین: یہ مسائل بفضلہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی کر سکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی، اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا چاہیے۔یہ معیار پیش نظر رکھ کر قوانین علما مطالعہ ہوں:

الامام القانون الصدری	**اوّل قانون امام صدر الشریعۃ**:
الامام صدر الشریعة نقل اولا عن المبسوط ان لم یطلب وصلی لم یجز لان	امام صدر الشریعۃ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت نقل کی: "اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

الماء مبذول عادة وعن موضع اٰخر منه علیه ان یسأل الاعلی قول حسن بن زیاد فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة مبذول عادة[1]۔

ثم عن الزیادات ماتقدم فی المسألة الثالثة من انه یقطع الصلاة ان ظن العطاء والالا وادرج فیه مامر فی المقام الثانی من وجوب السؤال فی الشك ایضا اذا رأی خارج الصلاة لان العجز مشکوک۔ قال ثم قال فی الزیادات فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه اواعطی بثمن المثل وهو قادر علیه استأنف الصّلاة واذا ابی تمت صلاته وکذا اذا ابی ثم اعطی لکن ینتقض تیممه الاٰن۔

ثم قال رحمه الله تعالٰی اقول ان اردت ان تستوعب الاقسام کلها فاعلم انه اذا رأی الماء خارج الصلاة وصلی ولم یسأل بعد الصّلوٰة لیظهر العجز والقدرة فعلی ماذکر فی المبسوط سواء غلب علی ظنه الاعطاء اوعدمه اوشك فیهما وهی مسألة المتن۔ واذا رأی فی الصلاة ولم

تو جائز نہیں اس لئے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔ اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی: "اس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ نہیں اس لئے کہ مانگنے میں ذلّت ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔ پھر زیادات سے وہ کلام نقل کیا جو مسئلہ سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے درج کردی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا ہو اس لئے کہ عجز مشکوک ہے"۔ تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے: "پھر جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے مانگا اس نے دے دیا یا ثمن مثل پر زور دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو وہ از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کردیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر (بعد میں) دے دے لیکن اب اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا"۔ پھر صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر فرمایا: "میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو معلوم ہو کہ جب اس نے بیرونِ نماز پانی دیکھا اور نماز پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا۔ خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔ اور جب اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

یسأل بعدھافکذاوان رأی خارج الصّلاۃ ولم یسأل وصلی ثم سأله فان اعطی بطلت صلاته وان ابی تمت سواء ظن الاعطاء اوالمنع اوشك فیھماوان رأی فی الصلاۃ فکما ذکر فی الزیادات لکن یبقی صورتان احدھما انه قطع الصلاۃ فیمااذا ظن المنع اوشك فسأله فان اعطی بطل تیممه وان ابی فھو باق والاخری انه اذااتم الصلاۃ فیما اذاظن انه یعطی ثم سأل فان اعطی بطل صلاته وان ابی تمت لانه ظھران ظنه کان خطاء بخلاف مسألۃ التحری [1] الٰی اٰخر ماتقدم فی الافادۃ الخامسۃ۔

قوله العجز مشکوک)تقدم مافیه قوله (فاذا فرغ من صلاته)**اقول**: لم ینقل عبارۃ الزیادات متسقۃفان تعین فیھامرجع فرغ الٰی من ظن منعااوشك فذاك والا فھو للمصلی مطلقا لاسیما وقد

طلب نہ کیاتو بھی یہی حکم ہے اور اگر بیرونِ نماز دیکھااور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے توپُوری ہوگئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو۲ صورتیں رہ جاتی ہیں: ایک یہ کہ اس نے ظن منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کا تیمّم باطل ہوگیا اور انکار کردے تو باقی ہے۔دوسری صورت یہ کہ ظنِّ عطا کی صورت میں اس نے نماز پُوری کرلی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا برخلاف مسئلہ تحری کے اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادہ پنجم کے تحت گزرا۔

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعۃ کے مندرج قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۲) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز فارغ ہوجائے" **اقول**: صدر الشریعۃ نے زیادات کی عبارت مرتب ومسلسل نہ ذکر کی۔اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہوجائے گی) ضمیر کا مرجع "**من ظن منعااوشک**" (جو نہ دینے کا گمان کرے

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

وقع بعد قولہ وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ فیشمل الصورۃ الاخری التی ذکر رحمہ اللہ تعالٰی انہا متروکۃ۔

قولہ وکذا اذا ابی ثم اعطی)اقول الکلام فیما بعد الصلاۃ لکن البعدیۃ انما تلزم فی العطاء سواء کان الاباء قبل الصلاۃ کما اذا سأل قبلہا فابی فتیمم فصلّی ثم اعطی بسؤالہ اوبدونہ اوبعد الصلاۃ کما اذا علم فیہا فاتمہا ثم سألہ فابی ثم اعطی سؤالہ الاٰخر اوبغیرہ مضت الصلاۃ فی الوجہین امالوکان العطاء قبل تمام الصّلوٰۃ بعد الاباء فانہ ینسخ الاباء مطلقا کما قدمنا فی المسألۃ العاشرۃ۔

قولہ فعلی ماذکر فی المبسوط)ای لم تجز صلاتہ لترکہ الطلب وجوز اخی چلپی ان یکون المراد بمافی المبسوط قول الحسن **اقول:** انما(۱) یسند الی الکتاب مااعتمدہ لاماأوردہ وردہ۔

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدر الشریعۃ نے لکھا ورنہ یہ ضمیر مطلقاً "مصلی" کیلئے ہوگی خصوصاً جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں "اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا" اس تقدیر پر یہ کلامِ زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدر الشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔(ت)

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول:** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کردیا اب اس نے تیمّم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ اسے اندرون نماز علم ہُوا تو اس نے نماز پُوری کرلی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کردیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پُوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقاً منسوخ کردے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں نے ہم نے بیان کیا۔(ت) (۴) صدر الشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوئی کیونکہ اس نے طلب ترک کردی اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے (مافی المبسوط جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ اقول کتاب کی طرف سے اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کردی۔(ت)

قولہ وھی مسألۃ المتن)اعتاص ھذااللفظ علی اخی چلپی فان فی المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانہ باتفاق ائمتنا الثلثۃرضی اللہ تعالٰی عنھم ولفظ المتن قبل طلبہ جاز خلافا لھمافھما مختلفان حکماوروایۃ معًا فکیف یقال ان مافی المبسوط ھی مسألۃ المتن فاولہ بقولہ معناہ ان الخلاف المطلق ثابت فیھا غایۃ مافی الباب ان روایۃ المتن علی خلاف روایۃ المبسوط فی بیان الاختلاف [1] اھ ولاجل ھذا جوز ان یکون المرادبہ قول الحسن کی یحصل الوفاق بینہ وبین حکم المتن **اقول:** وکیف یصح لمجرد الاتفاق فی مطلق الاختلاف جعل نقیضین واحداوانماالمعنی ان الصورۃ المذکورۃ فی المبسوط ھی المذکورۃ فی المتن وھی الرؤیۃ خارج الصلاۃ وان اختلفا فیھا حکماوروایۃ۔

قولہ فکذا)ای لم تجز صلاتہ سواء ظن منحااومنعا

(۵) الفاظ صدر الشریعۃ(وھی مسألۃ المتن یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) یہ لفظ اخی چلپی کیلئے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں "اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے "اور " صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔ تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ "جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔اب اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل فرمائی: "اس کا مطلب ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو یقینا ثابت ہے۔زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیانِ اختلاف میں متن کی روایت، مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے"اھ اسی لئے انہوں نے کہاکہ ہوسکتا ہے کہ "ماذکر فی المبسوط" (مبسوط میں جو مذکور ہے) سے مراد حسن کا قول ہوتا کہ اس میں اور حکم متن میں مطابقت ہوجائے۔اقول محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کو ایک قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ وھی مسألۃ المتن(یہی مسئلہ متن ہے) کا معنٰی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے وہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھنا اگرچہ مبسوط و متن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔(ت) (۶) لفظ صدرالشریعۃ"فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

او شک۔

کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔(ت)

قوله وان رأی فی الصلاۃ) **اقول**: ای وسأل بعدھا لیفارق المذکور سابقاولانه المذکور فی الزیادات۔

(۷) الفاظ صدر الشریعۃ وان رأی فی الصّلاۃ (اور اگر اندرونِ نماز دیکھا اقول یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جُدا ہو جو پہلے ذکر ہُوئی اور اس لئے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے۔(ت)

قوله فکماذکر فی الزیادات **اقول**: ای ان اعطاہ استأنف وان ابی تمت ولم یقل ھھنا فکذا کماقال قبل لان ثمه ذکراولا ماھو مذکور فی المبسوط فاسندہ الیه ثم صورۃ اخری **یوافقه** فی الحکم فاحالھا علیه اماھھنا فذکراولا مالیس فی الزیادات فاذا اتی علی مافیھا اسندہ الیھا ولم یفھم الکلام من[عـه] فسرہ بقوله ای الحکم علی التفصیل المذکور وھو انه ان غلب علی ظنه الاعطاء قطع الصلاۃ والالا[1] اھ فان(۱) الکلام فیمن سأل بعد الصلاۃ وماذا بقی له حتی یقال یقطع اویتم۔

(۸) الفاظ صدر الشریعۃ (تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول**: یعنی اگر اسے دے دیا تو از سرِنو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پُوری ہو گئی یہاں پر "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف کی۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کیلئے اوپر والے حکم کا حوالہ دے دیا لیکن یہاں پر پہلے وہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آئے جو زیادات میں ہے تو اسے اس کی طرف منسوب کیا۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں: "یعنی حکم بر تفصیل مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کیلئے باقی کیا رہا کہ "توڑے" یا "مکمل کرے" بولا جاسکے۔(ت)

[عـه] وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ (م)

(یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲۔ت) یعنی مولانا عبدالحٰی فرنگی محلّی م ۱۳۰۴ھ۔

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

قولہ لکن تبقی صورتان) **اقول:** الاخری(۱)ان فرض ترکھا فی الزیادات فلم تترك فی کلامکم لان من رأی فی الصلاۃ وسأل بعدھا یشملھا قطعا والاحالۃ علی الزیادات للحکم لاللتصویر۔

(۹) الفاظ صدر الشریعۃ (لیکن دو۲ صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول:** اگر فرض کرلیا جائے کہ دوسری صورت میں زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لئے کہ "جس نے اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو بھی قطعًا شامل ہے۔رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے،بیان صورت سے متعلق نہیں۔(ت)

قولہ احدھما) قال اخی چلپی یمکن انفھامھا من قولہ وکذا ابی ثم اعطی لانہ صریح فی ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتأمل[1] اھ

اقول: قولہ(۲)کذا ای تمت صلاتہ فاین فیہ ان الاعطاء ناقض بل فیہ ان الاعطاء بعد الاباء ھباء نعم لوقال یمکن انفھامھا من قولہ اذا اعطاہ استأنف واذا ابی تمت فانہ صریح الخ لاتجہ ولعلہ سبق قلم ومن التقصیر(۳) قول من عـہ قال لاذکرلھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمھما باطلاقہ واشارتہ[2] اھ فلم ترك قولہ اذا اعطی استأنف لیدل علی حکم الوجھین فی الصورتین۔

(۱۰) لفظ صدر الشریعۃ"احدھما" (ایک صورت یہ کہ الخ)اخی چلپی نے کہا:"یہ صورت ان کے قول"اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے دے"سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تام ہوجاتی ہے فتأمل اھ،اقول: ان کا لفظ ہے"کذا"(اس طرح) یعنی اس کی نماز پُوری ہوگئی۔اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے .بزیادات کے الفاظ(وان ابی تمت اور اگر انکار کردے تو نماز پُوری ہوگئی)بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا ڈھول ہے۔ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول(جب دے دے تو از سرِنو ادا کرے اور انکار کردے تو نماز پُوری ہوگئی)سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تام کردینے والا ہے"تو یہ کہنا درست ہوتا۔شاید یہ سبقت قلم ہے یہ کہنے میں تقصیر ہے کہ "ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

عـہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م)

(قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولٰنا عبدالحہ فرنگی محلّی) ہیں ۱۲۔ت)

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

ثمّ ان کان فی(۱) قول الزیادات مرجع فرغ من صلاته المصلی مطلقالم یصح قوله لاذکرلهما فی العبارات السابقة صریحا وان کان مرجعه خصوص من ظن منعًا اوشك لم یصح قوله باطلاقه فان المباین لایدخل فی اطلاق مباینه۔ **فانقلت** لعله وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارة ولمن ظن منعا اوشك وقطع الاطلاق۔

اقول : ولایصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔هذا واقول ضبط کل کلام هذا الامام فی نصف سطر انه ان لم یسأل اواعطاه بطل مافعل من تیمم وصلاۃ وان ابی تم فالشرط الاول یشمل مااذالم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذاسأل فاعطی ویبقی للثانی مااذاسأل فلم یعط ویدل باطلاقه علی انه سواء

زیادات کے الفاظ (**اذا اعطی استانف** جب دے دے تو از سر نو پڑھے) کو بھی کیوں نہ ذکر کیا کہ دونوں صورتوں کی دونوں شکلوں پر دلالت ظاہر ہو۔(ت)

پھر اگر زیادات کی عبارت میں **فرغ من صلاته** (وہ اپنی نماز سے فارغ ہو) کا مرجع مطلقًا مصلی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ "سابقہ عبارتوں میں صریحًا ان دونوں صورتوں کا کوئی ذکر نہیں" اور اگر اس کا مرجع خاص **من ظن منعا اوشک**" (وہ جسے انکار کا گمان یا شک ہو) ہے تو "**باطلاقه**" (اپنے اطلاق سے) کہنا درست نہیں۔اس لئے کہ مباین اپنے مباین کے اطلاق میں داخل نہیں ہوتا۔(ت)

اگر یہ کہو کہ شاید انہوں نے بطور توزیع و تقسیم ذکر کیا ہو تو جسے عطا کا گمان ہو اور نماز پوری کرلے اس کے لئے لفظ "اشارہ" رکھا اور جسے انکار کا گمان ہو یا شک ہو اور نماز توڑ دے اس کیلئے لفظ "اطلاق" رکھا۔(ت)

اقول: (میں کہوں گا) یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ نماز توڑنا نماز پڑھ چکنے اور اس سے فارغ ہونے کے مباین ہے تو "اطلاق" میں کیسے داخل ہوگا۔یہ ذہن نشین رہے **اقول**: امام صدر الشریعۃ کے پُورے کلام کا ضبط نصف سطر میں یہ ہے کہ "اگر وہ سوال نہ کرے یا اسے دے دے تو جو تیمّم اور نماز اس نے ادا کیا وہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کردے تو تام ہوا" تو پہلی شرط اس صورت کو شامل ہے جب اس نے مانگا نہیں اور اس نے دے دیا یا نہ دیا اور اس صورت کو بھی جب اس کے

فی کل ذلك ظن منحا اومنعا اوشك ورأه خارج الصلاۃ اوفیھا فقطع اواتم وان اردنا زیادۃ ماقدم عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری ولواعطاہ بعد الصلاۃ فیبقی العطاء فی الاولٰی مقیدا بما اذالم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء ویبقی للثانیۃ شقان سأل فلم یعط اواعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منحا اومنعًا اوشك غیرانه ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والالا۔

اپنے اطلاق اور اشارہ سے ان کے حکم پر دال ہیں"۔اھ مانگنے پر اس نے دیا اور دوسری شرط کے تحت وہ صورت رہے گی جب اس کے مانگنے پر اس نے نہ دیا۔اور کلام اپنے اطلاق سے یہ بھی بتائے گا کہ ان باتوں میں یہ سب صورتیں یکساں ہیں اسے دینے کا گمان رہا ہو یا نہ دینے کا یا شک رہا ہو اور اس نے بیرونِ نماز دیکھا ہو یا اندرونِ نماز دیکھ کر نماز توڑ دی ہو یا پُوری کی ہو۔اور انہوں نے زیادات کے حوالہ سے جو پہلے بیان کیا اگر ہم اس کا بھی اضافہ کرنا چاہیں تو دوسرے جملہ شرطیہ میں یہ الفاظ بڑھادیں "اگرچہ بعد نماز اسے دے دیا ہو" تو پہلے جملہ شرطیہ میں دینا اس سے مقید رہے گا کہ انکار کرکے بعد نماز دینا نہ ہو اور دوسرے جملہ کے تحت دو۲ شقیں رہ جائیں گی (۱) مانگنے پر دیا نہیں (۲) یا انکار کرکے بعد نماز دیا پھر اس کے بعد ہم یہ بڑھادیں "خواہ اسے دینے کا گمان رہا ہو یا انکار کا، یا شک رہا ہو مگر یہ ہے کہ اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔(ت)

اقول: ولایخرج منه ماأذا سأل فلم یعط ولم یاب بل سکت وذلك لماقدمنا ان اعطاہ بعد السکوت قبل ان یراہ یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباہ فدخل فی الاول اعنی اعطاہ وان کان ھذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمه اباء وکان الحکم ح للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم ح للسکوت من جھۃ انه

اقول: اس سے وہ صورت خارج نہ ہوگی جب مانگنے پر اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا یہ اس لئے کہ ہم بتاچکے کہ اگر خاموش رہنے کے بعد اسے تیمّم سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے قبل دے دیا تو یہ خاموشی انکار نہیں تو یہ اول یعنی "اعطاہ" (اسے دے دیا) میں داخل ہے اور اگر یہ بعد نماز ہے تو اس دینے سے پہلے انکار نہ پایا گیا اور اس صورت میں حکم عطا کا ہے سکوت کا نہیں۔ورنہ (اگر بعد سکوت تیمّم سے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے پہلے دینا نہ ہوا) وہ سکوت انکار ہو کر شرط ثانی میں داخل ہوگا۔اور اس صورت میں حکم

دلیل المنع۔

لکن **اولا** بقی(ا)ما اذاسأل فلااعطی ولاابی بل وعدثم اخلف فان کان ھذاالوعد قبل الصلاۃ اوفیھابطل تیممه قطعا وان لم یعطه ولم یدخل فی قوله ان لم یسأل اواعطاہ لانه سأل ولم یعط وکذلك ان وقع بعدھاواختیر بطلانھا مطلقاوان قلنا کماھوالظاھر واللہ تعالٰی اعلم ان الصلاۃ ماضیة ان ظھر خلفه فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قوله ان ابی لان من وعد لایقال انه منع وابی الاان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علٰی خلافه کمابینا۔

فان قلت بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی ماأل الیه الامر۔

اقول: ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیه وذلك لان الاخلاف ان کان اباء مستندا ای من حین وعد

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے۔

لیکن **اولا** وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تواس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہوا ہو تو اس کا تیمّم قطعًا باطل ہوگیا اگرچہ اس نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگر اس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہُوا۔اس لئے کہ اس نے مانگااور اس نے نہ دیا اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہوا۔اس میں مطلقًا بطلان نماز اختیار کیا گیا ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے یہ کہا کہ نماز ہوگئی اگر وعدہ خلاف ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لئے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع وانکار کیا لیکن اگر یہ دعوٰی کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرطِ اوّل کے تحت داخل ہے۔لیکن اس دعوٰی پر دلیل کی ضرورت ہے۔اور دلیل کہاں؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔(ت)

اگر یہ کہے کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرط ثانی کے تحت داخل ہوگی۔اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا۔

اقول: (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سُود مند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے،

وردت المسألة الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاۃ واخلف فقد اثر مع کونہ اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانہ سأل ولم یعط فلم توجد شریطۃ الابطال فلم بطلت فلامحید الاجعل الوعد عطاء بعینہ وھو خلاف المعقول والمدلول واللہ تعالٰی اعلم۔

وثانیا: کون(۱) ماء الطھارۃ مبذولا عادۃ فی کل مکان* بطلانہ غنی عن البیان* یعرفہ البلہ والصبیان وشان المبسوط یجل عن ارادتہ فوجب ردہ الی ماوفق بہ الائمۃ الجلۃ ابوبکر الجصاص وابوزید الدبوسی وابونصر الاصغار علیھم رحمۃ الغفار ان المراد موضع لایعز فیہ الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن العطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنہ الاعطاء اوعدمہ اوشک۔

وثالثا: ھل(۲) السؤال مطلقا سواء ظن ظنا اوشك واجب علیہ غیرمشترط لصحۃ الصلاۃ ام ھو شرطھا علی الثانی کیف صح الشروع فیھا بلاسؤال وکیف جاز المضی فیھا لمن ظن

تو پہلا سوال وارد ہوگا کیوں کہ اس نے قبل تمام نماز وعدہ کیا اور خلاف کیا تو یہ انکار ہونے کے باوجود اثرانداز ہوا (جب کہ صورتِ انکار میں نماز تام ہوتی ہے) اور اگر انکار مقتصر ہو یعنی وقت عدم وفا سے، اور جب وعدہ ہوا ہے اس وقت دینا نہ ہو تو بھی پہلا سوال وارد ہوگا۔ اس لئے کہ "اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا" تو ابطال کی جو شرط تھی (نہ مانگا یا اس نے دے دیا) وہ نہ پائی گئی پھر نماز کیوں باطل ہوئی تو کوئی مفر نہیں سوا اس کے کہ وہ وعدہ کو بعینہٖ عطا قرار دیں اور یہ معقول ومدلول دونوں کے خلاف ہے۔ (ت)

ثانیا: آب طہارت ہر جگہ عادۃً دے دیا جاتا ہے اس کا بطلان بیان سے بے نیاز ہے بے وقوفوں اور بچّوں کو بھی معلوم ہے اور مبسوط کا مقام ایسا معنی مراد لینے سے بلند ہے تو اس کے کلام کو اسی طرف پھیرنا ضروری ہے جس سے امام ابوبکر جصاص، امام ابوزید دبوسی اور امام ابونصر صغار علیہم الرحمۃ نے تطبیق دی کہ مراد ایسی جگہ ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو اب مبسوط کا کلام یہ ہوگا کہ (ایسی جگہ سوال نہ کیا) جہاں پانی دینے کا گمان ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جائے گا کہ (عدم سوال مبطل ہے) خواہ اسے دینے کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔

ثالثا: کیا ایسا ہے کہ مانگنا خواہ کوئی گمان ہو یا شک ہو مطلقًا اس پر واجب ہے مگر صحتِ نماز کی شرط نہیں یا اس کی شرط بھی ہے۔ برتقدیر ثانی بغیر مانگے اس کا نماز شروع کرنا کیسے صحیح ہوا؟ اور ظن منع یا شک والے کیلئے

منعا او شك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وما ذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فابى وان كان يظن العطاء فان ماوقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لاينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ايضا كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطالها [عہ] والشرط لايتأخر عن

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا؟ بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطاء کا ظن رکھتا ہو اس کیلئے آپ نے یہ کیوں کہا کہ نماز توڑ دے؟ توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہوگیا ہو اور یہاں ظن عطا اور اس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ؟ شرط کا ترک تو مطلقاً مبطل ہے اور اُس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیا اور اس نے انکار کردیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپ نے نماز کو تام کیسے قرار دیا؟ جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ ایسے اس کا حال ہے جسے قربِ آب کا ظن تھا اور اس نے پانی تلاش نہ کیا۔ تیمّم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایا جب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالہ سے بیان ہوا۔ بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تو مشروط سے مؤخر

عــه فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان (۱) علم المقتدى بحال الامام من سفر واقامة شرط صحة الاقتداء كمافى الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بأنه لايشترط حصوله من الابتداء بل يكفى حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

اگر یہ سوال ہو کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر واقامت کا علم ہونا "صحت اقتدا کی شرط ہے" جیسا کہ خانیہ، بحر اور در مختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز یہ علم ہوجانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام (بعد نماز) بتادے کہ وہ (باقی برصفحہ آئندہ)

المشروط وعلی الاول لم قلتم بطلت صلاتہ بترك السؤال بعدھا وان ظن منعا اوشك فترك المرء بعض مایجب علیہ لایفسد صلاتہ مالم یخل ذلك بشیئ من شروط صحتھا۔

نہیں ہوتی۔بر تقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہو گئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہوجاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔

فان قلت کیف حکمتم ببطلان صلاتہ اذاظن العطاء ولم یسأل فمامنہ الاترك مالیس شرطا لصحۃ الصلاۃ۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور نہ مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کر دیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔

اقول: ببلی شرط صحۃ الصلاۃ الطھارۃ وشرط طھارتہ ھذہ ظھور

اقول: (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر کما اشیر الیہ فی المتون وصرح بہ فی التوشیح والنھایۃ والسراج والتتارخانیۃ والبحر والدر وغیرھا فقدجوزوا تأخر الشرط عن المشروط اقول لیس ھکذا بل التحقیق(۱) فیہ انہ شرط الحکم بصحۃ الاقتداء لاشرط نفسہ وھو مرادما ذکروا من الاشتراط کما افادہ فی الفتح واوضحناہ فی صلاۃ المسافر من فتاوٰنا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا **اقول:** (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کیلئے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔علماء نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نمازِ مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

العجز وظهور العجز يزول بظن عطاء لم يظهر خلافه فاذا ظن العطاء حكم بفسادصلاته موقوفاالى ان يظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتا كما بينت اٰخرالمسائل فاذالم يسأل لم يظهر فبت فسادها لالاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف مااذا ظن المنع فانه لم يوجد معارض لظهور العجز وهو ظاهر وكذا اذاشك لكونه احتمالا لاعن دليل فلايعارض الظاهر كماحققت اٰخر المسألة السادسة ولله الحمد۔

شرط یہ ہے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔اور ظہور عجز ایسے ظن عطا سے ختم ہو جاتا ہے جس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔تو جب اسے عطا کا گمان ہو جائے حکم کیا جائے گا کہ اس کی نماز کا فاسد ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس گمان عطا کے خلاف ظاہر ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی یا اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو نماز قطعی طور پر فاسد ہو جائے گی جیسا کہ میں نے آخری مسئلہ میں بیان کیا جب اس نے سوال نہ کیا اس کے ظن عطا کے خلاف ظاہر نہ ہوا تو فسادِ نماز قطعی ہو گیا اس لئے نہیں کہ سوال شرط ہے بلکہ اس لئے کہ ظہور عجز مفقود ہے۔بخلاف اس صورت کے جب انکار کا ظن ہو اس لئے کہ ظہور عجز کا کوئی معارض نہ پایا گیا یہ تو واضح ہے اسی طرح جب شک رہا ہو اس لئے کہ یہ احتمال بلا دلیل ہے تو ظاہر کے معارض نہ ہو گا جیسا کہ میں نے مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کی ہے۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔(ت)

اقول: ثم ههنا عدة اسئلة ترد على ظاهر كلام الامام فى النظر الظاهر اجبنا ان نوردها ونردها الاول جعلتم الشك فى الاعطاء والمنع شكا فى القدرة والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبة الظن اقيم مقام حقيقة القدرة والعجز تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامها فقد افدتم انه اذالم يظهر خلافه يبقى قائمامقامهافلم قلتم ان من ظن المنع ولم يسأل بعد ولم يعطه

اقول: اب یہ دیکھئے کہ یہاں امام صدر الشریعۃ کے ظاہر کلام پر بادی النظر میں چند اعتراض وارد ہوتے ہیں جنہیں ہم ذکر کرکے ان کی تردید کر دینا چاہتے ہیں۔

پہلا اعتراض: عطاء ومنع میں شک کو آپ نے قدرت وعجز میں شک قرار دیا ہے اس لحاظ سے ظن منع ظن عجز ہوگا جبکہ آپ نے فرمایا ہے کہ غلبہ ظن کو آسانی کیلئے قدرت وعجز کی حقیقت ویقین کے قائم مقام رکھا گیا ہے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہو جائے تو وہ حقیقت قدرت وعجز کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اس سے یہ مستفاد ہُوا کہ جب اس کے خلاف نہ ظاہر ہو تو وہ

صاحبہ بطلت صلاتہ مع ان عندہ ظن العجز و لم یظھر خلافہ فیکون قائما مقام حقیقۃ العجز۔	ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہو اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہو گئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔
الثانی: رأی الماء وھو یصلی وظن المنع فاتم کماامرتم فلما فرغ وجد صاحبہ قدذھب ولایدری مکانہ فمتی توجبون علیہ السؤال افی صلاتہ فیجب القطع وقد نھیتموہ ام بعدھا وقد ذھب وغاب فایجاب السؤال ایجاب المحال فوجب القول بادارۃ الحکم علی ظنہ۔	**دُوسرا اعتراض**: اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہُوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پُوری کرلی جب فارغ ہُوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جب کہ اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وہ چلا گیا اور غائب ہوگیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لامحالہ اس کے ظن ہی پر مدرا حکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔
الثالث: اذا اوجبتم السؤال بکل حال* وان لم یسأل حکمتم مطلقا بالابطال* فلاشك ان ظنہ بمعزل عن الحکم عند ترك السؤال* واذا سأل ظھرت الحقیقۃ وانسلّ الظن عن المجال* فمتی اقیم مقامھا ومالہ الاالزوال*	**تیسرا اعتراض**: جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقاً ابطال کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترک سوال۔ ترک سوال کی صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہوجاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اس کے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اقول: والجواب عن الکل فی حرف واحدان السؤال واجب مهما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن*وقوله(۱) فاذا ظهرخلافه لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفهومه بل فی تعلیل مسألة وکان الواقع فیهاظهور خلافه فبنی الامر علیه واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اقول: ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورت امکان سوال واجب ہے جب یہ معتذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظهر خلافه" (تو جب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہوا، تو بنائے کار اسی پر رکھی اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

الثانی القانون البحری

دوم: قانون علامہ صاحب البحر

قال رحمه اللّٰه تعالٰی ان المتیمم اذارأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اماان یکون فی الصلاۃ اوخارجها وفی کل منهما اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء اوعدمه اویشك وفی کل منها اما ان سأله اولا وفی کل منها اما ان اعطاه اولافهی اربعة وعشرون فان کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق فلو اتمها ثم سأله فان اعطاه استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنه عدم الاعطاء اوشك لایقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابی تمت

صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "معلوم ہوا کہ تیمّم والا جب کسی آدمی کے ساتھ آب کافی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یاتویہ دیکھنا اندرون نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبہ ظن ہوگا یا شک ہوگا۔اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا۔اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبہ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے اگر نماز پُوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پُوری ہوگئی۔اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔اور اگر اسے نہ دینے کا غلبہ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

وان كان خارج الصلاة فان لم يسأل وتيمم وصلى جازت الصلاة على مافي الهداية ولاتجوز على مافي المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والافلا سواء ظن الاعطاء اوالمنع اوشك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تيمم وصلى فان اعطاه بعدها لااعادة عليه وينتقض تيممه ولايتأتى فى هذ القسم الظن اوالشك وهذا حاصل مافي الزيادات وغيرها وهذا الضبط من خواص هذا الكتاب[1] اھ وتبعه اخوه وتلميذه المدقق فى النهر اثر عنه ش واقر۔

نہ توڑے۔اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے۔اور اگر پُوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے نماز باطل ہو گئی اور اگر انکار کردے تو تام ہے اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمّم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہو گئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہُوئی اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمّم کرے اور نماز پڑھے۔اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمّم ٹوٹ جائے گا۔اس قسم میں ظن یا شک کی صورت ہی نہیں یہ سب اس کا حاصل ہے جو زیادات وغیرہا میں ہے۔اور یہ انداز ضبط اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ان کے برادر تلمیذ مدقق نے النہرالفائق میں اسی کی پیروی کی۔ان سے علّامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔(ت)

اقول: **اولا:**(۱) بل هى على ماسلك ست وستون تضمن كلامه بيان اربع وخمسين وبقيت عليه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان يراه فى الصلاة اوقبلها وعلى كل يظن العطاء اوالمنع اويشك فهى ست وفى كل منها احدى عشرة لانه اما ان يسأل قبل الصلاة او بعدها اولاولا كيف وقدمر على هذا

اقول: اولا: بلکہ یہ ان کی روشِ کلام کے مطابق چھیاسٹھ ۶۶ صورتیں ہیں جن میں سے چوّن ۵۴ صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ ۱۲ صورتیں رہ گئیں۔وہ اس لئے کہ یا تو وہ اندرونِ نماز دیکھے گا یا قبل نماز۔اور بہر دو صورت یا تو اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا۔یہ چھ ۶ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک گیارہ ۱۱ صورتیں ہیں اس لئے کہ وہ یا تو قبل نماز مانگے گا

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

التقسیم فی قوله قطع وطلب فلو اتم ثم سأل وفی قوله قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفی قوله فان سأل بعدها وان سأل ای قبلها وقال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال قبل الصلاۃ قبل تمامها سواء کان قبل شروعها او بقطعها اذا رأه فیها) وعلی کل من الاولین یعطی اولا وعلی الثالث یعطی قبل الصلاۃ اوفیها اوبعدها اولا اصلا فھی ثمان وواحدۃ منها تصیر اربعا وھی ما اذا سأل قبلها فابی فانه اما ان یعید السؤال بعدها اولا وعلی کل یعطی اولا فصارت احدی عشرۃ فبلغت ستا وستین وانا اصور لك احدی الاسداس لتقیس علیها سائرھا بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فھی ثلاث وثلثون ثم تضع رأی قبلها مکان رأی فی الصلاۃ فھی ثلاث وثلثون اخری وھذہ صورته۔

یا بعد نماز یا نہ قبل نماز نہ بعد نماز۔ یہ صورتیں کیسے نہ ہونگی جب کہ ان کی روشِ بیان درج ذیل عبارتوں میں اسی تقسیم پر جاری ہے (دیکھئے ان کی عبارت خط کشیدہ الفاظ ۱۲م۔الف) (۱) نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے اگر نماز پُوری کرلی پھر مانگا (۲) توڑ دی اور مانگا اور اگر پُوری کرلی پھر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا اور اگر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا اور اگر مانگا یعنی قبل نماز اور فرمایا: تو اگر نہ مانگا یعنی بالکل مانگا ہی نہیں (نہ قبل نماز نہ بعد نماز) میری عبارت میں جو "قبل نماز" آیا ہے اس سے میری مراد ہے "تکمیل نماز سے" خواہ یوں کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو یا یوں کہ جب اندرونِ نماز پانی دیکھنا نماز توڑدی ہو (اب سلسلہ کلام وہیں سے ملا لیجئے ۱۲م۔الف) اور ان میں کی پہلی دونوں میں سے ہر تقدیر پر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا اور تیسری تقدیر پر قبل نماز[1] دے گا، یا اندرون[2] نماز، یا بعد[3] نماز، یا بالکل[4] نہ دے گا۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ایک وہ ہے جس کی چار[4] صورتیں بن جائیں گی۔ یہ قبل نماز مانگنے پر انکار والی صورت ہے کیونکہ اس صورت میں یا تو بعد نماز دوبارہ مانگے گا، یا نہ مانگے گا اور بہر تقدیر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا۔ تو گیارہ" صورتیں ہو کر چھاسٹھ[66] کو پہنچ جائیں گی اب ان میں سے ایک سدس (گیارہ) کی شکل پیش کی جاتی ہے تاکہ بقیہ کو اسی پر قیاس کیا جاسکے اس طرح کہ ظن عطا کی جگہ ظن منع پھر شک رکھ دیں تو یہ تینتیس[33] صورتیں ہو جائیں گی، پھر "اندرونِ نماز دیکھا" کی جگہ "قبل نماز دیکھا" رکھ دیں تو یہ دوسری تینتیس[33] صورتیں ہو جائیں گی۔ نقشہ یہ ہے:

رأی فی الصلاۃ
رأی قبلھا
ظن العطاء
ظن المنع
شك
سأل
لم یسأل
قبل الصلاۃ
بعد الصلاۃ
اعطی
ابی
اعطی
لم یعط
سأل بعدھا
لم یسأل
اعطی
ابی
اعطی
لم یعط
اعطی
ابی
قبل الصلاۃ
فیھا
بعدھا
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰
۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱
۳۳ ۳۳
۶۶

اندرونِ نماز دیکھا
قبل نماز دیکھا
ظن عطا ہوا
ظن منع ہوا
شک ہوا
مانگا
نہ مانگا
قبل نماز
بعد نماز
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
بعد نماز پھر مانگا
نہ مانگا
دیا
انکار کیا
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
قبل نماز
اندرونِ نماز
بعد نماز
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰
۱۱ ۱۱ ۱۱
۳۳ ۳۳
۶۶

ولم یذکر فیما اذارأی فی الصلاۃ الا السؤال قبلھا اوبعدھا فبقی ان لایسأل اصلا وصاحبه یعطیه قبل الصلاۃ اوفیھا اوبعدھا اولا فھی اربع علی کل من صور الظنین والشك فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرھا۔

علامہ صاحب بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبل نماز ہو یا بعد نماز۔اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا اور پانی والے نے اسے قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز دے دیا، یا نہ دیا تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار چار صورتیں ہو کر بارہ [12] ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔(ت)

فان قلت لافائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بأنه سأل بعدھااولا وعلی کل اعطی اولافان الحکم لایختلف وھو صحۃ صلاته لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کمامر فی المسألۃ العاشرۃ۔

اگر یہ سوال ہو کہ قبل نماز انکار ہو جانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور بہر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔اس لئے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لئے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا۔(ت)

اقول: بلی فائدته اعطاء ھذاالحکم الاتری الی قوله فی الضابطۃ فیمااذارأی فی الصلاۃ وکذااذاابی ثم اعطی وفیمااذارأی خارجھافان منعه واعطاہ بعدھا لااعادۃ [1] اھ ولذا اخذہ المحقق الحلبی فی شقوق ضابطته کماسیاتی ان شاء اللہ تعالٰی وان فرض فالکلام علی مسلکه رحمه اللہ تعالٰی وھو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کماسیاتی وان سلمنا فھی ثمان واربعون ثمان فی ست کماتری وقد تضمن کلامه حکم ست وثلثین وترك اثنتی عشرۃ۔

اقول: کیوں نہیں۔یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے۔ضابطہ میں صاحبِ بحر کا کلام دیکھئے،اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے "اور ایسے ہی جب انکار کردے پھر دے دے "اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے"تو اگر (اس وقت) نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں"اھ۔اسی لئے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام اِن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔اور اگر بے فائدہ ہی فرض کرلیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُدا گانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کرلیں تو یہ اڑتالیس [48] صورتیں ہیں چھ میں آٹھ۔۸*۶ = ۴۸ جیسا کہ پیش نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس [36] صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔بارہ [12] صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔(ت)

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

وثانیا: نقل(۱) التوفیق عن الذخیرۃ عن الجصاص وھو التحقیق فارسالہ ماذا کان خارج الصلاۃ ولم یسأل اصلا خلافیۃ غیرمقطوع فیھا بقول ممالاینبغی۔

ثانیا: ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔وہی تحقیق بھی ہے اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

وثالثا: قد(۲)مشی علیہ فیمن رأی فی الصلاۃ یقطع ان ظن العطاء والالا ومامبناہ الاذلك التوفیق انہ یجب السؤال ان ظن العطاء والالا کماقدمنافقدمشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیۃ وانماکان الوجہ ان یحیل ھذہ ایضا علی الخلاف اویقطع القول فی تلك ایضا۔

ثالثًا: اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑدے ورنہ نہیں۔اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیاتو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنادیا۔مناسب طریقہ یہی تھا کہ یاتواِسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یااُس میں بھی قطعی قول کرتے۔

ورابعا: قولہ(۳) فیمااذارأی خارجھا فسأل فمنع فتیمم فصلی انہ لایتأتی فیہ الظن والشك فیہ شك ای شك فان اراد عدم تأتیھمابعد المنع فالمنع لایختص بھذاالقسم وایضا لاتأتی لھمابعد الاعطاء ایضا بل اولی لانہ تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحملہ علی حالۃ راھنۃ ویظن بہ عطاء اومنعااویشك فیمابعدذلك وان اراد مطلقا وھوالظاھرمن کلامہ فعدم تأتیھما بعد المنع لا یمنع تأتیھما قبلہ وقد جعل(۴)الاقسام

رابعا: یہ صورت کہ "بیرونِ نماز دیکھنے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمّم کرکے نماز پڑھ لی"۔اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں" یہ کلام بڑے شک واعتراض کا محل ہے اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بدرجہ اولٰی نہیں،اس لئے کہ کام پُورا ہوگیا۔اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمولہ کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلقًا ظن یا شک نہیں ہوتا۔یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن وشک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو۔انہوں

اولا ستایکون فی الصلاۃ اوخارجھا وعلی کل یظن عطاء اومنعا اویشك ثم فصل کلامنھا الی السؤال وعدمہ والعطاء والاباء فکیف یخرج ھذامن الظن والشك وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین۔

وخامسا: لاتخالف الرؤیۃ فی الصلاۃ وخارجھا فی شیئ من الاحکام ولااقسام الرؤیۃ فی الصلاۃ فیمابینھا غیر انہ یقطع ان ظن العطاء والالا فماکان لیدخل فی الشقوق فیطول الامر وکان یجمع جمیع(۱)ماقالہ بل مع الزیادۃ واحاطۃ الست المتروکۃ ان یقول من علم مع غیرہ ماء یکفی لطھرہ قبل الصلاۃ اوفیھا فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم اولم ینتقض اومضت ولاعبرۃ بالعطاء بعد الاباء فی الوجھین وسواء فی کل ذلك ظن عطاء قطع الصلاۃ والالا فھذا نحوثلث سطورہ بیدان الثلث کثیر۔

نے پہلے چھ[۶] قسمیں بنائی ہیں اس طرح کہ وہ اندرون[۱] نماز ہوگا یا بیرون[۲] نماز اور بہر دو تقدیر یا تو اسے ظن[۱] عطا ہوگا یا ظن منع[۲] یا شک ہوگا۔ پھر ان میں سے ہر ایک میں سوال[۱] وعدم سوال[۲] اور عطا[۱] وعدم[۲] عطا کی تفصیل ہے تو یہ قسم ظن وشک سے خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس[۲۴] صورتیں کیسے بنیں گی؟

خامسا: اندرونِ نماز وبیرونِ نماز دیکھنے میں اور اندرون نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں توان سب کو شقوں میں داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا اگر یوں کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافے اور متروکہ چھ صورتوں کے احاطے کے سمٹ آتی: "جسے کسی کے پاس طہارت کیلئے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ نماز علم ہوا تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو کرے اور اگر تیمّم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ لی تو باطل ہوگئی اور اگر نہ دیا تو تیمّم کرے یا تیمّم ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہوگئی اور دونوں ہی شکلوں میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں اور ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع کا، یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظن عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے مگر یہ کہ تہائی زیادہ ہے۔ (ت)

وسادسا: قوله(۱) فی خارج الصلاۃ ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کمااشرنا الیه ماذالم یسأل قبلها ولابعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کماعلمت یظن منحااومنعااویشك وعلٰی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاۃ اوفیها اوبعدها اولا اصلا ولاخلاف ان کان الا فی ثلث منها وهی ماذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا بشرط ان لایوجد الوعد قبل تمام الصلاۃ والا لمنع ونقض وابطل ولو اعطی قبل الصلاۃ وجب الوضؤ وان کان تیمم انتقض اوفیها وجب الاستئناف بعد التوضی اوبعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرۃ علی الماء تحصل باجماع اصحابنارضی الله تعالٰی عنهم بالاباحة فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذاکان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا اومجیبا اعاد مطلقا کماتقدم وقد(۱)احسن الدر اذقال لوصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد[1].فلم یقل ثم سأله فاخبره لاجرم ان قال فی الجوهرۃ النیرۃ رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاہ بعد فراغه من غیر سؤال توضأ و

سادسا: بیرونِ نماز والی صورت کے تحت ان کا قول "اگر نہ مانگااور تیمّم کیااور نماز پڑھ لی"۔اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیاان کی مراد یہ ہے کہ "نہ قبل نماز مانگانہ بعد نماز"اس لئے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کررہے ہیں جیسا کہ معلوم ہوایہ بارہ ۱۲ قسموں پر مشتمل ہے:اسے ۱ دینے کا ظن ہوگا یا نہ ۲ دینے کا شک ہوگا اور بہر تقدیر پانی والااسے قبل ۱ نماز دے گا یااندرونِ ۲ نماز یابعد نماز، یا بالکل ۴ نہ دے گا اگرمانا جائے کہ اختلاف ہے توان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیااور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وہ مانع، ناقض اور مبطل ہوگا(تیمّم سے مانع ہوگااور اگر تیمّم ہے تو اسے توڑ دے گا تیمّم سے نماز پڑھ لی تواسے باطل بھی کردے گا)اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمّم تھا تو ٹوٹ گیا اندرون نماز دیا تو وضو کرکے ازسرِنو پڑھنا ضروری ہے بعد نماز دیاتو سب بالاجماع باطل ہوگیااس لئے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کااجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہوجاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہوگی اور عطاء عطاء ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو،جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے مگر نہ دریافت کیااور نماز پڑھ لی پھر اس نے ازخود بتایا یاپُوچھنے پر بتایا بہرصورت اعادہ کرے۔جیسا کہ گزرا۔درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی:"اگر تیمّم سے نماز

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

اعاد وان لم یعط فصلاته تامة [1] اھ فجعلھا خلافیة مطلقا غیر سدید فی تسعة من اثنی عشروان (۱)اخذت المتروکات ایضا کما فعلنا ففی ثمانیة عشر ای علی ھذا التقسیم اما علی اخذ صور الوعد فکثیر جدا کما یاتی۔

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت کرلے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے"۔یہ نہ فرمایا کہ "پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا"۔لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا: کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا۔نماز پڑھ لی۔پھر اس کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کرکے اعادہ کرے اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے"اھ تو اسے بارہ ۱۲ میں سے نو ۹ صورتوں میں مطلقًا خلافی قرار دینا درست نہیں۔اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ ۱۸ صورتوں میں۔یعنی اس تقسیم پر لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہوجائیں گی، جیسا کہ ذکر آرہا ہے۔(ت)

وسابعا: ترک (۱)صور الوعد والسکوت وفیھا مباحث تھم فالاقسام علی ماسلك لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما(۱)ان یسأل قبل التیمم او(۲)بعدہ قبل الشروع فی الصلاۃ او(۳)فیھا بقطعھا او(۴) بعدھا اولا(۵)اصلا فھی خمس ولایکون الاولان الا بالعلم قبل الصلاۃ والبواقی تحتمل العلم فیھا وقبلھا فھی ثمانیة وعلی کل تقدیر یظن منحا او منعا او یشك فھی اربعة وعشرون۔فریق السؤال منھا ثمانیة عشر وفریق عدمه ستة والسؤال قبل التیمم او بعدہ قبل الصلاۃ ثلاثی

سابعا: وعدہ اس سکوت کی صورتیں چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں تو ان کے طرز پر قسمیں نہ چوبیس ۲۴ ہوں گی نہ چھیاسٹھ ۶۶ بلکہ چارسو چھبیس ۴۲۶ ہوں گی۔وہ اس لئے کہ سوال یا تو قبل تیمم ۱ ہوگا، یا بعد ۲ تیمم قبل شروع نماز، یا اندرون ۳ نماز اس طرح کہ نماز توڑدے، یا بعد ۴ نماز یا سوال بالکل نہ ہوگا ۵ یہ پانچ صورتیں ہوئیں پہلی دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ میں احتمال ہے کہ اندرون نماز معلوم ہو یا قبل نماز ہو۔تو یہ آٹھ ہوئیں اور بہر تقدیر اسے ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔ان میں سے اٹھارہ ۱۸ سوال والی ہیں اور چھ ۶ عدم سوال والی اور ظن عطا و منع اور شک کے

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

باعتبار الظنين والشك والسؤال فيها اوبعدها كل سداسى باضافة كون الرؤية فى الصلاة اوقبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهين كماستعرف۔

اعتبار سے سوال قبل تیمّم یا بعد تیمّم قبل نماز کی تین تین صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی چھ چھ صورتیں ہیں اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا اور عدم سوال والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔(ت)

ثمّ علی کل سؤال اما ان يعطى من فوره وهو العطاء العاجل اويعد اويسكت اويأبى وبعدكل من الثلثة اما ان يعطى وهو العطاء الأجل اولا واذالم يعط فى الوعد فاما ان يظهر خلفه اولا كماقدمنا فى التنبيه الخامس ففى كل سؤال ثمانية عــه وجوه.اما العطاء العاجل فلايفارق السؤال فى زمانه والأجل فى غير الوعد يحتمل ان(۱) يكون قبل التيمم او(۲)بعده قبل الصلاة او(۳) فيها او(۴) بعدها فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته او(۵) بعده او(۶) بعد الوقت اما فى الوعد فلا الاوجهين وهما العطاء فى الوقت اوبعده لان الوعد يوجب الانتظار الى خروج الوقت فمهما وعدلم يكن له ان يتيمم اويصلى بداء اوعودا اذاعرفت هذا

پھر ہر سوال پر یا تو اسے فورًا دے دے گا اس کا نام عطائے عاجل ہے یا وعدہ یا سکوت یا انکار کرے گا۔اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے بعد یا تو دے دے گا اور یہ عطائے آجل ہے یا نہ دے گا اور جب صورت وعدہ میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کرچکے تو ہر سوال میں آٹھ[۸] صورتیں ہوئیں، عطائے عاجل تو سوال سے وقت میں جدا نہیں ہوتی اور عطائے آجل غیر وعدہ میں احتمال ہے کہ قبل[۱] تیمّم ہو یا بعد تیمّم[۲] قبل نماز یا اندرونِ نماز[۳] یا بعد نماز[۴] اندرون وقت اس کے تیمّم و نماز پر اطلاع سے قبل یا بعد[۵] یا وقت کے بعد[۶] لیکن وعدہ میں دو[۲] ہی شکلیں ہیں۔وقت میں یا بعد وقت دینا،اس لئے کہ وعدہ وقت نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس سے

عــه يعطى عاجلا(۱) يعدفيعطى(۲) اولايعطى(۳) مخلفااوغير مخلف(۴) يسكت فيعطى(۵) اولا(۶) يأبى فيعطى (۷) اولا(۸) ۱۲ منه (م)

(۱) فورًا دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔(۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲منہ (ت)

فاذا کان السؤال قبل التیمم ساغ الکل فثمٰنیته صار بتسدیس کل عطاء اٰجل فی غیر الوعد وتثنیته فیه مع اربعة وجوه عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة عشر [عــه] ولکونه ثلاثیا سبعة و خمسین(۵۷)۔(۲)اذا کان بعدہ قبل الصلاۃ خرج الاول من ستة العطاء الاٰجل وهو العطاء قبل التیمم فهو فی کل من السکوت والاباء خمسة سادسها عدم العطاء صارت اثنی عشر وللوعد اربعة کماکانت ای یعطی فی الوقت اوبعدہ اولایعطی مخلفااوغیرمخلف وواحد هوالعطاء العاجل فهی سبعة عشروبالتثلیث احدو خمسون(۵۱) و(۳)اذا کان فیها فالاقسام کسابقه سبعة عشر غیر ان هذا سداسی فصارت مائة(۱۰۲) واثنین۔	وعدہ ہوا تو اسے روا نہیں کہ تیمّم کرے یا نماز پڑھے خواہ ابتداءً یا دوبارہ۔جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے جب سوال قبل تیمّم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔تو اس کی آٹھ صورتیں ہر عطائے آجل غیر وعدہ کی چھ[۶] صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا کی چار[۴] اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ کُل انیس[۱۹] صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے ستاون[۵۷] ہوئیں۔اور جب سوال بعد تیمّم قبل نماز ہو تو عطائے آجل کی چھ[۶] میں سے پہلی شکل نکل جائے گی اور وہ یہ کہ عطا قبل تیمّم ہو اب سکوت وانکار ہر ایک میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا وعدہ خلافی کرتے ہُوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

عــه لانه فی الوعد یعطی فی الوقت اوبعدہ اولایعطی مخلفا اوغیر مخلف هذہ اربعة وفی کل من السکوت والاباء لایعطی اویعطی قبل التیمم اوقبل الصلاۃ اوفیها اوبعدها فی الوقت فهی سبعة فی کلیهما فاربعة مع اربعة عشرو واحد هو العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲منه غفرله (م)	اس لئے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت[۱] میں دے دے گا یا بعد[۲] وقت دے گا یا وعدہ[۳] خلافی کرتے ہوئے یا بغیر وعدہ[۴] خلافی کے نہ دے گا۔یہ چار[۴] صورتیں ہوئیں اور سکوت وانکار ہر ایک میں یا تو نہ[۱] دے گا یا قبل[۲] تیمّم دے گا یا قبل[۳] نماز یا دورانِ نماز[۴] یا بعد نماز[۵] وقت میں اطلاع سے قبل یا بعد[۶]، یا بعدِ وقت[۷] تو دونوں میں یہ سات ۷ صورتیں ہیں تو چار ۴ صورتیں،ان چودہ صورتوں کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ کُل انیس ۱۹ صورتیں ہُوئیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

واذا کان بعدھا خرج من عطایا السکوت والاباء الثلثة الأول ففی کل مع عدم العطاء اربعة وفی الوعد اربعة کالرسم فھی اثنا عشر والعطاء العاجل ھھنا وجھان اعطاہ بعد ما رأہ یتیمم ویصلی بہ اولم یطلع علیہ ویحتاج الی ھذا التقسیم لدفع توھم ان لورأہ فسکت دل علی المنع فلاینفع العطاء بعدہ وقد ازحناہ فی المسألة التاسعة فصارت اربعة عشرو بالتسدیس اربعة وثمانین ففریق السؤال مائتان واربعة وتسعون۔

تو سترہ [17] صورتیں ہُوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون [51] ہو گئیں۔ اور جب سوال اندرونِ نماز ہو تو اس سے پہلے والے کی طرح یہاں بھی سترہ [17] قسمیں ہوں گی مگر یہ کہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سو دو [102] صورتیں ہو گئیں، اور جب بعد نماز ہو تو سکوت وانکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدم عطا کے ساتھ چار اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی۔ یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمّم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔ اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کیلئے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا۔ مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دُور کر آئے ہیں تو چودہ [14] صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی [84] بنیں۔ اس طرح سوال کی شق میں کُل دوسو چورانوے [294] صورتیں ہوئیں۔ (ت)

و اذا لم یسأل فیعطی من دون وعد اویعد اولا ولاوھھنا نفس ھذا العطاء علی ستة وجوہ العطاءِ الأجل ثمہ الاولان منھا ثلاثیان وسائر ھن سداسیات کثالث ھذہ الاقسام اعنی لاولا فکانت ستة وثلثین والوعد علی خمسة وجوہ الاولین الثلاثین وثلثة تلیھا سداسیات لان الوعد بلاسؤال فی وقت اٰخرلا تعلق لہ بھذہ الصلاة فکانت اربعة وعشرین ثم فی کل وعد اربعة کالرسم فھی ستة وتسعون ومع ستة وثلثین المزبورات

اور جب سوال نہ کرے تو وہ یا تو بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا۔ یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے آجل کی چھ [6] صورتوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی دو، ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے اِن اقسام میں سے تیسری، یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ۔ تو چھتیس [36] صورتیں ہوئیں۔ اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو، ثلاثی اور ان کے بعد تین سُداسی۔ اس لئے کہ دوسرے وقت میں بلاسوال وعدہ کو اِس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس [24] صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر وعدہ پر بدستور چار [4] صورتیں۔ یہ چھیانوے [96]

مائةواثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرين۔

اقول: واعلم ان الظاھر من کلماتھم نفعنا الله تعالٰی ببرکاتھم قصر النظر علی الاعطاء والاباء فبھماعبروا فی الزیادات وجامع الامام الکرخی وبدائع ملك العلماء وحلیة المحقق وضابطة الامام صدر الشریعة کماسمعت نصوصھم والمحقق الحلبی فی الغنیة تارة قال فی التصویر اما ان یعطی اویمنع تارة قال فی التصویر اما ان یعطی اویمنع وتارة قال اماان یعطی اولا فاذا اتی علی الحکم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم یذکرالواسطة کماستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وکذلك المحقق البحرقال فی الشقوق اعطاہ اولاوفی بیان الاحکام فی ما اذا رأی فی الصلاۃ اتی مرتین بالنفی والاثبات ومرتین بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاۃ مرۃ کالاول ومرۃ کالثانی واخوہ فی النھرلخص کلامه فعبر فی موضعین عن قوله وان ابی بقوله والاولذالم نعدله ضابطة بحیالھافظھران مرادھم ھھنابنفی الاعطاء ھوالاباء فلایرد علی البحر

صورتیں ہیں اور مذکور چھتیس[۳۶] کے ساتھ مل کر ایک سوبتیس[۱۳۲] صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (۲۹۴) صورتوں کے ساتھ مل کر کُل چار سو چھبیس[۴۲۶] صورتیں ہو جاتی ہیں۔(ت)

اقول: معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے عطاوانکار پر نظر محدود رکھی ہے۔عطاء وِاباء سے ہی زیادات،جامع کرخی،بدائع ملک العلماء،حلیہ محقق،اور ضابطہ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی،جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں۔محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا اما ان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے) پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا،اور اگر مانگا تو مانع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا،جیسا کہ ان کی عبارت اِن شاء الله تعالٰی پیش ہوگی۔اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بتاتے ہوئے کہا اعطاہ اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) (اور بیان احکام میں اندرونِ نماز دیکھنے کی صورت میں دوبار نفی واثبات لائے اور دوبار "ان اعطی وان ابی" (اگر دیا،اگر انکار کیا) لائے۔اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی۔ان کے برادر نے النہرالفائق میں

ولاعلی الغنیة انهما ذکرافی التشقیق العطاء وعدمه واقتصر البحر فی نصف الاحکام علی العطاء والاباء والغنیة لم تذکر غیرهما۔
ولا ان قول البحر مرتین ان اعطاہ توضأ والافتیممه باق وکذا قول النهر ان لم یعطه بقی تیممه صادق بما اذالم یعط بل وعد ولم یعط بعد الوعد ایضا مثلا مع ان تیممه ینتقض باجماع اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم اذاعلم هذا فمن سبر ظهر له وفورما ترك البحر من الصور واستبان ان(۱) جعله عدم السؤال خلافیة بین الهدایة والمبسوط مطلقا لایصح فی احد وخمسین من ستة وستین لان اقسام عدم السؤال قبل التثلیث والتسدیس سبعة وعشرون فی ستة عـــہ۱ منها ثلاثیین عـــہ۲ واربعة سداسیات عطاء الماء فهی ثلثون عـــہ۳، وفی اثنی عشر الوعد قبل الصلاۃ

انہی کے کلام کی تلخیص کی ہے تو دو جگہ ان کے قول "وان ابی" (اگر انکار کریں) کی تعبیر "و الا" (ورنہ) سے کی ہے اسی لئے ہم نے ان کا کوئی مستقل ضابطہ نہ شمار کیا تو ظاہر ہوا کہ یہاں نفی عطاء سے ان حضرات کی مراد انکار ہے۔ تو بحر اور غنیہ پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ دونوں نے شقوں کے بیان میں عطاوعدم عطا ذکر کیا اور بحر میں نصف احکام کے اندر عطاء واباء پر اقتصار کیا۔ اور غنیہ نے عطا واباء کے سوا کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ (ت)
نہ ہی یہ اعتراض ہوگا کہ دوبار بحر کا یہ کہنا "ان اعطاہ توضأ والافتیممه باق" (اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے) اسی طرح نہر کا کہنا ان لم یعط بقی تیممه (اگر نہ دے تو اس کا تیمم باقی ہے اس صورت میں بھی صادق ہے جب عطا نہ ہو بلکہ وعدہ ہو مثلاً وعدہ ہو اور بعد وعدہ بھی نہ دے باوجودیکہ اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جو جانچ کرے گا اس پر منکشف ہوگا کہ بحر نے کتنی زیادہ صورتیں چھوڑ دی ہیں یہ بھی روشن ہوگیا کہ عدمِ سوال کو ہدایہ ومبسوط کے درمیان مطلقاً خلافی ٹھہرانا چھیاسٹھ ۶۶ میں سے اکیاون ۵۱ صورتوں میں صحیح نہیں۔ اس لئے کہ تین اور چھ میں ضرب دینے سے پہلے عدم سوال کی قسمیں ستائیس ۲۷

عـــہ۱ وهی المرسومة فی التصویر تحت اعطی ۱۲ منه۔م (یہ وہ صورتیں ہیں جو نقشے میں اعطی (دیا) کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ت)
عـــہ۲ مرسومتین تحت قبل الصلاۃ ۱۲ منه۔م (جو قبل صلاۃ کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ت)
عـــہ۳ المرسومات تحت وعد من ۷ الی ۱۸۔م (جو وعدہ کے تحت ۷ سے ۱۸ تک درج ہیں۔ت)

اوفیها ثمانیة عـہ۱ منها ثلاثیات واربعة سداسیات فهی ثمانیة واربعون فهذه الثمانیة والسبعون لایشك احد ان بطلان الصلاة فیها متفق علیه لایجری فیها خلاف الهدایة والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاة کلیهما مانع للتیمم وناقض له ومبطل للصلاة بلاخلاف سواء اعطی بعد الوعد فی الوقت اوبعده اولم یعط مخلفا اوغیر مخلف(۱) ومثلها فی الوعد بعد الصلاة صورتا العطاء عـہ۲ فی الوقت لانه مبطل وان لم یکن وعد ولم یزده الوعد الاقوة وکذلک(۲) صورتا عدم العطاء عـہ۳ فیه اذالم یظهر خلفه لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظهر خلافه وقدفات درك الحقیقة فبنی الامر علی ظنه فهذه اربعة کلهن سداسی فکانت اربعة وعشرین ومع السابقات مائة واثنین لکن البحر خص الکلام بما اذارأی خارج الصلاة فانتصفت ولم یبق من السبع والعشرین الاخمس اربع فی الوعد بعد الصلاة اذا عـہ۴ اعطی بعد الوقت اولم عـہ۵ یعط مخلفا، والعطاء بعد	ہوتی ہیں، ان میں سے چھ ۶ صورتوں دوثلاثی اور چار سداسی میں پانی دینا ہے تو یہ تیس ۳۰ صورتیں ہیں، اور بارہ صورتوں میں قبل نماز یا دورانِ نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو یہ اڑتالیس ۴۸ صورتیں ہُوئیں تو کل اٹھتّر ۷۸ صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ و مبسوط کا اختلاف جاری نہیں اس لئے کہ تکمیل نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمّم سے مانع اس کیلئے ناقض اور نماز کے لئے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لئے کہ دینا باطل کردیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہوا، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا اسی طرح وقت کے اندر عدم عطا کی دو ۲ صورتیں جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہو اس لئے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کرتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہُوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی تو یہ چار جن میں سب سُداسی ہو کر چوبیس ۲۴ ہوئیں سابقہ

عـہ۱ وهی ۷ الی ۱۴۔(م) (یہ ۷ سے ۱۴ تک ہیں۔ت)

عـہ۲ هما ۱۹ و ۲۳۔(م) (یہ ۱۹ و ۲۳ ہیں۔ت)

عـہ۳ هما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ و ۲۶ ہیں۔ت)

عـہ۴ هما ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰ و ۲۴ ہیں۔ت)

عـہ۵ هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ و ۲۵ ہیں۔ت)

الوقت ایضا خلف کماقدمت، والخامس:[عـه] لاوعد ولااعطی فهذه یجری فیها الخلاف علی فرض ابقائه فالمبسوط یقول بطلت لترك السؤال والهدایة صحت لان السؤال غیر واجب ولم یوجد عطاء ولاوعداو زال ظن الوعد بالاخلاف ولاجل ان کل هذه الخمس سداسیات هی ثلثون وعلی تشطیر البحر خمسة عشر هذاکله علی استظهاری ان الوعد بعدالصلاة اذاظهرخلفه لم یؤثرفی صلاة مضت فان لم یسلم لم یبق للخلاف محل غیر صورة واحدة من السبع والعشرین وهی ماذالم یعد ولم یعط فیکون الغلط فی ثلثة وستین من ستة وستین وان اکملناباخذ متروکاته کمافعلناکان الغلط فی مائة واثنین اومائة وستة وعشرین من مائة واثنین وثلثین وها انالك اصورها* کی یسهل علیك تصورها* وبالله التوفیق*

کے ساتھ مل کر ایک سودو ۱۰۲ ہوگئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرونِ نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں اور ستائیس ۲۷ میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا، یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔ اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔ اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا۔ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لئے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا ظن وعدہ، خلف کی وجہ سے زائل ہوگیا۔ چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس ۳۰ صورتیں ہُوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ ۱۵ ہوئیں یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہوجائے تو وہ ادا شدہ نماز میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس ۲۷ میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا۔ وہ صورت یہ ہے کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔ تو چھیاسٹھ ۶۶ میں سے تریسٹھ ۶۳ میں خطا ثابت ہوگی اور اگر ان کی متروکات کو لے کر ہم کامل کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو غلطی ایک سو بتیس ۱۳۲ میں سے ایک سو چھبیس ۱۲۶ میں ہوگی ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

عـه وهی ۲۷۔(م) (یہ ۲۷ ہے۔ت)

الثلاثیات عشرۃ ۱ و ۲ ومن ۷ الی ۱۴ فھی ثلثون

السداسیات سبعۃ عشرمن ۳ الی ٦ ومن ۱۵ الی الاٰخرفھی مائۃ و اثنان

فالمجموع ۱۳۲

بالکل نہ مانگا جبکہ نماز میں یا قبل نماز دیکھا اور عطا یا منع کا ظن ہوا یا شک ہوا
ثلاثی عطا
سداسی
وعدہ
نہ عطا نہ وعدہ
قبل نماز
اندرون نماز
بعد نماز
قبل تیمم
بعد تیمم
وقت میں
بعد وقت
قبل اطلاع
بعد اطلاع
دیا
نہ دیا
تثلیث
ظن عطا ظن منع شک
وقت میں بعد وقت بوعدہ خلافی بلا وعدہ خلافی
قبل تیمم
بعد تیمم قبل نماز
اندرون نماز
بعد نماز قبل اطلاع
بعد اطلاع
تسدیس
رائی
قبل نماز اندرون نماز
ظن عطا ظن منع شک
ثلاثیات دس ہیں۔ ۱ و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیس ہیں۔
سداسیات سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ہیں۔
کُل ۱۳۲
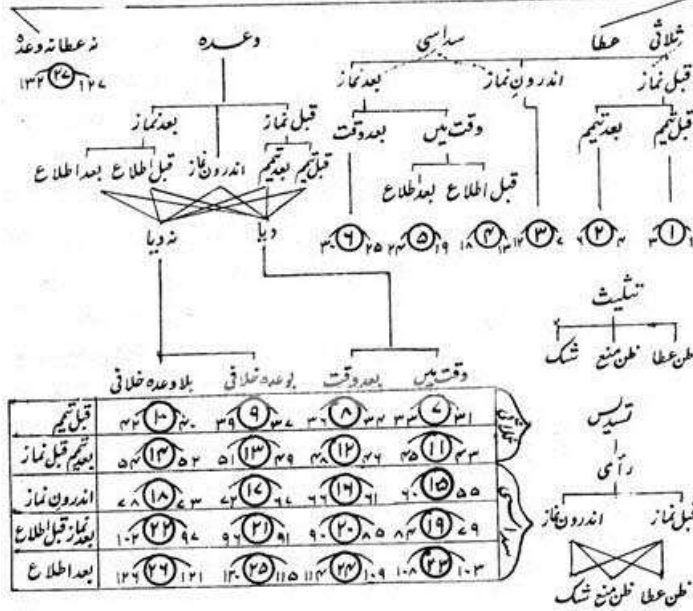
الثالث القانون الحلبی

قال رحمه الله تعالٰی هذا علی وجوه اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء اوالمنع اواستویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل اویتیمم ویصلی من غیر سؤال واذاسأل فاما ان یعطی اویمنع واذا منع قبل الصلاة فاما ان یسأل بعدها اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فاما ان یسأل بعد الصلاة اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان تیمم وصلی بلاسؤال ثم سأل فاعطی اواعطی بلاسؤال فانه یلزمه الاعادة علی کل تقدیر امافی ظن الاعطاء فظاهر واما فی غیره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء کان السؤال قبلها اوبعدها لانه قدتحقق العجز من الابتداء ولافائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها واما اذاتیمم وصلی من غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولاتصح الصلاة بدونه اذاظن الاعطاء دون ما اذاظن عدمه لکونه فی

سوم: قانون محقق ابراہیم حلبی

محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "اس کی چند صورتیں ہیں یا تو اسے عطا یا منع کا غلبہ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی بہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمّم و نماز ادا کرے گا بصورتِ سؤال یا تو عطا ہوگی یا منع اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا۔اور جب تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں۔بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں۔تو ستائیس ۲۷ قسمیں ہوئیں۔اگر مانگے بغیر تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو بہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے۔ ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے۔اس کے علاوہ میں اس لئے کہ شک زائل ہوگیا اور ظن کی خطا ظاہر ہوگئی اگر مانگنے پر منع وانکار کیا تو اس کی نماز ہوگئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز۔اس لئے کہ عجز ابتدا سے ہی متحقق ہوگیا۔اور نماز سے پہلے انکار کے بعد، نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں اور جب بغیر مانگے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی۔بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے۔اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے۔تو ہونا یہ چاہے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

موضع عزۃ الماء اما اذاشك فی موضع عزۃ الماء اوظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعۃ فی قولہ[1] اھ وقدمر بحثہ مستوعبا فی المسألۃ السادسۃ۔

صحیح نہ ہو جبکہ اسے عطا کا گمان رہا ہو۔اس صورت میں نہیں جبکہ پانی کی کم یابی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس کو عدمِ عطا کا گمان رہا ہو اور جب پانی کی کم یابی کی جگہ شک کی صورت ہو یا دُوسری جگہ منع کا ظن ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے"اھ اس کی بحث مکمل طور پر مسئلہ ششم میں گزر چکی۔(ت)

اقول: اتی علی جمیع ماذکر فی الشقوق غیر انہ ترك حکم مااذا سأل قبل الصلاۃ فاعطی لظھور فانہ ان کان قبل التیمم منعہ اوبعدہ نقضہ اوفی الصلاۃ ابطلھا بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا اواٰجلا بعدو عدا وسکوت اواباء کماقدمنا فالمراد بماقبل الصلاۃ قبل اتمامھا ولوفیھا اوقبلھا بعد التیمم اوقبلہ وارسالہ صورۃ ترك السؤال مطلقۃ عن قید عدم العطاء وجعلُھا خلافیۃ قد تدارکہ قولہ قبلھا اواعطی بلاسؤال فعلم ان الکلام ھنا فی مالم یسأل ولم یعط وبالجملۃ ھی احسن ضابطۃ رأیت لولا ان فیھا:

اقول: پہلے جو شقیں ذکر کیں سبھی کے احکام بیان کر دئے مگر اس صورت کا حکم چھوڑ دیا جب قبل نماز مانگنے پر اس نے دے دیا۔اس لئے کہ اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔کیونکہ اگر یہ قبل تیمّم ہے تو تیمّم سے مانع ہوگا اور اگر بعد تیمّم ہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر اندرونِ نماز ہے تو اسے باطل کردے گا خواہ یہ دینا فورًا ہو یا دیر میں،وعدہ کے بعد ہو یا سکوت کے بعد یا انکار کے بعد جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا تو قبل نماز سے مراد قبل تکمیل نماز ہے اگرچہ دورانِ نماز ہو یا قبل نماز تیمّم کے بعد ہو یا اس سے پہلے انہوں نے مطلقًا سوال نہ کرنے کی صورت میں عدم عطا کی قید نہ لگائی اور اسے اختلافی قرار دیا مگر اس سے پہلے اپنی عبارت"اواعطی بلاسؤال"(یابغیر مانگے دے دیا) سے اس کا تدارک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کلام اس صورت میں ہے جب نہ مانگا ہو نہ دیا ہو بالجملہ یہ سب سے عمدہ ضابطہ ہے جو میری نظر سے گزرا اگر اس میں یہ چند باتیں نہ ہوتیں:

اوّلًا: ترك(۱) صورالوعدوالسکوت(۲)مع ان فیھا مالایغنی عنہ الصموت* فلوانھم ذکروھا لافادونا وخلصوناعن

اوّلًا: وعدہ اور سکوت کی صورتیں ترک کر دیں جب کہ ان میں وہ کچھ ہے جس سے سکوت کام نہیں دے سکتا اگر یہ حضرات ان صورتوں کو

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۸

التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها۔

وثانیًا: بترکها(۱) اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذاوقع الموعد قبل تمام الصلاۃ بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة اربعة[عـہ۱] منها ثلاثیات واثنان[عـہ۲] سداسیان لان کلامه لایختص بخارج الصلاۃ ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلک (۲) اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهما[عـہ۳] اثنان کلاهما سداسی فسری الغلط الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری وجعل الوعد ولوکان بعدُ مبطلا مطلقا زاد اثنان[عـہ۴] اعنی اثنی عشر اُخروشمل الغلط ثمانیة واربعین۔

وثالثا: قوله(۳) وان سأل فمنع یشمل کماصرح به السؤال قبل الصلاۃ

ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔

ثانیًا: ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدمِ سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جبکہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہوگیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق مانع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ[۶] صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لئے کہ ان کا کلام، صاحبِ بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس[۲۴] صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف نہ ظاہر ہو اور یہ دو صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس[۳۶] قسموں تک غلطی سرایت کر آئی۔ اور اگر میرا استظہار اور وعدہ کو اگرچہ بعد ہی ہیں ہو مطلقًا مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو[۲] یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہوگا اور غلطی اڑتالیس[۴۸] صورتوں کو شامل ہو جائے گی۔

ثالثًا: ان کا قول "وان سأل فمنع" (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا) جیسا کہ انہوں نے

عـہ۱ ھی ۹و۱۰ و ۱۳ و ۱۴ (م) (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ت)

عـہ۲ هما ۱۷ و ۱۸ (م) (یہ ۱۷ اور ۱۸ ہیں۔ت)

عـہ۳ هما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ اور ۲۶ ہیں۔ت)

عـہ۴ هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ اور ۲۵ ہیں۔ت)

وبعدها فیشمل المنع قبلها وبعدها فتخصیص المنع بماقبلها فی قوله ولافائدة الخ لافائدة فیه بل قدیوهم ان لیس الحکم کذا ان منع بعدها ثم اعطی ولیس کذلك کماقدمنا فی شرح القانون الصدری والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط لفظة قبلها۔

تصریح کی قبل نماز اور بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل ہوگا تو اپنی عبارت "ولافائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کردیا ہو) میں منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلہ وہم میں بیان کرچکے۔ تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "**قبلها**" ساقط کردیا جاتا۔

ورابعًا: لم تکن(۱) حاجة الی التشقیق بالظنین والتشکیك من اول الامر لانه انما تمس الیه الحاجة فیما اذا لم یسأل ولم یعط ولم یعد وهی خلافیة علی فرض الخلاف۔

رابعًا: اوّل امر سے ہی دونوں ظن اور شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اِس نے نہ مانگا اور اس نے نہ دیا نہ وعدہ کیا اور یہی اختلافی صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

وخامسًا: حط(۲) کلامه فی هذا اعنی الذی جعله خلافیة علی انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبین ای سواء کان الموضع موضع عزة الماء اوموضع بذله بدلیل اطلاق هنا والتفصیل فی المنع والشك وان ظن المنع فان کان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب الامام وان کان موضع البذل اوشك فی موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولاادری لم ترك الشك فی موضع البذل۔

خامسا: جس کو خلاف قرار دیا ہے اس میں اپنا کلام اس پر اتارا کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو مختار صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کم یابی کی ہو یا پانی دئے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو مطلق ذکر کرنا اور منع وشک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا اسے پانی کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے۔ پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔ (ت)

فان قیل الاصل فی الماء الاباحة فلایعتری الشك الافی محل العزة۔

اقول: فکیف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولٰی۔

وسادسا: لم (۱) کان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لافی محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذکر الموضع ذکر المظنة والمناط حقیقة ظنه ولربما یظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنًا صحیحًا صادقًا ناشئا عن دلیل معتمد فان ادیر الامر علٰی ظنه کما هوالتحقیق سقط الفرق بحال المحل وکان الاحوط قولهما اذاشك فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولوفی محل البذل وان حکم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلم جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولوکان فی محل العزة۔

وسابعا:ان(۲) ارید بالاحوط مافیه الخروج عن العهدة بیقین کان قولهما احوط مطلقا وان اریدبه الاقوی دلیلا فکیف یکون احوط عند الشك فقد حققنا اٰخر المسألة السادسة

اگر کہا جائے کہ پانی میں اصل اباحت ہے تو شک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

اقول: (میں کہوں گا) پھر بذل دے دئے جانے) کی جگہ ظن منع کا ذکر کیسے کیا؟ اگر خارجی امور کی بناپر اس کے ذکر کا جواز تھا تو شک کا بدرجہ اولٰی ہوگا۔

سادسا: قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظن منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر ایک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقت ظن پر ہے۔ہوسکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا،ایسا صحیح گمان جو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔تو اگر مدار کار اس کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے تو حالت محل کا فرق ساقط ہوجائے گااور قولِ صاحبین میں مطلقًا زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے مظنہ پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظن عطا ہوا اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

سابعا: اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عُہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقًا احوط ہوگا اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلہ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

ان الشك ملحق بظن المنع الى هنا تمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها الآن آن ان نذكر ما فاض من فيض القدير على العاجز **فاقول:** الفقير وبالله التوفيق۔	ظن منع سے ملحق ہے۔یہاں تک قوانین علماء مع شرح فوائد وذکر ایرادات تمام ہُوئے۔اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیض قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہوا۔**فاقول:** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔(ت)
الرابع القانون الرضوی	**چہارم: قانون رضوی**
العطاء [عہ] بعد الوقت لایؤثر فیما مضی	وقت کے بعد دینا جو نافذ ہوچکا اس میں مؤثر

عہ لم یذکر علی طریق التشقیق روما للاختصار فان العبارة تطول فیه کأن تقول لایخلو اما ان یعطی(۱) اویعد(۲) اویمنع(۳) اویسکت(۴) اولا (۵) شیئ علی الاول اما ان یعطی فی الوقت اوبعدہ فان کان(۱) فی الوقت فاما بعد ختم الصلاۃ عقیب اباء حقیقی اوحکمی کائن قبل الصلاۃ اوبعدھا اولا(۲) وان (۳) کان بعدہ فلایخلو اما ان کان علمه فی الوقت ولم یسأله اولا(۴) وعلی(۵) الثانی اما ان یعد بعد الصلاۃ ویظهر خلفه اولا(۶) وعلی(۷) الثالث یکون المنع قبل فعل کالتیمم والصلاۃ او(۸) بعدہ وعلی(۹) الرابع اما ان یلحقه العطاء

اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لئے کہ اس میں عبارت لمبی ہوجاتی ہے۔مثلاً یوں کہا جائے۔اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دے[۱] یا وعدہ[۲] کرے یا انکار[۳] کرے یا خاموش[۴] رہے یا کچھ[۵] نہ ہو بر تقدیر اوّل یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد اگر وقت[۱] میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا اس انکار حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد یا ایسا[۲] نہیں ہوگا اور اگر وقت[۳] کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے نہ مانگا یا ایسا[۴] نہ ہوگا اور بتقدیر[۵] ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا[۶] نہ ہوگا اور بر تقدیر سوم[۷] انکار کسی فعل مثلاً تیمّم ونماز سے پہلے ہوگا یا اس[۸] کے بعد اور بر تقدیر رابع[۹] یا تو عطا اسے وقت کے (باقی برصفحہ آئندہ)

الا اذا علم ولم یسأل فیه اصلا وفیه مؤثر مطلقاً الا اذا کان بعد الصلاۃ عقیب اباء سابق اولا حق ولوحکمیاً والوعد کھذا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفه ای العطاء فی الوقت والمنع لایمنع شیأ ولا یرفع والسکوت منع الا اذا لحقه العطاء فی الوقت قبل ان یراہ یتیمم ویصلی وان لم یعط ولم یعد ولم یسأل فان ظن العطاء بطلت والاتمت۔	نہیں مگر جبکہ علم ہو اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقًا مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے اور منع کسی چیز کو روکنے اور ختم کرنے والا نہیں اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہو اس سے پہلے کہ اسے تیمّم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا نہ اس نے مانگا اگر دینے کا ظن رہا ہو نماز باطل ہو گئی ورنہ تام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

فی الوقت قبل ان یتیمم ویصلی اولا(۱۰) وعلی(۱۱) الخامس اما ان یظن العطاء اولا(۱۲) فھی اثنا عشر لاتزید ولاحاجة فھذا بیان الشقوق ثم یفیض فی بیان الاحکام فیطول الکلام فادمجنا الاقسام فی بیان الاحکام واختصرنا الکلام مع الاستیعاب التام والحمدللّٰه ذی الجلال والاکرام وقد علمت انالم نقسم قسمین الاحیث یختلفا فی الحکم وحصرنا الاربعمائة والستة والعشرین فی اثنی عشر بل رددناھا فی المتن الی عشرۃ کماتری وللّٰه الحمد ۱۲ منه غفرله (م)

اندر تیمّم ونماز کی ادائے گی سے پہلے لاحق ہو گی یا ایسا[۱۰] نہ ہو گا اور برتقدیر[۱۱] خامس یا تو اسے ظن عطا ہو گا یا نہیں[۱۲] یہ بارہ[۱۲] صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ تو شقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہو گا اس لئے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا اور ساری حمد عزّت وبزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کیلئے ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو[۲] قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس ۴۲۶ کو ہم نے بارہ ۱۲ میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ[۱۲] کو بھی دس[۱۰] کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالٰی ہی کیلئے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وبه تمّت الضابطة* لجمیع الصور الاربعمائة والستة والعشرین ضابطة* بیانه انی رددت الاقسام طرا الی عشرة لانه اما ان یعطی اویعد اویسکت اویمنع اولاشیئ ولایکون الثالث الابعد السؤال ولاالخامس الابدونه والاولان شاملان لهما فیصلحان للتثنیة بکون کل بعد السؤال اوبلاسؤال۔

ان ہی الفاظ میں تمام چار سو چھبیس[۴۲۶] منضبط صورتوں کے لئے ضابطہ مکمل ہوگیا **اس کا بیان** یہ ہے کہ میں نے ساری قسموں کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے وہ اس لئے کہ یا تو وہ دے[۱] گا یا وعدہ[۲] کرے گا یا سکوت[۳] کرے گا یا منع[۴] کرے گا یا کچھ[۵] نہ کرے گا۔اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہوگی،اور پانچویں بلاسوال ہی ہوگی۔اور پہلی دونوں،سوال وعدم سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعد سوال ہوگی یا بلاسوال۔(ت)

فالعطاء[۱] قسم واحد وهو غیر الاٰجل الذی یتأخر عن السؤال بزمان فلابدان یتقدمه وعدا وصمت اومنع وهذا مقابل لها فی التقسیم فلاجرم ان یکون عاجلا ای علٰی فور السؤال اولاعاجلا ولا اٰجلا بل بدون سؤال۔

تو **عطا**[۱] ایک قسم ہے اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمان میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خموشی یا انکار ہو۔اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

والوعد[۲] والمراد به الرجائی حال بقاء الماء کماهو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه [۱]اما قبل تمام الصلاة او [۳]بعده وفی هذا ظهر خلفه [۴] اولا۔

وعدہ[۲] اس سے مراد ہے وعدہ رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لئے کہ یا تو [۲]قبل تکمیل نماز ہوگا یا [۳]بعد تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا یا [۴]ایسا نہ ہوگا۔

والسکوت قسمان لانه [۵]یعطی بعده فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممه وصلاته اولا۔

سکوت کی دو قسمیں ہیں اس لئے کہ وہ بعد [۵]سکوت وقت کے اندر اس کے تیمّم و نماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا[۶] نہ ہوگا۔

والمنع قسمان [7] یعطی قبل تمام الصلاۃ [8] اولا۔**والخامس** [9] قسمان کان یظن العطاء [10] اولا فھی عشرۃ وکل منحازعن صاحبہ بحکم فمافرقت الاالافتراق الحکم۔

انکار کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو قبل تکمیل نماز [7] دے گا یا نہ [8] دے گا۔
پانچویں کی بھی دو قسمیں ہیں۔اسے [9] ظنِ عطا تھا یا [10] نہیں۔یہ دس [10] صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے حکم میں جُدا ہے کیونکہ حکم الگ ہونے ہی کی وجہ سے ان کو الگ الگ کیا گیا ہے۔(ت)

بیان احاطتھا الاقسام

(۱) العطاء [1] غیر اٰجل مواقعہ ستۃ قبل [1] التیمم اوبعدہ [2] قبل الصلاۃ اوفیھا [3] اوبعدھا [4] فی الوقت قبل الاطلاع المذکور اوبعدہ [5] اوبعد [6] الوقت الاولان ثلاثیان بالظنین والشك والبواقی سداسیات باضافۃ الرؤیۃ فی الصلاۃ اوقبلھا فکانت ثلثین وبتثنیۃ کونہ بعد سؤال اوبدونہ کان ینبغی ان تکون ستین غیران الستۃ الاخیرۃ اعنی التی بعد الوقت لاتثنی لان السؤال بصلاۃ الوقت لایکون بعد الوقت فتبقی اربعۃ(۵۴) وخمسین اربعۃ وعشرون منھا بالسؤال وثلثون بلاسؤال۔

اس کا بیان کہ یہ صورتیں ساری قسموں کو محیط ہیں۔
(۱) عطائے غیر آجل کے مواقع چھ [6] ہیں: (۱) قبل تیمّم (۲) بعد تیمّم قبل نماز (۳) یااندرونِ نماز (۴) یابعد نماز وقت کے اندر،اطلاع مذکور سے پہلے (۵) یااطلاع مذکور کے بعد (۶) یا وقت کے بعد پہلی دونوں صورتیں ظن عطا ومنع اور شک کی وجہ سے ثلاثی ہیں اور نماز کے اندر دیکھنے یااس سے قبل دیکھنے کے اضافہ کی وجہ سے باقی سب سُداسی ہیں تو تیس [30] ہوئیں۔اور عطاکے بعد سوال یا بلاسوال ہونے سے ہر ایک کو دو کرکے ساٹھ [60] ہوجانا چاہیے تھامگرآخری چھ [6] صورتیں یعنی جو وقت کے لیے مانگنا وقت کے بعد نہ ہوگا تو چوّن [54] صورتیں رہ جائیں گی،چوبیس [24] سوال والی اور تیس [30] بلاسوال۔

حکمہ التأثیر ای ان وقع قبل التیمم منعہ اوبعدہ نقضہ اوفی الصلاۃ قطعھا اوبعدھا ابطلھا غیر ان الابطال فیما اذاسأل فی الصلاۃ مضاف الی السؤال

اس عطاکا حکم یہ ہے کہ (بہرحال) مؤثر ہے۔یعنی (۱) اگر یہ دینا قبل تمیم ہو تو تمیم سے مانع ہوگا۔(۲) اگر بعد تمیم ہو تو اسے توڑدے گا(۳) اگر دوران نماز ہو تواسے قطع کردے گا(۴) بعد نماز ہو تواسے باطل کردے گا۔مگر یہ کہ اندرون نمازمانگنے کی صورت میں

فیبقی للعطاء نقض التیمّم۔

(۲) وعد قبل تمام الصلاۃ مواقعه الثلثة الاول ثلاثیان ثم سداسی ویحتمل الکل اربعة وجوه لاغیر علی ماقدمنا تحت قانون البحر یعطی فی الوقت اوبعدہ اولا یعطی فیظهر خلفه اولا فهی اربعة وعشرون فی الاولین ومثلها فی الثالث فکانت ثمانیة واربعین فی ربعها اعنی اثنی عشر العطاء بعد الوقت وهی لاتثنی کماعلمت وستة وثلثون البواقی تثنی فالمجموع اربعة(۸۴) وثمانون۔

حکمه الاٰثار الثلثة بالوجه المذکور

(۳) وعد بعد الصلاۃ فظهر خلفه له وجهان ان لایعطی اصلا من دون عذر اویعطی بعد الوقت لماقدمنا ان الوعد فی حاجة موقتة یتعلق بالوقت خاصة وعلی کل یکون بعد الاطلاع اوبدونه والکل سداسی فهی اربعة وعشرون نصفها الاول اعنی مالاعطاء فیها تثنی فتصیر اربعة وعشرین ونصفها الاٰخر اعنی العطاء بعد الوقت لایثنی لمامر فیکون لکل ستة(۳۶) وثلثین اثنا عشر منها لسؤال۔

ابطال کی نسبت مانگنے کی جانب ہے تو عطاء کی وجہ سے تیمم ٹوٹتا رہے گا۔

(۲) وعدہ قبل تکمیل نماز اس کے مواقع وہ پہلے تینوں مواقع ہیں وہ ثلاثی پھر ایک سداسی ہے، اور ہر ایک میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔ زیادہ نہیں جیسا کہ قانونِ بحر کے تحت ہم نے پہلے بیان کیا۔ (۱) وقت میں دے دے گا (۲) بعد وقت دے گا (۳) نہ دے گا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا (۴) یا نہ ظاہر ہوگا تو پہلی دونوں میں یہ چوبیس[۲۴] ہوگئیں۔ ان ہی کے مثل تیسری میں ہوں گی تو اڑتالیس[۴۸] ہوئیں ان کی چوتھائی یعنی بارہ[۱۲] میں عطا بعد وقت ہے۔ اور یہ دوگنا نہ ہوں گی جیسا کہ معلوم ہوا، اور باقی چھتیس[۳۶] دو[۲] دو[۲] ہوں گی تو کل چوراسی[۸۴] ہوئیں۔

حکم وہی تینوں اثرات بطریق مذکور (۳) وعدہ بعد نماز جس کا خلف ظاہر ہوا۔ اس کی دو[۲] صورتیں ہیں، یا (۱) تو بالکل نہ دے بغیر کسی عذر کے یا (۲) وقت کے بعد دے اس لئے کہ ہم بتا چکے کہ وقتی حاجت کے لئے وعدہ خاص وقت سے متعلق ہوتا ہے اور بہر دو صورت یا تو بعد (۳) اطلاعِ مذکور ہوگا یا اس (۳) کے بغیر اور ہر صورت سُداسی ہے تو چوبیس[۲۴] صورتیں ہوئیں، ان میں سے نصف اول یعنی وہ جن میں عطا نہیں ڈبل ہو کر چوبیس[۲۴] ہو جائیں گی اور نصف دیگر یعنی عطا بعد وقت والی ڈبل نہ ہوں گی وجہ گزر چکی تو کُل چھتیس[۳۶] ہو جائیں گی جن میں سے بارہ سوال والی ہیں۔

حکمه تمت۔

حکم نماز تام ہے۔

(۴) (ا) لم یظهر خلفه له ایضا وجهان یعطی فی الوقت اولا یعطی لنحو وجوه قدمنا فی المسألة الثامنة کأن کان قال له تعال فی الوقت الفلانی اعطك فلم یذهب هذا والاقسام ههنا ثمانیة[48] واربعون لان التقسیم کسابقه وههنا الفریقان مثنیان۔

(۴) اس کا خلف ظاہر نہ ہوا۔اس کی بھی دو ۲ صورتیں ہیں وقت[1] کے اندر دے دے گا یا[2] نہ دے گا۔اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تمہیں دُوں گا۔یہ نہ گیا قسمیں یہاں اڑتالیس[48] ہیں۔اس لئے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی فریق ڈبل ہیں۔

حکمه یعید الصلاۃ۔

حکم اعادہ نماز ہے۔

(۵) [2]سکت واعطی فی الوقت قبل الاطلاع حیث ان السکوت یتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التیمم[1] او[2] الصلاۃ او[3] فیها او[4] بعدها والعطاء علی الاول رباعی کذلك وعلی الثانی ثلاثی باسقاط الاول وعلی الثالث کذلك لانه قطع الصلاۃ بالسؤال ولم ینتقض تیممه فالعطاء اما ان یکون قبل المستانفة اوفیها اوبعدها وعلی الرابع ماله الاوجه واحد لانه لایعید الصلاۃ بالسکوت والاذلان ثلاثیان فسبعتهما احد وعشرون والاخیران سداسیان فاربعتهما اربعة وعشرون والکل خمسة[45] واربعون۔

(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل اطلاع مذکور دے دیا۔چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا۔تو سوال کے چار مواقع ہیں (ا) قبل تیمم (۲) قبل نماز (۳) دورانِ نماز (۴) بعد نماز اور برتقدیر اول عطا کی بھی ایسے ہی چار[4] چار[4] صورتیں ہیں،اور برتقدیر دوم ثلاثی ہے باسقاطِ اول اور برتقدیم سوم بھی ایسا ہی ہے۔اس لئے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تیمم ابھی نہ ٹوٹا تو دینا ازسرِنو پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد اور برتقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لئے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس[21] ہونگی اور آخر والی دونوں سُداسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس[24] ہوں گی اور کُل پینتالیس[45] ہوں گی۔

حکمه الاٰثار الثلثة۔

حکم تینوں اثرات۔

(۶) سکت(۱) ولم یعط فی الوقت قبل الاطلاع فاما فی الوقت بعد الاطلاع اوبعدہ اولا اصلا وفی کلہا السؤال علی مواقعہ الاربعۃ فکل من الاولین الثلاثین بثلثۃ وجوہ العطاء وعدمہ تسعۃ وکل من الاخیرین السداسیین ثمانیۃ عشر فھی اربعۃ[۵۴] وخمسون۔

حکمہ تمّت۔

(۷) منع(۲) فاعطی قبل تمام الصلاۃ لسؤال ثلثۃ مواقع غیر الاخیر وکذا للعطاء علی الاول وعلی الباقین اثنان لانہ بقطع الصلاۃ یستأنفھا فھی سبعۃ وکل فی الاولین الثالث سداسیان باثنی عشر فھی سبعۃ[۲۷] وعشرون۔

حکمہ الاٰثار الثلثۃ لاجل لعطاء لاللمنع۔

(۸) منع(۳) ولم یعط قبلہ فاما بعدھا فی الوقت قبل الاطلاع اوبعدہ اوبعد الوقت اولا ولسؤالہ المواقع الاربعۃ ثلاثیان فیضرب اربعۃ اربعۃ وعشرون وسداسیان ثمانیۃ واربعون کلھا اثنان[۷۲] وسبعون۔

(۶) خاموش رہااور وقت کے اندر اطلاع مذکور سے قبل نہ دیا یاتو[۱] وقت کے اندر بعد اطلاع نہ دیا یا وقت[۲] کے بعد نہ دیا یا بالکل[۳] نہ دیا اور ان میں سے ہر ایک میں سوال اپنے چاروں مواقع پر ہے۔تو پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک عطا وعدم عطا کی تین صورتوں کے ساتھ نو[۹] ہوگی اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ[۱۸] ہوگی۔توکُل چوّن[۵۴] ہوں گی۔

حکم نماز تام ہے۔

(۷) انکار کیا پھر قبل تکمیل نماز دے دیا۔اس کے سوال کے تین مواقع ہیں آخری چھوڑ کر اسی طرح یہی صورت میں عطاکے مواقع اور باقی دو[۲]میں دو[۲] ہیں اس لئے کہ نماز توڑ دینے کی وجہ سے اس کو از سرِ نو ادا کرے گا۔تو یہ سات[۷] ہوئیں۔اور اولَین میں سے ہر ایک ثلاثی ہے تو ان کی پانچوں پندرہ[۱۵] ہونگی اور سوم کی دونوں قسمیں سداسی ہیں تو بارہ[۱۲] ہوں گی کل ستائیس ۲۷ ہوں گی۔

حکم تینوں اثرات، اس وجہ سے کہ عطا ہُوئی، اس وجہ سے نہیں کہ انکار ہُوا۔(۸) انکار کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔یہ یا[۱] تو بعد نماز وقت کے اندر قبل اطلاع یا بعد[۲] اطلاع ہوگا، یا بعد[۳] وقت ہوگا یا ایسا نہ[۴] ہوگا اس میں سوال کے وہی چاروں مواقع ہیں دو ثلاثی تو چار سے ضرب دینے سے چوبیس[۲۴] صورتیں ہوں گی اور دو[۲] سداسی ہیں تو اڑتالیس[۴۸] ہوں گی۔کُل بہتر[۷۲] ہونگی۔

حکمه تمّت۔

حکم نماز تام ہے۔

(۹) لم [۱] یکن شیئ وظن العطاء هو علی وجهین بالرؤیة فی الصلاۃ اوقبلها۔

حکمه یعید۔

(۹) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو [۲] صورتیں ہیں۔ حکم نماز کا اعادہ کرے۔

(۱۰) لم [۲] یکن شیئ ولاظن عطاء هی اربعة بالوجهین مع ظن المنع اوالشک۔

حکمه تمّت۔

وبه تمت احاطة [۳عـه] الاقسام *

(۱۰) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

حکم نماز تام ہے۔ اسی سے احاطہ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا۔

عـه: وهذا جدول الاجمال باعتبار التقسیم الاول الی خمسة اقسام

القسم	الصور	مایبطل	مایجزئ
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعد	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
الکل	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمالی نقشہ ہے۔

قسم	صورتیں	جن میں نماز باطل	جن میں نماز جائز
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعدہ	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
میزان	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

وهذا بعینه ماحصل بالتقسیم الاول تحت قانون البحر فتوا فقهما مع شدة تباینهما فی الطریق دلیل الصحة والتحقیق ۱۲ منه غفرله (م)

بعینہ یہی قانون بحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طریق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت و تحقیق کی دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

مع بیان الاحکام* والحمد الدائم لولی الانعام* ذی الجلال والاکرام* وافضل الصلاۃ والسلام* علی السید المنعام* واٰله الکرام* وصحبه العظام* وامته الی یوم القیام* اٰمین۔

تنبیه: اتبعنا هم فی ترك اقسام الوعد باظهار النفاد والوعد الابائی والمنع بعد العطاء مع ذکرهم العطاء بعد المنع۔

فان قیل لااثر لهذه لمامر ان الوعد بعد النفاد لایعتبر والوعد الابائی لااثرله فی الوقت الحاضر بل فی الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فاباحة تیمم منعه العطاء لاغیر کماقدمت فی المسألة العاشرۃ۔

اقول: الیس هذا اثرا والوعد کیفما کان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاۃ تحصل الاٰثار الثلثة وان کان حصولها بالعطاء کما بالعطاء قبله بعد المنع وان لم یلحقه جاز تیمّمه وبقی وتمّت الصّلوۃ۔

وقد ذکروا المنع ولااثرله الا هذا وذکر المنع لایغنی عنه فانه من الوعد فیشتبه الامر فیه

اور دائمی حمد ہے ولی انعام مالک عزّت وبزرگی کیلئے۔اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا،اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روزِ قیامت تک الٰہی قبول فرما!

چند اقسام دیگر پر تنبیہ: درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی۔(۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدہ ابائی (۳) منع بعد عطا-- جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس کا کوئی اثر نہیں اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدہ ابائی کا کوئی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہوگیا تھا اب مباح ہوجائے گا کچھ اور اثر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ وہم میں بیان ہوا۔

اقول: کیا یہ اثر نہیں۔اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبل تکمیل نماز اسے عطا لاحق ہوئی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز و باقی اور نماز تام ہے۔

علماء نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوئی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کارآمد نہیں اس لئے کہ وہ وعدہ سے (انکار)

ثم قد ذکروا العطاء بعد الاباء وخصوہ بالعطاء بعد الصلاۃ وھو لااثر لہ اصلا وانما ذکروہ لبیان خلوہ عن الاثر فان اردنا ایرادھا زدنا فی الضابطۃ ان الوعد باظھار النفاد والوعد الابائی کلاھما لااثر لہ الا اذالحقہ العطاء قبل تمام الصلاۃ ولایسمع منع بعد عطاء الا اذا بقی الماء ولم یخرج عن ملك المعطی فیبیح التیمم ان منعہ عہ العطاء واذن تصیر اقسام الوعد سبعۃ لانہ باظھار نفاد الماء اوبدونہ علی الاول یعطی[1] قبل ختم الصلاۃ مؤولا بسھوہ مثلا اولا[2] وعلی الثانی ام ان یعد ابائیا[3] یعطی بعدہ قبل تمام الصلاۃ لان تاجیل وعدہ لایمنعہ عن تعجیلہ اولا[4] واما[5] رجائیا وقع قبل تمامھا او[6] بعدہ وفی ھذا ظھر خلفہ اولا[7]۔
والمنع ثلثۃ باضافۃ

ہے۔ تو معاملہ اس میں مشتبہ ہو جائے گا۔
پھر عطا بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری بتانے ہی کیلئے علما نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم اسے بھی لانا چاہیں تو ضابطہ میں یہ اضافہ کردیں گے کہ ختم ہونے کا اظاہر کرکے وعدہ اور وعدہ ابائی دونوں بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انہیں عطا لاحق ہو۔ اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح کردے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی قسمیں سات ۷ ہو جائیں گی اس لئے کہ وعدہ پانی ختم ہونے کا اظہار کے ساتھ ہوگا یا اس کے بغیر ہوگا برتقدیر اول ختم نماز سے پہلے۔ مثلاً اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔ (۲) یا نہیں۔ برتقدیر ثانی (۳) یا تو ایسا وعدا ابائی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے اس لئے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع نہیں (۴) یا ایسا نہ ہوگا (۵) یا وعدہ رجائی کرے گا جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (۶) یا اس کے بعد ہو، اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (۷) یا ایسا نہ ہو۔ اور منع کی تین ۳ قسمیں ہو جائیں گی اس کا اضافہ

عہ: احتراز عن البیع بخیار البائع کماتقدم فی المسألۃ العاشرۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیساکہ مسئلہ دہم میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

مااذا کان بعد العطاء مع بقاء الماء وملکه اما خلافه وھو المنع بعد مانفد اوخرج عن ملك المانع فلایحتاج الی ادخاله فی الاقسام لانه یرجی الامن مجنون فتصیر جمیع الاقسام خمسة عشر۔

اما انواع ھذہ الخمسة المزیدة

فاقول:(۱۱) وعد[۱] باظھار النفاد واعطی قبل تمام الصلاۃ صورہ ثمان واربعون۔

حکمه التأثیر۔

(۱۲) وعد[۲] کذلك ولم یعط قبل تمامھا صورہ ۱۶۲۔

حکمه تمت ویظھر لك ھذا بتالییه لان ھذا الوعد لایخالف الابائی احکاما ولااقساما اجمالا ولاتفصیلا۔

(۱۳) وعد[۳] ابائیا واعطی قبل تمام الصلاۃ مواقعه ثلثة:(i) قبل التیمم (ii)اوالصلاۃ (iii) اوفیھا فعلی الاول الثلاثی للعطاء المواقع الثلثة وعلی الثانی الثلاثی اثنان فخمسة فی ثلثة خمسة عشر وبالتثنیة

کر دینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی رہنے کے ساتھ ہو۔لیکن اس کا خلاف۔وہ یہ کہ پانی ختم ہونے کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع وانکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں اب کل اقسام پندرہ[۱۵] ہوجائیں گی۔لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی

نوعیں فاقول: (تو میں کہتا ہوں):

(۱۱) ختم ہونا ظاہر کرکے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے پہلے دے دیا۔اس کی اڑتالیس[۴۸] صورتیں ہیں۔

اس کا حکم مؤثر ہے۔

(۱۲) اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔اس کی ۱۶۲ صورتیں ہیں۔

حکم نماز تام ہے۔یہ اپنے بعد والی دونوں قسموں سے واضح ہوگی اس لئے کہ یہ وعدہ احکام،اقسام،اجمال،تفصیل کسی وعدہ ابائی کے برخلاف نہیں۔

تو اوّل ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں۔اور دوم ثلاثی میں دو[۲] ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے پندرہ[۱۵] صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

ثلثون عن اما الثالث ففیه وجهان لان الوعد فی الصّلاۃ ان کان بسؤال فقد لزمه استئناف الصلاۃ والامضت لان هذا الوعد لاینقض التیمم فعلی الثانی ماللعطاء الاوجه واحد ان یعطی قبل تمام هذه الصلاۃ وعلی الاول یحتمل ان یعطی قبل شروع الصلاۃ المستأنفة اوفیها فصار الثالث وهو سداسی علی ثلثة وجوہ بثمانیة عشر ومع الثلثین ثمانیة واربعون[۴۸]۔

حکمه التأثیر لاللوعد فانه منع بالنظر للوقت بل للعطاء۔

(۱۴)[۱]وعدا بائیا ولم یعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزیادۃ ما[۲] بعد الصلاۃ مطلعا[۵] اوغیر مطلع فان کان قبل التیمم اوالصلاۃ احتمل اربعة:(۱) ان یعطی بعد الصلاۃ فی الوقت مع الاطلاع۔(۲) اوبدونه (۳) اوبعد الوقت (۴) اولا۔وان کان بعد الصلاۃ قبل الاطلاع خرج الاول بعده خرج الثانی لان العطاء لایخالف الوعد فی هذین فان المراد الاطلاع حین تیمم وصلی به لیتوهم اویثبت السکوت اذذاك دلیل المنع۔

(۱۳) وعدہ ابائی کیااور قبل تکمیل نماز دے دیا۔اس کے تین ۳ مواقع ہیں:

(i) قبل تمیم (ii) قبل نماز (iii) اندرونِ نماز

تیں ہوں گی۔تقدیر سوم پر دو۲ صورتیں ہیں اس لئے کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر از سرِنو پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ وتام ہوگئی اس لئے کہ یہ وعدہ تمیم نہیں توڑتا۔تو دوسری صورت میں عطا کی صرف ایک شکل ہوگی وہ یہ کہ قبل تکمیل نماز دے دے اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سرِنو پڑھی جانے والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے اندر ہی دے تو سوم جو سُداسی ہے تین شکلوں پر ہو کر اٹھارہ۱۸ ہوگئی۔یہ تیس۳۰ کے ساتھ مل کر کُل اڑتالیس ۴۸ ہوئیں۔

حکم: تاثیر وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو بنظر وقت منع ہے بلکہ عطا کی وجہ سے۔

(۱۴) وعدا ابائی کیااور قبل تکمیل نماز نہ دیا نماز (۴) کے بعد مطلع ہو کر یا غیر مطلع (۵) رہ کر نہ دینے کی صورت کا اضافہ کرکے اس کے پانچ مواقع ہوں گے اگر تمیم یا نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار ۴ احتمال ہوں گے:

(۱) نماز کے بعد،وقت کے اندر اسے اطلاع دینا۔(۲) بغیر اطلاع دینا(۳) بعد وقت دینا(۴) ایسا کُچھ نہ ہو۔

اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج ہو جائے گا اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم خارج ہو جائے گا۔اس لئے کہ ان دونوں میں عطا خلاف وعدہ نہیں۔کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع جب تمیم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

فاذن کل من الاولین الثلاثین اثناعشر وکل من الاٰخرین السداسیین ثمانیة عشر فھی ستون وبالتثنیة مائة وعشرون۔

بقی الثالث الوسطانی ان یکون الوعد فی الصّلاۃ فان لم یکن عن سؤاله احتمل ان یعطی بعدھا فی الوقت اوبعدہ اولا وان کان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان یعطی فی الوقت بعد المستأنفة مع الاطلاع اوبغیرہ اوبعد الوقت اولا فھذہ سبعة سداسیات باثنین واربعین والکل مائة واثنان۱۶۲ وستون۔

حکمه تمت وینتقض تیممه الاٰن ان اعطی۔

(۱۵) اعطی ثم منع وملکه والماء باق ھذا العطاء یحتمل انیکون بلاسؤال اوبعدہ عاجلا اوبعد وعدا وصمت اومنع وعلی کل یکون قبل التیمم اوالصلاۃ اوفیھا اوبعدھا بالاطلاع اوبدونه اوبعد الوقت۔

وبالجملة جمیع صور العطاء الاٰتیة فی سائر الاقسام الماضیة ومنھا مؤثرات باحد الاٰثار الثلثة وھی کل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثانی ستة وثلثون لان العطاء قبل التیمم اوالصلاۃ اوفیھا وکل فی الوقت

ہوسکے کہ اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔

اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ ۶۰ صورتیں ہُوئیں اور دو۲ میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ۱۲۰ ہوئیں۔

تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بناکے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ ازسرِ نو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالتِ اطلاع یا بلااطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے۔ یہ سات ۷ احتمالات ہوئے سب سُداسی ہیں تو بیالیس ۴۲ ہوئے اور کُل ایک سو باسٹھ ۱۶۲ ہوئے۔

حکم: نماز تام ہے اور تیمم اس وقت ٹوٹ جائے گا اگر دے دے۔

(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی ملک اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلاسوال ہو یا بعد سوال فوراً ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو اور بہر تقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع یا بعد الوقت۔

بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہے ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چوّن ۵۴ ہے اور ثانی کی ۳/۷ چھتّیس ۳۶ اس لئے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے[1] اندر

بعد السؤال اوبدونه اوبعد الوقت فهی ثلثة فی کل والاولان ثلاثیان والثالث سداسی ونصف الرابع اربعة وعشرون وکل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثانی عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائتان واربعة وثلثون۔

ومنها مالایؤثر لکونه بعد الوقت وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس ثمانیة عشرلان فیه وجهین للعطاء ووجها لعدمه

ونصف العطاء بعد الوقت فکان ثلث الکل۔

وربع الثامن ثمانیة عشرلان فیه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لمافی الوقت فکان لعدم الوقت ربع الکل ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة[330] وثلثون فلتخزن فان هذه لایفارق فیها المنع والعطاء فی الموقع اما فی الفریق الثانی فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلایکون المنع الابعده۔

واما فی فریق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطی قبل التیمم لایکون له ان یتیمم حتی یقع المنع بعد التیمم وان اعطاه قبل الصلاة لایکون له ان یصلی حتی یقع فی الصلاة وقس علیه و

بعد سوال یا بلاسوال [2] یا بعد وقت تو ہر ایک میں یہ تین ہیں اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیں [24] اور خامس کی سبھی پینتالیس [45] اور سابع کی ستائیس [27] اور بارھویں کی اڑتالیس [48]۔ کل دوسوچونتیس [234]۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں، یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ اس لئے کہ اس میں عطائی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی تہائی ہوئیں۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لئے کہ اس میں عدمِ عطا کی ایک صورت، اور عطا کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو۔ تو عدم وقت کے لئے کل کی چوتھائی ہوئی اور تیرھویں سے اڑتالیس [48] جن کا مجموعہ چھیانوے [96] ہوگا اور مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس [330]۔ انہیں جمع کرلیا جائے کہ ان کے اندر منع وعطا میں موقع کا اختلاف نہیں۔ فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لئے کہ عطا بعد وقت ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا۔

اور فریق مؤثرات میں اس لئے کہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ استعمال سے پہلے منع کردیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے دے دیا اسے تیمم کرنا روانہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے بعد منع واقع ہو اور اگر نماز سے پہلے دے دیا تو اس کیلئے نماز ادا کرنا روانہ ہوگا یہاں تک کہ منع اندرونِ نماز واقع ہو اور اسی پر قیاس کرلیا جائے۔

ومنها مافی الوقت ولایؤثر وھی ثلث السادس ثمانیة عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائة واثنان ففی ھذہ یمکن الافتراق لانه اذا اعطی فی الوقت ولم یؤثر فله ان لایستعمل لماء الاٰن ویدخرہ للوقت الاٰتی فیصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فھذہ تنقسم الی قسمین المنع فی الوقت وبعدہ فتصیر مائتین[۲۰۴] واربعة ومع المخزونات خسمائة[۵۳۴] واربعة وثلثین ھذہ وجوہ ھذا القسم الخامس عشر۔

حکمه اباحة التیمم الاٰن ان کان العطاء منعه ولا اثرله علی مامضی من تیمم اوصلاۃ بل ان کان فللعطاء السابق مجموع ھذہ الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات الف وثلثمائة وثمانون واللہ تعالٰی اعلم۔

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس[۳۶]، اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سودو[۱۰۲] ہیں۔ ان میں افتراق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کیلئے ذخیرہ کررکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع صحیح ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی منع[۱] اندرون وقت، منع[۲] بعد وقت تو دوسوچار[۲۰۴] ہوجائیں گی اور جمع شدہ کو ملاکر پانچ سوچونتیس[۵۳۴] ہونگی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔

حکم: اس وقت تیمم مباح ہونا ہے اگر عطا اس سے مانع تھی۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نوسوچوّن[۹۵۴] ہُوا اور سابقہ قسموں کو ملاکر ایک ہزار تین سو اسّی[۱۳۸۰] ہوا اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔

اضافة اخرٰی

اقول: وھھنا وجوہ اُخر فان احوال اربعة: عطا، وعد، سکوت، منع۔ وقد ذکروا العطاء بعد المنع وذکرنا فی وجوہ قوانینھم العطاء بعد الوعد وبعد السکوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن

اضافہ دیگر

اقول: یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ حالتیں چار[۴] ہیں: عطا، وعدہ، سکوت، منع۔

علما نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ وبعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

وزانها الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء اوالوعد فهذه اربعة تركيبات أُخر ثنائيات اماما فوق الثنائی فلا امكان لاحصائه جل من احصی كل شيئ عددا والاسترسال فی بيان تقاسيم هذه الاربعة ايضا مخرج عن القصد ومن عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم يعسر عليه فلنقتصر علی بيان الاحكام الكلية بانين علی استظهارا تنا السالفة غير قاطعی القول فيما يتعلق بابحاثنا۔

فاقول: [1] اذا وعدثم ابی فان كان الوعد قبل التيمم واذن لايكون الاباء ايضا الاقبه لان الوعد حاجز عن التيمم فهذا الاباء يبيح التيمم وان كان الوعد بعد التيمم نقضه فلايعيده الاباء بل يجيز تجديده وكذا ان كان فی الصلاة قطعها فلايصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ماكان يخشی عليه من جانب الوعد ان لم يظهر خلفه۔

وان [2] ابی ثم وعد فان وقع الوی قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

اسی کے مقابلہ میں وعدہ [1] پھر انکار، انکار [2] پھر وعدہ، سکوت [3] پھر انکار، یا وعدہ [4] بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہُوئیں لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں۔ بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیح میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کیلئے یہ مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول نہ کریں گے۔

فاقول: [1] جب وعدہ کرے پھر انکار کردے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو اور اِس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لئے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کردے گا اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائے گا بلکہ اس کی تجدید جائز کردے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف نہ ظاہر ہو۔

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کردے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

لم یؤثر لان العطاء بعد الصلاۃ لایضر اذاکان بعد المنع فکیف بالوعد۔
وان[۱] سکت ثم ابی فالسکوت کان نفسه دلیل الاباء والاٰن قداتی الصریح۔وان[۲] سکت ثم وعد فان کان السکوت یحتمل ان یکون لاللاباء کماوصفنا فی ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل متعینا فیعمل عمله من الاٰثار الثلثه والا لافصح التیمم وتمت الصلاۃ واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم* وعلمه جل مجده اتم واحکم* وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله و صحبه وابنه وحزبه وبارك وسلم* الی ابد الابدین* فی کل اٰن وحین* والحمدللّٰه رب العٰلمین*

تو مؤثر نہ ہوگا اس لئے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔
(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہوگا۔(۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین کردے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔
اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اس مجدِ بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے،اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل،اصحاب،فرزند اور گروہ پر ہمیشہ ہمیشہ،ہر لمحہ وہر آن درود اور برکت وسلام ہو۔ اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک خدا کیلئے ہیں۔ (ت)

رسالہ

الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۱۵۷ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کردیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی ودرر علّامہ خسرو ودرمختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہُوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہو وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وھو المستعان* الذی شرح صدر الشریعۃ والایمان* بارسال سید الانس والجان *وقایۃ للمومنین من النیران* وطھرنا بہ عن خبث الکفر وحدث الضلال* ونھانا عن اضاعۃ الماء والمال*	ساری خُوبیاں خدا کیلئے اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے جس نے جِن وانس کے سردار کو نار سے اہلِ ایمان کو بچانے کیلئے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کُفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا۔ اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا

علیه وعلی اٰله الطیبن*واصحابه المطیبین المُطیبین*وتابعیهم باحسان الٰی یوم الدّین* صلاۃ الله وسلامه کل اٰن وحین*من ازل الاٰزال الی ابد الاٰبدین*اٰمین وعلینا بهم یاارحم الراحمین*	ان پر اور ان کی پاکیزہ آل، پاکیزہ کیے ہوئے پاکیزہ کرنے والے اصحاب، اور روزِ جزا تک بھلائی کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں پر خدا کی جانب سے ہر لمحہ وہر آن، ازلوں کے ازل سے، ابدوں کے ابد تک درود وسلام قبول فرما اور ان کے طفیل ہم پر بھی اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔(ت)

اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد سے۔ت) اگر کوئی[1] شخص جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا اس کے بعد جماع کیا یا احتلام سے اٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہانہ سکے اور وضو کرسکے خواہ یوں کہ جنگل میں ہے اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اٹھا نہائے تو وقت نکل جائے گا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوٰی ہے کہ محافظت وقت کیلئے تیمم سے پڑھ لے احتیاطًا اس پر عمل کرے پھر برعایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے جس کا بیان ہمارے رسالہ "**الظفر لقول زفر**" میں گزرا۔ اور اب بحمدہ[2] تعالٰی اُس کی اور تائید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط وذخیرہ وبنایہ امام عینی میں ہے

شرع التیمم لدفع الحرج وصیانة الوقت عن الفوات[1]۔	تیمم حرج کے دفعیہ اور وقت کو فوت ہونے سے بچانے کیلئے مشروع ہوا ہے۔(ت)

کفایہ میں ہے:

التیمم شرع لصیانة الصلاۃ عن الفوات (الی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوهم الفوات لأن یجوز عند تحقق الفوات اولی[2]۔	تیمم اس لئے مشروع ہُوا کہ فوت ہونے سے نماز کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ فرمایا) توجب شریعت نے فوت ہونے کے وہم کی وجہ سے تیمم جائز کیا تو فوت ہونے کے تحقق ویقین کے وقت بدرجہ اولٰی جائز ہوگا۔(ت)

[1] البنایۃ شرح الہدایہ باب التیمم مطبع ملک سنز، فیصل آباد ۱/۳۲۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۱۲۶

ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے اصلانہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کیلئے کرے گا حدث کے لئے بھی کافی ہوجائے گا۔ کتب مذہب سے اس پر دلائل کثیرہ ہیں:

دلیل اوّل: عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے[1] ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہے کہ ہاتھ مُنہ دھولے یاجُنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے یا سارا بدن دھولے مگر چند اُنگل جگہ رہ جائے تواُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ جب تک ناخن بھر جگہ باقی رہ جائے گی حدث وجنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرّہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث[2] چھوٹا یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصّے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دُور ہوجائے اور بعض سے کُچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا خرچ کیا ضرور۔ یوں[3] ہی اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہے اتنا دھوئیں اور باقی کے لئے تیمم۔ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے:

انه تعالٰی امرنا باحدی الطهارتین علی البدل ولم یامرنا بالجمع بینهما ومن جمع بینهما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص[1]۔	اللہ تعالٰی نے ہمیں بطور بدل دو طہارتوں میں سے ایک کا حکم دیا، دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہ دیا۔ جو دونوں کو اکٹھا کرے وہ اصل اور بدل کو یکجا کرکے نص کا مخالف ہوا۔ (ت)

بنایہ امام عینی میں ہے:

انه عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد به مع البدل فی حالة واحدة کمن عجز عن بعض الرقبة فی الکفارة ولایلزم(۴) اذاغسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ماتقدم یسقط ویصیر مؤدیا للفرض بالتیمم خاصة[2]۔	وہ اصل کے کچھ حصہ سے عاجز ہوگیا تو بدل کے ساتھ بیک وقت اس کا شمار ساقط ہے جیسے دو شخص کفارہ میں بَردہ کے بعض حصہ سے عاجز ہوجائے اس پر اس صورت سے اعتراض نہ لازم آئے گا جب کچھ اعضاء دھوچکا ہو پھر پانی ختم ہوگیا اس لئے کہ جو پہلے ہوا وہ ساقط ہوجائے گا اور وہ خاص تیمم سے فرض ادا کرنے والا ہوگا۔ (ت)

[1] تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعہ امیریہ مصر ۱/۴۱

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۴

حلیہ محقق ابن امیر الحاج میں ہے:

اعلم ان الجواب فی ھذہ المسائل یتفرع علی اصل مذھبی وھو ان تلفیق اقامۃ الطھارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معاغیر مشروع عنہ اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لانظیرلہ فی الشرع الاتری ان(۱) التکفیر بالمال لایکمل بالصوم ولابالعکس ولاعدۃ(۲) الحائض بالاشھر ولاذوات الاشھر بالحیض[1]۔	واضح ہو کہ ان مسائل کا جواب ایک مذہبی قاعدہ پر متفرع ہے۔وہ یہ کہ ایک ہی طہارت کی ادائیگی بیک وقت پانی اور مٹّی دونوں سے مخلوط کرنا ہمارے اصحاب کے نزدیک نامشروع ہے۔اس لئے کہ پانی اصل ہے اور مٹی نائب ہے۔اور ایک حکم کے اندر اصل اور بدل دونوں کو جمع کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں دیکھئے مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی روزے سے پُوری نہیں کی جاتی۔اسی طرح برعکس بھی نہیں یونہی حیض والی کی عدّت مہینوں سے اور مہینوں والی کی عدّت حیض سے تکمیل نہیں پاتی۔(ت)

اختیار شرح مختار پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

من بہ جراحۃ وعلیہ الغسل غسل بدنہ الاموضعھا ولایتیمم وکذلك اذاکانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینھما جمع بین البدل والمبدل ولانظیرلہ فی الشرع[2]۔	جسے زخم ہو اور اس کو غسل کرنا ہے تو وہ جگہ چھوڑ کر اپنے بدن کو دھوئے اور تیمم نہ کرے۔اسی طرح جب اعضائے وضو میں جراحت ہو (تو وہ جگہ چھوڑ کر باقی دھوئے) اس لئے کہ دونوں کو جمع کرنا بدل اور مُبدَل کو جمع کرنا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔(ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لوکان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ اوجُدری فان کان الغالب ھو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولایغسل الصحیح عندنا خلافاللشافعی لان الجمع بین الغسل و	جنب کے بعض اعضاء میں زخم یا چیچک ہو تو اگر اکثر حصّہ سقیم ہے تیمم کرے اس لئے کہ اعتبار اکثر کا ہے اور صحیح حصّہ کو ہمارے نزدیک دھونا نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے۔وجہ یہ ہے کہ دھونا اور تیمم دونوں کو

[1] حلیہ

[2] اختیار شرح مختار آخر باب التیمم مطبع البابی مصر ۱/۲۳

عربی	ترجمہ
التیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشك فی طهورية الماء ولم يوجد [1] اھ كلامه الشريف۔ **اقول:** عـه بل ولافيها(۱) لان الصحيح فی الواقع احدهما والاٰخر معدوم شرعا فلاجمع الاصورة۔	جمع کرنا ممتنع ہے مگر جبکہ پانی کی طہوریت میں شک ہو اور یہ شک موجود نہیں۔(ان کا کلام شریف ختم ہوا)(ت) **اقول:** بلکہ اس حالت میں بھی نہیں اس لئے کہ فی الواقع دونوں میں سے ایک ہی درست ہے اور دوسرا شرعا معدوم ہے تو جمع کرنا صرف صورۃً ہے۔(ت)

کنز الدقائق وتنویر الابصار میں ہے:

عربی	ترجمہ
لایجمع بینهما اھ ای تیمم وغسل [2] درمختار بفتح الغين ليعم الطهارتين [3] ش عن ح۔ **اقول:** كل(۲) ليس لمتوهم ان يتوهم الجمع بين التيمم والغسل بالضم۔	دونوں کو جمع نہ کرے گا اھ یعنی تیمّم اور غسل (دھونے) کو-- درمختار غسل عین کے فتحہ کے ساتھ تاکہ دونوں طہارتوں کو شامل ہوجائے۔شامی از حلبی۔(ت)**اقول:** بلکہ کوئی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ تیمّم اور غسل (بالضم) جمع ہوگا۔(ت)

دلیل دوم: صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کے لئے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے شافعی وحنبلی کو نزاع ہے۔جواہر الفتاوٰی امام کرمانی باب رابع میں ہے:

عربی	ترجمہ
عـه ثم رأيته فی ش عن البحر قال لان الفرض يتأدى باحدهما لابهما فجمعنا بينهما بالشک [4] اھ ثم رأيته بعينه فی التبيين ۱۲ منه غفرله (م)	پھر میں نے اسے شامی میں بحر کے حوالہ سے دیکھا فرمایا: اس لئے کہ فرض ایک ہی سے ادا ہوتا ہے دونوں سے نہیں تو شک کی وجہ سے ہم نے دونوں کو جمع کیا اھ پھر بعینہٖ یہی میں نے تبیین میں بھی دیکھا ۱۲ منہ غفرلہ۔(ت)

---
[1] بدائع الصنائع شرائط تیمّم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱
[2] درمختار، باب التیمم، مجتبائی دہلی ۱/۴۵
[3] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹
[4] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۹

جنب فی مفازۃ معه من الماء مایکفی لوضوئه فانه یتیمم ولایستعمل الماء[1]۔	کسی بیابان میں جنابت والا ہے جس کے پاس اتنا پانی ہے جو اس کے وضو کے لئے کفایت کرے تو وہ تیمّم کرے گا اور پانی استعمال نہیں کرے گا۔(ت)

نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

مسافرا جنب ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتیمم[2]۔	کوئی مسافر جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کفایت کرے تو وہ تیمّم کرے گا۔(ت)

خلاصہ میں ہے:

فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الاقدرما یتوضأ فانه یتیمم ولایتوضأ عندنا[3]۔	اگر مسافر جنب ہوا اور اسے اسی قدر پانی ملا کہ وضو کرے تو ہمارے نزدیک وہ تیمّم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔(ت)

کافی میں ہے:

جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم[4]۔	جنب ہے جس کے پاس وضو کے لئے بقدر کفایت پانی ہے وہ تیمّم کرے اور وضو نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو کرے پھر تیمّم کرے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

انما تنقض رؤیۃ الماء اذاکان یکفی للوضوء ان کان محدثا اوالاغتسال ان کان جنبا والا لا وھذا فرع انه فی الابتداء اذاوجد مالایکفیه لایستعمله فی بعض محل الطھارۃ بل یترکه	پانی دیکھنا اسی وقت ناقض ہوتا ہے جبکہ بے وضو تھا تو اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو اور جنب تھا تو اتنا جو غسل کے لئے کافی ہو ورنہ ناقض نہیں اور یہ اس کی فرع ہے کہ ابتدا میں جب اسے ناکافی پانی ملے تو اسے محل طہارت کے ایک حصے میں استعمال

[1] جواہر الفتاوٰی
[2] خزانۃ المفتین)
[3] خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل الخامس فی التیمم، نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[4] کافی

ویتیمم لاغیر وھذا قول اصحابنا ومالك وغیرہ بل حکاہ البغوی عن اکثر العلماء[1]۔	نہیں کرے گا بلکہ اسے چھوڑ دے گا اور صرف تیمّم کرے گا۔یہ ہمارے اصحاب اور امام مالک وغیرہ کا قول ہے بلکہ بغوی نے اسے اکثر علماء سے حکایت کیا ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

من علیه الغسل اذاتیمم ثم وجد ماء لایکفی لغسله اوالمحدث ماء غیر کاف لوضوئه لاینتقض تیممه ولوکان معه ذلك قبل التیمم جازله التیمم بدون استعمال خلافا للشافعی واحمد رحمهما الله تعالٰی[2]۔	جس کے اوپر غسل فرض ہے جب وہ تیمّم کرلے پھر اسے اتنا پانی ملے جو غسل کے لئے ناکافی ہو یا بے وضو کو اتنا پانی ملے جو وضو کے لئے نہ کافی ہو تو تیمّم نہ ٹوٹے گااور اگر قبل تیمّم اتنا پانی ہوتا تو بھی اسے استعمال کیے بغیر اس کے لئے تیمّم جائز ہوتا۔بخلاف امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ تعالٰی کے۔(ت)

اسی طرح کتب کثیرہ حتّٰی کہ خود شرح وقایہ میں ہے:

اذاکان للجنب ماء یکفی للوضوء لاللغسل یتیمم ولایجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی رضی الله تعالٰی عنه[3]۔	جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو غسل کے لئے نہیں،تو وہ تیمّم کرے اور اس پر وضو ہمارے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔(ت)

اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے:

اجنبب وعندہ ماء یکفی للوضوء تیمم وصلی[4]اھ اثرہ فی الکفایة والغنیة فصل مسح الخفین تحت قوله لایجوز المسح لمن علیه الغسل[5]۔	جنب ہوااور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے۔اھ اسے کفایہ اور غنیہ فصل مسح الخفین میں زیر قول "لایجوز المسح لمن علیه الغسل" نقل کیا۔(ت)

---

[1] حلیہ

[2] غنیۃ المستملی، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۴

[3] شرح الوقایۃ، باب التیمم، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ۱/۹۵

[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۵

[5] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۵

ظاہر ہے کہ جنابت غالبًا حدث سے جُدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اس سے پہلے مباشرت فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سونا تھا اور مطلقًا انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یوں ہی بعد ہر انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طبًّا بلکہ شرعًا[1] بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہو جائے ورنہ بعد[2] غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق وحدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمّم اس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا رافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے[3] کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس درجہ کثیر وغالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمّم جنابت کے ساتھ حدث کے لئے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم معقول تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمّم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیں بل فی ش الجنابۃ لاتنفک عن حدث یوجب الوضوء[1] اھ (بلکہ شامی میں ہے: جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی۔ (ت)

وھذا ظاھرہ اللزوم **اقول:** ان(۴) حمل علی الغالب والافبلی کمن اجنب ولم یجد الامایکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد مایکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث۔	اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ جنابت اور حدث میں لزوم **اقول:** اسے اگر اکثر پر محمول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ جنابت حدث سے جدا کیوں نہیں ہوتی؟ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص جنب ہوا اور اسے اتنا ہی پانی ملا جو وضو کے لئے کفایت کرسکے تو اس نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وضو کیا پھر اسے اتنا پانی ملا جو غسل کے لئے کافی ہے اب وہ پھر جنب ہوگیا اس کی جنابت حدث سے جُدا ہے۔ (ت)

دلیل سوم: تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لئے کافی پانی ہو تو اُس پر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کے لئے تیمّم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں

اور نوازل امام فقیہ ابواللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا احدث بعد التیمم ومعہ مایکفی	جب اس تیمّم کے بعد حدث ہو اور اس کے پاس وضو

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

للوضوء فانه یتوضأ به [1]	کے لئے بقدر کفایت پانی ہو تو اس سے وضو کرے گا۔(ت)

فتح القدیر ودرالحکام وشرح نقایہ [عہ] برجندی وبحرالرائق حتی کہ خود شرح وقایہ **مسح الخفین** میں ہے:

واللفظ له تیمم للجنابت فان احدث بعد ذلك توضأ [2]۔	الفاظ شرح وقایہ ہی کے ہیں: جنابت کا تیمّم کیا اگر اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے۔(ت)

یہ تقیید صاف بتارہی ہے کہ تیمّم جنابت سے پہلے جو حدث ہو اس کے لئے وضو نہیں یہی تیمّم اُسے بھی رفع کردے گا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد بعد عبارت مذکورہ ہے:

فان (ا) احدث وعنده ذلك الماء توضأ [3]۔	پھر اگر حدث ہو اور اس کے پاس وہ پانی موجود ہے تو وضو کرے۔(ت)

تیمّم جنابت کے بعد جو حدث ہُوا اس میں حکم وضو فرمایا۔

فان قلت ماتفعل بمانقل فی العنایة ولو بلفظة قیل فی مسألة الاصل هذه اذقال تحت قول الهدایة لایجوز المسح لمن علیه الغسل قیل صورته توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد ماء یکفی للوضوء لاللاغتسال فانه یتوضأ ویغسل رجلیه ولایمسح ویتیمم	**اگر سوال ہو** اسے کیا کیا جائے جو عنایہ کے اندر اسی مسئلہ مبسوط میں نقل ہے اگرچہ "قیل" کے لفظ سے ہے۔ہدایہ کی عبارت ہے: "اس کے لئے مسح جائز نہیں جس کے اوپر غسل ہو" اس کے تحت صاحبِ عنایہ لکھتے ہیں: "کہا گیا اس کی صورت یہ ہے کہ وضو کرکے موزہ پہن لیا پھر جنابت ہوئی پھر اتنا پانی ملا جو وضو کے لئے کفایت کرسکتا ہے غسل کے لئے

عــه هو فی نسختی البرجندی معز وللنهایة لکن فی البحر عن النهایة لایتأتی الاغتسال مع وجوه الخف ملبوسا اھ والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)	میری نسخہ برجندی میں اس پر نہایہ کا حوالہ ہے لیکن بحر میں نہایہ سے یہ نقل ہے: "موزہ ملبوس ہوتے ہوئے غسل نہیں ہوسکتا اھ" اور خدائے بزرگ وبرتر خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۸

[3] مبسوط امام محمد، باب التیمم، ادارۃ القرآن کراچی، ۱/۱۰۷

للجنابۃ[1] اھ۔

اقول: رحمہ اللہ تعالٰی فلم یذکر الحدث اصلافان احتُج بارسالہ وجب الوضوء علی جنب لاحدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الاٰتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلك للوضوء یتوضأ ویغسل رجلیہ کماھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذقالا من(۱) لبس خفیہ علی وضوء ثم اجنب فی مدۃ المسح ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اذا توضأ[2] اھ۔

واذا ابتنی الامر علی حاجۃ الوضوءلم تبق للعبارۃ دلالۃ علی ماتوھمت فانا نقول انما یحتاج الیہ اذا احدث بعد تیممہ للجنابۃ والواو فی قولہ ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم

نہیں تو یہ وضو کرے گا اور اپنے پَیروں کو دھوئے گا، مسح نہیں کرےگااور جنابت کا تیمّم کرے گا۔(ت)

اقول: اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔انہوں نے حدث کا تو کوئی ذکر ہی نہ کیا۔اگر ان کے بلاقید ذکر کرنے سے استدلال ہے تو وضو ایسے جنب پر بھی واجب ہوگا جس کے ساتھ کوئی حدث نہیں اور اسے وضو کا پانی مل گیااور یہ باجماع حنفیّہ قطعًا باطل ہے یہاں تک کہ امام شارح وقایہ کی آنے والی عبارت کا ظاہر بھی یہ نہیں بلکہ عنایہ کی عبارتِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرے گااور اپنے پَیروں کو دھوئے گا جیسا کہ ایضاح میں علامہ وزیر کی عبارت اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں:"جس نے وضو پر اپنے موزے پہنے پھر مدت مسح میں جنابت لاحق ہُوئی تو وقتِ وضواپنے موزے نکالے اور پیروں کو دھوئے"اھ(ت)

جب بنائے امر وضو کی احتیاج پر ہے تو مذکورہ وہم پر عبارت کی کوئی دلالت ہی نہیں۔اس لئے کہ ہم کہتے ہیں اسے اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب جنابت کا تیمّم کرنے کے بعد پھر اسے حدث ہو۔ان کی عبارت"ویتیمم"میں واو ترتیب کا نہیں۔تو معنی یہ ہے کہ پھر وہ جنب ہو تو جنابت کا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر، باب التیمم، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھّر،۱/۱۳۴

[2] مجمع الانہر باب المسح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

وجد الماء۔الخ وانظر عبارۃ الفاضل معین الھروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ ولبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانه یتوضأ ویغسل رجلیه ولایمسح ویتیمم للجنابۃ[1] اھ فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ وقد ابرز کل ماقدرہ ورحم الله اخی چلپی اذنقل عبارۃ العنایۃ ھذہ واسقط منھا قوله ویتیمم للجنابۃ والله تعالٰی اعلم۔	تیمّم کرے پھر اسے حدث ہو پھر پانی پائے الخ شرح کنز میں فاضل معین ہروی کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ملاحظہ ہو: "وضو کیا اور موزہ پہن لیا پھر اسے جنابت ہوئی تو جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہُوا پھر اسے اتنا پانی ملا جو صرف وضو کے لئے کافی ہے غسل کے لئے نہیں تو وہ وضو کرے گا اور اپنے پَیروں کو دھوئے گا اور مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لئے تیمّم کرے گا" اھ (ت) یہ عبارت بعینہٖ عنایۃ کی عبارت ہے اور ہر ایک نے اپنا اندازہ بیان کیا ہے الله تعالٰی اخی چلپی پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے عنایۃ کی یہی عبارت نقل کی ہے اور اس سے اس کا یہ قول "ویتیمم للجنابۃ" ساقط کر دیا ہے والله تعالٰی اعلم۔(ت)

دلیل چہارم: اُس کی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمّم جو پہلے ہو چکا حدث متأخر کو زائل نہ کرے ظاہر ہوا کہ جنابت کے لئے تیمّم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمّم اسے بھی زائل کردے گا۔ کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے:

جنب(۱) اغتسل وبقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانھا لاتتجزی زوالا وثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممه للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتؤخر کمالو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیه ان یتوضأ ولم یجز الاغتسال عن	جنب نے غسل کیا کچھ جگہ چمکتی رہ گئی اور اس کا پانی ختم ہوگیا تو جنابت باقی رہنے کی وجہ سے وہ تیمّم کرے اس لئے کہ زائل ہونے اور ثابت ہونے کسی معاملہ میں جنابت حصہ حصہ نہیں ہوتی (جاتی ہے تو ایک ساتھ، آتی ہے تو ایک ساتھ) تو اگر اس نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو حدث کے لئے تیمّم کرے اس لئے کہ اس کا تیمّم جنابت حدث سے پہلے ہو چکا۔ تو بعد والے حدث

[1] شرح الکنز للہروی مع فتح المعین باب مسح الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

الحدث المتأخر [1]۔	سے کفایت نہ کرے گا۔جیسے اگر جنابت کا غسل کیا پھر اسے حدث ہوا تو اسے وضو کرنا ہے اور غسل سابق، حدث متأخر سے کفایت نہ کرسکے گا۔(ت)

دلیل پنجم: اُس کی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کے لئے تیمّم کرلینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب یہ جنب نہیں کہ جنابت تو تیمّم سے زائل ہوچکی نرامحدث ہے اور وضو کے لئے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمّم جنابت وحدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنی کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر (یہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے۔ت) بدائع ملک العلماء میں ہے:

الجنب اذاوجد من الماء قدرمایتوضأ به لا غیر اجزأه التیمم عندنا لان الغسل اذالم یفد الجواز کان الاشتغال به سفها مع ان فیه تضییع(۱) الماء وانه حرام فصار کمن وجد(۲) مایطعم به خمسة مساکین فکفر بالصوم یجوز ولایؤمر باطعام الخمسة لعدم الفائدة فکذا ھذا بل اولی لان ھناك لایؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلك لم یؤمر به لماقلنا فھھنا اولی [2] ولوتیمم الجنب ثم احدث بعد ذلك ومعه من الماء	جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکے تو ہمارے نزدیک تیمّم اسے کافی ہوگا اس لئے کہ دھونے سے جب جواز نماز کا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا تو اس میں مشغولی بے وقوفی ہے۔ساتھ ہی اس میں پانی کی بربادی بھی ہے اور یقینا یہ حرام ہے۔تو اس کا حال اس کی طرح ہوا جسے اسی قدر ملا کہ اس سے پانچ مسکینوں کو کھلاسکے اس لئے اس نے روزوں سے کفارہ ادا کیا تو جائز ہے اور اسے پانچ کو کھلانے کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ بے فائدہ ہے۔اسی طرح یہ بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ وہاں مال کی بربادی تک معاملہ نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا،اس کے باوجود اس کا اسے حکم نہ دیا گیا تو یہاں بدرجہ اولٰی حکم نہ ہوگا۔اور اگر جنب نے تیمّم کیا پھر اس کے

[1] کافی

[2] بدائع الصنائع شرائط تیمّم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

قدر مایتوضأ به فانه یتوضأ به لان هذا محدث ولیس بجنب ومعه من المائقدر مایکفیه للوضؤ فیتوضأبه[1]۔	بعد اسے حدث ہوااور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرلے تو وہ وضو کرے گا کیونکہ یہ بے وضو ہے جنب نہیں ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہے تو اس سے وضو کرے گا۔(ت)

یونہی درمختار میں ہے:

لوتیمم للجنابة ثم احدث صار محدثا لاجنبا فیتوضأ[2]۔	اور اگر جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وہ محدث ہے جنب نہیں اس لئے وضو کرے گا۔(ت)

تیمّم کے بعد حدث پر حکم وضو کو اس پر متفرع کیا کہ اب وہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا ولہٰذا ردالمحتار میں فرمایا:

افاد انه اذا وجد ماء یکفیه للوضوء فقط انما یتوضأ به اذا احدث بعد تیممه عن الجنابة امالووجده وقت التیمم قبل الحدث لایلزمه عندنا الوضوء به عن الحدث الذی مع الجنابة لانه عبث اذ لابد له من التیمم[3] اھ۔ **تنبیه:** قول ملك العلماء قدس سره فیه تضییع الماء تبعه فیه الامام النسفی فی الکافی فقال لنا انه اذالم یطهر عن الجنابة باستعماله تکون تضییعا[4] اھ۔	اس سے یہ افادہ فرمایا کہ جب اسے اتنا پانی ملے جس سے صرف اس کا وضو ہوسکتا ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا جبکہ اسے اپنے تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا ہو۔لیکن اگر یہ پانی تیمّم ہی کے وقت قبل حدث ملا تو ہمارے نزدیک اسے اس حدث سے جو جنابت کے ساتھ ہے وضو کرنا لازم نہیں کیونکہ عبث ہے اس لئے کہ تیمّم اس کے لئے ضروری ہے۔اھ (ت) **تنبیہ:** ملک العلماء قدس سرہ کا ارشاد "فیه تضییع الماء" (اس میں پانی برباد کرنا ہے) اس پر امام نسفی نے ان کی پیروی کی ہے۔وہ فرماتے ہیں: "ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جب وہ جنابت سے پاک نہ ہوا تو یہ برباد کرنا ہی ہے" اھ (ت)

[1] بدائع الصنائع شرائط التیمم، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۵۰
[2] دُرمختار، باب التیمم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۴۵
[3] ردالمحتار باب التیمم، مکتبہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۷
[4] کافی للامام النسفی

وتبعهما الامام الزيلعی فی التبيين فقال اذا لم يفدكان الاشتغال عبثا وتضييعا للماء فی موضع عزته وتضييع(۱) المال حرام[1] اھ۔

تبیین میں امام زیلعی نے ان دونوں حضرات کی پیروی کی ہے۔تو فرمایا:"جب یہ بے فائدہ ہے تو اس میں مشغول عبث ہے اور ایسی جگہ پانی برباد کرنا ہے جہاں پانی کم یاب ہے اور مال برباد کرنا حرام ہے اھ"

وتبعهم المحقق فی الفتح فقال لايفيد اذلايتجزأ بل الحدث قائم مابقی ادنی لمعة فيبقی مجرد اضاعة مال خصوصاً فی موضع عزته مع بقاء الحدث كماهو[2] اھ۔وتبعه فی الحلية والبحر علی الفاظه وزادت الحلية وقدصح عن رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم انه قال وانهی امتی عن اضاعة المال[3] اھ والفقير تبعهم فيما مضی وآجدر بهم للاتباع۔

اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا:"بے فائدہ ہے اس لئے کہ حدث کی تجزّی نہیں ہوتی بلکہ جب تک ذرا سا بھی حصّہ چھُوٹا رہے گا حدث رہے گا تو صرف مال کی بربادی باقی رہ جائے گی خصوصًا ایسی جگہ جہاں پانی کم یاب ہے باوجودیک ہ حدث جیسے تھا ویسے ہی باقی رہے گا"۔اھ (ت)اب حلیہ اور بحر نے الفاظ میں بھی ان کی پیروی کی۔حلیہ نے مزید یہ فرمایا: حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ فرمایا:"اور میں اپنی اُمت کو مال برباد کرنے سے منع فرماتا ہُوں"اھ۔فقیر نے بھی ماضی میں انہی حضرات کی پیروی کی اور وہ ان کی پیروی کا زیادہ مستحق ہے۔

اقول: لكن(۲) للعبد الضعيف نظر فيه قوی فانه وان لم يرفع الحدث لعدم تجزيه فلاشك انه يسقط الفرض

اقول: لیکن بندہ ضعیف کو اس میں نظر قوی ہے کیونکہ اس سے حدث غیر متجزی ہونے کے باعث اگرچہ ختم نہیں ہوتا لیکن اس میں شک نہیں کہ جس حصّے

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم، مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] فتح القدیر باب التیمم، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹
[3] حلیہ

عما یصیبه وکفی به فائدۃ ویعظم وقعه اذاوجد بعدہ مایکفی للباقی بعد ھذا الاستعمال ولوترکه وراح ثم وجد ھذالم یکف۔

وقدقال الامام رضی الدین السرخسی فی المحیط فیما اذا(۱) اغتسل وبقیت لمعة ثم وجد ماء لایکفی لھا یغسل شیئا من اللمعة ان شاء تقلیلا للجنابة[1] اھ قال فی الحلیة بعد نقله فی مسألة اُخری نظیرہ مانصه یغسل من اللمعة مایتأتی تقلیلا للجنابة[2] اھ

وفی خزانة المفتین عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی وان کان لایکفی یغسل مقدار ما یکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم[3] اھ

ومثله فی الخلاصة وشرح الوقایة وکثیر من الکتب بل قدقال فی الکافی نفسه جنب(۲) علی ظھرہ لمعة ونسی اعضاء وضوئه وماؤہ یکفی احدھما صرفه الی ایھما شاء لان کل واحد نجاسة الجنابة فاعضاء الوضؤ اولی اقامة

تک پہنچے گا اس سے فرض ساقط کردے گا۔اتنی افادیت کافی ہے۔اس کی وقعت اس وقت اور بڑھ جائے گی جب اس کے بعد اسے اتنا پانی ملے جو اسے استعمال کرنے کے بعد بقیہ اعضا کے لئے کافی ہو۔اور اگر اسے چھوڑ کر چلاجائے پھر یہ ملے تو ناکافی ہوگا۔امام رضی الدین سرخسینے محیط میں فرمایا ہے:"اس صورت میں جبکہ غسل کرلیااور کچھ جگہ چمکتی رہ گئی پھر اتنا پانی ملا جو اس کے لئے کافی نہیں تو اگر چاہے جنابت کم کرنے کے لئے اس جگہ کا کچھ حصّہ دھولے"۔اھ حلیہ کے اندر اسے نقل کرنے کے بعد ویسے ہی ایک دوسرے مسئلہ میں یہ لکھا:"چھوٹی ہوئی جگہ سے جو ہوسکے جنابت کم کرنے کی خاطر دھولے"اھ خزانۃ المفتین میں امام اسبیجابی کی شرح طحاوی سے نقل ہے:"اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہوسکے اور تیمّم کرے"۔اھ بلکہ خود"کافی"میں لکھا ہے:"جنب کی پشت پر چھُوٹی ہوئی جگہ ہے اور اعضائے وضو دھونا بھُول گیااب جو پانی ہے کسی ایک ہی کے لئے کفایت کرسکتا ہے تو دونوں میں سے جس میں چاہے اسے صرف کرے۔اس لئے کہ ہر ایک نجاست جنابت

[1] محیط رضی الدین السرخسی
[2] حلیہ
[3] خزانۃ المفتین

للسنة[1] اھ	اسی کے مثل خلاصہ، شرح وقایہ اور بہت سی کتابوں میں ہے بہی ہے تو اعضائے وضو بہتر ہوں گے تاکہ سنّت کی ادائیگی ہوجائے"۔اھ
وبمعناہ فی الھندیة عن شرح الزیادات للعتابی فھذا الصرف لیس الاتقلیلا للجنابة کماصرح بہ الائمة الاسبیجابی ورضی الدین السرخسی وطاھر البخاری وصدر الشریعة ومحمد الحلبی وغیرھم والالزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انہ لیس باضاعة ولایوجب حرمة ولاشناعة۔	اسی کے ہم معنٰی ہندیہ میں عتابی کی شرح زیادات سے نقل ہے۔تو یہ صرف کرنا تقلیل جنابت کے لئے ہے جیسا کہ امام اسبیجابی، امام رضی الدین سرخسی، امام طاہر بخاری، امام صدر الشریعۃ، امام محمد حلبی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی ورنہ دونوں عمل (دھونا اور تیمّم) جمع کرنا لازم آتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی برباد کرنا نہیں اور اس سے کوئی حرمت وشناعت لازم نہیں آتی۔(ت)
اقول: بل لایبعد ان یعد مستحبا لمافیہ من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ والخروج(۱) عن الخلاف مستحب بلاخلاف مالم یلزم مکروہ مذھبہ وانتفاء الکراھة قد علم مماا ثرنا من النصوص۔	**اقول:** بلکہ اسے اگر مستحب شمار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اختلاف سے بچنا ہے اور اختلاف سے بچنا جب تک کہ اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے بلاخلاف مستحب ہے۔اور کراہت نہ ہونا ان نصوص سے معلوم ہوگیا جو ہم نے نقل کئے۔(ت)

دلیل ششم: تصریحات ہیں کہ آیہ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابلِ نماز کردے اتنا پانی کہ اسے استعمال کیے پر بھی قابلیت نماز نہ پیدا ہو (**اقول:** یعنی یُوں کہ اتنا پانی جس کے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگی وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کے لئے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہٖ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کی مورثِ قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمّم ہے نہ انتہاءً اُس کا ناقض اُس کا وجود وعدم برابر ہے۔بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المراد من الماء المطلق فی الاٰیة	آیت میں مائے مطلق سے مراد مقید ہے اور

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

هو المقيد وهو الماء المقيد لاباحة الصلاة عند الغسل[1] به۔	یہ وہ پانی ہے کہ اگر اس سے دھویا جائے تو جواز نماز کا فائدہ دے۔(ت)

تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے:

الغسل المامور به هو المبيح للصلاة ومالا يبيحها فوجوده وعدمه سواء[2]۔	جس دھونے کا حکم دے دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس سے نماز جائز ہوجائے اور جس سے نماز جائز نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔(ت)

بنایہ امام بدر محمود میں ہے:

المحدث اوالجنب اذا وجد بعض مايكفيه من الماء لطهارته فعدم وجوب الاستعمال مذهبنا ومذهب مالك واكثر العلماء لان الاٰية سيقت لبيان الطهارة الحكمية فكان قوله تعالٰى فلم تجدوا ماء اى طهورًا محللا للصلاة وبوجود مالايكفى لم يوجد مايحلل[3]۔	بے وضو یا جنب کو جب اپنی طہارت کے لئے کفایت کرنے والے پانی میں سے کچھ ہی ملے تو اس کا استعمال واجب نہیں۔یہ ہمارا،امام مالک اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔اس لئے کہ آیت کریمہ طہارت حکمیہ کے بیان کے لئے آئی ہے،تو ارشاد باری تعالٰی"فلم تجدوا ماءً"(پھر تم پانی نہ پاؤ) سے مراد ایسا آبِ طہارت ہے جو نماز مباح کردے اور ناکافی پانی ہونے سے وہ نا پایا گیا جو نماز حلال کردے۔(ت)

فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے:

واللفظ لها قلنا المراد بالماء فى النص مايكفى لازالة المانع لانه سبحنه امر بغسل جميع البدن فى حق الجنب ومعلوم ان ذلك بالماء ثم نقل الى التيمم عند عدمه بقوله عزّوجل فلم فَلَمْ تَجِدُوْا	الفاظ حلیہ کے ہیں:ہم کہتے ہیں نص میں پانی سے مراد وہ ہے جو ازالہ مانع کے لئے کافی ہو اس لئے کہ خدائے پاک نے حق جنب میں پُورا بدن دھونے کا حکم فرمایا ہے اور معلوم ہے کہ یہ پانی ہی سے ہوگا۔پھر پانی نہ ہونے کے وقت ارشاد باری عزوجل"فَلَمْ تَجِدُوْا

[1] بدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۱/۱

[2] تبیین الحقائق باب التیمم،مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۴۱/۱

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد کراچی،۳۲۳/۱

ماء فبالضرورة یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغسلون به جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وھذا کمایصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلك فیتعین التیمم فی ھذا کالاول [1]۔	مَآءً" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے حکم تیمّم کی طرف منتقل ہوگیا۔تو ضروری طور پر تقدیر کلام یہ ہوگی: اگر تم ایسا پانی نہ پاؤ جس سے اپناپُورا بدن بحالتِ جنابت دھوسکو تو تیمّم کرو۔اور یہ بات جیسے بالکل پانی نہ ہونے کے وقت صادق ہے ویسے ہی ناکافی پانی ہونے کے وقت بھی صادق ہے تو اوّل کی طرح اس میں بھی تیمّم متعین ہے۔(ت)

کفایہ امام جلال الدین پھر بحر محقق زین العابدین میں ہے:

واللفظ له الاٰیة سیقت لبیان الطھارة الحکمیة فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاة وباستعمال القلیل لم یثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلة غسل الاعضاء کلھا وشیئ من الحکم لایثبت ببعض العلة کبعض النصاب فی حق الزکاة وبعض الرقبة فی حق الکفارة [2] کذا ذکر فی کثیر من الشروح۔	الفاظ بحر کے ہیں: آیت طہارت حکمیہ کے بیان کے لئے آئی ہے، تو تقدیر کلام یہ ہوگی: پھر تمام نماز کو حلال کرنے والا پانی نہ پاؤ۔اور قلیل کے استعمال کرنے سے کچھ بھی حلّت ثابت نہ ہوئی، کیونکہ حلت حکم ہے،اور سارے اعضا کو دھونا علّت ہے۔اور کوئی حکم بعض علّت سے ثابت نہیں ہوتا جیسے حق زکاۃ میں بعض نصاب،اور حق کفارہ میں بعض بردہ کا حال ہے۔اسی طرح بہت سی شروح میں مذکور ہے۔(ت)

اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سَو حدث ہوں وضو کرلیناہر گز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسی قدر پانی پر قدرت ہے اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں۔اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔صرف تیمّم اب بھی صرف تیمّم ہی کرے۔
دلیل ہفتم: شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہُوئی جس سے یہ متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لئے تیمّم عامہ محشّین وکبرائے ناظرین یک زبان اُس کی تاویل کی طرف جھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمّم کرلیااس کے بعد حدث ہوا

---
[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹
[2] البحرالرائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

اور پانی قابلِ وضو حاضر ہے تو اب وضو کرے کہ گزشتہ تیمّم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہالینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمّم رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمّم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اس کا بطلان ظاہر وصاف۔ خلاصہ یہ کہ طہارت وحدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کر دیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمّم کرے گا سب رفع ہو جائیں گے لہٰذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمّم پر حمل کریں۔ علماء کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم وہ نہیں جو اُس کے ظاہر سے مفہوم ولہٰذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کر دیا بہر حال اس کا ظاہر کسی نے مسلّم نہ رکھا۔

اللھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کماس یاتی اِن شاء اللہ تعالٰی۔	ہاں مگر فاضل قرہ باغی نے شرح وقایہ پر اپنے حاشیہ میں جیسا کہ ان کا کلام اِن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔(ت)
اقول: والعجب من علامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحم اللہ الجمیع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ وسمی متنہ الفقھی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انہ لاینسب الی ساکت قول اما اثبات الھندیۃ کلام شرح الوقایۃ ھذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجۃ علی ھذا المنوال جل ھمتھا الجمع والتلفیق ولذا(۱) رجحت علیھا الشروح الباحثۃ بالتنقیح والتحقیق۔	**اقول:** تعجب ہے کہ علامہ وزیر اس پر ایضاح میں خاموش رہے جبکہ امامین شارح وماتن پر اعتراض سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی ہے۔ خدا سب پر رحمت فرمائے یہاں تک کہ لفظی گرفتوں تک تجاوز کر گئے اور اپنے فقہی متن کا نام "اصلاح" اور اصولی متن کا نام "تغییر التنقیح" رکھا مگر (یہاں وہ ساکت رہے تو) ساکت کی طرف تو کوئی قول منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہندیہ نے شرح وقایہ کا یہ کلام ایک تقریر سے ثابت کیا ہے۔ یوں تو اس انداز پر جمع شدہ زیادہ تر فتاوٰی کا بڑا مقصد جمع وتلفیق ہوتا ہے اسی لئے تنقیح وتحقیق سے بحث کرنے والی شروح کو ایسے فتاوٰی پر ترجیح حاصل ہے۔(ت)

اقول: وعندی مَثَل المتون عـه	اقول: میرے نزدیک فقہ میں متون،

عـه اقول: ای کمختصرات(۱) الائمۃ الطحاوی والکرخی والقدوری والکنز والوافی والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والمختار ومجمع البحرین ومواھب الرحمٰن والملتقی وامثالھا الموضوعۃ لنقل المذھب لاکامثال(۲) المنیۃ فانھا لاتعد والفتاوی وقد رأیت التنویر (۳) یدخل روایات عن القنیۃ مع مصادمھا للمذھب المنصوص علیه فی کتب محمد کمابینت بعضه فی کتابی کفل الفقیه الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم وقد(۴) جھل بعض ضلّال الزمان وھو الگنگوھی فی رسالته فی الجماعۃ الثانیۃ اذجعل الاشباہ من المتون(۵) ولم یدر السفیه مامعنی المتن المراد ھنا وزعم بجھله ان کل بیضاء شحمۃ وکل سوداء تمرۃ وھذا کتاب الاشباہ مشحونا بالنقول عن الفتاوی وبابحاثه فمامرتبته الافی الفتاوی اوفی الشروح ھذا وقد(۶) عدوا الھدایۃ من المتون مع انھا شرح بالصورۃ ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی جیسے مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنزالدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن ملتقی۔ اور ایسی ہی دوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لئے لکھی گئی ہیں۔ منیہ جیسی کتاب نہیں کہ اس کا درجہ فتاوٰی سے زیادہ نہیں اور میں نے دیکھا کہ تنویر الابصار میں قنیہ سے نقل شدہ روایات داخل ہیں جب کہ وہ امام محمد کی کتابوں میں منصوص مذہب سے متصادم ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے بعض کا میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیه الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم" میں بیان کیا ہے ایک گمراہ زمانہ گنگوہی کی بے خبری دیکھیے کہ جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالہ میں "اشباہ" کو متون سے قرار دیا۔ نادان کو یہ پتا نہیں کہ یہاں متن سے کون سا معنی مراد ہے اور اپنی بے خبری سے یہ سمجھ لیا کہ "ہر سفید چیز چربی اور ہر سیاہ چیز کھجور ہے"۔ (یا اردو مثل میں: ہر چمکتی چیز سونا ہے ۱۲م۔ الف) یہ کتاب الاشباہ فتاوٰی کی نقول و ابحاث سے بھری ہوئی ہے تو اس کا درجہ فتاوٰی ہی کا ہے یا شروح کا۔ یہ ذہن نشین رہے، اور علماء نے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے باوجودیکہ وہ صورۃً شرح ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

والشروح عـــہ۱ والفتاوی عـــہ۲ فی الفقہ۔	شروح اور فتاوٰی کا حال وہی ہے

عــہ اقول: کشروح(۱) کتب الاصول الجامعین والاصل والزیادات والسیرین للائمۃ وشروح المختصر المذکورۃ المبنیۃ علی التحقیق ومبسوط الامام السرخسی وبدائع ملك العلماء والتبیین والفتح والعنایۃ والبنایۃ وغایۃ البیان والدرایۃ والکفایۃ والنہایۃ والحلیۃ والغنیۃ والبحر والنہر والدرر والدر وجامع المضمرات والجوہرۃ النیرۃ والایضاح وامثالہا وتدخل فیہا عندی حواشی المحققین مثل غنیۃ الشرنبلالی وحواشی الخیر الرملی وردالمحتار ومنحۃ الخالق واشباہہا لا کالمجتبی(۲) وجامع الرموز وابی المکارم ونظرائہا بل ولا کالسراج الوہاج ومسکین ۱۲منہ غفرلہ (م)

عــہ۲ اقول مثل الخانیۃ(۳) والخلاصۃ والبزازیۃ وخزانۃ المفتین وجواہر الفتاوٰی والمحیطات والذخیرۃ والواقعات للناطفی وللصدر الشہید ونوازل الفقیہ ومجموع النوازل والولوالجیۃ والظہیریۃ والعمدۃ والکبری والصغری وتتمۃ الفتاوٰی والصیرفیۃ وفصول العمادی وفصول الاستروشنی

اقول: جیسے کتبِ اصول کی شرحیں جو ائمہ نے لکھیں (کتبِ اصول یہ ہیں: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر) اور (حاشیہ بالا میں) مذکورہ مختصرات کی شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں۔ اور مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحرالرائق، النہر الفائق، درراحکام، دُرمختار، جامع المضمرات، جوہرہ نیرہ، ایضاح۔ اور ایسی ہی دیگر کتابیں۔ میرے نزدیک ان ہی میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیہ شرنبلالی، حواشی خیر الدین رملی، رد المحتار، منحۃ الخالق، اور ایسے ہی حواشی۔ مجتبٰی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم جیسی کتابیں نہیں۔ بلکہ سراج وہاج اور شرح مسکین بھی نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اقول: جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں ہیں) ذخیرہ، واقعاتِ ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبری، صغری، تتمہ الفتاوی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ (باقی برصفحہ آئندہ)

جو حدیث میں صحاح، سنن	مثل [عـــہ۱] الصحاح [عـــہ۲] والسنن [عـــہ۳]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجامع الصغار والتاتارخانیة والھندیة وامثالھا ومنھا المنیة کماذکرت لا کالقنیة(۱) والرحمانیة وخزانة الروایات ومجمع البرکات وبرھانه اما المعروضات(۲) فمابنی منھا علی التنقر والتنقید والتنقیح فھی عندی فی مرتبة الشروح کالفتاوی الخیریة والعقود الدریة للعلامة شامی واطمع ان یسلك ربی بمنه وکرمه فتاوای ھذہ فی سلکھا فللارض من کأس الکرام نصیب اما فتاوی(۳) الطوری والمحقق ابن نجیم فقدقیل انه لایعمد علیھا واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

عـــہ۱ الثلثة بالثلثة علی الولاء ۱۲ منه غفرله (م)

عـــہ۲ کصحاح(۴) الشیخین والمنتقی وابن السکن والمختارة وعندی منھا موطا مالك ویتلوھا ابن حبان لا کالمستدرك ۱۲ منه غفرله

(م) عـــہ۳ کسنن(۵) ابی داؤد والنسائی والترمذی وفی مرتبتھا مسند الرؤیانی ومثلھا بل فوق(۶)

اور ایسی ہی کتابیں۔ان ہی فتاوٰی میں منیہ بھی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ۔قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات، مجمع البرکات، اور ان کی برہان جیسی کتابیں نہیں۔ لیکن معروضات تو ان میں جو چھان بین اور تنقید و تنقیح پر مبنی ہوں وہ میرے نزدیک شروح کے درجہ میں ہیں جیسے فتاوٰی خیریہ اور علامہ شامی کی العقود الدریہ۔اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان و کرم سے میرے ان فتاوی کو بھی ان ہی کی سلک میں منسلک فرمائے گا کہ اہلِ کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔رہے فتاوٰی طوری اور فتاوٰی محقق ابن نجیم تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قابلِ اعتماد نہیں۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

تینوں، تینوں کے مقابل پَے بہ پے ہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت) (یعنی سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر مسانید، اسی طرح متون پھر شروح پھر فتاوٰی۔م الف) جیسے صحاح شیخین ومنتقی وابن السکن ومختارہ۔اور میرے نزدیک ان ہی میں مؤطا امام مالک بھی ہے اور انہی سے متصل صحیح ابنِ حبان بھی۔مستدرک جیسی کتب نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت) جیسے ابوداؤد، نسائی اور ترمذی کی سنن۔ان ہی کے درجہ میں مسند رویانی بھی ہے اور ان ہی کے مثل بلکہ ان میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

والمسانید عـــہ فی الحدیث انما یشعر باعتمادہ* علی مایتقرر من مرادہ*لابخصوص العمل علی ظاھر مفادہ*واللہ اعلم بنیات عبادہ*	اور مسانید کا حال ہے۔مگر اس سے قطع نظر تقریر ہندیہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس کا اعتماد اس مراد پر ہے جو اس تقریر سے ثابت ہوتی ہے خاص اس کے ظاہر مفاد پر عمل معتمد نہیں۔اور خدا ہی اپنے بندوں کی نیتیں خُوب جانتا ہے۔(ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کردیا،

حیث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء ھل یجب التیمم والتوضئ جمیعا اذا احدث ومعہ ماء یکفی للوضؤ فقط فیہ تردد والظاھر انہ اذا تیمم للجنابۃ لاحاجۃ الی	ان کے الفاظ یہ ہیں: جنابت ہوئی اور کوئی ناقضِ وضونہ پایا گیا تو کیا اس پر تیمّم اور وضو دونوں ہی واجب ہوں گے جبکہ اسے حدث ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعضھا شرح معانی الاٰثار للطحاوی وکتاب الاٰ ثار لمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد وکتاب الخراج لابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عن الجمیع ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بعض سے بالاتر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، امام محمد کی کتاب الآثار، امام محمد سے روایت شدہ حجج عیسٰی بن ابان اور امام ابویوسف کی کتاب الخراج ہے۔اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔(ت)

عـــہ: اجلھا(۱) مسند الامام احمد ومن ھذہ الدرجۃ المصنفان ومعاجیم الطبرانی لا کمسندالفردوس وامثالہ ولیس مسندا بھذا المعنی بل ھو تخریج احادیث الفردوس ومن احب تمامہ فلینظر رسالتی مدارج طبقات الحدیث ۱۲منہ غفرلہ (م)

ان میں سب سے بزرگ تر مسند امام احمد ہے اور اسی درجہ میں دونوں مصنف (مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ) اور طبرانی کی معجم کبیر وصغیر واوسط بھی ہیں۔مسند الفردوس اور اس جیسی کتابیں نہیں۔وہ اس معنی میں مسند ہے بھی نہیں۔بلکہ اس میں احادیث فردوس کی تخریج ہے۔اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ "مدارج طبقات الحدیث" ملاحظہ کرے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

التوضی ولابد للحکم بالاحتیاج الیھما من روایة صریحة[1]۔	اس بارے میں تردّد ہے۔اور ظاہر یہ ہے کہ وہ جب جنابت کا تیمّم کرلے تو وضو کی کوئی ضرورت نہیں۔دونوں ہی کی ضرورت ہونے کا حکم کرنے کے لئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے۔(ت)

اقول: فاضل ا شارح کو تردّد ہُوااور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھااور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کاانتظار کیا حالانکہ یہ محلِ جزم ہے اور روایاتِ صریحہ اس طرف موجود **کماعرفت وتعرف اِن شاء الله تعالٰی** (جیساکہ معلوم ہوااور بمشیت خدائے برترآئندہ بھی معلوم ہوگا۔ت)اسی کے قریب حاشیہ در مختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے:

| فی صدر الشریعة اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء ای اذاوجد الحدث بعد التیمم للجنابة کمانص علیه القھستانی وظاھر ھذا انه اذاوجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضأ به للاستغناء بھذا التیمم عنه وانما یستعمله اذاوجد الحدث بعد ذلك وھو صریح عبارة القھستانی[2] اھ فنقل عنه مایاتی اٰنفا۔
اقول: لم (۲) یصل فھمی الی سر جعله ظاھر نص القھستانی ثم صریح عبارته وھو(۳) صریحھا لاشك ثمّ(۴) انما عاقه عن الجزم به قصر نسبته علی القھستانی وماھوله بل | شرح صدر الشریعۃ میں ہے:"جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے"۔یعنی جب تیمّم جنابت کے بعد حدث پایا گیا ہو جیساکہ اس پر قہستانی نے نص کیا ہے۔اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب تیمّم مذکور کے وقت وضو کے لئے کفایت کرجانے والا پانی ملے تو اس سے وضو نہیں کرے گا کیونکہ اس تیمّم کی وجہ سے اُس وضو سے بے نیازی ہے وہ پانی اسی وقت استعمال کرے گا جب اس کے بعد حدث پایا جائے۔یہی قہستانی کی صریح عبارت ہے"۔اور اس کے بعد قہستانی کی وہ عبارت نقل کی جو ابھی آرہی ہے۔(ت)
اقول: انہوں نے پہلے اسے نص قہستانی کاظاہر کہا پھر اس کو صریح عبارت کہا،اس میں کیارمز ہے میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔یقیناً یہ قہستانی کی صریح عبارت ہے۔اس پر جزم سے ان کے لئے یہی چیز مانع ہُوئی کہ اس کی نسبت |

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ بیروت ۱/۱۳۴

للامام الجلیل الاسبیجابی۔	قہستانی تک محدود ہے حالانکہ یہ قہستانی کا کلام نہیں بلکہ امام جلیل اسبیجابی کا ہے۔(ت)

یہ سات ؎ دلائل ہیں اور بحمد اللہ تعالٰی روشن وکامل ہیں، اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجئے **وباللہ التوفیق**۔

نص اول: محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں:

لوان رجلا انتبه من النوم محتملا وکان له ماء یکفی للوضوء لاللغسل تیمم ولم یجب علیه الوضوء عندنا خلافا للشافعی [1]۔	اگر کوئی شخص احتلام کی حالت میں نیند سے بیدار ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو صرف وضو کے لئے کافی ہے غسل کے لئے نہیں تو وہ تیمّم کرے گا ہمارے نزدیک -بخلاف امام شافعی کے-اس پر وضو واجب نہیں۔(ت)

صریح تصریح ہے کہ سوتے سے مُحتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود، وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کے لئے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔

نص دوم: شرح مختصر امام اجل طحاوی للامام علی الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے:

الجنب اذاکان له ماء یکفی لبعض اعضائه اوالمحدث عـه للوضوء تیمم ولم یجب علیه	جنب کے پاس جب اتنا ہی پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے لئے کفایت کرسکے۔یا محدث کو،

عـه هکذا هو فی جامع الرموز وعنه فی ردالمحتار ووقع نسخة ط المصریة طبع المیری بدون لفظ المحدث وهو یشبه التکرار فما اعضاء الوضوء الابعض اعضاء الجنب ۱۲ منه غفرله (م)	یہ لفظ اسی طرح جامع الرموز میں ہے اور اس سے ردالمحتار میں بھی ایسے ہی نقل ہے اور طحطاوی کے مصری نسخہ طبع میری میں لفظ "محدث" کے بغیر ہے اور اس سے تکرار سی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اعضائے وضو جنب کے بعض اعضاء ہی تو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] درر الحکام لمولٰی خسرو باب التیمم المکتبۃ الکاملیہ بیروت ۱/۲۹

صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کان له[1]۔	وضو کے لئے۔ تو وہ تیمّم کرے اور اس پر اس پانی کو بعض اعضاء کے لئے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمّم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہے اس لئے کہ وہ وضو کے لئے کافی پانی پر قادر ہے۔ (ت)

صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث کے لئے وضو صرف اسی وقت ہے کہ جنابت کا تیمّم کرچکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُن کے لئے وضو کی اصلاً حاجت نہیں۔

اقول: یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کے لئے وضو نہیں۔ جب تک تیمّم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کے لئے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا اور اس پر حکم وضو آیا اس وقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لئے تیمّم کرچکا اور وہ وقوعِ حدثِ اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورہ شرح طحاوی کا تتمہ ہے ولم یجب علیه التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد ماء کافیا للغسل[2] (اور اس پر تیمّم واجب نہیں کیونکہ وہ تیمّم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ غسل کے لئے کافی پانی پائے۔ ت)

نص سومعہ: فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملّۃ والدّین قاضی خان میں ہے:

جنب تیمم للظهر وصلی ثم احدث فحضرته العصر ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضأ لان الجنابة	کسی جنب نے ظہر کے لئے تیمّم کیا اور نماز پڑھی پھر اسے حدث ہُوا تو نمازِ عصر کا وقت آیا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ وضو کرے گا

عـــہ: ردالمحتار کی عبارت کہ دلیل پنجم میں گزری کہ جس جنب کو صرف وضو کے قابل پانی ملے اس پر وضو فقط اس وقت ہے کہ تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا گر اس تیمّم سے پہلے حدث تھا اس کے لئے وضو عبث ہے، گویا نص چہارم ہے کہ نصوص ائمہ واکابر ہی اس کے مأخذ ہیں ۱۲منہ غفرلہ۔ (م)

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

[2] السعایۃ شرح الوقایۃ، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۱

قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضأ به فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم به ولم یغتسل حتی حضرته المغرب وقداحدث اولم یحدث ومعه ماء قدر مایتوضأ به فانه عـه یتیمم ولایتوضأبه	کیونکہ جنابت تو تیمّم سے دُور ہوگئی۔پھر جب بعد تیمّم اسے حدث ہُوا اور اس کے پاس اتنا پانی بھی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا۔تو اگر عصر کے لئے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر پانی کے پاس سے گزرا اور اس سے باخبر بھی ہُوا مگر غسل نہ کیا،یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور اسے حدث بھی ہوا یا حدث نہ ہوا۔اتنا پانی بھی اس کے پاس ہے جس سے وضو کرسکے تو اسے تیمّم کرنا ہے وضو نہیں کرنا ہے

عـه فقیر کے پاس خانیہ کے چار ۴ نسخے ہیں ایک مطبع العلوم کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ہجریہ اس کی جلد اول نہیں۔دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے چوراسی ۸۴ برس ہُوئے۔تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ہامش ہندیہ پر ہے۔چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ جس کے ہامش پر سراجیہ ہے۔عجب کہ ان سب میں ومعه ماء قدر مایتوضأبه کے بعد الفاظ حکم ساقط ہیں اس کے بعد لانه لمامر تعلیل ہے عجب نہیں کہ مصری ومصطفائی دونوں نسخے اسی نسخہ کلکتہ سے نقل ہوئے ہوں جس میں عبارت چھُوٹ گئی اگرچہ خود فحوائے عبارت نیز ملاحظہ ارشاد امام محمد کتاب الاصل سے کہ بعونہٖ تعالٰی افادات میں آتا ہے الفاظ ساقطہ ظاہر تھے کہ فانه یتیمم ولایتوضأ به ہوں گے کاتب کی نظر ایک لایتوضأ به سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی بحمدہٖ تعالٰی نسخ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پُرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہٖ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعه من الماء قدر مایتوضأ به فانه یتیمم ولایتوضأ به لانه لمامر۔۔۔الخ اس کے بعد ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفرالدین وفقه الله تعالٰی لحمایة الدین*ونکایة للمفسدین*وجعله کاسمه ظفر الدین*نے اپنے زمانہ مدرسی مدرسہ شمس الہدی بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدابخش خان سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ھ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے ومعه ماء قدرما یتوضأ به فانه یتیمم ولایتوضأبه لانه لمامر۔۔۔الخ۔دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی جسے ۴۰۸ برس ہُوئے اُس میں یوں ہے ومعه ماء قدر مایتوضأ به فانه یتیمم لانه لمامر۔۔۔الخ اس کا بھی حاصل وہی ہے کمالایخفی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لانہ لما مر بماء یکفی للاغتسال عادجنبا فھذا جنب معہ ماء لایکفی للاغتسال فیتیمم[1]۔	کیونکہ جب وہ غسل کے لئے کافی پانی پر گزرا تو پھر جنب ہوگیا۔اب یہ ایساجنب ہے جس کے پاس غسل کے لئے ناکافی پانی ہے تواسے تیمّم کرنا ہے۔(ت)

کیساروشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہواُسے اگر تیمّم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمّم سے پہلے ہو تو صرف تیمّم کرے وضو نہ کرے۔

اقول: واستنادی بماذکر رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والافدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف*غفرلہ المولی اللطیف کماستعرفہ فی الافادات*انشاء واھب العطیات*	**اقول:** میرا استناد ان اصول احکام سے ہے جو امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی نے تعلیلات کے تحت ذکر کیے۔ورنہ اس جزئیہ کے اس اصل کے اندر داخل ہونے میں بندہ ضعیف کو۔ مولائے لطیف اسے مغفرت سے نوازے۔پرزور کلام ہے جیسا کہ اگر عطاؤں سے نوازنے والے رب نے چاہاتوافادات کے تحت معلوم ہوگا۔(ت)

بالجملہ سات ۷ روشن دلائل اور تین ۳ نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ (وہ پُورے دس ہیں۔ت) سے بحمدہ عزّوجل حکم آشکار ہوگیا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کمایحب ربنا و یرضی*وصلی اللہ تعالٰی علی اصفی مصطفی*وارضی مرتضی*وآلہ وصحبہ الی یوم القضاء*امین۔	اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، برکت والی حمد جیسی ہمارا رب چاہے اور پسند فرمائے۔اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو سب سے زیادہ پسندیدہ ذات گرامی پر اور ان کی آل واصحاب پر فیصلہ کے دن تک۔الٰہی قبول فرما!

رہاامام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولاً کلام پیشینیاں پیش کریں۔پھر وہ جو قلب فقیر پر بفیض قدیر سے فائض ہوا ہدیہ انظار انصاف کش۔

قال الامام*صدر الشریعۃ الھمام*اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی	امام بلند ہمت صدر الشریعۃ-خدائے برتر دار السلام میں انہیں مقام بلند عطافرمائے اور

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

دار السلام* ورحمنا به وبسائر الائمة الکرام* فی کل حال ومقام* مدی اللیالی والا یام* اول باب التیمم من شرحه للوقایة اذاکان للجنب ماء یکفی للوضوء لاللغسل یتیمم ولایجب علیه التوضی عندنا خلافاً للشافعی اما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق واذاکان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضاً[1] اھ

ہم پر ان کی برکت سے اور دیگر ائمہ کرام کی برکت سے ہر حال ومقام میں جب تک گردش شب وروز رہے ہمیشہ رحمت فرمائے۔ شرح وقایہ اولِ باب التیمم میں فرماتے ہیں: "جب جنابت والے کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کفایت کرے غسل کے لئے نہیں تو وہ تیمّم کرے ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے۔اس پر وضو کرنا واجب نہیں۔ لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو کو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو جنابت کے لئے تیمّم بالاتفاق ہے۔اور جب محدث کے پاس اتنا ہی پانی ہو جو صرف اس کے بعض اعضا کے دھونے میں کفایت کرسکے تو اس صورت میں بھی اختلاف ثابت ہے"۔(ت)

واعترضوہ بخمسة وجوہ:

ناظرین نے اس پر پانچ طرح **اعتراض** کیا ہے:

الاول: قال البرجندی فی شرح النقایة بعد نقل کلام الصدر الامام ھو مشعر بانه قدتکون جنابة مع وجود الوضوء ولایخفی ان الجنابة تحصل بخروج المنی او بغیبة الحشفة وخروج الخارج من الذکر وغیبة الحشفة ناقضان للوضوء۔

اول: برجندی نے شرح نقایہ میں، امام صدر الشریعۃ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا: یہ کلام اس کا پتا دیتا ہے کہ کبھی وضو رہتے ہوئے بھی جنابت ہوتی ہے حالانکہ مخفی نہیں کہ جنابت منی کے نکلنے یا حشفہ کے غائب ہونے سے ہوتی ہے۔اور ذکر سے نکلنے والی چیز کا باہر آنا اور حشفہ کا غائب ہونا دونوں ہی ناقض وضو ہیں۔

والجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومر بماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم بعد عن الماء فانه صار جنباً ومع^{عہ} ذلك وضوءہ باق۔

جواب یہ ہے کہ جنب جب تیمّم کرلے اور بے وضو ہو کر پھر وضو کرے اور غسل کے لئے کافی پانی پر گزرے مگر غسل نہ کرے پھر پانی سے دور ہوجائے تو وہ جنابت والا ہوگیا۔اس کے باوجود اس کا

عہ **اقول:** ای لم یعد حدثه علی وزان ماقدمنا ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی دوبارہ اسے حدث نہ ہوا، اسی انداز پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ویمکن ان یصور ذلك علٰی قول محمد بان یجامع الرجل المتوضئ امرأۃ ولم ینزل فانه قداجنب ولم ینتقض عـه۱ وضوءہ فان المباشرۃ الفاحشة غیر ناقضة عندہ ولم یوجد عـه۲ شیئ اٰخر من نواقض الوضوء۔	وضو باقی ہے۔ اس کی صورت امام محمد کے قول پر یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ باوضو مرد عورت سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ جنابت زدہ ہوگیا اور اس کا وضو نہ ٹوٹا کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ ناقض وضو نہیں اور نواقض وضو میں سے کوئی دوسری چیز بھی نہ پائی گئی۔
وعلی قول الشیخین عـه۳ رضی اللہ تعالٰی عنهم بان یستمنی بالید ثم یاخذ رأس الذکر حتی لایخرج المنی فقد عـه۴ اجنب و	اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول پر یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ہاتھ سے منی نکالے پھر ذکر کا سرا پکڑلے تاکہ منی باہر نہ آئے تو وہ جنب ہوگیا اور ناقضِ وضو

عـه۱ **اقول**:قد علمت المعنی فاحتفظ ولاتزل ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: ناظر کو مراد معلوم ہوگئی تو نگہداشت چاہئے اور لغزش سے پرہیز ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـه۲ **اقول**:ای مما هو حدث اصغر اذ لایقال نواقض الوضوء الاعلیها فههنا افصح عن المراد ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی اس چیز سے جو حدث اصغر ہو کیوں کہ نواقضِ وضو کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے تو یہاں اپنی مراد واضح کردی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـه۳ **اقول**:هذا(۱) سهو وانما هو قول الطرفین واطلاق الشیخین علیهما بعید وان(۲) جاء فی بعض المواضع علی الصاحبین کمابینته فی کتابی فصل القضاء ۱۲منه غفرله (م)

اقول: یہ سہو ہے۔وہ طرفین کا قول ہے اور ان پر اطلاقِ شیخین بعید ہے اگرچہ بعض مقامات میں صاحبین کے لئے شیخین کا اطلاق ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "فصل القضاء" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه۴ **اقول**:ای(۳) اذاخرج المنی لان الخروج شرط بالاجماع انما النزاع فی اشتراط الشهوۃ عند الخروج اوکفایتها عند الانفصال به قالا وبالاول ابویوسف فاحتمال ارادۃ خلافه ظن مالایلیق بالعلماء ۱۲منه غفرله (م)

اقول: یعنی جب منی باہر آجائے اس لئے کہ باہر آنا بالاجماع شرط ہے نزاع صرف اس میں ہے کہ شہوت یعنی باہر آنے کے وقت ہونا شرط ہے یا بس اپنے مقر سے منی کے انفصال کے وقت (شہوت) ہونا کافی ہے۔دوم کے قائل طرفین ہیں اور اول کے قائل امام ابویوسف ہیں۔تو یہ احتمال کہ اس کے خلاف مراد لے لیا ہو ایسا ظن ہے جو علماء کے لائق نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

لم یوجد ناقض للوضوء [1] اھ۔
واعترضه عصری وهو اللکنوی فی سعایته بما تلخیصه انه فی صورة المباشرة الفاحشة ان لم یولج لم یجنب وان اولج فقد انتقض وضوءه لان دخول الحشفة ناقض للغسل والوضوء جمیعاً وکذا فی صورة الاستمناء ان خرج المنی فقد انتقض وضوءه وان لم تحصل الجنابة وان لم یخرج فلاجنابة ولاحدث [2] اھ۔هذا حاصل ما اطال به فی نحو ثلثة امثال عبارتنا هذه۔

نہ پایا گیااھ (ت) (برجندی کی عبارت ختم ہوگئی)
اس پر ایک معاصر عالم۔ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلّی۔نے اپنی سعایہ (حاشیہ شرح وقایہ) میں **اعتراض** کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: "مباشرت فاحشہ کی صورت میں اگر ایلاج نہ کیا تو جنب نہ ہوا۔اور ایلاج کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اس لئے کہ دخولِ حشفہ غسل و وضو دونوں ہی کا ناقض ہے۔اسی طرح منی نکالنے کی صورت میں اگر منی باہر آئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اگرچہ جنابت نہ ہوئی اور اگر منی باہر نہ آئی تو نہ جنابت ہے نہ حدث اھ" یہ اس کا حاصل ہے جو انہوں نے ہماری اس عبارت سے تین گنا میں پھیلا کر لکھاہے۔(ت)

والثانی: التناقض وقرره ش بمایبتنی علی الاول فجوابه جوابه وذلك قوله فی ردالمحتار قول صدر الشریعة مشکل لان الجنابة لاتنفك عن حدث یوجب الوضوء وقد قال اولایجب علیه التیمم لا الوضوء فقوله ثان یا یجب علیه الوضوء تناقض [3] اھ۔ثم ذکر الجواب الاٰتی عن القهستانی فی الاشکال الخامس فانه دافع

دوم: تناقض۔شامی نے اس کی تقریر ایسے کلام سے کی ہے جو اشکال اول ہی پر مبنی ہے تو جو اُس کا جواب ہے اِس کا جواب ہے ردالمحتار میں ان کا یہ کلام ہے: "صدر الشریعۃ کے قول میں اشکال ہے اس لئے کہ جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی اور پہلے فرماچکے ہیں کہ اس پر تیمّم واجب ہے "وضو نہیں" تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ اس پر وضو واجب" ہے "دونوں میں تناقض ہے" اھ۔پھر اس کا وہ جواب ذکر کیا جو قہستانی کے حوالہ

---
[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴
[2] السعایۃ، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۱
[3] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۷

للتناقض ایضا بوجه حسن صحیح۔
ونقل ھھنا فی السعایة مایمکن ان یؤخذ منه تقریر اٰخر للتناقض غیر مبتن علی الاشکال الاول وھو انه اذا لم یکن معھا حدث فکیف یوجب الشافعی ھناك الوضوء[1] اھ۔فیؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم یلزم الاکبر ولکن کلام الصدر الامام فی الصورة الاولی ایضا فی جنابة معھا حدث بدلیل ایجاب الشافعی الوضوء فجاء التناقض۔
والثالث: ان قوله فالتیمم للجنابة بالفاء ان کان تفریعا فلامحصل له لان کون التیمم للجنابة غیر مفرع علی وجوب الوضوء وان کان تعلیلا ورد علیه ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة فیلزم ان یجب الوضوء ھناك ایضا[2]۔
والرابع:ان کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین لااختصاص له بھذہ الصورة[3] اھ۔نقلھما اللکنوی۔
والخامس: مخالفته لما تقرر فی المذھب کمابیناہ بالدلائل والنصوص

سے اشکال پنجم کے تحت آرہا ہے۔وہ جواب بھی عمدہ و صحیح طرز پر تناقض دفع کردیتا ہے۔
یہاں سعایہ میں وہ نقل کیا جس سے تناقض کی ایک دوسری تقریر اخذ کی جاسکتی ہے جو اشکال اول پر مبنی نہ ہو"وہ یہ کہ جب جنابت کے ساتھ حدث نہ ہو تو وہاں امام شافعی وضو کیسے واجب کریں گے؟ اھ اور اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حدث اصغر اگرچہ حدث اکبر کو لازم نہیں لیکن صدر الشریعۃ کا کلام پہلی صورت میں بھی ایسی ہی جنابت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہو اس دلیل سے کہ اس میں امام شافعی وضو واجب کرتے ہیں۔تو تناقض ہوگا۔
سوم: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابة"(تو تیمّم جنابت کے لئے ہے) میں "فا" اگر تفریع کے لئے ہے تو اس کا کوئی حاصل نہیں اس لئے کہ تیمّم جنابت کے لئے ہونا وجوبِ وضو پر متفرع نہیں - اور اگر تعلیل کے لئے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ سابقہ صورت میں بھی تیمّم جنابت ہی کے سبب ہے تو لازم آئے کہ وہاں بھی وضو واجب ہو۔
چہارم: بالاتفاق جنابت کے لئے تیمّم ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت سے خاص نہیں اھ۔یہ دونوں اعتراض مولانا فرنگی محلّی نے نقل کیے۔
پنجم: یہ اس کے مخالف ہے جو مذہب میں مقرر وثابت ہے جیسا کہ دس دلائل ونصوص سے

---
[1] السعایۃ باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰
[2] السعایۃ، باب التیمم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۰
[3] السعایۃ، باب التیمم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۰

العشرة ان الحدث مع الجنابة لایوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ماء یکفی للغسل الیه اشار البرجندی بقوله متصل العبارة المذکورة اٰنفا۔ لکن الکلام فی انه هل یجب فی الصورتین عــه التوضیئ اذا احدث فیه تردد والظاهر لا ولابد للحکم بالاحتیاج من روایة صریحة[1] اھ۔ کماقدمنا عنه تلو الدلائل وذکرنا انه لوکان فی نظره اذ ذاك نصوص المذهب لماقنع بالتردد والاستظهار۔وهذا هو اعظم الا یرادات وهو الذی احوج العلماء الی تأویل کلامه رحمه الله تعالٰی۔ومحط کلامهم جمیعا ارجاع

ہم نے اسے بیان کیا۔مذہب میں یہ ہے کہ جنابت کے ساتھ حدث بالکل موجبِ وضو نہیں جب اتنا پانی دستیاب نہ ہو جو غسل کے لئے کافی ہو اسی کی طرف برجندی نے ابھی ذکر شدہ عبارت سے متصل اپنے درج ذیل کلام سے اشارہ کیا ہے:
"لیکن کلام اس میں ہے کہ کیا دونوں صورتوں میں وضو کرنا واجب ہے جب حدث ہوا ہو۔اس بارے میں تردّد ہے اور ظاہر نفی ہے۔احتیاج وضو کا حکم کرنے کے لئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے"۔اھ جیسا کہ دلائل کے بعد ان سے ہم نے یہ عبارت نقل کی اور بتایا کہ اگر اس وقت ان کی نظر میں مذہب کے نصوص ہوتے تو وہ تردّد واستظہار پر قناعت نہ کرتے۔ یہی سب سے بڑا اعتراض ہے اسی کی وجہ سے حضرات علماء کو صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔اوران سب حضرات کی تاویلات کا مآل یہ ہے

عــه: ای الاخریین ولعمری لقد اصاب فی تخصیص الکلام بهما وعزل الصورة الاولی لان فیها لاشك فی وجوب الوضوء اذا احدث کماسیاتی تحقیقه فی الافادة بعونه تعالٰی ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی بعد والی دونوں صورتوں میں۔اور ان دونوں سے کلام خاص کرکے اور پہلی کو الگ کرکے یقینا انہوں نے صحیح کیا اس لئے کہ پہلی صورت میں حدث ہونے کے وقت وجوب وضو میں شک نہیں جیسا کہ اس کی تحقیق بعونہٖ تعالٰی افادہ (نمبر) ۱۱ میں آرہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابۃ غیران لھم فیہ مسلکین: **احدھما** تقدیر [عہ] المضاف ای	کہ "وجوب وضو کا حکم اس حدث کی طرف عائد ہے جو تیمّم جنابت کے بعد ہو"۔ مگر اس بارے میں ان کے دو[۲] مسلک ہیں: **طریق اوّل**: ("اما اذاکان مع الجنابۃ

عـہ قال فی السعایۃ فی غایۃ الحواشی قولہ یجب جزاء اما وکلمۃ کان تامۃ وتقدیر الکلام اما اذا وجد مع تیمم الجنابۃ حدث یوجب الوضوء فیجب الوضوء اتفاقا یعنی احدث بالتیمم للجنابۃ مع وجود الماء الکافی للوضوء فیجب الوضوء مع انہ تیمم الجنب اتفاقا بخلاف الصورۃ المسطورۃ فان فیھا بعد تیمم الجنابۃ لایجب الوضوء فقولہ بالاتفاق متعلق بقولہ یجب وقولہ فالتیمم الفاء للتفریع ای فثبت التیمم للجنابۃ مع وجوب الوضوء فانہ ذکر فی الجامع عن شرح الطحاوی و غیرہ انہ لایجب للجنب صرف الماء الی بعض الاعضاء اوللحدث الا اذا تیمم للجنابۃ ثم وقع منہ حدث یوجب الوضوء لانہ یجب علیہ الوضوء ح لانہ قدر علی ماء کاف بہ ولم یجب التیمم لانہ بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد

سعایہ میں لکھا ہے: غایۃ الحواشی میں ہے: لفظ "یجب" "اما" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی لیکن جب تیمّم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے۔ یعنی تیمّم جنابت کے ساتھ، وضو کے لئے کافی پانی ہوتے ہوئے وہ محدث ہوا تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمّم ہے اتفاقاً۔ بخلاف صورت مسطورہ کے، کہ اس میں تیمّم جنابت کے بعد وضو واجب نہیں تو لفظ "بالاتفاق" لفظ "یجب" سے متعلق ہے۔ اور فالتیمم میں فا تفریع کے لئے ہے یعنی۔ تو وجوب وضو کے ساتھ، جنابت کے لئے تیمّم ثابت ہوا۔ کیونکہ جامع میں شرح طحاوی وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ جنب کے لئے بعض اعضاء میں پانی صرف کرنا یا حدث کے لئے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمّم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہوگا اس لئے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے جو وضو کے لئے کافی ہے۔ اور تیمّم واجب نہیں اس لئے کہ وہ تیمّم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اذا وجد عـہ۱ مع تیمم الجنابة حدث یجب الوضوء بالاتفاق عـہ۲ فیبقی عـہ۳ ھذا التیمم للجنابة خاصةً عـہ۴ بخلاف ما اذا وجد الحدث	حدث" میں جنابت سے پہلے) مضاف مقدر ماننا، یعنی جب تیمّم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پا یا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے تو یہ تیمّم خاص جنابت کے لئے رہ جائے گا بخلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الماء الکافی للغسل انتھی فاندفع السؤال المشھور ان الجنابة تستلزم الحدث فکیف یصح قولہ اذاکان مع الجنابة حدث ومن فسر فالتیمم للجنابة واجب بعد الوضوء فما شم رائحة المقصود[1] اھـ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـہ۱: اشار الی ماقالہ فی غایة الحواشی ان کان فی قول الشارح تامة ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـہ۲: اشار الی ماقالہ ان بالاتفاق متعلق بیجب ۱۲ منہ غفرلہ (م) اللہ

عـہ۳: اشار الی ماقالہ ان الفاء فی قولہ فالتیمم للتفریع ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـہ۴: زدت(۱) خاصةً اذبہ یتم المقصود و غیرت ماسلکہ ان المراد ثبت التیمم للجنابة مع وجوب الوضوء فان(۲) المقصود اذن فیما حذفہ الصدر۱۲

غسل کے لئے کافی پانی اسے ملے -انتہی- تو وہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ جنابت حدث کو مستلزم ہوتی ہے۔پھر صدر الشریعۃ کا قول "اذا کان مع الجنابة حدث" (جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث ہو) کیسے صحیح ہوگا۔اور جس نے یہ تفسیر کی: فالتیمم للجنابۃ واجب بعد الوضوء (تو جنابت کے لئے تیمّم وضو کے بعد واجب ہے) تو اسے مقصد کی بُو بھی نہ ملی اھ - عبارتِ سعایہ ختم ہوئی۔۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اس کی طرف اشارہ ہے جو غایۃ الحواشی میں لکھا کہ شارح کی عبارت میں "کان" تامہ ہے ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

(تو اذا کان کی تفسیر "اذا وجد" (جب پایا جائے) سے کی گئی۔۱۲ م الف) اس کی طرف اشارہ ہے جو اس میں لکھا ہے کہ "بالاتفاق" یجب سے متعلق ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اس کی طرف اشارہ ہے کہ فالتیمم میں ف برائے تفریع ہے جیساکہ اس میں لکھا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

میں نے "خاصةً" بڑھادیا کیونکہ اسی سے مقصد پُورا ہوتا ہے اور اس میں جو طریقہ اختیار کیا کہ "یہ مراد ہے کہ وجوب وضو کے ساتھ جنابت کا تیمّم ثابت ہے" میں نے اسے بدل دیا، کیونکہ اس طور پر (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] السعایة حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی،لاہور ۱/۴۹۰

قبل التیمم فانه عــہ۱ یکون له وللجنابة معًا کما افید فی شرح الطحاوی وغیرہ۔	اُس صورت کے جب حدث تیمّم سے قبل پایا جائے کہ یہ حدث اور جنابت دونوں کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ شرح طحاوی وغیرہ میں اس کا افادہ ہوا ہے۔
ھذا تھذیب مانقلته السعایة عن غایة الحواشی واعتمدته وان ناقشته عــہ۲ فی زوائد ومن طالع عبارتها و	یہ اس کی اصلاح وتنقیح ہے جو سعایہ میں غایۃ الحواشی سے نقل کیا اور اس پر اعتماد کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قوله مع وجوب الوضوء وفیه الفرق بین الصورتین فتبقی الجملة بحذفه ناقصة مختلة وحذفت(۱) قوله اتفاقا لانه خلاف المقصود وفی نفسه مردود* کماستعلم بعون الودود ۱۲ منه غفرله (م)

عــہ۱: زدته اذ به تمام التقریب علی الوجه الذی وصفنا منه غفرله (م)

عــہ۲: نازعه فی کون کان تامة بانه لادخل له فی المقصود ویمکن کونها ناقصة وفی کون الفاء للتفریع وقال الاظھر علی ھذا ان تکون تعلیلیة یعنی لان التیمم للجنابة والحدث طار (ای طارئ) فلایکفی له[1] اھ۔ملخصا مھذبا **اقول:** (۲) یحتاج الی ذکر الخصوص کمافعلنا والافکون التیمم للجنابة لایمنع کونه للحدث الا ان یکون الحدث طارئافاذن ذکر فی التعلیل ما لادخل له وطوی ماھو التعلیل وکیفما کان لیس

مقصود اسی لفظ سے ادا ہوگا جو صدر الشریعۃ نے حذف کیا یعنی "مع وجوب الوضوء" اور اسی سے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوسکے گا تواسے حذف کر دینے سے جملہ ناقص اور مختل ہو جائے گا۔اور غایۃ الحواشی کا لفظ "اتفاقًا" میں نے حذف کر دیا اس لئے کہ خلاف مقصود ہے اور بجائے خود بھی نامقبول ہے جیسا کہ بعونِ الٰہی معلوم ہوگا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

میں نے اسے بڑھادیا کیونکہ اس سے تقریب تام ہوتی ہے اس طور پر جو ہم نے بیان کیا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اس سے کان کے تامہ ہونے میں نزاع کیا کہ اس کا مقصد میں کچھ دخل نہیں ناقصہ بھی ہوسکتا ہے۔اور فاکے برائے تفریع ہونے میں نزاع کیا اور کہا اس طور پر ظاہر تر یہ ہے کہ تعلیلیہ ہو یعنی اس لئے کہ تیمّم جنابت کا ہے اور حدث طاری ہے تو اس کے لئے کافی نہیں اھ انکی عبارت تلخیص اور اصلاح وتنقیح کے ساتھ ختم ہوئی **اقول:** انہیں "خصوص" کے ذکر کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم نے کیا ورنہ تیمّم کا جنابت کے لئے ہونا اس سے مانع نہیں کہ حدث کے لئے بھی ہو مگر یہ کہ حدث (بعد تیمّم) طاری ہو۔تو تعلیل میں وہ ذکر کیا جسے کوئی دخل نہیں اور اسے چھوڑ دیا (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] السعایۃ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹

وازن بینهما وبین الفاظنا عرف کیف لخصنا ما اطال به وقربناه* ونقحناه وهذبناه*	اگرچہ کچھ زوائد میں اس سے مناقشہ بھی کیا۔عبارت سعایہ کا مطالعہ اور اس کا اور ہمارے الفاظ کا موازنہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو طویل کلام تھا ہم نے اس کی کیسی تلخیص کردی اور فہم کے قریب بھی کردیا۔الفاظ کی تنقیح وتہذیب بھی ہوگئی۔(ت)
والاُخر: جعل مع بمعنی بعد وهو المسلك المشهور۔	**طریق دوم**: مع کو بعد کے معنی میں قرار دینا۔یہ مشہور طریقہ ہے۔
قال:المحقق مولٰی خسرو فی الدرر بعد بعارته التی قدمنا فی النصوص اما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء بأن احدث بعد التیمم فیجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق[1] اھ۔	محقق مولٰی خسرو نے درر الحکام۔میں اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں پیش کی فرمایا:"لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس طرح کہ تیمّم کے بعد محدث ہوا تو اس پر وضو واجب ہے۔تو اس پر وضو واجب ہے۔تو تیمّم بالاتفاق جنابت کے لئے ہے"اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاکلاما فی امر زائد ومن(۱) سلك مسلکا صحیحا لایقال ان کلامه مخدوش کماقاله فی عمدة الرعایة وان اختار فی امر زائد ظاهرا مکان الاظهر وکون بحث کان بمعزل عن المقصود بالکلیة اظهر من ان یظهر ثم کونها تامة هو الظاهر المتبادر ذکره(۲) المحشی بیانا للواقع کعادتهم لالتوقف الجواب علیه فلیس فیما نقل من عبارته دلالة علیه ۱۲ منه غفرله (م)

جو واقعۃً تعلیل ہے۔خیر جو بھی ہو یہ ایک زائد معاملہ میں ہی کلام ہے۔اور جو کسی صحیح رَوِش پر چلا ہو اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کلام مخدوش ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں کہا اگرچہ اس امر زائد میں وہاں ظاہر تر کی جگہ ظاہر اختیار کیا ہے۔اور کان کی بحث کا مقصود سے بالکل الگ ہونا بالکل محتاج بیان نہیں۔ پھر اس کا تامہ ہونا بھی ظاہر ومتبادر ہے۔ محشّی نے بیان واقع کے طور پر اسے ذکر کردیا ہے جیسا کہ ان حضرات کی عادت ہے۔اس لئے نہیں ذکر کیا ہے کہ جواب اسی پر موقوف ہے منقولہ عبارت میں اس پر کوئی دلالت بھی نہیں ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

[1] درر مولٰی خسرو باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیة یعنی فالتیمم باق لرفع الجنابة [1] وقال تلمیذہ (الفاضل اخی چلپی فی ذخیرۃ العقبٰی۔ قولہ مع الجنابة حدث یوجب الوضوء) یعنی اذا اغتسل الجنب وبقی فی عضو من اعضائه عـہ۱ لمعة وفنی الماء فتیمم للجنابة ثم احدث حدثا یوجب الوضوء ولم عـہ۲ یتیمم للحدث فوجد مایکفی	علّامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا یعنی: "تو تیمّم جنابت دور کرنے کے لئے باقی ہے" اور ان کے تلمیذ فاضل اخی چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں لکھا: **قولہ "مع الجنابة حدث یوجب الوضوء"** (جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہے جو وضو واجب کرتا ہے) یعنی جب غسل کرلے اور اس کے کسی عضو میں کچھ جگہ چھُوٹ جائے اور پانی ختم ہوجائے تو جنابت کے لئے تیمّم کرلے پھر اسے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اور اس حدث کے لئے اس نے تیمّم نہ کیا پھر
للوضوء لا للمعة فتیممه باق وعلیه الوضوء [3] اھ۔	اسے اتنا پانی ملا جو وضو کے لئے کافی ہے، اس چھُوٹی ہوئی جگہ

عـہ۱: اعترضه فی السعایة بان تقریرہ یحکم یکون مع بمعنی بعد و اذاحمل علیه فتصویرہ سهل لایحتاج الی حدیث اللمعة [2] اھ۔ **اقول**: الاعتراض (۱) علی التصویر کالمناقشة فی المثال فانه لایضر بالمقصود ۱۲ منه غفرله (م)

سعایہ میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تقریر کا حکم یہ ہے کہ مع بمعنی بعد ہو اور جب اس پر محمول کرلیا جائے تو اس کی تصویر آسان ہے۔ حدیث لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ کی بات) درمیان میں لانے کی ضرورت ہی نہیں اھ **اقول**: کسی مسئلہ کی صورت نکالنے پر اعتراض ایسا ہی ہے جیسے مثال میں مناقشہ کہ یہ مقصود کے لئے مضر نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ **اقول**: ھذہ (۲) زیادۃ ضائعة فلوتیمم للحدث لکان الحکم کذا وانما زادہ مراعاۃ للتصویر الذی ذکر فیه الشارح الامام اٰخر الباب مانقل عنه وھو (۳) ایضاً غیر محوج فان الشارح ذکر ایضاً ما اذا تیمم للجنابة ثم احدث فتیمم للحدث وقال فکذا فی الوجوہ المذکورۃ ومن وجوہ المشار الیها قوله وان کفی لاحدھما بعینه غسله ویبقی التیمم فی حق الاٰخر ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یہ بیکار کا اضافہ ہے۔ اگر وہ حدث کے لئے تیمّم کرلے جب بھی حکم یہی ہوگا۔ اسے انہوں نے اس تصویر کی رعایت میں بڑھا یا جس میں یہ منقولہ جملہ شارح امام نے آخر باب میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اضافہ کی ضرورت نہیں کیونکہ شارح نے یہ ذکر کیا ہے لیکن (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

[2] السعایہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی، لاہور ۱/۴۹۱

[3] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۶۷

وقال الشمس القهستانی فی شرح النقایة بعد مانقلنا عنه فی النصوص وهذا صورة ماقال المصنف واما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق (۱) فان مع فیه بمعنی بعد کما قالوا فی قوله تعالٰی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ۶ وبه ینحل مافی هذا المقام من الاشکال المشهور[1] اھ۔

وتبعه المدقق العلائی فی الدر واقرہ محشوه واعترض هذا المسلك فی السعایة بانه لواجنب ثم احدث فوجد مایکفی للوضوء فقط

کے لئے نہیں، تو اس کا تیمّم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے اھ (ت)

شمس قہستانی نے شرح نقایہ میں کہا اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں ان سے نقل کی: اور یہی اس کی صورت ہے جو مصنف نے کہا: "لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس پر وضو لازم ہے تو تیمّم جنابت کے لئے ہے بالاتفاق"۔ کیونکہ اس میں "مع" بعد کے معنی میں ہے جیسا کہ علماء نے ارشادِ باری تعالٰی "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ۶" (بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) میں کہا ہے۔ اسی سے وہ مشہور اشکال حل ہو جاتا ہے جو اس مقام پر پیش آتا ہے اھ مدقق علائی نے درمختار میں اس کا اتباع کیا اور اسے محشین نے بھی برقرار رکھا۔ سعایہ میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم احدث فلتیمم للحدث و قال فکذا فی الوجوه المذکورة ومن وجوه المشار الیها قوله وان کفی لاحدهما بعینه غسله و یبقی التیمم فی حق الاخر ۱۲ منه غفرله (م)

جنابت کا تیمّم کیا۔ پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا۔ اور آگے فرمایا مذکورہ صورتوں میں بھی ایسا ہے، جن صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اگر ان میں سے بعینہٖ کسی ایک پر کفایت کرنے والا ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

فانه يتيمم ولايجب عليه الوضوء يكون تيممه كافيا لرفع الحدث الاكبر و الاصغر مع انه يصدق عليه انه وجد به حدث يوجب الوضوء بعد الجنابة فيلزم بمقتضى عبارة الشارح ان يجب عليه الوضوء قال فالاولى ان يقال مع بمعنى بعد والمضاف محذوف اى بعد تيمم الجنابة اويقال مع على معناه والمضاف محذوف اى مع تيمم الجنابة[1] اھ ملخصا

طریق پر **اعتراض** کیا کہ اگر اسے جنابت ہو پھر حدث ہو۔اس کے بعد اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے تو وہ تیمّم کرے گا اور اس پر وضو واجب نہیں۔اس کا تیمّم حدثِ اکبر و اصغر دونوں کو رفع کرنے کے لئے کافی ہوگا-باوجودیکہ اس کے متعلق یہ صادق ہے کہ اس کے ساتھ جنابت کے بعد ایسا حدث پایا گیا جو وضو واجب کرتا ہے تو بمقتضائے عبارت شارح لازم آئے گا کہ اس پر وضو واجب ہو۔کہا: تو اولٰی یہ کہنا ہے کہ مع بمعنی بعد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "مع تیمم الجنابة" اھ (ت)

هذا **وعندى** حاشية على شرح الوقاية للفاضل محمد القره باغى اتمها سنة تسعمائة وثلثين اى بعد خمس وعشرين سنة من وفاة اخى چلپى وقال قلت لتاريخه ثم تسويدى(۹) وهى كتابة يوسف بن حسن بن عبدالله سنة تسعمائة وسبع وسبعين نقل فيها كلام اخى چلپى بلفظة قال بعض المحشين ثم قال اقول لايخفى ان هذا التصوير تكلف بعيد الاخذ من هذه العبارة علا ان الشارح سيصرح هذه المسألة بقوله وان كفى للوضوء لاللمعة فتيممه باق وعليه الوضوء فبحمل هذه العبارة على ماذكره

یہ سب ہوا۔اور میرے پاس شرح وقایہ پر فاضل محمد قرہ باغی کا ایک حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا،یعنی اخی چلپی کی وفات کے پچیس ۲۵ سال بعد۔اور اس کی تاریخ تکمیل کے لئے ثم تسویدی کہا ہے اور یہ ۹۷۷ھ میں یوسف بن حسن بن عبداللہ کا کتابت کیا ہُوا ہے اس میں اخی چلپی کا کلام "قال بعض المحشین" کے لفظ سے نقل کیا ہے پھر لکھا ہے: "میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ صورت نکالنے میں تکلّف ہے اور اس عبارت سے اسے اخذ کرنا بعید ہے علاوہ ازیں شارح عنقریب اس مسئلہ کی تصریح اس عبارت میں کریں گے: "اور اگر وضو کے لئے کافی ہے چھُوٹی ہوئی جگہ کے لئے نہیں تو اس کا تیمّم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے" اب اگر

[1] السعایۃ باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱

القائل یلزم التکرار ولعله انما ارتکبه زعما بان الحدثین لایجتمعان فی شخص ابتداء ولاشك انهما یجتمعان لکن یکفی عنهما تیمم واحد اذا لم یوجد الماء الکافی للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابة والمذکور فی الکتاب هو هذا المعنی۔

والعجب منه انه لم یلتفت الی هذا المعنی مع ان عبارة الشارح بُعیدا هذا صریح باجتماع الحدثین ابتداءً حیث قال لوکان به حدثان کالجنابة وحدث یوجب الوضوء ینبغی ان ینوی عنهما لایقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذی هو عبارة عن الوضوء فلافائدة لاعتبار الحدث الذی یوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسلیم جمیع المقدمات یجوز (۱) اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد شرعی کماصرح به صاحب التلویح فقال لو (۲) حلف ان لایتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر فی الشرع [1] اھ کلام القره باغی ببعض اختصار۔

اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے جو قائل نے ذکر کیا تو تکرار لازم آئے گی۔ اور اس نے اس تاویل کا ارتکاب شاید اس خیال سے کیا ہے کہ کسی شخص میں دونوں حدث ابتداءً جمع نہیں ہوتے حالانکہ بلاشبہہ دونوں جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی طرف سے ایک ہی تیمّم کافی ہے جبکہ وضو کے لئے آب کافی دست یاب نہ ہو اور دست یاب ہو تو وضو پھر جنابت کا تیمّم ضروری ہے۔ کتاب میں یہی بات مذکور ہے۔

قائل پر تعجب ہے کہ اس معنی کی طرف التفات نہ کیا حالانکہ اس کے کچھ ہی بعد شارح کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ دونوں حدث ابتداءً جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے: "اگر اسے دو حدث ہوں جیسے جنابت اور کوئی ایسا حدث جو وضو واجب کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ دونوں سے تیمّم کی نیت کرے"۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنابت سے جب ان بعض اجزاء کا دھونا واجب ہوا جو وضو سے عبارت ہے تو جنابت کے ساتھ وضو واجب کرنے والے حدث کا اعتبار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں تو ہم کہیں گے اگر اعتراض کے تمام مقدمات تسلیم کرلیے جائیں تو بھی جواب یہ ہے کہ ایک معلول شرعی پر چند علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے جیسا کہ صاحبِ تلویح نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے: اگر قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد نکسیر ٹوٹی پھر اس نے وضو کیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اور شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں"۔ فاضل قرہ باغی کا کلام کچھ اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔ (ت)

---

[1] تعلیق علی شرح الوقایۃ للقرہ باغی

فھذا کل مارأیت لھم من القال والقیل*والنقض والتأویل*والانکار[عہ] والتعویل*

یہ وہ سب قیل و قال، تاویل اعتراض، اور انکار واعتماد ہے جو میری نظر سے گزرا۔

واعلم ان السعایۃ لیست عندی وانما ارسل الی بعض اصحابی من لکھنؤ نقل نحو ورقۃ منھا متعلقۃ بھذا المقام علی طلبی لکی اری ماعندہ فیہ عسی ان نقل عن کتاب مافیہ غناء فقد کان جمع من الکتب اکثر مما عندی فلما طالعتہ لم ارہ فازبطائل* ولاجاز بنائل*وانما جمع القال والقیل* وتکلم علی زوائد بفارغ عن التحصیل* اوباغالیط واباطیل*ولم یھتد لکثیر من الابحاث الراقۃ* والانظار الفائقۃ*واذا اتی علی المقصود جرح الصحیح* واعتمد الجریح *کما ستعرف کل ذلك ان شاء اللہ المستعان*والاٰن اٰن ان نفیض فی تحقیق المرام بتوفیق المنان*

معلوم رہے کہ سعایہ میرے پاس نہیں میرے ایک دوست نے اس مقام سے متعلق اس کے تقریبًا ایک ورق کی نقل میرے پاس بھیجی جو میں نے اس خیال سے طلب کی تھی کہ اس مقام سے متعلق محشّی صاحب سعایہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھ سکوں۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی کتاب سے کوئی اطمینان بخش بات نقل کی ہو۔ کیونکہ ان کے پاس میرے یہاں سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں کوئی کام کی بات نہ ملی اور کوئی مفید کلام نہ لاسکے بس قیل وقال جمع کردیا۔ اور کچھ زائد باتوں پر ایسا کلام کیا ہے جو افادیت سے خالی یا باطل وغلط ہے۔ اور اس مقام سے متعلق بہت سی دلکش بحثوں اور بلند فکروں تک ان کی رسائی نہ ہوئی، اور مقصود پر آئے تو صحیح کو مجروح اور مجروح کو معتمد بنادیا۔ جیسا کہ یہ سب اِن شاء اللہ معلوم ہوگا اب وقت آیا کہ بہ توفیق رب منان تحقیق مطلوب کا آغاز کریں۔

اقول: وباللہ الاستعانۃ ومنہ الفیض والاعانۃ *الکلام ھھنا فی ثمانیۃ مواضع دفع(۱) النقوض وتقریر(۲)معنی الکلام علی مسلك التأویل والتعویل اعنی اجراءہ وبیان(۳) معنی قولہ

اقول: (میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی کی جانب سے فیض ومدد ہے یہاں پر کلام آٹھ مقامات میں ہے: (۱) اعتراضات کا جواب (۲) معنی کلام کی تقریر مسلک تاویل پر بھی اور مسلک اعتماد پر بھی یعنی ظاہر پر جاری رکھتے ہوئے بھی (۳) کلام شارح

عہ الانکار لعلامۃ البرجندی والتعویل للفاضل القرہ باغی والنقوض خمسۃ۔(م)

انکار علامہ برجندی نے کیا، اعتماد فاضل قرہ باغی نے، اور اعتراضات پانچ ہیں۔ (ت)

فالتیمم للجنابة وان(۴) قوله بالاتفاق متعلق بهذا ام بقوله یجب علیه الوضوء وان (۵) الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ام للتعلیل*وبیان(۶) الحسن والقبیح والباطل والصحیح من مسالك التاویل*وانه(۷) هل ثم شبهات ترد علی المرام*وما کشفها وحلها بتوفیق العلام*وهل(۸) للکلام تاویل اٰخر*خیر مما ذکرو اظهر*وها انا اعطیك بحول الله تعالٰی افادات تحیط بکل ذلک*وتسلم بك ان شاء الله تعالٰی احسن المسالک*وما توفیقی الّا بالله خیر مالک*

"فالتیمم للجنابة"(تو تیمّم جنابت کے لئے ہے)کا معنی (۴) ان کا قول"بالاتفاق"اسی سے متعلق ہے (۵) فالتیمم میں"ف"برائے تفریع ہے یا برائے تعلیل (۶) تاویل کے طریقوں میں سے حسن وقبیح اور باطل وصحیح کا بیان (۷) کیا یہاں کچھ اعتراضات بھی ہیں جو مقصود پر وارد ہوتے ہیں۔پھر خدائے علام کی توفیق سے ان کا حل اور جواب کیا ہے ؟ (۸) کلام کی جن تاویلوں کا ذکر اور اظہار ہوا کیا ان سے بہتر کوئی دوسری تاویل بھی ہے؟ اب میں بعون اللہ تعالٰی کچھ افادات پیش کرتا ہُوں جو ان سارے مقامات ومباحث کا احاطہ کرتے ہوئے ان شاء اللہ تعالٰی ناظرین کو بہترین راہ پر گامزن کریں گے۔اور مجھے توفیق نہیں مگر خدائے برتر ہی سے جو بہتر مالک ومنعم ہے۔(ت)

الافادة: کفی بحمده عزوجل لحل الاشکال الاول ماقدمت من تصویر جنب تیمم فاحدث فتوضأ فمر علی ماء کاف لغسله[1] وقد ذکره البرجندی ایضا

افادہ ا: بحمد خدائے غالب وبزرگ اشکال اوّل کے حل کے لئے وہی تصویر مسئلہ کافی ہے جو میں نے پہلے پیش کی کہ کسی جنابت والے نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر وہ اتنے پانی کے پاس گزرا جو اس کے غسل کے لئے کافی ہے۔اسے علامہ برجندی نے بھی ذکر کیا ہے۔

اقول: فهذا جنب لیس معه حدث یوجب الوضوء لان الوضوء (۱) طرأ علی اعضاء الوضوء فطهرها مطلقا الی ان یطرأ حدث اٰخر اصغرا واکبر حتی انه اذا وجد ماء للغسل لم یکن علیه غسل هذه الاعضاء لماسیاتی فی الافادة الحادیة عشرة ان الحدث الحال

اقول: تو یہ ایسا جنب ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو وضو واجب کرتا ہو۔اس لئے کہ عملِ وضو اعضائے وضو پر طاری ہوا تو انہیں مطلقاً پاک کردیا جب تک کہ کوئی دُوسرا حدث اصغر یا اکبر طاری ہو۔یہاں تک کہ

[1] شرح النقایہ للبرجندی باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴

بالاعضاء متجزئ فاذارأی ماء الغسل لم تعد عـہ الجنابۃ الافیما وراء تلك الاعضاء*	جب اسے غسل کے لئے پانی ملے تو اس پر ان اعضاء کا دھونا لازم نہیں۔اس کی وجہ افادہ اا

عـہ قال العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ من مسح الخفین اجنب وتیمم فاحدث وتوضأ ومربعد ذلك علی مایکفی للاغتسال فلم یغتسل فالرجل (ای بکسر الراء) بعد غسلها اذذاك لاتعود جنابتها برؤیۃ الماء ولایلزم غسلها مرۃ اخری لاجل تلك الجنابۃ[1] اھـ۔

ونقله فی المنحۃ واقر وانما خص القدم بالذکر لان الکلام فی نزع الخف وغسل الرجل وسائر اعضاء الوضوء کمثلها وفی البدائع(۱) ینقض المسح نزع الخفین لانه سری الحدث السابق الی القدمین ثم ان کان محدثا یتوضأ بکماله وان لم یکن محدثا یغسل قدمیه لا غیر وللشافعی فی قول یستقبل الوضوء وجهه ان الحدث حل ببعض اعضائه والحدث لایتجزء فیتعدی الی الباقی ولنا ان الحدث السابق هو الذی حل بقدمیه وقدغسل بعده سائر الاعضاء وبقیت القدمان فقط فلایجب علیه الاغسلهما[2] اھـ۔ملخصا ۱۲ منه غفرله (م)

علامہ حلبی نے غنیہ میں مسح خفین کے تحت لکھا ہے: "کسی کو جنابت لاحق ہُوئی اور تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کیا۔اس کے بعد وہ اتنے پانی پر گزرا جو غسل کے لئے کافی ہے مگر غسل نہ کیا تو پیر جب پہلے اس وقت دھولیا تھا اب پانی دیکھنے سے اس میں جنابت عود نہ کرے گی اور اس جنابت کی وجہ سے اسے دوبارہ دھونا لازم نہ ہوگا" اھ

یہ کلام علامہ شامی نے بھی منحۃ الخالق میں نقل کیا اور برقرار رکھا خاص قدم ہی کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ کلام موزہ نکالنے اور پیر دھونے کے بارے میں ہے (اسی سے دیگر اعضائے وضو کا حکم بھی معلوم ہوجاتا ہے کیوں کہ) دیگر اعضائے وضو بھی قدم ہی کے مثل ہیں بدائع میں ہے: "موزوں کا نکالنا مسح کو توڑ دیتا ہے اس لئے کہ سابقہ حدث قدموں تک سرایت کرآیا پھر اگر وہ محدث تھا تو پورا وضو کرے اور اگر محدث نہ تھا تو صرف قدموں کو دھوئے کُچھ اور نہیں۔اور امام شافعی -کا ایک قول یہ ہے کہ از سرِ نو وضو کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث اس کے بعض اعضاء میں حلول کرآیا اور حدث کی تجزی نہیں ہوتی تو باقی اعضاء کی طرف بھی تجاوز کرجائے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ حدث سابق وہی ہے جو اس کے قدموں پر آیا دیگر اعضاء کو تو اس حدث کے بعد دھو چکا ہے صرف دونوں قدم رہ گئے تھے تو اسے ان دونوں کو ہی دھونا واجب ہے ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

[1] منیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین، سہیل اکیڈمی لاہور، ص/۱۰۸،۱۰۹

[2] بدائع الصنائع نواقض المسح ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/۱۲

فھذا جنب متوضئ بلامراء*

میں آرہی ہے کہ اعضاء میں حلول کرنے والے حدث کی تجزی ہوتی ہے تو جب اس نے غسل کا پانی دیکھا جنابت ان اعضاکے ماسوا میں ہی عود کرے گی۔ان اعضا میں نہیں تو یہ بلاشبہہ ایسا جنب ہے جو باوضو ہے۔(ت)

وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب واجد للماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء ولاشك انه مادام فی بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقی جنبا فهو حين هو متوضئ جنب وليس عليه الاافاضة الماء علی سائر جسده فاذافعل فقد طهر ولايعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بماوراء اعضاء الوضوء اذالم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذی نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها فی غير الاعضاء اذمالايمنع وجوده الطهارة بدء لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر۔

اگراس میں کوئی شبہہ دراندازہو تواس کا قیاس اس جنب پر کیجئے جسے پانی دستیاب ہے۔اس کے لئے مسنون یہی ہے کہ پہلے وضو کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک اس کے بدن پر کوئی ایسی جگہ رہ جائے گی جس پر پانی نہ گزرا ہو،تووہ جنب باقی رہے گا۔تو جس وقت وہ باوضو ہے اس وقت بھی جنابت والا ہے اور اس کے ذمہ یہی کام ہے کہ بقیہ سارے جسم پر پانی بہالے۔یہ کام کرلیا تو وہ بالکل پاک ہوگیا۔اب بالاجماع اس کو دوبارہ وضو نہیں کرنا ہے۔تواعضائے وضو کے ماسوا میں حلول کرنے والی جنابت جب اس وقت وضو کے منافی نہ ہوئی۔ بلکہ وضو ہی نے تواس جنابت کو ان اعضا سے دُور کیا۔ تو دیگر اعضا میں اس جنابت کا عود کرنا اس وضو کا ناقض کیسے ہوگا؟جس چیز کا وجود ابتداءً مانع طہارت نہیں ہرگز اس کا حدوث بقاءً ناقضِ طہارت نہیں۔یہ معنی اتنا روشن و واضح ہے کہ اظہار وبیان سے بے نیاز ہے۔

ونعنی بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوءه ونزاهتها عن الحدثين لاالتوضئ الذی تجوزله الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس

اور باوضو سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے اعضائے وضو پاک اور حدثِ اکبر واصغر سے خالی ہیں۔وہ باوضو مراد نہیں جس کے لئے نماز جائز ہو یہ بات تو اس حدث کے دُور ہونے سے حاصل ہوگی جو

المکلف لاباعضائه وھو تلبسه بنجاسة حکمیة فانه لایزول مالم یطھر بدنه کله کماقدمنا فی الطرس المعدل وھذا معنی قولھم ان الحدث لایتجزأ۔
اما تصو یر البرجندی علی قول محمد **فاقول**: یبتنی علی ان ینتشر فیولج فینزع فیفترکل ھذا قبل ان یمذی والالم یفارق الاکبر الاصغر
وھو وان ندر محتمل ویکفی للتصو یر الاحتمال۔
ورد اللکنوی (۱) علیه مردود بما یاتی **اما** تصو یره الاخیر علی قول الشیخین ای الطرفین وقوله فیه لم یوجد ناقض الوضوء۔
فاقول: ببلی(۲) اذ الامناء لایخلو عن امذاء سواء کان عند الاستمناء اوالامناء ولذا استشکل الامام شمس الائمة الحلوانی طھارة المنی بالفرك لان (۳)کل فحل یمذی ثم یمنی واجاب بانه مغلوب بالمنی مستھلك فیه فیجعل تبعا قال المحقق فی الفتح وھذا ظاھر فانه اذاکان الواقع انه لایمنی حتی یمذی وقدطھره الشرع بالفرك یابسا یلزم انه اعتبر ذلك للضرورة[1] اھ۔

مکلّف کے اعضاء سے نہیں بلکہ اس کی ذات سے لگا ہوا ہے۔وہ تو نجاست حکمیہ سے اس کے تلبس وآلودگی کا نام ہے۔یہ حدث اُس وقت تک دُور نہ ہوگا جب تک اس کا پُورا بدن پاک نہ ہوجائے، جیساکہ ہم "الطرس المعدل" میں اسے بیان کرچکے ہیں۔حضرات علماء کے قول "حدث متجزی نہیں ہوتا" کا یہی معنٰی ہے۔(ت) برجندی نے امام محمد کے قول پر جو صورت مسئلہ پیش کی (**فاقول**) اس پر میں کہتا ہوں یہ اس پر مبنی ہے کہ انتشار ہو پھر داخل کرکے نکال لے اس کے بعد سست پڑے۔یہ سب مذی آنے سے قبل ہو ورنہ حدثِ اکبر حدثِ اصغر سے جُدانہ پایا جاسکے گا۔یہ صورت اگرچہ نادر ہے مگر محتمل ہے اور صورت مسئلہ بتانے کے لئے احتمال کافی ہے۔(ت) اس پر مولوی عبدالحٰی فرنگی محلّی نے جو رَد کیا ہے وہ خود غلط ہے۔اس کی تردید آرہی ہے لیکن شیخین یعنی۔ طرفین ۔کے قول پر تصویر مسئلہ اور اس میں یہ کہنا کہ ناقضِ وضو نہ پایا گیا۔**فاقول**: (تواس پر میں کہتا ہوں) کیوں نہیں منی نکلنا بغیر مذی نکلنے کے نہیں ہوتا خواہ نکالنے کے وقت ہو یا خود سے نکلنے کے وقت۔اسی لئے امام شمس الائمہ حلوانی نے رگڑنے سے منی کی طہارت ہونے کو مشکل سمجھا اس لیے کہ ہر نر کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی آتی ہے۔اور اشکال کا جواب یہ دیا کہ مذی منی سے مغلوب اس میں مستہلک ہوتی ہے اس لئے اسی کے تابع قرار دے دی جاتی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: "یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ بغیر مذی کے منی نہیں آتی اور شرع نے خشک ہونے کی حالت میں رگڑنے سے اس کو پاک قرار دیا تو لازم ہے کہ

[1] فتح القدیر، تطہیر الانجاس، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۷۴

اما ردالکنوی علیه فاقول:نداء من بعید* وقول من لم یصل الی العنقود* رسخ بباله کمااشار الیه فی مسألة المباشرة مرتین وافصح عنه قبله وفی عمدة الرعایة ان الحدث الاصغر لازم للاکبر فان کل ماینتقض به الغسل ینتقض به الوضوء[1] اھ۔

وهو اولا(۱) بُعد عن فهم المرام*وخروج عمافیه الکلام*فان البحث فی انفکاك الاکبر عن الاصغر ای هل توجد جنابة بلاحدث اصغر وکل احد(۲) یعلم ان الاصغر لایقال الاعلی مایوجب الوضوء فقط فهو مأخوذ بشرط لافیباین الاکبر صدقا کیف ولاملحظ لوصفه بالاصغریة الاهذا ولوکان لابشرط شیئ لصح ان یقال ان الجنابة وانقطاع الحیض والنفاس حدث اصغر ولایقبله الاذوجهل اکبر فاذا تباینا صدقا استحال ان یوجد بنفس وجوده بل لابدله من وجود مایوجبه عینا فهذا معنی قوله لم یوجد ناقض الوضوء کمااشرنا الی ذلك علی الهامش۔

ضرورت کی وجہ سے اس کا اعتبار کیا"۔اھ (ت

اب رہی مولانا لکھنوی کی تردید۔**فاقول**: دُور کی پکار ہے اور اس کی بات جو خوشہ تک نہ پہنچ سکا ان کے دل میں یہ راسخ ہوگیا جیسا کہ مسئلہ مباشرت میں دو۲ بار اشارہ کیا اور اس سے پہلے واضح طور سے کہا اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا کہ حدثِ اصغر، حدثِ اکبر کے لئے لازم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے غسل ٹوٹتا ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اھ۔

اوّلًا: یہ فہم مقصد سے دُوری اور جس بارے میں کلام ہے اس سے علیحدگی ہے کیونکہ بحث حدث اکبر کے حدث اصغر سے جدا ہونے میں ہے۔یعنی کیا کوئی جنابت حدث اصغر کے بغیر پائی جاتی ہے؟ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اصغر اسی کو کہا جاتا ہے جو صرف وضو واجب کرے۔تو یہ شرطِ نفی کے ساتھ (بشرط لا) لیا گیا ہے (یعنی وضو واجب کرے غسل نہ واجب کرے ۱۲ م الف) تو صدق میں اکبر کے مباین ہوگا، کیوں نہ ہو جبکہ اصغریت سے اس کا اتصاف کے لحاظ کی صورت یہی ہے۔اور یہ اگر لابشرط شیئ ہوتا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جنابت اور انقطاعِ حیض ونفاس حدث اصغر ہیں اور اسے کوئی جہل اکبر والا ہی قبول کرسکتا ہے۔تو جب دونوں صدق میں ایک دوسرے کے مباین ہیں تو محال ہے کہ اصغر کا وجود اکبر ہی کے وجود سے ہوجائے بلکہ اس کے لئے اس کا وجود ضروری ہے جو معین طور پر اسے لازم کرے تو برجندی کے قول

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

وثانیا(۱): اللزوم باطل بماصورنا اُنفا من جنب توضأ وقد(۲) سلمه الرجل اذخص الصورتین الاخیرتین بالاعتراض ولم یمس الصورة الاولٰی فان کان یعلم ان فیھا جنابة ولاحدث فلم ھذہ الا یرادات وادعاء اللزوم وان کان لایعلمه فلم ترکھا من الا یراد فقدعاد فیھا ایضا الحدث الاکبر وھو ینقض الغسل والوضوء کلیھما۔

وثالثا(۲): لایخفی مافی قوله وان لم تحصل الجنابة فان الکلام علی قول الطرفین۔

ورابعا(۳): ای محل لھذہ الوصلیة فماکان مقصود البرجندی ان الحدث لایوجد بلاجنابة بل ان الجنابة قدتوجد ولاحدث فکان الرد علیه باثبات الحدث فی صورة جنابة یصورھا البرجندی للانفکاك لافی صورة عدم الجنابة حتی یقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة۔

تنبیه(۴)۔اقول: لربما یقول قائل لیس لموجب غسل قط ان یوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلك لان من

لم یوجد ناقض الوضوء (ناقض وضو نہ پایا گیا) کا یہی معنی ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف ہم نے حاشیہ میں اشارہ کیا۔(ت)

ثانیا: اصغر کا لازم اکبر ہونا اس صورت سے باطل ہے جو ابھی ہم نے اوپر بیان کی۔جنب نے وضو کیا اور مولانا لکھنوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے صرف اخیر دو صورتوں پر اعتراض کیا اور پہلی صورت کو ہاتھ نہ لگایا۔اگر جانتے تھے کہ اس صورت میں جنابت ہے حدث نہیں تو یہ اعتراضات اور لزوم کا دعوی کیوں؟ اور اگر اسے نہیں جانتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ترک کیا اس میں بھی تو حدث اکبر لوٹ آیا ہے اور وہ غسل ووضو دونوں توڑ دیتا ہے۔

ثالثا: ان کے قول "اگرچہ جنابت نہ حاصل ہُوئی" کی خامی پوشیدہ نہیں۔اس لئے کہ کلام طرفین کے قول پر ہے۔

رابعا: اس وصلیہ (اگرچہ) کا کون سا موقع ہے۔برجندی کا مقصود یہ نہ تھا کہ حدث بلاجنابت نہیں پایا جاتا بلکہ یہ تھا کہ کبھی جنابت بلاحدث ہوتی ہے۔تو اس کا رَد یوں ہوتا کہ برجندی انفکاک ثابت کرنے کے لئے جو صورتِ جنابت پیش کررہے ہیں اس میں حدث بھی ثابت کیا جاتا،نہ کہ عدمِ جنابت کی صورت میں حدث کا اثبات ہو اور کہا جائے "حدث پالیا گیا اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی"۔(ت)

تنبیہ۔اقول: شاید کوئی یہ کہے کہ کوئی بھی موجبِ غسل کبھی وضو واجب نہیں کرسکتا اور یہ تو دُور کی بات ہے کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو بھی ہے۔

ارکان الوضوء المسح ولایوجبه موجب الغسل ومالایوجب الجزء لایوجب الکل۔	سبب یہ ہے کہ ارکانِ وضو میں مسح بھی ہے۔ موجب غسل مسح واجب نہیں کرتا اور جو جز واجب نہ کرے وہ کُل بھی واجب نہ کرے گا۔
وحله کما **اقول**: معنی(۱) المسح الواجب فی الوضوء اصابة بلة ولوفی ضمن اسالة لامایبانها والالما تأدی بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وھو باطل قطعا قال فی الفتح والحلیة والبحر و غیرھا الاٰلة لم تقصد الاللایصال الی المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزاء [1] اھ۔	اس کا حل وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں (**اقول**) وضو میں جو مسح واجب ہے اس کا معنی ہے تری پہنچانا اگرچہ پانی بہانے ہی کے ضمن میں ہو۔ اس کا معنٰی وہ نہیں جو پانی بہانے کے مباین ہو ورنہ یہ (فرض مسح) سر کو دھونے، بارش پہنچنے، اور غوطہ کھانے سے ادا نہ ہوتا۔ اور یہ قطعًا باطل ہے۔ فتح القدیر، حلیہ اور بحر و غیرہا میں ہے: "ذریعہ وآلہ صرف محل تک پہنچانے کے لئے مقصود ہے۔ تو اگر مقدار فرض پر بارش کا پانی پہنچ جائے کافی ہے"۔
فی المحیط والھندیة اذاغسل الرأس مع الوجه اجزأه عن المسح ولکن(۲) یکرہ لانه خلاف ماامر به [2] اھ	محیط اور ہندیہ میں ہے: "جب چہرے کے ساتھ سر بھی دھولے تو مسح کی ضرورت نہیں لیکن یہ مکروہ ہے اس لئے کہ جو حکم ہوا ہے اس کے برخلاف ہے"۔ اھ
ولاشك ان موجب الغسل یوجب اصابة الرأس ببلة بالاسالة فقد اوجب جمیع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الرأس ماخوذ لابشرط شیئ فیتأدی بالغسل والحدث الاصغر	اب اس میں شک نہیں کہ موجبِ غسل پانی بہانا واجب کرکے سر کو تری پہنچانا واجب کردیتا ہے تو اس نے تمام ہی اجزائے وضو واجب کردیے۔ بالجملہ مسح سر لابشرط شیئ لیا گیا ہے تو وہ دھونے سے بھی ادا ہوجائے گا اور حدث اصغر بشرط لاشیئ

[1] البحرالرائق فرائض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴
[2] فتاوٰی ہندیۃ فرائض الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

ماخوذ بشرط لاشیئ فلایلزم الحدث الاکبر هکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق۔

الافادة: لاشك ان ظاهر الکلام وجوب الوضوء علی جنب معه حدث اذا وجد مایکفی للوضوء فقط وهذا هو مسلك التعویل الذی سلکه القرة باغی ولاشك ان المراد حینئذ بالصورة الاولی التی حکم فیها بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبی رضی اللّٰه تعالٰی عنه جنابة لاحدث معها کماصورناه وعلی هذا یکون معنی الکلام ان من له حدث واحد اصغر او اکبر وجد ماء لایکفی لطهره لایستعمله عندنا خلافا للشافعی وهذا قوله حتی اذاکان للجنب وقوله واذاکان للمحدث اما اذا اجتمع الحدثان وکفی الماء لاحدهما وجب صرفه الیه فان کان یکفی للوضوء یجب علیه الوضوء وهذا قوله اما اذاکان الخ ولاشك ان التناقض یندفع بهذا الوجه بابین وجه۔

لیا گیا ہے تو وہ لازم حدث اکبر نہیں۔اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدا ہی مالک توفیق ہے۔(ت) **افادہ ۲:** اس میں شک نہیں کہ صدر الشریعۃ کاظاہر کلام یہی ہے کہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے اس پر وضو کرنا واجب ہے جبکہ اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے یہی وہ مسلک اعتماد ہے جو فاضل قرہ باغی نے اختیار کیا۔اب پہلی صورت جس میں ہمارے نزدیک امام شافعی مطلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برخلاف عدم وجوب وضو کا حکم کیا ہے بلاشبہہ اس سے مراد وہ صورت جنابت ہوگی جس کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس کی شکل پیش کی ہے۔اب معنی کلام یہ ہوجائے گا کہ جسے ایک ہی حدث ہے اصغر یا اکبر اس نے اتنا پانی پایا جو اس کی طہارت کے لئے ناکافی ہے تو ہمارے نزدیک وہ اس پانی کو استعمال نہ کرے گا،بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے یہ بات ان کی اس عبارت میں ہے:"اذاکان للجنب ماء یکفی للوضوء لاللغسل ولایجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی"اور اس عبارت میں بھی:"واذا کان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا" (یعنی جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کاکام دے سکے غسل کا نہیں تو وہ تیمّم کرے اور اس پر ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے وضو کرنا واجب نہیں اور جب محدث کے پاس اتنا پانی ہو جس سے بعض ہی اعضاء کو دھوسکے اس صورت میں بھی خلاف ثابت ہے) لیکن جب دونوں حدث جمع ہوجائیں اور پانی ایک ہی کے لئے کفایت کرتا ہو تو اس میں اسے صرف کرنا ضروری ہے۔اگر وضو کے لئے کفایت کررہا ہے تو اس پر وضو واجب ہے یہ بات صدر الشریعۃ کی اس عبارت میں ہے:"اما اذاکان مع

ومانقله اللکنوی من الرد علیه ان کیف اوجب الشافعی الوضوء بلاحدث **فاقول**: هو (۱) رضی الله تعالٰی عنه یوجب استعمال القدر المقدور مطلقاً سواء کان محدثاً اوجنباً معه حدث اولا فاذاقدر الجنب علی الوضوء وجب وان لم یکن محدثاً۔

الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرتا ہے تواس پر وضو واجب ہے) اس میں شک نہیں کہ اس توجیہ سے بھی تناقض بہت روشن وواضح طور پر دُور ہوجاتا ہے۔(ت) اس پر مولانا لکھنوی نے جو رَد نقل کیا کہ "امام شافعی نے بغیر حدث کے وضو کیسے واجب کردیا"۔ تواس پر میں کہتا ہوں (**فاقول**) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مطلقًا صرف یہ واجب کرتے ہیں کہ جس قدر پانی استعمال کرنے کی قدرت ہو اتنا استعمال کرے۔ خواہ محدث ہو یاایسا جنب جس کے ساتھ حدث ہو یاایسا جس کے ساتھ حدث نہ ہو۔ تو جب جنابت والے کو وضو کی قدرت ہو اس پر وضو واجب ہوگا اگرچہ وہ محدث نہ ہو۔(ت)

الافادة: اماتاویل سلکه فی غایة الحواشی وتبعه اللکنوی۔

افادہ ۳: وہ تاویل جو غایۃ الحواشی میں اختیار کی اور مولانا لکھنوی نے جس کی پیروی کی اب اس پر کلام کیا جاتا ہے۔

فاقول اولا(۲): لاشك انه ابعد تاویل* ولوساغ مثل الحذف بلادلیل* لاستقام کثیر من الاباطیل*

فاقول۔اوّلاً: اس میں شک نہیں کہ یہ سب سے بعید تاویل ہے۔ اگر بغیر کسی دلیل کے حذف جیسی چیز روا ہو تو بہت سی اباطیل درست ہوجائیں گی۔

وثانیا: الحدث(۳) المقارن للتیمم یبطله فلایبقی له ولاللجنابة فکیف قال فالتیمم للجنابة فلم ینفعه تقدیر المضاف۔

ثانیا: وہ حدث جو تیمّم کے مقارن ہو اسے باطل کردے گا اب یہ نہ حدث کا رہ جائے گا نہ جنابت کا پھر یہ کیسے کہا: "فالتیمم للجنابة" (تو تیمّم جنابت کا ہے) تو مضاف مقدر ماننا کام نہ آیا۔

الّا ان یراد بالتیمّم کونه متیمما ولایکون متیمّما الا اذاتم التیمم و یراد بالمعیة اتصال الزمانین المتعاقبین

مگر یہ کہ تیمّم سے مراد لیا جائے اس کا متیمم ہونا۔ اور وہ متیمم اسی وقت ہوگا جب تیمّم پورا ہوجائے۔ اور معیّت سے مراد ہو یکے بعد دیگرے دو۲ وقتوں کا

بلافصل ای اما اذاولی حدث تمام التیمم فیستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد هذه التکلفات یؤل الامر الی ماسلك الجمهور ان مع بمعنی بعد فاین هذا مما اختاروه والعجب(۱) ان مؤلف السعایة ردعلیهم ماسلکوہ مع ماله من قرب عتید* وتبع هذا علی تلك التجشمات مع مالها من بعد بعید۔

وثالثا(۲): یرد علیه بعد تلك التمحلات انه لم قید باتصال الحدث بتمام التیمم فانه ان تأخر عنه ولوطویلا کان الحکم هکذا قطعا۔

ورابعا: علی(۳) اللکنوی خاصة انه لم یقتصر علیه بل زاد فی الطنبور نغمة وفی الشطرنج بغلة فجوز علی حذف المضاف ان یکون مع بمعناہ فهدم لزوم البعدیة التی فیها کان المنجأ أسا۔

الا ان یضاف له تکلف ثالث ان المراد بالمعیة البعدیة المتصلة وبالبعدیة البعدیة المنفصلة فیکون المعنی علی الاول اما اذا لحق التیمم حدث من فورتمامه وعلی الثانی اما اذالحقه حدث

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔اب معنی یہ ہوگا: "لیکن جب حدث تیمّم مکمل ہونے کے متصلًا بعد ہو"اس سے حدث کا متأخر ہونا مستفاد ہوگا اتنے سارے تکلّفات کے بعد مآل کار وہی ہوگا جو جمہور نے اختیار کیا کہ "مع" بمعنی بعد ہے تو کہاں یہ اور کہاں وہ جو انہوں نے اختیار کیا تعجب ہے کہ مؤلف سعایہ نے مسلک جمہور کی تو تردید کی جبکہ وہ عبارت سے بہت قریب تھا۔اور اس مسلک کا اتنے سارے تکلفات کے باوجود اتباع کیا جبکہ یہ سب بہت بعید ہیں۔

ثالثًا: ان سارے تکلفات کے بعد بھی اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ تکمیل تیمّم سے حدث کے متصل ہونے کی قید کیوں؟ اگر حدث اس سے بہت زیادہ بعد میں ہو جب بھی تو حکم قطعًا اور یقینی یہی ہے۔

رابعا: مولانا لکھنوی پر خاص طور سے یہ اعتراض بھی ہوگا کہ انہوں نے اسی پر اکتفانہ کی بلکہ طنبور میں ایک نغمہ اور شطرنج میں ایک بغلہ اور بڑھا یا کہ حذف مضاف کے ساتھ یہ بھی جائز رکھا کہ "مع" اپنے معنی ہی میں رہے۔اس طرح انہوں نے اس بعدیت کے لزوم کو بالکل ہی ڈھادیا جس میں کچھ جائے پناہ تھی۔

مگر یہ کہ اس کے لئے ایک تیسرا تکلّف بھی بڑھالیا جائے کہ معیت سے مراد بعدیت متصلہ، یا بعدیت سے مراد بعدیت منفصلہ۔برتقدیر اول معنٰی یہ ہوگا: لیکن جب تیمّم کو کوئی حدث اس کے تام ہوتے ہی لاحق ہو اور برتقدیر ثانی یہ معنی

متأخر عنه بزمان وانت تعلم ان (۱) کلا القیدین ضائع۔

الافادة۴: مادندن به اللکنوی علی الجماعة وتلخیصه ان بعدیة الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التیمم فاٰل الاشکال کما کان یرید به انهم اخطؤا فی ترك ما ارتکبه هو وغایة الحواشی من تقدیر المضاف فان البعدیة عن الجنابة لاتغنی مالم یکن بعد التیمم۔

فاقول: بل (۲) هو الذی اخطأ وارتکب فی کلامهم ایضا تقدیر مضاف تسویة للرد علیهم وذلك ان البعدیة زمانیة ولایجتمع فیها القبل مع البعد والجنابة باقیة مالم ترتفع بغسل اوتیمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم یکن بعدها بل معها نعم کان بعد حدوثها وماقالوه بل المعترض هو الذی اضاف هذا المضاف الٰی کلامهم فثبت ان الحدث لایکون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتیمم فتأخره عن التیمم مفاد نفس اللفظ هکذا تفهم کلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التاویلات الاول للعهد

ہوگا: لیکن جب اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو وقت میں اس سے کچھ متاخر ہو۔ ناظر پر یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ہی قید میں بیکار ہیں۔(ت)

افادہ ۴: فاضل لکھنوی نے جماعت پر جو بے جا رد کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا اس صورت میں بھی حاصل ہے جب حدث جنابت کے بعد، تیمّم سے پہلے پیدا ہو تو اشکال بدستور لوٹ آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاف مقدر ماننے کا عمل جس کا انہوں نے اور غایۃ الحواشی نے ارتکاب کیا جمہور نے اسے چھوڑ کر غلطی کی اس لئے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا کچھ کارآمد نہیں جب تک کہ بعد تیمّم نہ ہو۔

اقول: بلکہ انہوں نے ہی خطا کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا تاکہ ان کی تردید کی راہ ہموار ہوسکے وہ یہ کہ بعدیت زمانی ہے جس میں قبل، بعد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا۔ اور جنابت باقی ہے جب تک غسل یا تیمّم سے دُور نہ ہو۔ تو اگر اس سے پہلے کوئی حدث پیدا ہوا تو وہ جنابت کے ساتھ جمع ہوگیا اس طرح اس کے بعد نہ ہوا بلکہ ساتھ ہُوا۔ ہاں اس کے حدوث کے بعد ہوا حالانکہ جمہور نے یہ نہ کہا بلکہ خود معترض ہی نے یہ مزید ان کے کلام میں زیادہ کردیا تو ثابت یہ ہوا کہ حدث بعد جنابت اُسی وقت ہوگا جب جنابت ختم ہونے کے بعد ہو۔ اور یہاں جنابت کا ختم ہونا تیمّم سے ہے۔

تاویل الجماعۃ وانہ لاصحۃ لمزعومات غایۃ الحواشی والسعایۃ الا اذا ارجعت الیہ۔

تو حدث کا تیمّم سے متأخر ہونا خود اس لفظ ہی سے مستفاد ہے اسی طرح علماء کے کلمات سمجھے جاتے ہیں۔اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔تو واضح ہوا کہ درست تاویلات میں سب سے بہتر تاویل، جماعت کی اختیار کردہ تاویل ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ غایۃ الحواشی اور سعایہ کے مزعومات میں کوئی درستی وصحت نہیں مگر اسی وقت جبکہ وہ تاویل جماعت کی طرف راجع ہوں۔(ت)

الافادۃ۵: اذاعلمت ان لامحید الاالبعدیۃ فالمراد بالصورۃ الاولی ما اذالم یکن معہا حدث اوکان قبل التیمم فمعنی الکلام ان الجنب الفاقد الغسل فی کلا الوجہین ان وجد وضوء لایتوضأ بل یتیمم خلافا للشافعی اما اذاکان حدث بعد ماتیمم لہا فحینئذ یجب علیہ الوضوء وھذا کلام صحیح عین مامر عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی و غیرہ وبہ انحلت الشبہۃ الخامسۃ ومعہا شبہۃ التناقض ایضا باصح وجہ واحسنہ۔

افادہ ۵: جب یہ معلوم ہوا کہ چارہ کار بعدیت ہی ہے۔صورت اولٰی سے مراد وہ ہے جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو یا تیمّم سے پہلے ہو۔تو معنی کلام یہ ہُوا کہ جنب جسے ان دونوں صورتوں میں آبِ غسل دست یاب نہیں اگر اسے آبِ وضو مل جائے تو وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمّم کرے گا،بخلاف امام شافعی کے لیکن جب کوئی حدث جنابت کا تیمّم کر لینے کے بعد ہو تو اب اس پر وضو واجب ہے۔یہ درست کلام ہے ٹھیک یہی بات امام اسبیجابی کی شرح طحاوی وغیرہ کے حوالہ سے گزری اسی سے پانچواں شبہہ حل ہو گیا اور اس کے ساتھ شبہہ تناقض بھی اصح واحسن طریقہ پر حل ہو گیا۔(ت)

الافادۃ ۶: قولہ فالتیمم للجنابۃ لاشك ان اللام فیہ للعھد ای التیمم المذکور الصادر من جنب معہ وضوء لان فرض المسألۃ فیہ اوبدل عن المضاف الیہ ای تیمم الجنب المذکور فمن البدیھی بطلان کون للاستغراق اوالطبیعۃ وکذا اخذ المضاف الیہ مطلق الجنب فانہ ان ارید التخصیص ای تیمم کل جنب

افادہ ۶: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابۃ" میں لام بلاشبہہ لام عہد ہے یعنی تیمّم مذکور جو ایسے جنب سے عمل میں آیا جس کے پاس آبِ وضو ہے۔اس لئے کہ مسئلہ اسی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے یا یہ لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی جب مذکور تیمّم جب واقعہ یہ ہے تو بدیہی بات ہے کہ اس کا لام استغراق یا لام طبیعت وماہیت ہونا باطل ہے۔اسی طرح

انما یکون للجنابۃ لا غیر فبطلانہ ظاھر حتی علی مسلك التعویل فان جنبا معہ حدث ولاماء یکون تیممہ للحدثین قطعا الاتری الی قول شرح الوقایۃ نفسہ اذاکان بہ حدثان حدث یوجب الغسل کالجنابۃ وحدث یوجب الوضوء یکفی تیمم واحد عنھما[1] اھ وان لم یرد کانت المقدمۃ القائلۃ ان کل جنب یتیمم للجنابۃ خالیۃ عن الافادۃ لانہ معلوم لکل احد ولایصلح تعلیلا ولاتفریعا وبہ استبان ان الامام فی قولہ للجنابۃ لام التخصیص فکان المعنی ان تیمم الجنب المذکور للجنابۃ خاصۃ۔

مضاف الیہ مطلق جنب لینا بھی باطل ہے۔اس لئے کہ اگر تخصیص مراد ہو یعنی ہر جنب کا تیمّم صرف جنابت کے لئے ہوتا ہے اور کسی چیز کے لئے نہیں۔تو اس کا بطلان ظاہر ہے یہاں تک کہ مسلک اعتماد پر بھی۔کیونکہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہو اور پانی نہ ہو اس کا تیمّم یقینا دونوں ہی حدث کے لئے ہوگا خود شرح وقایہ کی یہ عبارت دیکھئے:"جب اسے دو۲ حدث ہوں،ایک حدث غسل واجب کرتا ہے،جیسے جنابت اور ایک حدث وضو واجب کرتا ہے تو ایک ہی تیمّم دونوں سے کافی ہے"اھ اور اگر تخصیص نہ مراد ہو تو یہ مقدمہ کہ"ہر جنب جنابت کا تیمّم کرے گا" غیر مفید ہوجائے گا کیونکہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے اور نہ تعلیل بن سکے گی نہ تفریع۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ"للجنابۃ"میں لام،لام تخصیص ہے تو معنٰی یہ ہوگا کہ جنب مذکور کا تیمّم خاص جنابت کے لئے ہے۔(ت)

الافادۃ ۷: تعلق قولہ بالاتفاق بکون التیمم للجنابۃ ھو الظاھر المتبادر من العبارۃ لانہ انما یفھم عائدا الی الجملۃ المذیلۃ بہ۔

افادہ۷: لفظ"بالاتفاق"کا تعلق تیمّم کے جنابت کے لئے ہونے سے ہی ظاہر اور عبارت سے متبادر ہے اس لئے کہ سمجھ میں یہی آتا ہے کہ جس جملہ کے ذیل میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اسی کی طرف راجع ہے۔

اقول: لکن لاصحۃ لہ اصلا لان فرض المسألۃ فی جنب لہ ماء یکفی للوضوء ووجود ماء مامطلقا وان قل وان لم یکف للوضوء ایضا مانع للتیمم مطلقا عند الامام المطلبی سواء کان المتیمم

اقول: لیکن یہ بالکل درست نہیں اس لئے کہ مسئلہ اس جنب کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جس کے پاس وضو کے لئے آب کافی موجود ہے اور مطلقًا کسی بھی پانی کا موجود ہونا اگرچہ کم ہی ہو،اگرچہ وضو کے لئے بھی کافی نہ ہو

[1] شرح الوقایہ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۹۹

جنبا اومحدثا لانه یحمل قوله عزوجل فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً علی الاستغراق مع الاطلاق فکیف یوافقنا فی شیئ من الصور علی کون تیمم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقا والباطل لایکون لشیئ اللّٰهم الا علی مسلك التعویل وجعل الفاء للتفریع،وفرض التیمم بعد الوضوء لوقوعه ح عند نفاد الماء ولامساغ له علی مسلك التاویل لان فیه التیمم قبل الحدث فکیف یکون بعد الوضوء وکذا علی مسلك التعویل واخذ لان للتعلیل اذلامعنی لقولك یجب الوضوء لان التیمم ان وقع بعده یکون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعویل نفسه من الاباطیل فلاصحة لتعلقه بمایلیه وبه(۱) استبان قلة فهم الذی عـہ زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء اوبکون التیمم للجنابة [1] اھ فخیربین الصحیح والباطل،وقد(۲) اضطرب کلامه فیه فاقرفی سعایته تعیین تعلقه بیجب وقال فی عمدة فی تقریر الا یراد الرابع ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة اتفاقا [2] اھ فجعله متعلقا

امام شافعی کے نزدیک تیمّم سے مطلقًا مانع ہے خواہ تیمّم کرنے والا جنب ہو یا محدث وجہ یہ ہے کہ وہ ارشاد باری عزّوجل "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً" (پھر تم کوئی پانی نہ پاؤ) کو استغراق مع اطلاق پر محمول کرتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کسی بھی صورت میں اس پر کیسے اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہ جنب جس کے پاس کچھ پانی موجود ہے اس کا تیمّم جنابت کے لئے ہوگا بلکہ ان کے نزدیک ایسے جنب کا تیمّم ہی باطل ہے کیونکہ تیمّم کی شرط مطلقًا پانی نہ ہونا ہی مفقود ہے۔اور جو باطل ہو وہ کسی چیز کے لئے نہیں ہوسکتا ہاں اگر مسلک اعتماد لیا جائے اور ف کو تفریع کے لئے قرار دیا جائے،

اور فرض کیا جائے کہ تیمّم بعد وضو ہے تو معنی مذکور صحیح ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں تیمّم اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہوچکا ہو اور مسلک تاویل پر معنی مذکور کی گنجائش نہیں۔اس لئے کہ اس میں تیمّم قبل حدث ہوگا تو بعد وضو کیسے ہوسکے گا؟اسی طرح جب مسلک اعتماد مان کر فابرائے تعلیل قرار دیں تو بھی معنی بالا صحیح نہیں بن سکتا۔کیوں کہ اس تقدیر پر کلام یہ ٹھہرے گا کہ "وضو کرنا واجب ہے اس لئے کہ تیمّم اگر اس کے بعد ہوگا تو بالاتفاق جنابت کے لئے ہوگا" یہ کلام ہی بے معنی ہے اور مسلک

عـہ: ھو صاحب عمدة الرعایة اللکنوی ۱۲

(صاحبِ عمدۃ الرعایۃ فاضل لکھنوی ۱۲۔ت)

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۹۵/۱

[2] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۹۵/۱

بمایلیہ ثم ذکر ھذا التخییر ثم قال متصلا بہ اویقال معناہ فالتیمم ثابت اوباق للجنابۃ اتفاقا [1] اھ فعاد(۱) الی الباطل الصریح ولایدری مامعنی(۲) اوعطفا علی التخییر فان ھذا داخل فیہ الا ان یرید انہ مخیربین الحق والباطل اولاتخییر بل علی الباطل عینا۔ ھذا۔	اعتماد خود باطل ہے تو جس عبارت کے بعد یہ لفظ ہے اس سے اس کا تعلق کسی طرح درست نہیں۔ اسی سے اس کی کم فہمی بھی عیاں ہو گئی، جس کا یہ خیال ہے کہ "لفظ بالاتفاق یا تو وجوب وضو سے متعلق ہے یا تیمّم کے جنابت کے لئے ہونے سے متعلق ہے"اھ یہ کہہ کر صحیح اور باطل کے درمیان تخییر کی راہ اختیار کی۔ اور اس بارے میں قائل مذکور کا کلام اضطراب وانتشار کا حامل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) سعایہ میں تو یہ صورت متعین رکھی کہ اس کا تعلق "یجب" (وجوبِ وضو) سے ہے (۲) اور عمدۃ الرعایہ میں اعتراض چہارم کی تقریر میں یہ لکھا کہ "سابقہ صورت میں بھی تیمّم جنابت کے لئے ہے اتفاقا"اھ اس میں اس لفظ کو اسی عبارت سے متعلق قرار دیا جس سے یہ متصل ہے (۳) پھر یہی تخییر والی بات ذکر کی (۴) پھر اسی سے متصل یہ لکھ دیا کہ "یا یہ کہا جائے کہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ پس تیمّم جنابت کے لئے ثابت یا باقی ہے اتفاقًا اھ اس عبارت میں پھر باطل صریح کی طرف عود کیا قائل کو یہ پتا نہیں کہ تخییر پر عطف کرکے "او" کہنے کا کیا معنٰی ہوگا؟ یہ بھی تو اس میں داخل ہے۔ مگر یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ حق اور باطل دونوں کے درمیان تخییر دی جائے یا تخییر بالکل نہ ہو بلکہ ٹھیک باطل ہی متعین ہو یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)
واقول: بل لوکان فرض المسألۃ وجدان الماء بعد التیمم لم یستقم الکلام ایضا اما علی مسلك التعویل فظاھر لان الصورۃ الاخیرۃ فیہ اجتماع الحدثین فاذا وجد اوعدم الماء وتیمم کان عنھما بالوفاق لا عن الجنابۃ خاصۃ عند احد من الفریقین اما مذھبنا فمعلوم واما مذھب السادۃ الشافعیۃ فقال الامام ابن حجر المکی الشافعی فی فتاواہ الکبری من علیہ جنابۃ وحدث اصغر یکفیہ لھما تیمم واحد وھذا واضح جلی لان	**واقول:** اگر مسئلہ کی صورتِ مفروضہ یہ ہوتی کہ تیمّم کے بعد پانی پاجائے تو بھی بات نہ بنتی۔ مسلک اعتماد پر تو ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ دونوں حدث جمع ہوں تو وہ پانی پائے اور تیمّم کرے یا نہ پائے اور تیمّم کرے بہر تقدیر تیمّم دونوں ہی حدث سے ہوگا۔ کسی بھی فریق کے نزدیک خاص جنابت سے نہ ہوگا۔ اس بارے میں ہمارا مذہب تو معلوم ہی ہے۔ حضرات شافعیہ کا مذہب ملاحظہ ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنے فتاوٰی کبرٰی میں رقم طراز ہیں: "جس پر جنابت اور حدث اصغر دونوں ہیں اسے دونوں کے لئے ایک ہی
التیمم عن الحدث الاصغر وعن الاکبر حقیقتھما	تیمّم کافی ہے۔ اور یہ روشن وواضح ہے اس لئے کہ تیمّم حدثِ اصغر

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ومعناھما وصورتھما ومقصودھما واحد فلایتخیل منع الاندراج ولانه یلزم علی الامر بتیمّمین متوالیین مایشبه العبث لانه اذاتیمم اولا لاستباحة الصلاۃ استباحھا به فایجاب الثانی عبث لا فائدۃ فیه [1] اھ ھذا فی الابتداء۔وان ارید البقاء ای ان بعد وجدانه یبقی للجنابة بالاتفاق فباطل اذیبطل عندہ رأسا بوجدان ماء مامطلقا لفقدان شرطه واما علی مسلك التاویل والصورۃ الاخیرۃ فیه الحدث بعد التیمم فان ارید بقاء کماافصح به الشرنبلالی فظاھر البطلان کمامر اُنفا غیر انه رحمه الله تعالٰی لم یذیله بالاتفاق فسلم بخلاف ذلك عـه الذی قال فالتیمم باق اتفاقا فانه وقع فی خطأ مظلم*وان ارید ابتداءً فنعم ھو متفق علیه کونه اذ ذاك للجنابة خاصة لعدم الحدث حینئذ لکن لفظة بالاتفاق تقع عبثا و موھمة غلط اما الاول فلانه اذابطل عندہ بالوجدان فمافائدۃ وفاقه البائن واما الاخیر فلان	اور تیمّم حدثِ اکبر دونوں کی حقیقت،دونوں کا معنٰی،دونوں کی صورت اور دونوں کا مقصود ایک ہی ہے تو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے میں مندرج نہیں ہوسکتا۔اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر پَے درپے دو تیمّم کا حکم دیا جائے تو ایک بیکار وعبث ساکام کرنالازم آئے گا کیوں کہ جب اس نے پہلی بار اباحت نماز حاصل کرنے کے لئے تیمّم کرلیا تو اس سے جوازِ نماز حاصل کرلیا پھر دوسرا تیمّم واجب کرنا عبث ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں"اھ یہ حکم ابتدا کا ہُوا۔اگر بقا مراد ہو یعنی پانی کی دستیابی کے بعد تیمّم بالاتفاق جنابت کے لئے باقی رہے گا تو یہ باطل ہے۔کیونکہ امام شافعی کے نزدیک کسی بھی آب مطلق کی دستیابی کے وقت تیمّم سرے سے باطل ہے کیونکہ ان کے طور پر اس کی شرط (عدم ماءِ مطلق) ہی مفقود ہے اب رہا مسلک تاویل (بصورت مفروضہ بالا اس مسلک کی بنیاد پر بھی بات نہ بنے گی جس کی تفصیل یہ ہے ۱۲م الف) اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ حدث تیمّم کے بعد ہو تو اگر بقاءً مراد ہو جیسا کہ شرنبلالی نے اسے غیر مبہم طور پر کہا تو اس کا بطلان ظاہر ہے جس کی

عـه ھو اللکنوی المذکور (فاضل لکھنوی مذکور ۱۲۔ت)

[1] فتاوٰی کبرٰی لابن حجر مکی، باب التیمم، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۷۰/۱

ذکرھا فی الصورۃ الاخیرۃ لاسیما بمقابلۃ الاختلاف المذکور فی الاولی یفید عدم الاتفاق فی الاولٰی ولیس کذلك لان فی الاولٰی ان لم یکن حدث کان للجنابۃ وحدھا بالاتفاق وانکان کان لھما بالوفاق انما الاختلاف ثمہ فی بقاء التیمم عندنا وانتقاضہ عندہ بوجدان ماء غیر کاف وبالجملۃ قولہ بالاتفاق یجب صرفہ الی قولہ یجب کمافعل فی غایۃ الحواشی نعما فعل۔

وجہ ابھی بیان ہُوئی ہاں علّامہ شرنبلالی نے یہ صورت لکھ کر اس کے بعد "بالاتفاق" نہ کہا اس لئے وہ سلامت رہے۔ بخلاف اس قائل کے جس نے یہ لکھ دیا کہ "تیمّم باقی ہے اتفاقاً" وہ تو تاریک خطا میں پڑ گیا۔ اور اگر ابتداءً مراد ہو تو وہاں یہ متفق علیہ ہے کہ وہ تیمّم اس صورت میں خاص جنابت کے لئے ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدث ہے ہی نہیں لیکن اس تقدیر پر لفظ "بالاتفاق" عبث اور ایک غلطی کا وہم پیدا کرنے والا ٹھہرے گا عبث اس لئے کہ جب یہ تیمّم امام شافعی کے نزدیک پانی کی دستیابی کی وجہ سے باطل ہے تو ان کے اس اختلاف آمیز اتفاق سے فائدہ کیا؟ ابہام غلط اس لئے کہ یہ لفظ صورتِ اخیرہ میں خصوصًا صورتِ اولٰی میں ذکر شدہ اختلاف کے مقابل ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صورتِ اُولٰی میں اتفاق نہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔ اس لئے کہ پہلی صورت میں بھی اگر حدث نہ ہو تو تیمّم صرف جنابت ہی کے لئے ہوگا بالاتفاق اور اگر حدث بھی ہو تو دونوں ہی کے لئے ہوگا بلااختلاف وہاں اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ ہمارے نزدیک تیمّم باقی رہے گا اور ان کے نزدیک غیر کافی پانی کی دست یابی سے ٹوٹ جائے گا۔ بالجملہ لفظ "**بالاتفاق**" کو ان کے قول "**یجب**" (وجوب وضو) کی جانب پھیرنا لازم ہے جیسا کہ غایۃ الحواشی میں کیا اور خوب کیا۔ (ت)

اقول: وبہ ظھر اوّلًا انہ(۱) کان الانسب للدرر تقدیم قولہ بالاتفاق علی قولہ فالتیمم لانہ بصدد ایضاح کلامہ الصدر الامام وان یزیح عنہ الاوھام۔

اقول: اس سے چند باتیں اور واضح ہوگئیں اوّلًا درر الحکام میں لفظ "**بالاتفاق**" کو لفظ "**فالتیمم**" سے پہلے رکھنا انسب تھا کیوں کہ صاحبِ درر اپنی اس عبارت سے صدر الشریعۃ کے کلام کو واضح کرنا اور اس سے اوہام دُور کرنا چاہتے ہیں۔

وثانیا:(۲) ان صاحب غایۃ الحواشی مع تصریحہ بتعلقہ بیجب لم یحسن فی ضمہ مع الجملۃ التالیۃ ایضا اذقال

ثانیا: "**یجب**" سے لفظ مذکور کے تعلق کی صراحت کرنے کے باوجود صاحب غایۃ الحواشی نے بھی اس لفظ کو بعد والے جملہ سے ملاکر اچھا نہ کیا

مع انه تیمم للجنب اتفاقا[1]

انہوں نے اپنی عبارت میں یہ کہا: "مع انہ تیمّم للجنب اتفاقاً" (تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمّم ہے اتفاقاً)

وثالثًا: بطلان (۱) الا یراد الرابع المنقول فی السعایة مع التقریر ان کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین فانه لیس لشیئ اصلا عندالامام الشافعی فی کلا الوجهین۔ فان استعفی عن لفظة بالاتفاق واقتصر علی ان کونه للجنابة مشترك بین الصورتین لااختصاص له بهذه الصورة اندرج فی الایراد السابق علیه وسیأتیك الجواب عنه بعونه تعالٰی۔

ثالثًا: چوتھا اعتراض جو سعایہ میں اس تقریر کے ساتھ منقول ہے کہ "تیمّم کا بالاتفاق جنابت کے لئے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے" (یہ اعتراض و تقریر) باطل ہے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں یہ تیمّم امام شافعی کے نزدیک کسی چیز کے لئے نہیں۔
اب اگر لفظ "بالاتفاق" سے دستبردار ہو کر صرف یہ کہیں کہ "تیمّم کا جنابت کے لئے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت کے ساتھ اسے کوئی اختصاص نہیں" تو یہ بات اسی اعتراض میں شامل ہو جائے گی جو اس سے پہلے ان پر کیا۔ اور بعونہ تعالٰی اس کا جواب عنقریب سامنے آرہا ہے۔ (ت)

الافادة ۸: نختار ان الفاء للتفریع کما مشی علیه العلامة الشرنبلالی وغایة الحواشی وقول (۲) السعایة لامحصل له لامحصل له لان کون هذا التیمم للجنابة خاصة لم ینشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لولم یجب لکان التیمم لهما معا لاستحالة ان تجوز صلاة مع الحدث فلابد ان یعتبر التیمم المذکور رافعا له او دافعا

افادہ ۸: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ ف تفریع کے لئے ہے جیسا کہ اسی راہ پر علّامہ شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کے روش ہے۔ اور سعایہ کا اسے لاحاصل بتانا خود لاحاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس تیمّم کا خاص جنابت کے لئے ہونا اسی امر سے پیدا ہوا کہ حدث کے لئے وضو واجب ہے، اس لئے کہ اگر یہ وجوب نہ ہوتا تو تیمّم حدث وجنابت دونوں ہی کے لئے ہوتا کیونکہ حدث کے ساتھ کسی نماز کا جواز محال ہے تو یہ ماننا ضروری ہے

[1] السعایۃ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

وان کان الاخیر لیس له فی الشرع نظیر فاستلزام محال محالا غیر محال۔	کہ تیمّم مذکور اسے رفع کرنے والا ہے یا دفع کرنے والا ہے اگر اخیر ہو تو شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں تو ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا کوئی محال نہیں۔(ت)
الافادة۹: نختار انها للتعلیل وزعم(۱) السعایة اشتراك العلة مردود اما علی مسلك التاویل مع اجتماع الحدثین فی الصورة الاولٰی فظاھر لان التیمم طرأ علیھما فرفعھما معا فکیف یختص بالجنابة واما علیه مع انفراد الجنابة فی الصورة الاولٰی وعلی مسلك التعویل فاختصاص(۲) شیئ بشیئ تارة یکون لانحصار الوجود فیه واخری لتفرده به من بین مشارکاته فی الوجود ومعلوم بداھة ان ھذا ھو المراد ھنا فانه اذا وجد حدث ولم یقع التیمم الاعن الجنابة لم یغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف مااذا لم یکن حدث فلای شیئ یجب وھذا الوجه من الاختصاص غیر مشترك فظھر ان الفاء تحمل الوجھین فقصر(۳) الشرنبلالی وغایة الحواشی علی احدھما وقع وفاقا لاداعی الیه بل التعلیل ھو(۴) الاظھر الازھر فان کون التیمم لخصوص الجنابة غیر مقصود ھنا بالافادة واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**افادہ ۹:** ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ فا تعلیل کے لئے ہے اور سعایہ کا یہ خیال کہ "علت مشترک ہے" غلط ہے یہ مسلک تاویل پر جبکہ پہلی صورت میں دونوں حدث جمع ہوں ظاہر ہے اس لئے کہ تیمّم نے دونوں حدثوں پر طاری ہو کہ دونوں ہی کو رفع کیا تو وہ جنابت کے ساتھ خاص کیسے ہوگا؟ اور مسلک تاویل پر جب کہ پہلی صورت میں جنابت بلاحدث ہو اور مسلک اعتماد پر وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا وجود اسی میں منحصر ہے اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ یہ اس کے مشارکات فی الوجود کے درمیان اسی کے ساتھ متفرد ہے۔ اور بداہۃً معلوم ہے کہ یہاں پر یہی مراد ہے اس لئے کہ جب کوئی حدث پایا جائے اور تیمّم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث پا یا جائے اور تیمّم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث موجود ہی نہ ہو پھر کس چیز کے لئے وضو واجب ہوگا۔ یہ وجہ اختصاص مشترک نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ فامیں تفریع و تعلیل دونوں ہی احتمال جاری ہیں۔ تو شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کا صرف ایک ہی کو ذکر کرنا محض اتفاقًا واقع ہوا اس کا کوئی داعی نہیں ہے بلکہ احتمال تعلیل ہی زیادہ ظاہر وروشن ہے۔ اس لئے کہ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ تیمّم خاص جنابت ہی کے لئے ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

الافادة١٠: تبيين الجواب الصواب بحمد الجليل* عن الاسئلة الخمسة كلها على مسلك التاويل* وعن غير الخامس على مسلك التعويل* وظهر ان اقواها السؤال الاخير الجليل* و هو الذى دعا العلماء الى الانكار اوالتاويل* وان السؤال الاول ليس باشكال* بل سريع الانحلال* وكذا الثانى كشفه رخيص* ان لم يمزج بالخامس العويص* اما الثالث والرابع الذان اُتت بهما السعاية* فانهما واهيان الى الغاية* وبقاء الخامس على مسلك التعويل هو الذى نادى عليه بالرحيل* لمصادمته الدلائل القاهرة* والنصوص الزاهرة* ولم ار من يختاره و يرتضيه الا القره باغى فى الحاشية ولم يات اصلا بشيئ يغنيه* **فقوله** تكلّف بعيد الاخذ من العبارة۔

اقول: نعم (ا) لمازاد چلپى من حديث اللمعة ارجا عاله الى ما ياتى عن الشارح والافليس فيه الاخذ مع بمعنى بعد وليس فيه بُعد فقد فى الكتاب العزيز۔ **قوله:** يلزم التكرار۔

افادہ ١٠: بحمد رب جلیل مسلک تاویل پر پانچوں اعتراضات کا جواب اور مسلک اعتماد پر پنجم کے سوا باقی سب کا جواب واضح ہوگیا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ سب سے قوی اعتراض پانچواں ہے یہی علماء کے لئے انکار وتاویل کا باعث بنا۔ اور پہلا اعتراض کوئی مشکل نہیں بلکہ بہت جلد حل ہوجاتا ہے اسی طرح دوسرے کا جواب بھی آسان ہے اگر پانچویں مشکل سوال کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے ـــ رہا تیسرا اور چوتھا جن کو سعایہ نے پیش کیا تو یہ انتہائی کمزور ہیں مسلک اعتماد پر پانچویں اعتراض کا باقی رہ جانا یہی وہ امر ہے جو اس کے لئے کوچ کا اعلان کررہا ہے کیونکہ وہ قاہر دلائل اور روشن نصوص سے متصادم ہے۔ میں نے قرہ باغی محشیٰ کے سوا کسی ایسے کو نہ دیکھا جس نے اس مسلک کو اختیار وپسند کیا ہو۔ اور قرہ باغی قطعًا کوئی کام کی بات نہ لاسکے۔ (اب ان کے خیال اور عبارت کا تھوڑا تجزیہ ملاحظہ ہو ١٢م الف) قول قرہ باغی: چلپی کا کلام سراسر تکلف ہے عبارت سے یہ معنی ماخوذ ہونا بہت بعید ہے۔ (ت)

اقول: ہاں اس لئے کہ انہوں نے حضرت شارح کے کلام آئندہ کی طرف راجع کرنے کی غرض سے لمعہ کی بات بڑھادی ورنہ اس تاویل میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مع کو بعد کے معنی میں لیا ہے، اور اس میں کوئی بُعد نہیں یہ تو قرآن عزیز میں بھی ہوا ہے (فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝) ۔ قول قرہ باغی: تکرار لازم آتی ہے۔

اقول:اولا(۱): فکان ما ذا اذا ذکر ضابطة تشمل فروعا ثم بعد حین اورد فرعا منها لتبین حکم یعد تکرار فاذا لم یقبح مع تقدم ذکرہ فی الضابطة کیف یقبح ولم تذکر بعد۔

وثانیا: لو(۲) تتبعت ماوقع (۳) لهم و للشارح الامام من تکرر [عہ] الافادات لاعیاك طلبها۔

قوله: ولعله انما ارتکبه زعما۔۔الخ۔

اقول: من(۴) این لکم هذا وانما

اقول: اوّلاً: تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوگا۔جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو پھر کچھ آگے کسی حکم کو واضح کرنے کے لئے ان میں سے کوئی جزئیہ لا یا جائے تو اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ جب یہ ضابطہ کے تحت پہلے مذکور ہونے کے باوجود بُرا نہیں تو یہ کیسے قبیح ہوگا جبکہ مسئلہ ابھی تک بیان نہ ہوا۔(ت)

ثانیا: اگر اس کی تلاش اور چھان بین ہو کہ حضرات علماء اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوئی ہے تو تھک کر بیٹھ جانا پڑے گا قول قرہ باغی: شاید چلپی نے یہ سمجھ کر اس تکلف کا ارتکاب کیا ہے کہ دونوں حدث کسی شخص میں ابتداءً جمع نہیں ہوتے۔(ت) **اقول**: آپ کو یہ کہاں سے پتا چلا انہوں

[عہ]: وهذا سید الائمة محرر المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه قدکرر المسائل فی کتبه قال الامام شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالٰی فی المبسوط فرغ نفسه لتصنیف مافرعه ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه محمد بن الحسن الشیبانی رحمه الله تعالٰی فانه جمع المبسوط لترغیب المتعلمین والتیسیر علیهم ببسط الالفاظ وتکرار المسائل فی الکتب لیحفظوها شاؤا اوابوا [1] اھ ۱۲ منه غفرله۔(م)

اور یہ ہیں ائمہ کے سردار محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کہ آپ نے مسائل کو اپنی کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔امام شمس الائمہ اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فروعاتِ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے خود کو وقف کررکھا تھا پس انہوں نے متعلّمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلّمین جنہیں چاہیں محفوظ کرلیں یا جنہیں نہ چاہیں نہ کریں ۱۲منہ غفرلہ(ت)

[1] مبسوط سرخسی، خطبۃ الکتاب، دارالمعرفہ، بیروت ۱/۳

فعله لان ذا الحدثین لایتوضأ اذا لم یکف الماء لغسله۔	نے وہ تاویل اس لئے اختیار کی ہے کہ غسل کے لئے پانی ناکافی ہونے کی صورت میں دونوں حدث والے کو وضو نہیں کرنا ہے۔
قوله: اما اذاوجد فلابدمن الوضوء ثم التیمم للجنابة۔	قول قرہ باغی: لیکن جب وضو کے لئے بقدر کفایت پانی مل جائے تو وضو کرنا ضروری ہے پھر جنابت کے لئے تیمّم کرنا ہے۔(ت)
اقول: هذا(۱) هو مذهب الشافعی لاسیما بلفظة ثم فان فیه ایجاب اعدام الماء وان قل قبل التیمم ولایقول به حنفی قط۔	**اقول:** یہی امام شافعی کا مذہب ہے خصوصًا لفظ ثمّ (پھر) کے ساتھ۔ کیونکہ اس میں یہ واجب کرنا ہے کہ پانی اگرچہ کم ہی ہو تیمّم سے پہلے اسے ختم کرلینا ہے۔ کوئی حنفی کبھی اس کا قائل نہ ہوگا۔
قوله: والعجب منه انه لم یلتفت۔	قول قرہ باغی: تعجب ہے کہ انہوں نے اس طرف التفات نہ کیا۔(ت)
اقول: مبنی(۲) علی ماتصور ولامتصور	**اقول:** قرہ باغی نے خود جو تصور کیا اسی پر اس کی بنیاد ہے حقیقت میں وہ متصور ہی نہیں۔
قوله: بعد تسلیم جمیع المقدمات۔	قول محشیٰ مذکور: تمام مقدمات تسلیم کرلینے کے بعد۔
اقول: ماتلک(۳) المنوع المطو یات فان المقدمات عند الحنفیة من البدیهیات۔	**اقول:** وہ منع کیا ہیں جو آپ نے تہ کردئے حنفیّہ کے نزدیک تو سارے مقدمات بدیہیات سے ہیں۔
قوله یجوز اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد۔	قولہ ایک معلول پر متعدد علل شرعیہ کااجتماع ہوسکتا ہے۔
اقول: کما(۴) لایمتنع اجتماع علل علی معلول کذٰلك لایمتنع ارتفاع علل برافع واحد کالتی(۵) انقطع حیضها ثم احتلمت ثم التقی الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت	**اقول:** جیسے ایک معلول پر چند علتوں کااجتماع ممتنع نہیں ایسے ہی ایک رافع سے چند علتوں کاارتفاع بھی ممتنع نہیں۔ جیسے وہ عورت جس کا حیض منقطع ہوا پھر اسے احتلام ہوا پھر التقائے ختانین ہُوا

علیها اربع علل وترفع جمیعا بغسل اوتیمم واحد فاذاکان له حدثان اصغر و اکبر ولم یجد ماء للغسل فلابد له ان یتیمم وتیممه لکونه عن جنابة مطهر لجمیع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقط طهرها ورفع الحدثین کمااذا اغتسل فلیس هذا التیمم الا قائما مقام الغسل فکما یرتفعان به فکذا بنائبه ولم یعرف من الشرع تیمم یطرؤ علی حدثین فیرفع احدهما ویذر الاٰخر والا لزم له اما تیمم اٰخر وهو باطل حتی عند الشافعیة کما قدمناه اوالماء وهو الجمع بین البدل والمبدل الباطل باجماع الحنفیة فبلج الحق والحمدلله ربّ العٰلمین۔	(قربت ہوئی) پھر انزال ہوا اس پر چار علتوں کا اجتماع ہوا اور ایک ہی غسل یا تیمّم سے چاروں مرتفع ہوجائے گی۔ تو جب کسی کو دو حدث ہوں ایک اصغر ایک اکبر۔ اور اسے غسل کے لئے پانی نہ ملے تو ضروری ہے کہ تیمّم کرے۔ اس کا تیمّم چونکہ جنابت سے ہوگا اس لئے تمام بدن کو پاک کردے گا۔ اعضائے وضو بھی بدن ہی کا حصّہ ہیں تو انہیں بھی تیمّم نے پاک کردیا اور اکبر و اصغر دونوں حدث رفع کردئے۔ جیسے غسل کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تیمّم غسل ہی کے قائم مقام ہے تو جیسے غسل سے دونوں حدث مرتفع ہوجاتے ہیں ویسے ہی اس کے نائب سے بھی مرتفع ہوجائیں گے۔ شریعت میں ایسے کسی تیمّم کا نشان نہیں ملتا جو دو حدثوں پر طاری ہو مگر ایک کو ختم کرے دوسرے کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر یا تو ایک دُوسرا تیمّم بھی لازم ہوتا اور یہ باطل ہے یہاں تک کہ شافعیہ کے نزدیک بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا یا پانی (استعمال کرنا) بھی لازم ہوتا اور یہ بدل اور اصل دونوں کو جمع کرنا ہے جو باجماع حنفیّہ باطل ہے تو حق روشن ہوگیا اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لئے ہیں۔ (ت)
فان قلت القیاس علی الغسل مع فارق وذلك لان ذا الحدثین اذا اغتسل فقد اتی بما امر به فی کل من الحدثین وهو اسالة الماء علی تلك الاعضاء وکذلك اذا تیمم فاقدا للماء اما اذاوجد وضوءً فبالتیمم انما یکون اٰتیا بما امر به للحدث الاکبر لا بما امر به للاصغر لانه قادر فیه علی الاصل	**اگر سوال ہو** کہ غسل پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ دونوں حدث والے نے جب غسل کیا تو وہ سب بجالایا جس کا دونوں حدثوں میں سے ہر ایک میں اسے حکم دیا گیا وہ ہے ان اعضا پر پانی بہانا (جو غسل سے پُورا ہوگیا) یہی حال اس وقت ہے جب پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کیا۔ لیکن جب آبِ وضو موجود ہو تو تیمّم سے صرف اس کی بجاآوری کرنے والا ہوگا جس کا حدثِ اکبر سے متعلق اسے

فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقدعجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلك لا عن ھذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا۔	حکم ہوا۔اس کی بجاآوری کرنے والانہ ہوگا جس کا حدث اصغر سے متعلق اسے حکم ہوا۔اس لئے کہ اس میں یہ اصل پر قادر ہے تو بدل کی طرف کیسے منتقل ہوسکتا ہے؟ مختصر یہ کہ تیمّم کی شرط پانی سے عاجز ہونا ہے اور اس کا عجز حدثِ اکبر میں تو ہے حدثِ اصغر میں نہیں تو تیمّم صرف اس سے کفایت کرنے والا ہوگا اس سے نہ ہوگا اس طرح دونوں حدث بقااور ارتفاع میں جُداجُدا ہوجائیں گے (ایک ختم ہوگا ایک باقی رہ جائے گا) (ت)
اقول: ھذا لوکان کل منھما مستبدا بحیاله ولیس کذلك فلیس الحدث الااعتبارا شرعیا لاٰثار معلومة کمنع الصلاۃ وقد انطوی الاکبر علی جمیع اٰثار الاصغر فکلما منعه الاصغر منعه الاکبر بالاولی ولاعکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اثارہ وقدسلمتم ارتفاع الاکبر بھذا التیمم فیجب ارتفاع کل اٰثارہ ومنھا منع الصلاۃ فلزم اباحتھا ولاتباح قط مع حدث فثبت ان ھذا التیمم رفع کل حدث طرأعلیه۔	**اقول:** یہ اس وقت ہوتا جب دونوں حدثوں میں سے ہر ایک کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی۔اور ایسا نہیں اس لئے کہ حدث کچھ معلوم آثار جیسے منع نماز وغیرہ کے شرعی اعتبار ہی کا نام ہے اور حدث اکبر حدث اصغر کے تمام اثرات پر مشتمل ہے تو اصغر جس سے مانع ہوگا اس سے اکبر بدرجہ اولٰی مانع ہوگا۔اس کے برعکس نہیں۔اور کسی چیز کا ختم ہوجانا اسے لازم کرتا ہے کہ اس کے جتنے بھی اثرات ہوں سبھی زائل ہوجائیں آپ کو تسلیم ہے کہ اس تیمّم سے حدث اکبر مرتفع ہوگیا تو ضروری ہے کہ اس کے سارے اثرات بھی اُٹھ جائیں ان ہی میں منع نماز بھی ہے تو لازم ہوگا کہ نماز مباح ہو۔اور نماز کسی حدث کے ساتھ کبھی مباح نہیں ہوتی۔تو ثابت ہوا کہ اس تیمّم نے ہر وہ حدث دُور کردیا جو اس پر طاری ہُوا۔(ت)
فان قلت ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اٰثارہ من حیث ھی اٰثارہ ولاینافیه بقاء بعضھا لمؤثر اٰخر کمن توضأ وفی فخذہ نجاسة مانعة فلاشك ان قد صح وضوءہ وزال المنع الذی کان	**اگر یہ سوال ہو** کہ کسی چیز کا مرتفع ہونا اس کے اثرات دُور ہونے کو واجب کرتا ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ اس چیز کے اثرات ہیں۔اب ان میں کچھ اثرات کسی دوسرے مؤثر کی وجہ سے باقی رہ جائیں تو یہ اُس کے منافی نہیں۔مثلاً کسی نے وضو کیا

من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة بحاله كذا هنا هما حدثان قام احدهما باعضاء الوضوء والاٰخر عم ظاهر البدن طرأ ففيها مانعيتان وفی سائر الجسد مانعية واحدة فاذا تيمم وهو واجد لماء الوضوء زالت من اعضاء الوضوء المانعية الكبرى لصحة مزيلها بوجود شرطه وهو العجز عن الماء الكافی للغسل وبقيت الصغرى لان المزيل لاصحة له بالنسبة اليها لفقد شرطه بالقدرة علی الماء الكافی للوضوء وبه ظهر انه ليس كاللتی وصفت انها حاضت واحتلمت وجومعت وامنت وكفاها غسل او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس فاقد الشرط بالنظر الی شیئ منها فازالها جميعا بخلاف مانحن فيه وبه اتضح الفرق بين هذا وبين من ليس له الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لايتوضؤ لازالة المانع ية القائمة باعضاء الوضوء فانها ليست الا الكبرى وهی لا تتجزی بخلاف الصورة الاولٰی وبه تبين ان ليس فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما علٰی شيئين كمن صرف الماء الی غسل النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم عن يمين وصام عن اخری وبه استبان

اور اس کی ران پر اتنی نجاست ہے جو جوازِ نماز سے مانع ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ اس کا وضو صحیح ہے اور اس کی جانب سے جو رکاوٹ تھی وہ دُور ہو گئی باوجودیکہ نجاست کی وجہ سے رکاوٹ اب بھی برقرار ہے اسی طرح یہاں وہ دو۲ حدث ہیں ایک تو اعضائے وضو پر لگا ہوا ہے دوسرا پورے ظاہر بدن کو شامل ہے تو اعضاءِ وضو کے اندر دو۲ ممانعتیں ہیں اور باقی سارے جسم میں ایک ممانعت (مانعیت) ہے جب آب وضوء موجود ہونے کی حالت میں اس نے تیمّم کیا تو اعضاء وضو سے مانعیت کبرٰی دُور ہو گئی کیونکہ اسے دُور کرنیوالا امر اپنی شرط غسل کے لئے کفایت کرنیوالے پانی سے عجز کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح ودرست ہے۔ اور مانعیت صغرٰی رہ گئی کیونکہ اس کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر تھا وہ صحیح ودرست نہیں اس لئے کہ اس کی شرط مفقود ہے کیوں کہ وضو کے لئے کافی پانی پر قدرت موجود ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس کا معاملہ اس عورت کی طرح نہیں جس کی حالت بیان ہوئی کہ اس میں انقطاع حیض، احتلام، جماع، انزال چار اسباب جمع ہوئے اور ایک ہی غسل یا تیمّم کافی ہو گیا۔ اسی طرح وہ شخص جسے بار بار حدث ہُوا ہو اسے ایک ہی وضو کافی ہے اس لئے کہ ان میں کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر ہے وہ فقدان شرط کا شکار نہیں اس لئے اس نے سبھی کو دُور کر دیا۔ بخلاف اس صورت کے جو ہمارے زیر بحث ہے اسی سے اِس شخص میں (جسے دونوں حدث ہیں) اور اس میں جسے صرف جنابت ہے واضح فرق ہو گیا کہ وہ اگر آبِ وضو پائے

انه لیس عبثا ولااضاعة ولا الاشتغال به سفها ولیس کماقالوا من بقاء الحدث کماهو بل زال احدهما۔

تو اعضائے وضو سے لگی ہُوئی مانعیت زائل کرنے کے لئے اسے وضو نہیں کرنا ہے اس لئے کہ وہاں تو صرف مانعیت کبرٰی ہے اور یہ متجزی نہیں، برخلاف پہلی صورت کے اسی سے یہ بھی عیاں ہُوا کہ دونوں بدل جمع کرنا نہیں بلکہ دو۲ چیزوں پر دونوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جیسے وہ شخص جو پانی نجس کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لئے تیمّم کرے۔ بلکہ جیسے وہ جو ایک قسم کے کفارے میں کھانا کھلائے اور دوسری کے کفارے میں روزہ رکھے۔ اور اسی سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ یہ نہ عبث ہے نہ پانی کی بربادی، نہ اس میں مشغولی کوئی نادانی وبے وقوفی اور لوگوں نے جو کہا کہ حدث جیسے تھا ویسے ہی رہ گیا۔ یہ بات بھی نہیں بلکہ ایک حدث زائل ہوگیا۔ (ت)

اقول: مااَمْتَنَه من کلام لولا ان فیه ذهولا عن حدیث منع الاستبداد [عہ] فانك جعلتهما شیئین مستقلین عند الاجتماع مع ان المتقرر فی الشرع ان(۱) المتجانسین اذا اجتمعا ولم یختلف مقصودهما تداخلا وقداعترفت به فی التی وصفت

اقول: کیا ہی متیں کلام ہے اگر اس میں منع استقلال کی بات سے ذہول نہ ہوتا۔ آپ نے دونوں کو بوقتِ اجتماع دو مستقل چیز بنادیا جبکہ شریعت میں مقرر و ثابت یہ ہے کہ دو ہم جنس جب یکجا ہوں اور ان کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں گے۔ آپ نے اس کا اعتراف

[عہ] ذکره علی سبیل الجدل ای لانسلم ان الحدث الاصغر عند اجتماعه بالاکبر یستبد فی امر الطهارة بحکم لِمَ لایندمج فیه فیطهر بطهارته ولایکون الحکم الا للاکبر وذلك لان من یحکم بوجوب الوضوء له مدع فیکفینا المنع وعلیه الدلیل والا فامر الاندماج متیقن لاشبهة فیه ۱۲ منه غفرله (م)

اسے بطور جدل ذکر کیا ہے یعنی ہم نہیں مانتے کہ حدث اصغر حدثِ اکبر کے ساتھ یک جائی کی صورت میں طہارت سے متعلق کوئی مستقل حکم رکھتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اکبر میں داخل ہو کر اس کی طہارت سے یہ بھی طہارت پائے اور حکم صرف اکبر کو حاصل ہو یہ طرزِ کلام اس لئے کہ جو شخص اس کے لئے وجوبِ وضو کا حکم کرتا ہے وہ مدعی ہے تو ہمارے لئے منع کافی ہے اور اس کے ذمہ دلیل ہے ورنہ اصغر کے اکبر میں دخول وانضمام کا معاملہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شُبہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وفیمن احدث مرارا کان هنالك التداخل مع المساواة فان الکل فی رتبة واحدة فکیف واحدهما اکبر واقوی ومن کل وجه یتضمن الاخری فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فکیف لایلزم اندماج الصغری فی الکبری وان یکون الحکم لها فی امر الطهارة لاللصغری فان(۱) التابع(۱) لایفرد بحکم ویسقط(۲) اذا سقط المتبوع والشیئ(۳) اذا بطل بطل مافی ضمنه والمتضمن(۴)عـه بالفتح لاتراعی له شروطه بل شروط متضمنة کل ذلك من القواعد الشرعیة الاتری ان المذی لایطهر عن ثوب ولابدن بفرك ولایظهر له حکم مع المنی فیطهر به ویظهر به الجواب عن توارد العلل هذا ماسمح به الجنان*تشحیذ الاذهان*وحسبنا فی الحکم

بھی کیا ہے اس عورت کے بارے میں جس کی حالت بیان ہوئی ہے اور اس شخص کے بارے میں جسے چند بار حدث ہوا ہو۔ وہاں باوجود مساوات کے تداخل ہوگیا۔ مساوات اس لئے کہ وہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ پھر اس وقت کیوں نہ ہوگا جبکہ ایک اکبر واقوی اور ہر جہت سے دوسرے کو متضمن بھی ہو دیکھئے کہ ایک کا محل طہارت دوسرے کے محلِ طہارت کا جُز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور مقصود، مقصود کا حصّہ ہے۔ تو کیسے لازم نہ ہوگا کہ صغرٰی، کبرٰی میں داخل ہوجائے اور امر طہارت میں حکم اسی کبرٰی کو حاصل ہو صغرٰی کو نہیں۔ اس لئے کہ تابع کا کوئی الگ حکم نہیں ہوتا۔ اور متبوع ساقط ہو تو وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے اور شیئ جب باطل ہوتی ہے تو وہ بھی باطل ہوجاتا ہے جو اس کے ضمن میں ہو۔ اور متضمَّن (بالفتح) کے لئے اس کی شرطوں کی رعایت نہیں ہوتی بلکہ اس کے متضمِّن کی

عـه کما(۶) فی اعتق عبدك عنی بالف لماکان البیع فیه ضمنیا لم یشترط فیه الایجاب والقبول لعدم اشتراطهما فی العتق ولایثبت فیه خیار الرؤیة والعیب ولایشترط کونه مقدور التسلیم ش عن الرحمتی اوائل النکاح ۱۲ منه غفرله (م)

جیسے اعتق عبدک عنی بالف (اپنا غلام میری طرف سے ہزار روپے میں آزاد کردو) اس میں چونکہ بیع ضمنی ہے اس لئے اس بیع میں ایجاب وقبول کی شرط نہ ہوئی کیونکہ آزادی میں ان دونوں کی شرط نہیں اور اس میں خیار رؤیت اور خیار عیب بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہے کہ مولٰی وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو شامی عن الرحمتی، اوائل النکاح ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ماقدمنا من دلالاتهم وتصريحاتهم والله المستعان وبالله التوفيق والله تعالٰی اعلم۔

شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے۔یہ سب شرعی قواعد ہیں۔دیکھئے کہ مذی رگڑنے کے ذریعہ نہ کپڑے سے پاک ہوتی ہے نہ بدن سے اور وہی منی کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا رگڑنے سے پاک ہوجاتی ہے۔اسی سے تواردِ علل کا جواب بھی ظاہر ہے یہ وہ ہے جو کچھ اذہان کو صیقل کرنے کے لئے خاطر کا فیضان ہُوا۔اور حکم سے متعلق تو ہمارے لئے وہ دلالت وتصریحات کافی ہیں جو حضرات فقہاء سے ہم نے پیش کیں۔اور خدا ہی مستعان ہے اور خدائے بزرگ وبرتر ہی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

الافادة ١١: الاٰن حصحص الحق وكشف قناعة* وظهر ان المسلك مسلك التاويل والتأويل مستأويل الجماعة* بيدان ههنا شبهات خطرت فخشيت ان تعترى قاصرا مثل فيحتاج الى الجواب فاجبت الاسعاف با يرادها* وابانة سقوطها وفسادها* وبالله التوفيق۔

افادہ۱۱: اب حق صاف ظاہر ہوگیا اور اپنے چہرے سے پردہ ہٹادیا اور واضح ہوگیا کہ مسلک وہی مسلک تاویل ہے اور تاویل وہی تاویل جماعت ہے۔لیکن یہاں دل میں چند شبہات گزرے تو اندیشہ ہوا کہ ایسے ہی کسی قاصر کو درپیش ہوں تو اسے جواب کی ضرورت ہوگی تو میں نے چاہا کہ ان شبہات کو لاکر اور ان کے سقوط وفساد کو واضح کرکے اس کی حاجت روائی کردوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے (ت)

الشبهة الاولٰی: ان الامام صدر الشريعة يقول اغتسل(۱) الجنب ولم يصل الماء لمعة ظهره وفنى الماء واحدث حدثا يوجب الوضوء فتيمم لهما ثم وجد(۱) من الماء مايكفيهما بطل تيممه فى حق كل منهما وان(۲) لم يكف لاحدهما بقى فى حقهما وان(۳) كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم فى حق الاٰخر وان(۴) كفى لكل منفرد اغسل اللمعة[1]۔۔الخ فالصورة الثالثة

شُبہ: امام صدر الشریعۃ فرماتے ہیں: "جنب نے غسل کیا پانی اس کی پیٹھ کی ایک جگہ تک نہ پہنچا اور ختم ہوگیا۔اور کوئی ایسا حدث ہوا جو وضو واجب کرتا ہے تو اس نے دونوں کے لئے تیمّم کیا پھر(۱) اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا۔اور(۲) اگر کسی ایک کے لئے ناکافی ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہے گا۔اور(۳) اگر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے دھوئے اور

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

تشمل ما اذا کفی للوضوء دون اللمعۃ وقد حکم فیہ ببطلان تیممہ فی حق الحدث وایجاب الوضوء والظاھر ان ھذا انما یستقیم علی ماقدم اول الباب من وجوب الوضوء علی ذی حدثین وجد وضوء فانہ فرض فیہ الحدث قبل التیمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن یکون التأویل توجیھا للقول بمالا یرضی بہ قائلہ۔

دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گا اور اگر(۴) تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لُمعہ (غسل میں چھُوٹی ہُوئی جگہ) دھوئے الخ۔
تو تیسری صورت اسے بھی شامل ہے جب پانی وضو کے لئے کافی ہو لُمعہ کے لئے کافی نہ ہو۔ اور اس صورت میں یہ حکم کیا ہے کہ حق حدث میں اس کا تیمّم باطل ہوجائے گا اور وضو کرنا واجب ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ اسی بنیاد پر راست آسکے گا جسے اوّل باب میں بتایا کہ ایسا دو حدث والا جس کے پاس وضو کا پانی موجود ہے اس پر وضو واجب ہے کہ اس میں حدث تیمّم سے پہلے ہونا فرض کیا ہے پھر حدث کے لئے وضو واجب کیا اس کے پیش نظر تاویل مذکور کسی کے کلام کی ایسی توجیہ ہوگی جس سے خود صاحبِ کلام راضی نہ ہو۔ (ت)

بل یسری الشك الی الحکم المنقح فان صدر الشریعۃ غیر متفرد بہ ھذا الامام الجلیل الاقدم ابوالبرکات النسفی قائلا فی الکافی فی جنب علی بدنہ لمعۃ احدث قبل ان یتیمم تیمم لھما واحدا فان وجد مایکفی لاحدھما غیر عین صرفہ الی اللمعۃ ویعید التیمم للحدث عند محمد[1] اھ فمامنشؤا عادۃ تیمم الحدث الا ایجاب الوضوء لہ مع کونہ قبل تیمم الجنابۃ وابویوسف وان خالفہ فی الاعادۃ فلالانہ لایوجب الوضوء فی نفسہ بل لعارض وذلك ان امر الجنابۃ اغلظ فکان الماء

بلکہ یہ شک منقح حکم تک سرایت کر آئے گا اس لئے کہ صدر الشریعۃ اس میں متفرد نہیں۔ یہ ان سے مقدم امام جلیل ابوالبرکات نسفی ہیں جو کافی میں رقمطراز ہیں: "ایسا جنب ہے جس کے بدن پر لُمعہ ہے اسے قبل تیمّم حدث ہوا تو دونوں ہی کے لئے ایک تیمّم کرے۔ اب اگر اسے اتنا پانی مل جائے جو غیر معین طور پر دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے، اور امام محمد کے نزدیک حدث کے لئے تیمّم کا اعادہ کرے" اھ تو تیمّم حدث کے اعادہ کا منشا اس کے سوا نہیں کہ حدث کے سبب وضو واجب ہے باوجودیکہ حدث تیمّم جنابت سے پہلے ہے اور امام ابویوسف اعادہ کے

[1] کافی

مستحق الصرف الیھا والمستحق لحاجۃ اھم کالمعدوم کماسیاتی عن الکافی ان شاء اللہ تعالٰی فی الرسالۃ التالیۃ وھذا یفید اتفاق الصاحبین رضی اللہ تعالٰی عنھا علی وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التیمم لھا مع ان المقرر فیمامر ان بل اوضوء علیہ الااذا احدث بعد ماتیمم۔

حکم میں اگرچہ ان کے برخلاف ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ فی نفسہ وضو واجب نہیں کہتے، بلکہ کسی عارض کی وجہ سے۔اور وہ یہ ہے کہ جنابت کا معاملہ زیادہ سخت ہے تو پانی اسی کا مستحق ہوا کہ جنابت میں صرف ہو اور جو کسی اہم حاجت کا مستحق ہوچکا ہو وہ کالمعدوم ہے۔جیسا کہ اگلے رسالہ میں ان شاء اللہ تعالٰی کافی کے حوالہ سے آرہا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اس جنب کے لئے وجوب وضو پر اتفاق ہے جو جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے محدث ہوا باوجودیکہ ماسبق میں ثابت ومقرر یہ ہے کہ اس پر وضو نہیں مگر اس صورت میں جبکہ تیمّم کرلینے کے بعد اسے حدث ہو۔(ت)

ولعلك تقول **اوّلًا**: این ھذا من ذاك فانہ کان ثمہ واجد الماء الوضوء قبل التیمم للجنابۃ فکان ایجاب الوضوء ایجابہ علی جنب لایجد غسلا وھو خلاف المذھب اماھھنا فانما وجدہ بعدماتیمم لھا والفرض انہ لایکفی للمعۃ فکان تیممہ لھا بحالہ فلم یعد جنبا وبالقدرۃعلی الوضوء انتقض تیممہ فی حق الحدث لانہ لایکون طھارۃ الا الی وجدان الماء فاذا وُجد فُقد فقد عاد محدثا والمحدث غیر جنب اذا وجد وَضوء فلاشك فی وجوب الوضوء علیہ الاتری الی ماقدمت فی الدلیل الخامس عن البدائع یتوضأبہ لان ھذا محدث ولیس بجنب[1] وعن الدر صار محدثا لاجُنبا

اس پر چند باتیں کہی جاسکتی ہیں **اوّلًا** کہاں یہ کہاں وہ! وہاں اسے تیمّم جنابت سے پہلے آب وضو دستیاب تھا تو وہاں وضو واجب کرنا ایسے جنب پر وضو واجب کرنا تھا جسے غسل کا پانی دستیاب نہیں اور وہ خلاف مذہب ہے لیکن یہاں اسے جنابت کا تیمّم کرلینے کے بعد پانی ملا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی لُمعہ کے لئے کافی نہیں اس لئے اس کا تیمّم جنابت برقرار ہے تو دوبارہ وہ جنابت والا نہ ہوا۔اور وضو پر قدرت کی وجہ سے حق حدث میں اس کا تیمّم ٹوٹ گیا کیونکہ تیمّم پانی کی دست یابی تک ہی طہارت ہوتا ہے جب وہ دستیاب ہوگیا یہ مفقود ہوگیا۔تو وہ پھر محدث ہوگیا۔اور محدث غیر جنب کو جب وضو کا پانی مل جائے تو اس پر وضو واجب ہونے میں کوئی شک نہیں وہ عبارت دیکھئے جو دلیل پنجم میں بدائع کے حوالہ سے پیش ہُوئی: "اس سے وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے

[1] بدائع الصنائع شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

فیتوضأ[1]۔

وثانیا: لم یکن علیه وضوء لبقاء الحدث کماھو لوجود الجنابة ولاتزول بالوضوء اما الاٰن فقدزالت بالتیمم۔

وثالثا: لم یکن ماءہ مبیحا للصلاۃ لاجل الجنابة والاٰن یبیح۔

ورابعا: کان فیه الجمع بین البدلین فی طھارۃ واحدۃ والاٰن قدتمت الطھارۃ الاولی بالتیمم بلاماء وبعود الحدث بالقدرۃ علی الماء دون الجنابة تتم ھذہ بالماء بلاتراب۔

وخامسا: قدعلم دوّارفی المتون وسائر کتب المذھب ان حدوث قدرۃ علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولاشك ان لوتیمم لھما ثم احدث فعلیه الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ماصدر عن الصدر فی صدر الباب۔**اقول:** ببلی فان مبنی کل ذلك علی

اور جنب نہیں ہے"۔اور درمختار کے حوالہ سے یہ "محدث ہوا جنابت والا نہیں تو اسے وضو کرنا ہے"۔

ثانیا: اس پر وضو اس لئے نہیں تھا کہ جنابت موجود ہونے کی وجہ سے حدث ویسے ہی باقی رہتا اور جنابت وضو سے دُور نہ ہوتی لیکن اس وقت تو جنابت تیمّم سے دُور ہوچکی ہے۔

ثالثًا: اُس کا پانی جنابت کی وجہ سے نماز مباح کرنے والا نہ تھا اور اِس وقت مباح کرنے والا ہے۔

رابعًا: اُس میں ایک طہارت کے اندر دونوں بدل جمع کرنا ہوتا۔اور اس وقت پہلی طہارت بغیر پانی کے تیمّم کے ذریعہ پوری ہوچکی ہے اور پانی پر قادر ہونے سے حدث بلاجنابت لوٹ آنے کی وجہ سے یہ طہارت بغیر مٹی کے پانی سے پُوری ہوگی۔

خامسًا: متون اور دیگر کتب مذہب میں یہ مسئلہ متداول طور پر معروف ہے کہ تیمّم توڑنے کے معاملہ میں پانی پر قدرت پیدا ہونا ایسے ہی ہے جیسے حدث پیدا ہونا۔اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دونوں ہی کے لئے تیمّم کرلیتا پھر اسے حدث ہوتا تو اس پر وضو واجب ہوتا تو یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب آبِ وضو پر اسے قدرت مل جائے۔تو یہ حکم اس پر کہاں مبنی رہا جو شروع باب میں صدر الشریعۃ کے حوالہ سے صادر ہوا۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں ان سب

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیة الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء هو عین مافی صدر الباب خلاف ماعلیه النصوص والدلائل اما الملازمة فقدقال(۱) الامام ملك العلماء فی البدائع الغراء الاصل فیه ان کل مامنع وجوده التیمم نقض وجوده التیمم ومالا فلا[1] اھ ومثله فی البحر والتنویر والدرو غیرها من الاسفار الغرای کل مالایمنع ابتداء لاینقض بقاء وینعکس بعکس النقیض الی قولنا کل ما(۱) ینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت المطلوب وبه علم ان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذلك الحکم المحذور۔	کی بنیاد اسی مفروضہ پر ہے کہ پانی دیکھنے سے اس کا تیمّم حق حدث میں ٹوٹ جاتا ہے اور یہی محلِ نظر ہے۔ یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر یہ بقاءً ناقض تیمّم ہوتا تو ابتداءً مانع تیمّم بھی ہوتا اور ابتداءً مانع تیمّم ہونا یہی تو وہ بات ہے جو شروع باب میں نصوص ودلائل کے برخلاف وارد ہوتی ہے۔ ملازمہ (بقاءً ناقض ہونے کو ابتداءً مانع ہونا لازم ہے) کا ثبوت یہ ہے کہ امام ملک العلماء نے بدائع شریف میں رقم فرمایا ہے کہ "اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا وجود تیمّم سے مانع ہے اس کا وجود تیمّم کا ناقض بھی ہے اور جو مانع نہیں وہ ناقض بھی نہیں" اھ۔ اسی کے مثل البحر الرائق، تنویر الابصار، درمختار وغیرہا مشہور کتابوں میں بھی ہے۔ یعنی ہر وہ جو ابتداءً مانع نہیں وہ بقاءً ناقض نہیں اس کا عکس نقیض یہ ہوگا "ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے وہ ابتداءً مانع ہے" تو مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ خامس کا بطلان زیادہ روشن ہے اور اس حکم محذور پر مبنی ہونے میں یہ زیادہ واضح ہے۔ (ت)
الشبهة الثانیة: نصوا فیمن بقیت له لمعة واحدث بعد التیمم لها کما صورفی اکثر الکتب وکذا ان احدث قبله کماصور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث انه ان کفی للمعة دون الوضوء غسلها وتیمم للحدث وکذا ان کفی لکل منهما لاعلی التعیین لان الجنابة اغلظ فان(۲) خالف وتوضأ اعاد التیمم للمعة باتفاق	**شبہ ۲:** وہ شخص جس کا کچھ حصہ نہانے میں دھونے سے رہ گیا اور جنابت کا تیمّم کرنے کے بعد اسے حدث ہوا جیسا کہ اکثر کتابوں میں یہ صورت مسئلہ بیان کی ہے یوں ہی اگر تیمّم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا جیسا کہ بعض کتابوں میں دونوں ہی صورت بیان کی ہے پھر اس شخص کو حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی مل گیا اس کے بارے میں علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر وہ پانی وضو کے لئے نہیں بلکہ

[1] بدائع الصنائع باب نواقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

الروایات وستأتی النصوص فالذی فی ھذہ الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطھارتین والجمع بین البدلین حیث تطھر فی وقت واحد بالماء والتراب معاوکون الماء للجنابة والتراب للحدث لایمنع الجمع والافلم منعتم ذاحدثین وجد وضوء عن الوضوء فان ثمه ایضا لم یجتمعا علی شیئ واحد بل کان التراب للجنابة والماء للحدث۔

الشبھة الثالثة: نصوا قاطبة فی صورتی کفا یة الماء للمعة وحدھا اولکل منفردا بوجوب استعماله فی اللمعة وانتقاض تیممه لھا وانه یتیمم للحدث ومعلوم قطعا ان ھذا الماء لم یکن محللا للصلاة فی الصورتین لبقاء الحدث والاحتیاج له الی التیمم فکان یجب ان لاینتقض تیممه لھا لمامر من نصوص الائمة الجھابذة فی الدلیل السادس ان المراد فی الکریمة ھو الماء الذی اذا استعمل اباح الصلاة وھذا لیس به ھذا تقریر الشبھات۔

واقول: فی الجواب بتوفیق الوھاب اما الاخر یان ان کان الحدث فیھما بعد التیمم

صرف چوٹی ہوئی جگہ کے لئے کافی ہے تو اسے دھولے اور حدث کے لئے تیمّم کرے یوں ہی اگر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے بلاتعین کافی ہو تو بھی اس جگہ کو دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے۔اگر اس نے اس کے برخلاف کیا اور پانی وضو میں صرف کیا تو چھُوٹی ہوئی جگہ کے لئے اسے باتفاق روایت دوبارہ تیمّم کرنا ہے نصوص عنقریب آرہے ہیں۔ان تینوں صورتوں میں دونوں طہارتوں کو خلط کرنا اور دونوں بدل کو جمع کرنا ہی تو ہے۔اس طرح کہ بیک وقت اس نے پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کی اور پانی کا جنابت کے لئے، مٹی کا حدث کے لئے ہونا جمع سے مانع نہیں۔اگر یہ بات نہیں تو دو حدث والے کو جسے آب وضو دستیاب ہے آپ نے وضو سے کیوں روکا (وجہ فرق کیا ہے) وہاں بھی تو دونوں بدل ایک شیئ پر مجتمع نہ ہوئے بلکہ مٹی جنابت کے لئے ہے اور پانی حدث کے لئے ہے۔(ت)

شبہہ ۳: جب پانی صرف لمعہ کے لئے کفایت کرے یا جب تنہا ہر ایک کے لئے کفایت کرے دونوں صورتوں میں سبھی علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ پانی لمعہ میں استعمال کرنا واجب ہے۔اس کا تیمّم جنابت ٹوٹ جائے گا اور حدث کے لئے وہ تیمّم کرے گا۔یہ بھی قطعًا معلوم ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ پانی نماز مباح کرنیوالا نہ تھا کیونکہ حدث باقی ہے اور اس کے لئے تیمّم کی ضرورت ہے۔تو ضروری کہ اس کا تیمّم جنابت نہ ٹوٹے اس لئے کہ دلیل سادس میں ائمہ ماہرین کی تصریحات گزرچکی ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ پانی مراد ہے جو استعمال کیا جائے تو نماز مباح ہوجائے گی اور یہ وہ پانی نہیں۔یہ شبہات کی تقریر ہے۔(ت)

جوابِ شبہات: جوابِ شبہات میں بتوفیق خدائے وہاب میں کہتا ہوں۔آخری دونوں

للجنابة فالجواب واضح لانه اذن مستبد قطعاً لا یصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتیمم فکیف یندرج الموجود فی المرفوع ولذا اجمعت الامة انه اذا احدث بعد تطهیر الجنابة بالغسل اوبالتیمم و وجد وَضوء یجب علیه الوضوء فاذا لم یندرج فیها لم یکن الجمع بین البدلین فی طهارة واحدة بل طهارتین کمن اجنب ولم یجد غسلا فتیمم فاحدث و وجد وضوء فتوضأ ولا یرد ذوالحدثین لاجل الاندراج فیکون جمعاً فی طهارة واحدة وکذلك المراد بالاباحة الاباحة من جهة ازالة مانعیة لاقاها وان بقی المنع من جهة اخری کماسبق فی من توضأ وعلی فخذه نجس مانع ولا یرد ذوالحدثین فلیس به مانعیتان و وضوؤه یزیل احدهما وان بقیت الاخری بل مانعیة واحدة لاندراج الصغری فی الکبری فاذالم یکف للکبری لم یکن محللا للصلاة اصلا ولوکان یکفی للصغری۔

واما ان کان الحدث فیهما قبل التیمم کمافی الشبهة الاولی **فاقول**:الجواب عنها جمیعاً فی حرف واحد*ان شاء الله العزیز

شبہات کو لیجئے۔اگران میں حدث تیمّم جنابت کے بعد تھاتو جواب واضح ہے کہ اس صورت میں وہ یقینا مستقل ہے۔جنابت میں شامل و مندرج ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جنابت تو تیمّم سے ختم ہوچکی ہے تو موجود معدوم میں کیسے شامل ہوگا۔اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جب غسل یا تیمّم سے تطہیر جنابت کے بعد حدث ہواور آبِ وضو دست یاب ہو تواس پر وضوواجب ہے۔جب حدث جنابت میں شامل نہ ہواتو دونوں بدل کوایک طہارت میں جمع کرنانہ ہوابلکہ دوطہارتوں میں ہوا جیسے وہ شخص جسے جنابت لاحق ہُوئی اور غسل کا پانی نہ پایاتو تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوااور وضو کا پانی پایا تو وضو کیا۔اس پر دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا ایک حدث دوسرے میں شامل ہے تو وہاں ایک ہی طہارت میں دونوں بدل جمع کرنالازم آئے گا اسی طرح اباحت سے مراد وہ اباحت ہے جواس مانعیت کے ازالہ کی جہت سے ہو جس پانی کا اتصال ہوا اگرچہ دوسری جہت سے ممانعت باقی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں گزرا جس نے وضوکیااور اس کی ران پر کوئی مانع نجس موجود ہے۔اس پر بھی دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا حال ایسانہیں کہ اس میں دومانعیت (ممانعت) ہوں اور وضوایک کو دور کردے اگرچہ دوسری باقی رہ جائے بلکہ اس میں ایک ہی مانعیت ہے کیونکہ صغرٰی کبرٰی میں شامل ہوگئی ہے تو پانی جب کبرٰی کے لئے ناکافی ہو قطعًا نماز کو مباح کرنے والا نہ ہوسکے گا اگرچہ صغرٰی کے لئے کافی ہو۔(ت)

لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر حدث تیمّم سے پہلے ہو،جیسا کہ شبہہ اولٰی میں ذکر ہے،**تو میں کہتاہوں** اس کاجواب ایک حرف میں ہے

الواجد الماجد*وقدلوحنا الیه فی الافادة العاشرة وذلک(۱) ان الحدث له معنیان کماقدمنا فی الطرس المعدل احدهما نجاسة حکمیة تحل بسطوح الاعضاء الظاهرة التی یلحقها حکم التطهیر حلول سر یان والسطح ممتد منقسم طولا وعرضا فبانقسامها تنقسم النجاسة الحالة بها وعن هذا یسقط الفرض عما اصابه الماء مع بقاء النجاسة فی الباقی والاٰخر وصف للمکلف وهو تلبسه بها فیبقی مادام ذرة منها وهذا هو الحدث الذی لایتجزی،واذ() کان الاول متجزئاینقسم الی قسمین شامل ومقتصر فالشمول فی الجنابة مالم یمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحکمیة تزول من المغسول وتبقی فی غیره.والحدث الاصغر لایعتبر فی غیر الاعضاء الاربعة فان کانت الکبری شاملة وجب الاندراج لعمومها تلك الاعضاء ایضا وان کانت مقتصرة لم یلزم کأن تکون الجنابة فی غیرهن وفیهن الحدث ولایکون الابان یتوضأ الجنب اویمر الماء علی اعضاء وضوئه وتبقی لمعة فی غیرهن ثم یحدث فیعتریهن الحدث ح ولاوجه للاندراج لتباین المحل والی هذا اشرت بقولی فی المندرج المحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر وهذا هو مرادهم ههنا کمادل علیه قول الامام صدر الشریعة ولم

اگر خدائے غالب غنی بزرگ نے چاہا۔اس جواب کی طرف ہم افادہ دہم میں اشارہ بھی کرچکے ہیں۔وہ یہ ہے کہ حدث کے دو[۲] معنی ہیں، جیساکہ ہم نے الطرس المعدل میں بیان کیا۔ایک نجاستِ حکمیہ جو اعضا کی اُن ظاہری سطحوں میں حلول سریانی کئے ہوتی ہے جنہیں حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے۔اور سطح ایک پھیلی ہوئی،طول وعرض میں منقسم چیز ہے تو سطحوں کے منقسم ہونے سے ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہوجاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جس حصّہ کو پانی پہنچتا ہے اس سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور بقیہ حصّہ میں نجاست باقی رہتی ہے۔دوسرا معنی یہ ہے کہ حدث مکلّف کی ایک صفت ہے اور وہ یہ ہے کہ مکلّف نجاست حکمیہ سے متلبس ہے تو جب تک اس نجاست کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے یہ حدث باقی رہے گا۔یہی وہ حدث ہے جو غیر متجزی و غیر منقسم ہے۔اور اوّل چونکہ متجزی ہے اس کی دو[۲] قسمیں ہونگی،شامل اور مقتصر۔جنابت میں شمول اس وقت ہے جب پانی مَس نہ ہوا ہو۔اور اقتصار اس صورت میں ہے جب بدن کا کوئی حصّہ دُھل گیا ہو اس لئے کہ دھوئے ہوئے حصّہ سے نجاست حکمیہ زائل ہوجاتی ہے اور دوسرے حصّہ میں باقی رہتی ہے۔

اور حدث اصغر کا چاروں اعضا کے علاوہ میں اعتبار ہی نہیں تو اگر نجاست کبرٰی شاملہ ہے تو اندراج لازم ہے کیونکہ وہ ان اعضا میں بھی عام ہے اور اگر مقتصرہ ہے تو اندراج لازم نہیں۔مثلاً یہ صورت ہو کہ جنابت اعضائے اربعہ کے علاوہ میں ہو اور ان اعضا میں

يصل الماء لمعة ظهره [1] خص الظهر بالذكر ليفيد ان الكبرى فی غير محل الصغرى فلا يصح الاندراج الا ترى(۱) ان ذا الجنابة الشاملة والحدث اذا اغتسل كفاه عن الوضوء وان لم يجد ماء لغسله فتيمم كفاه ايضا اما صاحب المقتصرة فی غير اعضاء الوضوء والحدث كمن اغتسل وبقيت ظهره مثلا ثم احدث فهذا اذا غسل ظهره تم غسله وخرج عن الجنابة لكن لايكفيه غسله ظهره عن الوضوء بل يجب عليه ان يتوضأ اويتيمم للحدث ان لم يجد له الماء وماهو الالعدم اندراج الصغرى فی تلك المقتصرة الكبرى۔

فان قلت هذا فی الماء فانه(۲) ايضا مطهر مقتصر علی ما يصيب بخلاف التيمم فانه يعم جميع البدن كالغسل۔

اقول: نعم يعم البدن لكن عمله(۳) فی

حدث ہو۔اور اس کی یہی شکل ہوگی کہ جنب وضو کرے یا اس کے اعضائے وضو پر پانی گزر جائے اور دیگر اعضا میں لمعہ رہ جائے پھر اسے حدث ہو تو اعضائے وضو پر حدث عارض ہوجائے گا۔ایسی صورت میں اندراج کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ (اصغر واکبر کے) محل الگ الگ ہیں۔اس کی طرف مندرج کے تحت میں نے اپنے ان الفاظ سے اشارہ کیا کہ۔"محل، محل کا جز ہے۔اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور یہاں پر علماء کی یہی مراد ہے۔جیسا کہ صدر الشریعۃ کے یہ الفاظ بتارہے ہیں:"اور پانی اس کی پشت کے لُمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ) تک نہ پہنچا۔خاص طور سے پشت کو اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہوسکے کہ کبری، غیر محلِّ صغری میں ہے اس لئے اندراج نہ ہوسکے گا۔دیکھئے جنابت شاملہ اور حدث دونوں رکھنے والا جب غسل کرے تو یہی غسل وضو سے بھی کفایت کرجاتا ہے اور اگر غسل کے لئے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کرے تو یہ بھی کافی ہوتا ہے۔مگر وہ جو غیر اعضائے وضو میں جنابت مقتصرہ اور (اعضائے وضو میں) حدث رکھتا ہے۔مثلاً وہ جس نے غسل کیا اور اس کی پیٹھ باقی رہ گئی پھر اسے حدث ہوا تو یہ جب اپنی پیٹھ دھولے اس کا غسل مکمل ہوگیا اور وہ جنابت سے نکل گیا۔لیکن اس کا اپنی پیٹھ دھولینا وضو سے کفایت نہیں کرسکتا بلکہ اس پر واجب ہے کہ وضو کرے یا اگر پانی نہ ملے تو حدث کے لئے تیمّم کرے۔یہ اسی لئے ہے کہ نجاست معنوی اس نجاست کبرٰی مقتصرہ میں مندرج نہیں۔(ت)

اگر سوال ہو کہ یہ تو پانی میں ہے کہ وہ بھی جس حصہ تک پہنچتا ہے اس کے لئے مطہر مقتصر ہے۔مگر تیمّم کا یہ حال نہیں کیونکہ وہ غسل کی طرح پورے بدن کو ہمہ گیر اور عام ہے۔

اقول: ہاں بدن کو عام اور ہمہ گیر ہے لیکن

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

الحدث هو الرفع لاتغییره عن صفته حتی یجعل المندرج غیرمندرج اوبالعکس بل انما یرفعه علی ماهو علیه من الحال ان مندرجا فمندرجا اومستبدا فمستبدا فاذا اغتسل وبقیت لمعة فی ظهره ثم احدث فتیمم لهما ازالهما مغیّین الی وجدان الماء وهذه ثمرة عمومه لاان یدرج نجاسة حکمیة قائمة بالاعضاء الاربعة فی نجاسة اخری قائمة بالظهر فتبقی کل منهما تنتظر الماء الکافی لها بحیاله فاذا وجد وضوء وجب علیه الوضوء ولووجده قبل هذا التیمم لمعه التیمم للحدث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون الماء محللا للصلاة بالنظر الی هذا المستقل المستبد ال غیر المنظور فیه الی الاٰخر ولم یجتمع الماء والتراب علی طهارة بل توزعا علی طهارتین مستقلتین فانحلت الشبهات جمیعا والحمدلله ربّ العٰلمین وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین۔**اقول**:ومن ههنا ظهر ولله الحمد ان(۱) من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر	حدث میں اس کا عمل یہی ہے کہ اسے دُور کردے یہ نہیں کہ اس کی صفت بدل ڈالے اس طرح کہ مندرج کو غیر مندرج بنادے یااس کے برعکس۔بلکہ صرف اتنا کرے گاکہ حدث جس حالت وصفت پر ہے اسی حال پر اسے رفع کردے گا۔مندرج ہے تو بحالت اندراج، مستقل ہے تو بحالت استقلال-اب دیکھئے جب اس نے غسل کیا اور اس کی پشت میں لمعہ باقی رہ گیا پھر اسے حدث ہوا،اب اس نے حدث وجنابت دونوں کے لئے تیمّم کیا تو یہ تیمّم دونوں کو پانی کی دست یابی تک کے لئے دُور کردے گا-یہی اس کے عموم اور ہمہ گیری کا ثمرہ ہے۔یہ نہیں کہ ایک نجاست حکمیہ جو اعضائے اربعہ میں ہے اسے دوسری نجاست حکمیہ میں جو پشت میں-ہے مندرج کردے۔اس لئے دونوں نجاستوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے لےے مستقل طور پر مائے کافی کے انتظار میں رہے گی جس وقت اسے وضو کا پانی مل جائے اس پر وضو واجب ہوجائے گا-اور اگر اس تیمّم سے پہلے اسے وضو کا پانی ملتا تو وہ حدث کا تیمّم کرنے سے مانع ہوتا اس لئے کہ ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے ابتداءً مانع ہے-اور پانی اس مستقل متبدکے لحاظ سے جس میں دوسرے کی جانب نظر نہیں نماز کو مباح کرنے والا ہے-اور ایک طہارت پر پانی اور مٹی کا اجتماع نہ ہوا بلکہ دونوں دو مستقل طہارتوں پر متفرق اور جُدا جُدا ہیں-تمام شبہات حل ہوگئے اور ساری تعریف خدائے رب العٰلمین کے لئے ہے۔اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر درود ہو۔(ت) **اقول**: یہیں سے بحمدہٖ تعالٰی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسے جنابت ہوئی تو اس نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر کسی دریا کے

و قدر عـہ علی الاغتسال فلم یغتسل عاد جنباً غیر محدث بالحدث الاصغر لان الجنابۃ انما تعود فیما لم یصبہ الماء من اعضائہ وبوضوئہ السابق مر الماء علی اعضاء الوضوء فلا تعود الیھا جنابۃ الابسبب جدید کمابیناً فی الافادۃ الاولی ونقلنا التنصیص بہ عن الغنیۃ والبدائع فھذا(۱) ان حدث ولوقبل التیمم للجنابۃ العائدۃ و وجد وضوء وجب علیہ الوضوء قطعاً لان ھذا حدث طرأ علی طھر فینقضہ ولایکفیہ تیممہ الاٰن لانہ لجنابۃ مقتصرۃ فی غیر اعضاء الوضوء فلم یندرج الحدث فیہ وبقی مستقلا بحیالہ نعم یرتفع (۲) بتیممہ للجنابۃ العائدۃ ان لوکان عاجزا عن الوضوء ایضاً لان التیمم وان کان لجنابۃ قدر ظفر یعم البدن فاذا وجد شرطہ وھو العجز عن الماء فی اعضاء الوضوء ایضا طھرھا ایضا اما وھو قادر علی الوضوء فلا لفقد الشرط، وبالجملۃ(۳) اذا استقل الحدثان فالتیمم لھما وان کان واحدا بالصورۃ تیممان معنی ینظر فی کل منھما الی شرطہ فحیث تحقق یصح فی حقہ وحیث لا لابخلاف تیمم(۴) جنب ذی حدث مندرج فانہ تیمم

پاس سے گزرااور غسل پر قادر ہوامگر اس نے غسل نہ کیا تو وہ پھر جنب ہوگیا لیکن محدث بہ حدث اصغر نہ ہُوا۔اس لئے کہ کہ جنابت ان ہی اعضاء میں عود کرے گی جنہیں پانی نہ پہنچا اور اعضائے وضو پر اس کے وضوئے سابق کی وجہ سے پانی گزر گیاتوان پر جنابت بغیر کسی سبب جدید کے عود نہ کرے گی جیسا کہ ہم نے افادہ اولیٰ میں بیان کیا۔اور اس کی تصریح غنیہاور بدائع سے نقل کی۔پھر اس کو اگر حدث ہو۔اگرچہ لوٹ آنے والی جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے ہو۔اور وہ آب وضو پائے تو اس پر وضو قطعًا واجب ہے۔اس لئے کہ یہ ایسا حدث ہے جو طہارت پر طاری ہواتو اسے توڑ دے گا۔اور اس وقت اس کا تیمّم کرنا اسے کفایت نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ اس جنابت کے لئے ہے جو غیر اعضائے وضو میں مقتصر ہے تو حدث اس میں مندرج نہ ہوااور الگ مستقل رہ گیا۔ہاں اس کا حدث لوٹ آنے والی جنابت کا تیمّم کرنے سے اٹھ جائے گا اگر وہ وضو سے بھی عاجز ہو۔کیونکہ تیمّم اگرچہ ناخن برابر جنابت کے لئے ہو لیکن تمام بدن کو عام ہوتا ہے۔تو جب اس کی شرط۔اعضائے وضو میں بھی

عـہ قال الامام فقیہ النفس علم بہ **اقول**:والمراد القدرۃ فان العلم لایستلزم القدرۃ والقدرۃ تستلزم العلم ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)

امام فقیہ النفس نے فرمایا: دریا کا اسے علم ہوا **اقول**: مراد قدرت ہے اس لئے کہ علم ہونا قدرت کو مستلزم نہیں اور قادر ہونا علم کو مستلزم ہے ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

واحد صورۃ ومعنی لاجل الاندراج وھھنا لا اندراج الا تری الی ماقدمنا عن الکافی الاٰن من ایجاب الوضوء علیه اذا وجد ماء کافیا ببله باتفاق الامامین وان قال الامام الثانی بصرف حکم الوضوء عنه لعارض وسیجیئ فی الرسالة التالیة ان الاصح قول محمد وھذہ عین الجزئیة المطلوبة فانه جنب ذولمعة وقد احدث قبل التیمم لھا فوجب الوضوء علیه وکذلك ھو مفاد المنیة علی نسخة المتن کماقدمنا وکذلك نص علیه فی شرح الوقایة کما تقدم وقد اقرہ المحشون و الناظرون ولم یستشکله احد کما استشکلوا جمیعا قوله فی صدرالباب*وماھو الا لان ما ھنا فی حدث مستقل فلایحوم حول ایجاب الوضوء فیه شبھة ولاارتیاب*،وھھنا تعود جمیع الابحاث التی اوردناھا فی الافادۃ العاشرۃ علی طریقة السؤال*ودفعناھابعدم الاستقلال*فترد الاٰن ولامرد لشیئ منھا ولازوال*ورحم اللہ الفاضل البرجندی والعلماء جمیعا اذ صور وجود الجنابة من دون حدث بثلاث صور اولھا ھذہ ولما اتی علی استظھار عدم وجوب الوضوء خص الکلام بالاخریین وجعل ھذہ بمعزل عنه کما نقلنا کلامه اٰخر الدلائل وتتمته فی الاشکال الخامس لان ھذہ لا یرتاب فیھا وجوب

پانی سے عجز-پائی جائے تو انہیں بھی پاک کردے گا۔مگر وضو پر قدرت کی حالت میں پاک نہ کرے گا اس لئے کہ شرط مفقود ہے۔خلاصہ یہ کہ جب دونوں حدث مستقل ہوں تو ان کے لئے تیمّم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنیً دو ۲ تیمّم ہوتے ہیں ہر ایک میں اس کی شرط پر نظر کی جائے گی جہاں جس کی شرط متحقق ہو اس کے حق میں وہ تیمّم صحیح ہوگا جہاں شرط نہ متحقق ہو صحیح نہیں ہوگا۔مگر حدث مندرج والے جنب کا تیمّم اس کے برخلاف ہے اس لئے کہ اندراج کی وجہ سے وہ صورۃً بھی ایک تیمّم ہے اور معنیً بھی اور یہاں اندراج نہیں وہی عبارت دیکھ لیجئے جو ابھی ہم نے کافی کے حوالہ سے پیش کی ہے کہ باتفاق امام اعظم وامام محمد علیہما الرحمۃ اس پر وضو کے لئے کافی پانی کی دستیابی کی صورت میں وضو واجب ہے اگرچہ امام ثانی(ابویوسف)کا قول ہے کہ اس سے وضو کا حکم عارضہ کے سبب ساقط ہوجائے گا اور آنیوالے رسالہ میں یہ بات آرہی ہے کہ اصح قول امام محمد کا ہے،اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوب جزئیہ ہے اس لئے کہ وہ لمعہ والا جنب ہے جسے تیمّم جنابت سے پہلے حدث بھی لاحق ہو تو اس پر وضو واجب ہوگیا۔اسی طرح شرح وقایہ میں بھی اس کی تصریح ہے جیسا کہ گزرا۔اسے محشین اور ناظرین نے برقرار بھی رکھا اور کسی نے اس میں اشکال نہ محسوس کیا جیسے شروع باب میں ان کے قول میں سبھی حضرات نے اشکال سمجھا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں جو کلام ہے وہ حدث مستقل کے بارے میں ہے تو اس میں ایجاب وضو کے گرد کسی شک وشبہہ کا گزر نہیں۔اور یہاں وہ ساری بحثیں آجاتی ہیں جنہیں ہم افادہ دہم

الوضوء نعم (۱) لوتیمم ثم احدث ولم یتوضأ ثم مر بماء وجاوزہ فھذا وان وجد وضوء لاوضوء علیه سواء احدث او لم یحدث لان الحدث بعد ماکان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابة الی اعضاء الوضوء وکذا (۲) کل حدث یحدث بعدہ ما لم یحدث بعد رفع الجنابة العائدة عن اعضاء الوضوء بعضا اوکلا بماء اوتراب.

فظھر (۳)ان ماوقع فی مسألة الجنب المذکورۃ فی الخانیة الشریفة من قوله احدث اولم یحدث سبق قلم من الامام الاجل فقیه النفس رحمه الله تعالٰی رحمة واسعة ورحمنا به فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین ولاغر وفلکل جوادکبوۃ* ولکل صارم نبوۃ* ولاعصمة الالکلام الالوھیة ثم النبوۃ* والمسألة قد ذکرھا محرر المذھب محمد رضی الله تعالٰی عنه فی کتاب الاصل لم یذکر فیه احدث اولم یحدث وھکذا اثرہ فی الخلاصة اذ قال رجل (۴) تیمم للجنابة وصلی ثم احدث ومعه من الماء قدرمایتوضأ به لصلاۃ یتوضأ به لصلاۃ اخری فان توضأ به ولبس خفیه ثم مر بالماء ولم یغتسل حتی صارعادم الماء ثم حضرت الصلاۃ ومعه من الماء قدرمایتوضأ به فانه یتیمم ولایتوضأ فان تیمم ثم حضرت الصلاۃ الاخری وقدسبقه الحدث فانه یتوضؤ به وینزع خفیه وان لم یکن مر بماء قبل

میں بطور سوال لائے اور انہیں عدم استقلال کے جواب سے دفع کیا وہ اب پھر وارد ہوں گی اور ان میں سے کوئی نہ رد ہو سکتی ہے نہ ٹل سکتی ہے۔خدا کی رحمت ہو فاضل برجندی -اور تمام علماء- پر کہ فاضل موصوف نے بغیر حدث کے جنابت پائے جانے کی تین صورتیں پیش کیں جن میں پہلی صورت یہی ہے-اور جب عدم وجوب وضو کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر آئے تو صرف بعد والی دونوں صورتوں سے متعلق کلام کیا اور اسے معرضِ کلام سے بالکل الگ رکھا جیسا کہ دلائل کے آخر میں ہم نے ان کا کلام نقل کیا اور اس کا تکملہ اشکال پنجم میں ہے کیونکہ اِس سے متعلق وجوب وضو میں کوئی شک نہیں-ہاں اگر تیمّم کرلیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو نہ کیا پھر (نہانے کے قابل) پانی کے پاس سے گزرا،اور اسے چھوڑ کر آگے چلا گیا-تو اس شخص کے پاس اگرچہ آبِ وضو موجود ہے مگر اس پر وضو نہیں خواہ اسے حدث ہو یا نہ ہو-اس لئے کہ اس کا حدث پہلے اگرچہ مستقل تھا مگر اب اعضائے وضو میں جنابت لَوٹ آنے کی وجہ سے مندرج ہوگیا۔اسی طرح عود جنابت کے بعد جو بھی حدث ہوگا (سب مندرج ہو جائے گا) بشرطیکہ عود کرنے والی جنابت کو پانی یا مٹی کے ذریعہ اعضائے وضو سے کُلًّا یا بعضًا رفع کرنے کے بعد وہ حدث نہ پیدا ہوا ہو (کہ ایسا حدث مندرج نہ ہوگا)اس سے ظاہر ہوا کہ جنب کے مذکورہ مسئلہ میں خانیہ شریف میں واقع یہ عبارت "احدث اولم یحدث" (اسے حدث ہو یا نہ ہو)امام اجل فقیہ النفس کی سبقت قلم سے صادر ہوئی۔

ذلك مسح على خفيه الكل فی الاصل [1] اھ۔ھذا ماعندی والعلم بالحق عندربی انه بكل شیئ علیم۔

خدائے برتر انہیں اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور ان کی برکت سے دُنیا وآخرت میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ ہر اسپ خوش رفتار کو ٹھوکر بھی لگتی ہے اور ہر شمشیر بردار کو ناموافقت سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔عصمت تو صرف کلامِ الوہیت پھر کلامِ نبوت کو ہے یہ مسئلہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل (مبسوط شریف) میں بیان کیا ہے۔اس میں "احدث اولم یحدث" ذکر نہ فرمایا۔خلاصہ میں ان کی عبارت اسی طرح نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے: "ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور نماز ادا کی پھر اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرسکتا ہے تو اس سے دوسری نماز کے لئے وضو کرے گا۔اگر اس سے وضو کرلیا اور موزے پہن لیے پھر پانی کے پاس سے گزرا اور غسل نہ کیا یہاں تک کہ پانی اس کے لئے معدوم ہوگیا پھر نماز کا وقت آیا اب اس کے پاس بقدر وضو پانی ہے تو وہ تیمّم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔اگر اس نے تیمّم کرلیا پھر دوسری نماز کا وقت اس حالت میں آیا کہ اسے حدث لاحق ہوچکا تو اس پانی سے وہ وضو کرے گا اور اپنے موزے اتارے گا۔اور اگر اس سے پہلے وہ پانی سے نہ گزرا تھا تو اپنے موزوں پر مسح کرے۔یہ سب اصل (مبسوط) میں ہے اھ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے،یقینا وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔(ت)

الافادۃ۱۲: تقریری ھذا فتح وللہ الحمد بابًااٰخر للتاویل **فاقول:**مع علی معناھا ولانتصرف فی شیئ من الالفاظ ونقول الجنابة اذاشملت لم یظھر معھا حدث بل اندمج فیھا واستُھلك کالمذی فی المنی فی حکم الطھارۃ فمعیتھما لاتکون الا باستقلالھما وذلك فی جنابة مقتصرۃ لاتشتمل محل الحدث طرأ ولایکون الا بان یتوضأ بعد الجنابة کلا اوبعضا ثم یحدث کماتقدم والفرض ان الماء یکفی للحدث لاللجنابة فیجب ان تکون

افادہ ۱۲: میری اس تقریر نے بحمدہ تعالٰی تاویل کا ایک اور دروازہ کھولا **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) عبارت شرح وقایہ میں مع اپنے معنی پر ہے اور ہم کسی لفظ میں تصرف نہیں کرتے۔ہم کہتے ہیں جنابت جب شاملہ ہو اس کے ساتھ کوئی حدث ظاہر نہ ہوگا بلکہ اسی میں مل جائے گا اور غائب ومستہلک ہوجائے گا جیسے حکم طہارت میں منی کے اندر مذی کے غ یاب واستہلاک کا حال ہے۔تو حدث وجنابت دونوں ایک ساتھ اسی وقت ہوں گے جب دونوں مستقل ہوں۔یہ اس جنابت مقتصرہ میں ہوگا جو

[1] خلاصۃ الفتاوٰی خمسۃ من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۸

الجنابة فی محل اکبر من اعضاء الوضوء وحینئذ لاشك انه اذا وجد وضوء یجب علیه الوضوء بالاتفاق لان تیممه یکون للجنابة خاصة ولا یرفع الحدث لکونه مستبدا بالحکم والماء کاف له والحمدلله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه*وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا **محمّد** واٰله وذویه*اٰمین۔

پورے محلِ حدث کو شامل نہ ہو اس کی صورت یہی ہوگی کہ جنابت کے بعد کُلًّا یا بعضًا وضو کرے پھر اسے حدث ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ پانی حدث ہی کے لئے کفایت کررہا ہے جنابت کے لئے نہیں۔تو ضروری ہے کہ جنابت اعضائے وضو سے زیادہ بڑے حصّے میں ہو جب یہ صورت ہو تو بلاشبہہ آب وضو ملنے کے وقت اس پر بالاتفاق وضو واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا تیمّم خاص جنابت کے لئے ہوگا اور حدث رفع نہ کرے گا کیونکہ حدث تو اپنا مستقل حکم رکھتا ہے۔اور اس کے لئے بقدر کفایت پانی موجود ہے اور ساری حمد خدا کے لئے ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد۔اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود وہو۔الٰہی! قبول فرما۔(ت)

فظهر ان معنی کلام الامام ان المحدث علی ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم یکن معها حدث اصلا کما مر تصویره اوکان وهو مغمور مستهلك فیها کجنب لم یمس ماء اوغسل بدنه ماعدا اعضاء الوضوء اوغسل غیرها و غیرحصة اخری ثم احدث فی الکل قبل ان یتطهر لها،والثانی من به جنابة معها حدث کجنب توضأ اوغسل بعض اعضاء وضوئه فقط اومع غیرها من سائر البدن کلا او بعضا ثم احدث قبل التیمم لها او فعل ذلك وفنی الماء وتیمم لها ثم احدث ثم مر بماء یکفی لها فلم یغتسل،والثالث من به حدث وحده وهوظاهر وهذه احکامها اما القسم الاول

اس سے ظاہر ہوا کہ امام صدر الشریعۃ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ محدث کی تین ۳ قسمیں ہیں:

اوّل: وہ جسے صرف جنابت ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی حدث بالکل نہ ہو۔جیسا کہ اس کی صورت کا بیان گزرا۔یا حدث ہو تو وہ جنابت ہی میں مخفی و مستہلک ہو جیسے وہ جنب جس نے پانی مَس نہ کیا۔یا اعضائے وضو کے ماسوا بدن دھولیا۔یا اعضائے وضو اور کسی دوسرے حصّہ کو چھوڑ کر باقی سب دھولیا۔پھر ان سبھی صورتوں میں جنابت سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا۔

دوم: وہ جسے ایسی جنابت ہے جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے۔جیسے وہ جنب جس نے وضو کرلیا یا صرف بعض اعضائے وضو دھولیے یا بعض اعضائے وضو باقی بدن میں سے کل یا بعض

(اذاکان للجنب) المتفرد بالجنابة بدليل المقابلة (ماء يكفى للوضوء لاللغسل) اى ازالة الجنابة الشاملة كمافى الصورة الاولى او غيرها كمافى الاخيرتين فانه (يتيمم لايجب عليه التوضى عندنا)اذلاحدث معه يستقل بحكم والفرض انه لايخرجه عن جنابته فكان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعى) رضى الله تعالٰى عنه لماعلمت و(اما) القسم الثانى (اذاكان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) مستبد بالحكم (فانه يجب عليه الوضوء) قطعالان حدثه مستقل وقدقدر على ماء يكفى لازالته ولايكفيه التيمم (فا) عـــه ن ا (التيمم الذى يفعله انما يكون (للجنابة) خاصة لعدم الاندراج فيلزم الوضوء (بالاتفاق و) اما القسم الثالث (اذاكان للمحدث) المتفرد بالحدث (ماء يكفى لغسل بعض اعضائه

کے ساتھ دھولے پھر جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا یا اتنااس نے کیااور پانی ختم ہوگیااور جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر اتنے پانی کے پاس سے گزرا جو جنابت کے لئے کافی تھامگر اس نے غسل نہ کیا۔

سوم: وہ جسے صرف حدث ہو یہ ظاہر ہے۔اور تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں۔لیکن قسم اول (جب جنب کے پاس) وہ جسے صرف جنابت ہو اس قید کی دلیل یہ ہے کہ مقابلہ میں ایسا جنب مذکور ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہے (اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو غسل کے لئے نہیں) یعنی جنابت شاملہ دُور کرنے کے لئے نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔یا غیر جنابت شاملہ کے لئے نہیں جیسا کہ بعد والی دونوں صورتوں میں ہے۔(تو وہ تیمّم کرے گا اور ہمارے نزدیک اس پر وضو واجب نہیں) اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو مستقل

عـــه: هذا على التعليل وان جعلنا الفاء للتفريع امكن تعلق قوله بالاتفاق بمايليه على تقدير تأخر التيمم عن الوضوء فيكون المعنى (يجب عليه الوضوء) فاذاتوضأ (فالتيمم) الذى يفعله بعده يبقى (للجنابة بالاتفاق)لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعده ولكن الاول هو الاولى كمالايخفى ۱۲ منه غفرله (م)

یہ اس تقدیر پر ہے کہ ف برائے تعلیل ہے۔اور اگر فاء برائے تفریع مانیں تو ان کے قول بالاتفاق کا تعلق اسی عبارت سے ہوگا جس سے یہ متصل ہے اس تقدیر پر کہ تیمّم وضو کے بعد ہو تو معنی یہ ہوگا (اس پر وضو واجب ہے) توجب وہ وضو کرلے (تو تیمّم) جسے وہ بعد میں ہی کرے گا (بالاتفاق جنابت کے لئے) باقی رہے گا کیونکہ حدث وضو سے رفع ہوگیا اور اس کے بعد پانی بھی ختم ہوگیا۔لیکن اول اولٰی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

فالخلاف) بیننا وبین الشافعی رضی الله تعالٰی عنه (ثابت ایضا) فی وجوب صرف ذلك الماء وعدمه وهذا کماتری بحمدالله تعالٰی احق باسم الشرح من اسم التأویل اذلیس فیه صرف لفظ عن معناه واصلا، وانا اجعله هدیة لروح الامام صدر الشریعة*جعله الله تعالٰی لاصلاح احوالی ومغفرة*ذنوبی ذریعة*انه هو الرؤف الرحیم*ربنا تقبل منّا انك انت السمیع العلیم*والحمدلله حمدًا کثیرا طیبا مبارکا فیه*وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وذویه*اٰمین۔[1]	حکم رکھتا ہو۔اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی اسے جنابت سے نکال نہیں سکتا تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے (بخلاف امام شافعی کے) رضی اللہ تعالٰی عنہ۔اس کی وجہ معلوم ہوچکی (لیکن) قسم دوم (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے) جبکہ حدث اپنا مستقل حکم رکھتا ہو (تو اس پر وضو واجب ہے) قطعًا کیونکہ اس کا حدث مستقل ہے اور اسے اتنے پانی پر قدرت بھی ہے جو اس حدث کو دُور کرنے کے لئے کافی ہے۔اور اس کے لئے تیمّم کفایت نہیں کرسکتا اس لئے (کہ تیمّم) جو وہ کررہا ہے صرف (جنابت کے لئے ہے) کیونکہ حدث اس میں مندرج نہیں۔تو وضو لازم ہے (بالاتفاق)۔رہی قسم سوم (جب محدث) جو صرف حدث والا ہے (کے پاس اتنا پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے دھونے کے لئے کفایت کرے تو بھی اختلاف) ہمارے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان (ثابت ہے) اس بارے میں کہ اس پانی کو صرف کرنا واجب ہے یا نہیں۔(ان کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک نہیں ۱۲م الف) یہ توضیح جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے تاویل سے زیادہ شرح کا نام دیے جانے کی مستحق ہے۔کیونکہ اس میں کسی لفظ کو اس کے معنی سے پھیرنا بالکل نہیں۔میں اسے امام صدر الشریعۃ کی روح پاک کے لئے ہدیہ کرتا ہوں۔انہیں خدائے برتر میرے احوال کی اصلاح اور میرے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد، ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔الٰہی قبول فرما۔(ت)

خلاصہ تحقیقات: ان چند مسائل سے واضح تنبیہ ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض ونفاس اور لفظ حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے **اقول:** وباللہ التوفیق

مسئلہ (ا): جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو

[1] ماخوذ من شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی، ۹۵/۱

جیسے سو کر اٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یوں ہی غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اس کے ساتھ کا جیسے جنابت کے لئے تیمّم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بے ٹھا اور اس کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابلِ غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس [۱] دن دو [۲] منٹ خون آیا تو جس وقت دس [۱] رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اس کے انقطاعِ حیض اور اس پر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریانِ خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدثِ اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصال حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اس پر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ [۱] جب حدث وجنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُن کے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اس کی دو [۲] قسمیں ہیں:

اوّل: کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصّہ محلِ جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اتنی ہی جگہ ہو یا اُس کے علاوہ اور بھی ہم نے اس کا نام حدث مندرج یا مندمج رکھا اس کی بارہ [۱۲] صورتیں ہیں کہ اگر حدث [۱] کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا [۲] حدث بعض میں ہے تو جنابت کل یا ((۳) اعضائے وضو سے اُس بعض یا [۴] کے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصّہ میں ہے یہ چار [۴] شکلیں ہُوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف یہیں ہو یا اس کے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل میں بھی تو بارہ [۱۲] ہو گئیں مثلاً:

(۱) جنب [۱] محدث نے وضو نہ کیا باقی کُل بدن دھولیا کہ حدث وجنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا [۲] باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت اُن کے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا [۳] اصلاً پانی نہ چھُوا کہ حدث اُس کُل اور جنابت سارے بدن میں ہے۔

(۲) محدث [۴] نے بعض اعضائے وضو دھولئے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلاحدث جنابت ہوئی جس کی تصویر اوپر گزری اب یہ جنابت کل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض [۵] دھولیا یا [۶] کچھ نہیں۔

(۳) جنب [۷] محدث نے بعض اعضائے وضو دھولے اور باقی بدن کُل یا [۸] بعض یا [۹] کچھ نہیں۔

(۴) محدث [۱۰] نے مثلاً دو عضو وضو دھولے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو [۲] میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث دو [۲] عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن دو [۲] اور اُن کے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا بعض [۱۱] دھویا یا [۱۲] کچھ نہیں۔

تنبیہ اوّل: اندراج [۲] حدث کی چھ [۶] صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴۔۵۔۶۔۱۰۔۱۱۔۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متاخر ہوا تو اس بعض سے اس کا ارتفاع دھونے

ہی سے ہوگا اور دھونا جنابت کو بھی زائل کردے گا۔ ہاں باقی چھ[6] میں حدث وجنابت کا تقدم وتاخر دونوں ممکن ولہذا ہم نے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے وباﷲ التوفیق۔

دوم: حدث کُل یا بعض محل جنابت سے جُدا ہو اسے حدث مستقل یا مستبد کہیے۔ اس[1] کی دس[10] صورتیں ہیں کہ حدث کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلًا نہ ہو یہ بھی چار[4] شکلیں ہوئیں مگر دو[2] پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو[2] پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلًا نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کُلی کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت وحدث میں ہے لہٰذا یہ دس[10] ہی صورتیں رہیں، مثلًا:

(۱) جنب[1] نے صرف بعض اعضائے وضو یا[2] ان کے ساتھ باقی کل یا[3] بعض بدن دھولیا پھر حدث ہوا کہ یہ کل اعضائے وضو میں ہے۔

(۲) جنب[4] نے صرف پورا وضو کیا یا[5] باقی بدن کا بھی ایک حصّہ دھویا پھر حدث ہوا۔

(۳) جنب[6] نے فقط ہاتھ یا (۷) غیر اعضائے وضو کا کُل یا (۸) بعض بھی دھویا پھر حدث ہوا اور پاؤں دھوئے کہ پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہوگئے اور حدث باقی تین ۳ اعضاء میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف دو ۲ میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھوچکا ہے

(۴) جنب[9] نے فقط وضو یا[10] باقی بدن کا بھی بعض دھویا پھر حدث ہوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے۔

اقول: یہاں[2] کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہوں کہ اس وقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۴۔۵۔۹۔۱۰ میں یا بعض اس وقت یہی ٹکڑا مستقل ہوگا جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہے گا جیسا باقی ۶ میں۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ اقول: استقلال[3] حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل حدث میں اصلًا نہ ہو یا ہو تو اُس کے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کُل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے نہ اُٹھے گی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کردے گا۔

ثمّ اقول: تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں چونتیس[34] احتمال عقلی ہیں کہ حدث[1] اگر کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت کُل یا[2] بعض میں ہو یا[3] ان میں کہیں نہیں اور[4] اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل اعضائے وضو یا[5] اُسی حدث والے حیض کے کُل یا بعض[6] یا بعض[7] دیگر کے کُل یا بعض[8] یا بعض[9] اول کے کُل اور دیگر کے بعض یا[10] بالعکس یا[11] دونوں بعضوں کے بعض یا[12] کسی میں نہیں۔ یہ بارہ[12] شکلیں ہوئیں جن میں سوم و دوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں اور باقی دس[10] ثلاثی۔ ان میں بارہ[12] صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کُل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض

کے ساتھ کہ ۷، ۸، ۱۰، ۱۱ ہیں اور ہر ایک ثلاثی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصّہ جسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُس کے کُل یا بعض میں جنابت ہے اور پہلے حصّے کے کُل میں حدث ہے اور اس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے اب اگر جنابت پہلے ہے اُس کے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصّہ بےپُورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے اور جب دھو یا جائے گا جنابت کو بھی رفع کردے گا اُس کے کُل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور حدث پہلے ہے اُس کے بعد جنابت بے حدث ہوئی تو پہلے حصے کا جب تک کُل یا بعض نہ دھو یا گیا اس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھو یا گیا تو کُل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُس کے کُل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث وجنابت ساتھ ہوں تو دونوں استحالے ہیں لہٰذا ان ۳۴ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج ۱۰ مستقل۔

مسئلہ ۲(ا): حدث مندرج کوئی حکم جُداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک ومستغرق ہو جاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اس کی بارہ[۱۲] صورتوں سے ا و ۷ جن میں جنابت وحدث باہم منطبق ہیں ایک دوسرے سے باہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کو کافی ملا تو ضرور استعمال کرے گا اُسی میں جنابت وحدث دونوں زائل ہو جائیں گے۔ نہ ملا نہ کرے گا دونوں رہیں گے، ہاں باقی دس صورتوں میں اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہوگا۔

مسئلہ ۳: صورت سوم میں کہ پُورا نہانا درکار ہے اور کُل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضوئے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کر پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہائے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لئے کافی پانی موجود ہے اور اس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُس کے گنجائش ہے بااینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمّم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴: یوں ہی صورت ۶ میں کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن ہے کہ اُس کے لئے ایک ہی چلّو درکار ہوتا اگر اتنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمّم پر قانع ہو۔

مسئلہ ۵: یوں ہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصّہ اور اُن کے علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر اُنہیں وجوہ سے اس پر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُس پر قادر جب بھی صرف تیمّم کرے۔ غرض تضاعیف ۳ کی چاروں ۴ صورتیں ایک حکم رکھتی ہیں۔

مسئلہ ۶: باقی ۶ صورتوں ۲۔ ۴۔ ۵۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۱ میں جنابت کے لئے جتنا دھونا درکار ہے

اگراسکے لیے پانی یاوقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اس کے لئے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہار کھتا ہو جب تو ان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمّم کرے۔

ولایلزم فیھا ولا فی الصورتین و تلفیق الطھارت من ماء و تراب بل یسقط ما تقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط کما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول۔	ان میں اور صورت ۹۔۱۲ میں طہارت کو پانی اور مٹی سے خلط کرنا لازم نہیں آتا بلکہ پہلے جو ہو چکا ساقط ہو جائے گا اور وہ صرف تیمّم سے ادا کرنے والا ہوگا، جیسا کہ دلیل اول میں امام عینی کے حوالے سے ہم نے پیش کیا۔(ت)

مسئلہ ۷: ان چھ[۶] صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہو ناظاہر اصورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث ہو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہے کہ مطلوب حدث کے لئے پانی پایا اور اس کے دھونے پر قادر ہے تو عجز کہیں نہ ہوا لہٰذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جس قدر مطلوب جنابت سے بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں اس حصہ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہے اور تیمّم کی اجازت اب بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہے اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لئے تیمّم کرے **فانہ ھو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ما تقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لفقد شرطہ العجز** (کیونکہ یہی تلفیق ممنوع ہے اور سابق کے ساقط ہونے کا امکان نہیں اس لیے کہ تیمّم اپنی شرط۔عجز۔کے فقدان کی وجہ سے اس کے قائم مقام نہیں۔ت) بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں سے بہرحال حدث کے لئے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں۔

مسئلہ ۸: باقی چار صورتوں ۲۔۵۔۸۔۱۱ میں کہ تین کے فصل متوالی سے ہیں نظر کی جائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہے یہ مجموعہ زائد ہے یا اس کے علاوہ اب جو جنابت کے لئے دھونا ہے وہ زیادہ ہے۔ بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمّم۔ وجو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ اعضائے وضو کل یا بعض جس قدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ ان کا نام مطلوب حدث ہے اتنے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ت) اور جتنا بدن بعد جنابت دھل چکا اُس کا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا

نام مقدور رکھئے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہے اسے دوسرا فریق کیجئے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دھل چکا یہ فریق اول تمام اعضائے وضو دونوں فریقوں میں مشترک ہیں مشترک ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں میں نسبت دیکھی جائے جو دھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دھلا تھا اس پر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمّم۔

مسئلہ ۹: یونہی صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت و حدث دونوں سے دھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث و مطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے لہٰذا باقی ہی بدن کے دونوں حصہ مغسول و غیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمّم۔

مسئلہ ۱۰: صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں کل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دھل چکے تھے مقدور میں شامل ہونگے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمّم۔ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہوگیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جس قدر حدث میں نہ دھلے تھے اب دھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دھل چکے تھے ان پر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمّم۔

مسئلہ ۱۱: صورت ۱۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں مع زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہو کر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن نہ دھلے انہیں جنابت کے لئے اور باقی بدن کے لئے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمّم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دھلا اس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو تو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمّم۔

تنبیہ: یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصّہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شاملِ مقدور ہوگا۔

تنبیہ: جتنے حصہ میں فی نفسہ ضرر نہ ہو مگر اس کے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جس میں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کمانصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے اور خدائے پاک وبرتر خُوب جاننے والا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲: جس طرح ابتدا میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمّم کو مانع نہیں یوں ہی اگر پانی اصلًا نہ تھا اور تیمّم کرلیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کرگیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو کافی ہے جب بھی اُس کے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمّم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹے گا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمّم جنابت کا تھا اور اُس کے قابل پانی نہیں بفضلہٖ عزوجل یہ تمام احکام ومسائل وتفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اس کے غیر میں نہ ملیں گے۔

ذکرناھا تفقھا ونرجو من ربنا اصابۃ الصواب* والحمدللہ العزیز الوھاب* وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب* واٰلہ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب*	ہم نے یہ تفقّھا بیان کیے اور ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ صواب ودرستی کو ہم نے پالیا اور تمام تعریف عزّت والے بہت عطا فرمانے والے خدا کے لئے ہے۔اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو بہت رجوع لانے والے آقا،ان کی آل،ان کے اصحاب اور ان کی امت پر روزِ حساب تک۔(ت)

مسئلہ ۱۳: حدث[1] مستقل مستقل ہے اس کے لئے تیمّم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائے گا جو اس کے لئے کافی ہو مطلوب جنابت سے عجز اُس کے لئے تیمّم جائز نہ کرے گا مثلًا استقلال[2] کی صورت نہم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لئے اتنا پانی درکار ہے جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لئے صرف اس پور کو۔اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھوسکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لئے تو تیمّم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کرے گا تو تیمّم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھولے کہ حدث مستقل سے فارغ ہوجائے جنابت کے لئے تیمّم کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمّم کیا کہ دونوں کے لئے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمّم

جداجدا اپنی شرط کا پابند رہے گا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمّم ٹوٹ جائے گا اسے دھونا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۲ کہ اُس میں تیمّم صورۃً ومعنیً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لئے کافی پانی سے نہ جائے گا جب تک جنابت کو کافی نہ ہو۔

مسئلہ ۱۵: جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمّم سے ہوئی ہو پانی سے کوئی حصّہ نہ دھویا ہو اُس کے بعد جو حدث ہوگا تمام وکمال مطلقاً مستقل رہے گا کہ جنابت رفع ہوچکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنی مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہُوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمّم کا حکم تھا تیمّم کرلیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لئے بھی تیمّم ہی کافی ہُوا تھا اب بھی تیمّم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا کہ جنابت کے لئے تو تیمّم کرچکا وہ حدث سے نہ ٹوٹے گا جب تک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمّم جنابت کے لئے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لئے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اس کے لئے تیمّم کیسے کرسکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے۔

مسئلہ ۱۶: ہاں اگر جنب نے پانی نہ پاکر تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر قابلِ جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمّم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت وحدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اس کے لحاظ سے وہی صور اندراج واستقلال جاری ہوں گی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لئے صرف تیمّم کیا تھا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جس میں اعضائے وضو بھی داخل لہٰذا حدث کہ مستقل تھا اب مندرج ہوگیا اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کرلیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہے گا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پلٹے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ (اور اسی پر قیاس کیا جائے۔ت) یوں ہی اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہوا تو انہیں تفاصیل واحکام پر رہے گا اگر بعد جنابت وعود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہ مندرج ہوجائے گا اور اگر پہلے یا اب وضو کرلیا تھا اس کے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہے گا اور اگر بعض اعضائے وضو دھولئے تھے تو اس قدر میں مستقل باقی میں مندرج۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم* وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم* وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد النبی الکریم الاکرام* الحبیب الرؤف الارأف الرحیم الارحم* وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم* قادتنا	اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ اور خدائے برتر درود نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد نبی کریم اکرم، حبیب مہربان، مہربان تر، رحیم ارحم پر اور ان کی آل واصحاب سرداران اقوام پر جو راہِ راست کی جانب ہماری قیادت کرنے والے

الی الطریق الامم *وابنه وحزبه وامته وبارك وسلم *ابد الاٰبدین *والحمدلله ربّ العٰلمین *	ہیں اور ان کے فرزند، ان کے گروہ وان کی امت پر اور برکت و سلام سے بھی نوازے ہمیشہ ہمیشہ، اور تمام تعریف سارے جہانوں کے مالک خدا کے لئے ہے۔(ت)

رسالہ
مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ
(حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی جلّی الشمعۃ*شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ*حمدا بریاعن الریاء والسمعۃ* اذاظھر انوار من عید الجمعۃ * وفتح بنورہ بصر المؤمن وسمعہ*واتم بظھورہ قلع کل ضلال وقمعہ*صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم ابد الصلاۃ وسلاماً وبرکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ*اٰمین۔اللہ	تمام حمد خدا کے لئے جس نے شمع فروزاں کی، شمع اسلام کو بھرپور تابندگی کے ساتھ جلوہ گر گیا،ایسی حمد جو ریا وسمعہ سے پاک ہو اس لئے کہ اس نے اس ذات کے انوار ظاہر کیے جس نے جمعہ کو عید بنایا اور جس کے نور سے مومن کی بصارت وسماعت کھولی،اور اس کے ظہور سے ہر گمراہی کا قلع قمع تام کیا اس ذات پر خدائے برتر کی طرف سے درود اور برکت وسلام ہو،ایسا درود وسلام اور ایسی برکتیں جو حضور کے سبھی لوگوں کو عام اور ان کی پُوری جماعت کو ہمہ گیر ہو الٰہی قبول فرما۔(ت)

رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں مسئلہ لُمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُن کے بیان میں یہ سطور ہیں وباللہ التوفیق (اور یہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے۔ت) جنب نے بدن کا کچھ حصّہ دھو یا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو ورفع حدث میں

صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں یا کیا۔ یہ مسئلہ لُمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصّہ بدن ہے جو بعد جنابت سے لانِ آب سے رہ گیا۔

اقول: یہاں تین تقسیمیں ہیں:

تقسیم اوّل: بلحاظ محل لمعہ۔ اُس میں سات ۷ احتمال ہیں:

(۱) وہ لُمعہ خود یہی اعضائے وضو ہوں انہیں کو غسل میں نہ دھو یا تھا پھر حدث بھی ہوا، اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہو چکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہوگی جن کا وضو میں دھونا فرض ہے جس پر پانی کی کفایت و عدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کردے ولہٰذا [۱] محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مُنہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ واستنشاق کو تو اُس پر وضو فرض ہے تیمّم جائز نہیں اور بعد تیمّم اتنا پانی پائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) لُمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھو یا تھا اگرچہ اسی قدر کہ مضمضہ واستنشاق نہ کیا تھا۔

(۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی ان کے سوا تمام بدن مع دہان وبینی اور ان میں سے بعض دھو لیے تھے بعض باقی۔

(۴) لمہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھو یا یا مثلاً صرف منہ دھونا اور مضمضہ باقی تھا۔

(۵) لُمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے۔

(۶) لمعہ اعضائے وضو سے جُدا بعض باقی بدن ہوا اگرچہ اسی قدر کہ پُورا نہایا اور مضمضہ واستنشاق نہ کیا۔

(۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ واستنشاق کیا۔

تقسیم دوم: بنظرِ ترتیب حدث و تیمّم و وجدان آب۔ علمانے کچھ مفصّل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُس کے لئے تیمّم کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول:** یہاں چار ۴ چیزیں ہیں:

(i) تیمّم جنابت

(ii) حدث

(iii) تیمّم حدث

(iv) وجدان آب

ان کے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس ۲۴ ہیں لیکن یہاں چند نکلتے ہیں کہ اُن میں سے بہت کو کم کردیں گے۔ **اولاً:** وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے،

ولهذا لما ذكر الامام الاسبيجابى فى شرح الطحاوى ما اذا وجد الماء بعد التيمم للجنابة لم يزد على انه ان كفاه غسل والا فتيممه باق[1]۔	اسی لئے جب امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں تیمّم جنابت کے بعد پانی ملنے کی صورت بیان کی تو اس سے زیادہ نہ کہا کہ "وہ پانی اگر کافی ہو تو غسل کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے۔(ت)

تو چوبیس ۲۴ میں وہ چھ ۶ جن کی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمّم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یوں ہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آبِ وسط میں آئے تصویر اس پر ختم کردی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے۔

ثانیا: مذہب صحیح ۱ ومعتمد پر نیت تیمّم میں تعیین حدث وجنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وہ چھ ۶ جن کی ابتدا میں تیمّم جنابت ہے اور وہ چھ ۶ جن کے آغاز میں تیمّم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجئے تو تیمّم حدث پیش از حدث باطل ہے یوں بھی یہ چھ ۶ نکل جائیں گے۔

ثالثا: جس ترتیب میں دونوں تیمّم متصل واقع ہوں ایک واجب الحذف ہے کہ تیمّم ۲ بعد تیمّم لغو ہے یوں ان ۱۸ سے پانچ رہ جائیں گی اور اس ایک سے مل کر ۶۔ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمّم وحدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمّم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو ۲ یہاں قابلِ لحاظ نہیں کہ اُن میں حدث وجنابت کا اجتماع ہی نہیں۔ اور اُن کا حکم خود ظاہر، پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمّم دُوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمّم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں، باقی چار ۴ یہ ہیں:

(۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمّم نہ کیا تھا، یہ دومِ متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار ۴ چیزوں سے اس میں دو ۲ ہیں۔

(۲) حدث ہوا پھر تیمّم کیا پھر پانی پایا۔

(۳) تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں۔

(۴) تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمّم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے۔

ثم اقول: مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث وجنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کے

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی

قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صور تکمیل اقسام کے لئے ہیں یہ سوال وہیں عائد ہوگا جہاں حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہیں رکھتا نہ وہ اپنے لئے پانی کا طالب، اور ہم رسالہ الطلبة البدیعه میں واضح کرچکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کُل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی عـــه یا موقت کے بعد حادث ہو اور حدث جب حادث ہوگا کُل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جس پر اس مسئلہ لُمعہ میں کلام ہے اقسام مسطورہ رسالہ مذکورہ سے صورتِ اولٰی کے اقسام پر ہے جس میں حدث کُل اعضائے وضو میں تھا اُس کی آٹھ قسمیں تھیں جنابت کُل یا بعض اعضائے وضو میں تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو میں اصلا نہ ہو صرف بعض یا کُل باقی بدن میں ہو ان میں سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن میں ہو یہاں نہیں کہ کلام لمعہ میں ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن میں جنابت ہوئی باقی سات [۷] یہی سات [۷] ہیں جو ابھی تقسیم اوّل میں مذکور ہوئیں۔ یہ ان چار [۴] انواع تقسیم دوم سے مل کر اٹھائیس [۲۸] ہوئیں مگر ان میں چار [۴] وہ ہیں جن میں حدث اصلاً مستقل نہیں یعنی تقسیم اول کی دو [۲] قسم پیشین جن میں جنابت جمیع اعضائے وضو میں ہے تقسیم دوم کی دو [۲] نوع اوّل سے مل کر جن میں حدث تیمّم جنابت سے پہلے ہے لہٰذا یہ چار [۴] اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں۔

اقول: اور ان کا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لئے کافی دیکھا جائے گا اگر ہے اُس کا دھونا واجب اُس کے ساتھ حدث خود ہی دُھل جائے گا ولہٰذا پہلی صورت میں کہ جنابت صرف کُل اعضائے وضو میں تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے، اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہیں تو استعمال اصلاً ضروری نہیں اگرچہ وضو کے لئے کافی ہو ہاں تقلیل لمعہ کے لئے اسے استعمال کرے گا جس میں اختیار رہے گا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن میں جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن میں ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لُمعہ دھوئے اور کُچھ اعضائے وضو یا وضو پُورا کرے اور کُچھ لمعہ دھوئے ہاں دونوں صورتوں میں وضو اولٰی ہے کہ ادائے سنّت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبة البدیعة (جیسا کہ کافی اور عتابی کی شرح زیادات کے حوالے سے الطلبة البدیعة میں گزرا۔ت) باقی رہیں چوبیس [۲۴] اُن میں اٹھارہ [۱۸] کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتوں قسمیں تقسیم دوم کی اخیرین سے مل کر کہ چودہ [۱۴] ہوئیں اس لئے کہ حدث بعد تیمّم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اوّل کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے مل کر چار ہوئیں اس لئے کہ یہاں جنابت خود ہی اعضائے وضو میں نہیں تو حدث اگرچہ اُس کے

عـــه: بعد جنابت اگر پُورا وضو کرلیا کل اعضائے وضو سے جنابت کا زوال کُلّی ہوگیا اور بعض دُھلے تو بعض سے اور اگر صرف تیمّم کیا تو کُل اعضا سے وقت وجدان آب تک زوال ہوا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تیمّم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ ۶ یعنی تقسیم اول کی ۳۔۴۔۵ تقسیم دوم کی ۱۔۲ سے مل کر ان میں پورا حدث مستقل نہیں بلکہ اُتنے ہی حصّہ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے ان ۱۸ میں حدث پورے وضو کا پانی چاہے گا اور ان چھ ۶ میں صرف اُتنا جو اس حصہ کو دھودے جس میں یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دے گا۔

تقسیم سوم: پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس میں علماء نے پانچ اصناف فرمائیں:

(۱) صرف وضو کو کافی

(۲) صرف لمعہ کو کافی

(۳) مجموع کو کافی

(۴) ہر ایک کو جدا جدا کافی کہ چاہے وضو کرلے یا لُمعہ دھولے دونوں نہ ہو سکیں۔

(۵) اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل (۱) شرح طحاوی و (۲) خزانۃ المفتیین و (۳) منیہ و (۴) حلیہ و (۵) شرح وقایہ و (۶) ردالمحتار میں وضو و لمعہ سے تعبیر فرمائی۔

وانا اقول: تعبیر ۱ حدث وجنابت سے جس طرح خلاصہ میں فرمائی اس سے اولیٰ ہے اور حق ۲ تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر، اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ ۶ صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُس کے لئے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ اُتنے ٹکڑے کو۔

والکافی(۳) والهندیة وان عبرا بالحدث واللمعة فقد قالا لو صرفه الی الوضوء جاز اتفاقا[1]۔ وقال فی الکافی فی الاٰخر ثم وجد ماء یکفی لاحدهما ای لبقیة بدنه اولمواضع وضوئه[2] اھ۔ وقال فی السراج الوهاج ومنحة الخالق فی مسألة اللمعة لو توضأ بذلك الماء لم یجز[3] اھ۔ وصدر(۴) الشریعة وان عبر فی موضعین بالحدث والجنابة	اور کافی وہندیہ میں اگرچہ حدث ولمعہ سے تعبیر کی پھر بھی یہ فرمایا "اسے اگر وضو میں صرف کیا تو بالاتفاق جائز ہے"۔ اور کافی کے اندر آخر میں فرمایا" پھر اتنا پانی پایا جو دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے یعنی بقیہ بدن کے لئے یا مواضع وضو کے لئے" اھ سراج وہاج اور منحۃ الخالق میں لمعہ کے مسئلہ میں فرمایا" اگر اس پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں" اھ، اور صدر الشریعۃ نے اگرچہ دو جگہ حدث وجنابت سے

[1] فتاوٰی ہندیہ ماینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[2] کافی

[3] منحۃ الخالق مع البحر، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۳۹

غیر ان عبارته ابعد العبارات عن احاطة الاقسام لتخصیصه الکلام بلمعة فی الظهر فقد اختار القسم السادس من الاقسام السبعة عینا وبالجملة الظاهر المتبادر من کلامهم رحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم قصر الکلام علی القسمین الاخیرین الذین فیهما الحدث خارج اعضاء الوضوء والله تعالٰی اعلم بمراد عباده۔	تعبیر فرمایا سوااس کے کہ لمعہ پشت سے کلام خاص کردینے کی وجہ سے ان کی عبارت احاطہ اقسام کے معاملہ میں سب سے زیادہ بعید ہے۔پھر انہوں نے ساتوں اقسام میں سے قسم ششم خاص طور سے اختیار کی بالجملہ کلمات علماء سے ظاہر متبادر یہی ہے کہ کلام ان اخیر دو قسموں میں محدود ہے جن میں حدث اعضاوضو کے باہر ہے۔خداان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے اور خدائے برتر کو اپنے بندوں کی مراد خوب معلوم ہے۔(ت)

ثمّ اقول: تقسیم اوّل کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہوسکیں گی۔

قسم اوّل میں صرف دو[۲] ہوں گی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو ولمعہ متحد ہیں تو پہلی [عہ۱] تین[۳] صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔لہٰذا قسم [عہ۲] اوّل کہ دو[۲] نوع آخر سے دو[۲] تھی ان دو[۲] صنفوں سے چار[۴] ہوئی۔

قسم دوم میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم وچہارم محال تو یہ قسم دو[۲] نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ[۶] ہوئی۔

قسم سوم میں دو[۲] نوع آخر کے ساتھ پُورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہٰذا یہاں بھی تین[۳] ہی صنفیں ہوں گی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں۔یہاں اول وچہارم محال اور دو[۲] نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہے گا اور اب پانچوں صنفیں ہوں گی کہ یہاں اعضائے وضو دو[۲] حصّے ہوگئے ایک میں جنابت ہے جو بعد جنابت نہ دھو یا تھا دوسرے میں حدث مستقل اب ہوسکتا ہے کہ پانی[۱] صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصّہ چھوٹا ہو یا[۲] صرف جنابت کو جبکہ وہ حصّہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا[۳] پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہے یا[۴] ہر حصّے کو جدا جدا جبکہ وہ

عہ۱: یایوں کہیے کہ پہلی دو بھی ناممکن صرف سوم وپنجم ہیں۔ظاہر ہے کہ مجموع کو کافی ہونے کے یہ معنی کہ اُس سے دونوں ادا ہوسکیں یہ یہاں حاصل ہے ۱۲منہ غفرلہ (م)

عہ۲: یہ اختلاف تعبیر ملحوظ رہے کہ قسم سے مراد تقسیم اوّل کے اقسام ہیں اور نوع سے تقسیم دوم کے اور صنف سے تقسیم سوم کے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دونوں برابر ہوں یا کم وبیش اور پانی بڑے کو کافی ہے نہ مجموع کو یا[5] کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس[10] یہ چھ[6] وہ سولہ[16] ہوئیں۔

قسم چہارم: چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو[2] نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو[2] نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو وبعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں رُو وپشت سے دو[2] دو[2] انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلٰثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا وقس علیہ تو یہ قسم بیس[20] ہوئے۔

قسم پنجم: ہر نوع کے ساتھ چار رہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محلِ وضو سے زائد ہے تو یہاں صنفِ دوم ناممکن ہے اور یہ قسم سولہ[16]۔

قسم ششم: میں بہر حال پانچوں ہو ناظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور، تو یہ بھی بیس[20] ہے۔

قسم ہفتم: میں صنف دوم محال اور مثل پنجم سولہ[16]۔ لہٰذا مسئلہ لُمعہ میں **سب صورتیں اٹھانوے**[98] ہُوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگرچہ ظاہر متبادر اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ[15] ورنہ احاطہ بہر حال نہیں ہوسکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور در کنار تفصیل مسئلہ اس وقت دس[10] کتابوں سے پیش نظر شرح[1] مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر[2] خزانۃ المفتین، [3]خلاصہ، [4]کافی پھر[5] ہندیہ، [6]منیہ، [7]حلیہ پھر [8]ردالمحتار، [9]سراج وہاج، [10]صدر الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کرکے باقی کا اُس پر حوالہ کردیا اور البحر الرائق نے زیر قول مصنّف لبعدہ میلا ضمناً صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا۔ منیہ نے صرف نوعِ اوّل لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں۔ خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا۔ کافی وہندیہ نے نوعِ چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم وسوم میں صرف صنف چہارم۔ شرح طحاوی وخزانۃ المفتین وحلیہ وردالمحتار نے دو[2] نوع اخیر میں پانچوں صنف۔ شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرمادیا۔ عبارت یہ ہیں:

منیہ: جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذاکان الماء یکفی للمعۃ	**منیہ:** کسی جنب نے غسل کیا، لُمعہ رہ گیا اور اس کے پاس پانی نہیں تو لمعہ کے لئے تیمّم کرے اور اگر حدث ہونے کے بعد پانی پاجائے تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے جبکہ پانی لمعہ کے لئے کفایت کرتا ہو

ولایکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء لاللمعة یتوضأ ویتیمم عـه لاجل اللمعة وان کان الماء یکفی لاحدھما علی الانفراد فانه یغسل اللمعة ویتیمم للحدث[1] اھ۔	اور وضو کے لئے کفایت نہ کرتا ہو۔اور اگر وضو کے لئے کفایت کرے لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کی وجہ سے تیمّم کرے اور اگر پانی تنہا کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لُمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اھ۔
خلاصه: اغتسل وبقی لمعة یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعة ولایتیمم فان عـه احدث قبل غسل اللمعة ثم وجد الماء ان کفی ھما صرفه الیھما وان کان لایکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممه للجنابة باق یستعمل ذلك الماء فی اللمعة لتقلیل الجنابة	**خلاصہ** غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمّم کرے پھر اگر پانی مل جائے تو لمعہ دھوئے اور تیمّم نہ کرے۔اگر لمعہ دھونے سے پہلے اسے حدث ہو پھر اسے پانی ملے اگر دونوں کے لئے کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے اور اگر دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو تو حدث کے لئے تیمّم کرے اور اس کا تیمّم جنابت باقی ہے۔وہ پانی تقلیل جنابت کے لئے لُمعہ میں استعمال کرے گا۔

عـه۱: قوله ویتیمم لاجل اللمعة ساقط من نسخة شرح علیھا الشارحان المحققان فانصرف الکلام الی ماوجد الماء بعد التیمم للمعة وھو ثابت فی نسخة المتن فوجب ان یکون الکلام فی وجدان الماء قبل التیمم لھما ولزم ان یکون المراد اللمعة فی غیر اعضاء الوضوء کالصورة الاولی فی شرح الوقایة منه غفرله (م)

عـه۲: قوله احدث ای بعد التیمم للمعة بدلیل قوله یتیمم الحدث وتیممه للجنابة باق ۱۲ منه غفرله (م)

لفظ "ویتمم لاجل اللمعة" (اور لمعہ کی وجہ سے تیمّم کرے) اس نسخہ سے ساقط ہے جس پر دونوں محقق شارحوں نے شرح کی ہے تو کلام لمعہ کا تیمّم کرنے کے بعد پانی پانے والی صورت کی طرف راجع ہوگیا اور یہ لفظ متن کے نسخہ میں ثابت ہے تو ضروری ہے کہ دونوں کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملنے کی صورت میں کلام ہو۔اور لازم ہے کہ وہ لمعہ مراد ہو جو اعضائے وضو کے علاوہ میں ہو جیسے شرح وقایہ کی صورت اولیٰ ۱۲منہ غفرلہ (ت)

"اسے حدث ہو" یعنی لمعہ کا تیمّم کرنے کے بعد جس پر یہ عبارت دلالت کررہی ہے: "تو حدث کے لئے تیمّم کرے اور اس کا تیمّمِ جنابت کرے اور اس کا تیمّمِ جنابت باقی ہے"۔۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

فان کفی لاحدھما دون الاٰخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ و یتمّم للحدث [1] اھ۔	اگرایک کے لئے کافی ہو دُوسرے کے لئے نہیں تواسی میں اسے صرف کرے اور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اھ،
کافی و ھندیہ: جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم عـہ۱ (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاٰخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لایعید فان عـہ۲ لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کمافی الھندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف عـہ۳ واحدا بقی تیممھا جنب	**کافی وہندیہ** کسی جنب نے غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمّم کرے، اگر تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کرے پھر اگر حدث کا تیمّم کرلینے کے بعد اتنا پانی ملاجو دونوں کوکافی ہو تو دونوں میں صرف کرے۔اور اگر کسی ایک معین کے لئے کافی ہو تو اسی میں صرف کرے اور دوسرے کا تیمّم باقی ہے۔اور اگر کسی ایک کے لئے غیر معین طور پر کافی ہو تواسے لمعہ میں صرف کرے اور اپنے تیمّم حدث کااعادہ کرے امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمّم نہ کیا تھاتو لمعہ دھونے سے

عـہ۱: ای تیمم للمعۃ ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)	یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہواتواس کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہواتواس کا تیمّم کیا پھر اسے پانی ملا ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عـہ۲: ای تیمم للمعۃ ثم احدث فوجد الماء قبل ان یتیمم لہ وھو یکفی لاحدھما غیر معین فان غسل اللمعۃ ثم تیمم للحدث جاز بالاتفاق وان عکس ففیہ خلاف ۱۲ منہ غفرلہ (م)	یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہواتواس کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملاجو دونوں میں سے ایک کے لئے غیر معین طورپر کافی ہے۔تو اگر لمعہ دھولیا پھر حدث کا تیمّم کیاتو بالاتفاق جائز ہے اور اگر برعکس کیاتواس میں اختلاف ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عـہ۳: رجع الی الکلام السابق اکمالا للتخمیس ۱۲ منہ غفرلہ (م)	پانچویں صورت کی تکمیل کے لئے کلام سابق کی جانب رجوع کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الموضوع فی الفلوات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

علی بدنه لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم لهما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدهما غیر عین صرفه الی اللمعة ویعید التیمم للحدث عند محمد [1]۔	پہلے (حدث کا جیسا کہ ہندیہ میں ہے) تیمّم کرلیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔اور اگر ان میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمّم باقی ہے۔
جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ فان عـہ۱ توضأ وتیمم لجنابته فاحدث تیمم لحدثه فان وجد ماء یکفی لاحدهما صرفه الی الجنابة ویعید تیممه للحدث عند محمد [2] اھ۔	کوئی جنب جس کے بدن پر لُمعہ ہے اُسے تیمّم سے پہلے حدث ہوا تو دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کرے پھر اگر اتنا پانی ملے جو غیر معین طور پر کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اُسے لمعہ میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک حدث کے تیمّم کا اعادہ کرے۔ کسی جنب کے پاس وضو کے لئے بقدر کفایت پانی ہے تو وہ تیمّم کرے اور وضو نہ کرے پھر اگر اس نے وضو کرلیا اور جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اپنے حدث کا تیمّم کرے اب اگر
حلیه وردالمحتار: الواجد للماء بعد ماتیمم للجنابة ثم احدث بعد ذلك علی وجهین احدهما ان یجد الماء قبل عـہ۲ ان یتیمم للحدث فالماء اما ان یکون کافیا للمعة والوضوء فیغسلها ویتوضأ	

عـہ۱ **اقول**:ای عبثا عند هذا الامام ومن معه اومقللا للجنابة عند الاکثرین اوخارجا عن الخلاف کما بحثت ۱۲ منه غفرله(م)

اقول: یعنی اس امام اور ان کے موافق حضرات کے مذہب پر عبث وبے فائدہ طور پر وضو کرلیا یا اکثر حضرات کے نزدیک تقلیل جنابت کے لئے وضو کرلیا یا اختلاف سے نکلنے کے لئے وضو کیا جیسا کہ میں نے بحث کی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ **اقول**:القبلیة(۱) لاتقتضی وجود مدخولها قال تعالی قل لوکان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر ان تنفد کلمٰت ربی فالمعنی

اقول: قبلیت اپنے مدخول کے وجود کی مقتضی نہیں۔ارشاد باری تعالٰی ہے:"تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں" (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب نقض التیمم پشاور ۲۹/۱

[2] کافی

واما غیر کاف لاحدھما فیتیمم للحدث واما کافیا للمعة دون الوضوء فیصرفه الی اللمعة ویتیمم للحدث واما کافیا للوضوء دون اللمعة فیتوضأ ولایغسل اللمعة ولایتیمم لها واما کافیا لاحدھما غیرعین فیغسل اللمعة ویتیمم للحدث الوجه الثانی ان یجد الماء بعد ان یتیمم للحدث [1] الخ فیه ذکر الخمسة علی نحو مامر۔ **شرح طحاوی وخزانة المفتین** المسافر اجنب فاغتسل ثم علم انه بقی لمعة فانه یتیمم لانه لم یخرج عن الجنابة	اتنا پانی ملا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہے تو اسے جنابت میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک تیمّم حدوث کا اعادہ کرے"اھ **حلیہ و ردالمحتار** وہ جسے تیمّم جنابت کے بعد پانی ملے پھر اس کے بعد اسے حدث ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملے تو پانی اگر لمعہ اور وضو دونوں کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور وضو کرے اور اگر پانی کسی ایک کے لئے ناکافی ہو تو حدث کا تیمّم کرے۔اگر لمعہ کے لئے کافی ہو وضو کے لئے نہیں تو پانی لمعہ کے لئے صرف کرے حدث کے لئے تیمّم کرے، اور اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کو نہ دھوئے، نہ ہی اس کے لئے تیمّم کرے اور اگر غیر معین طور پر کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے دُوسری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تیمم للجنابة ثم احدث ثم وجد الماء من دون ان یتیمم قبله للحدث والا فالتیمم بعده للحدث لیس فیما اذا کفی لهما معا اوللوضوء خاصة وقس علیه قول الخلاصة احدث قبل غسل اللمعة بل وقول شرح الطحاوی الاٰتی وجد الماء بعد ماتیمم قبل الحدث فان وجود الحدث بعده غیر ملحوظ فیه وان کان لابدمنه عاش اومات علی قول ان الموت حدث کماھو الراجح عندنا ۱۲ منه غفرله (م)

تو معنی یہ ہوا کہ جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر پانی پایا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے حدث کا تیمّم کیا ہو۔ورنہ اس کے بعد حدث کا تیمّم اس صورت میں نہیں جب دونوں ہی کے لئے پانی کافی ہو یا صرف وضو کے لئے کافی ہو۔اسی پر خلاصہ کی عبارت "لمعہ دھونے سے پہلے حدث ہُوا" کاقیاس کیا جائے بلکہ شرح طحاوی کی آنے والی اس عبارت کا بھی "اسے پانی ملا اس کے بعد کہ تیمّم کرچکا حدث سے پہلے"۔ کیونکہ اس کے بعد حدث کا وجود ملحوظ نہیں اگرچہ اس سے مفر نہیں جئے یا مرے اس قول پر موت حدث ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

لبقاء اللمعة ولواحدث قبل التیمم یتیمم تیمما واحدا للمعة والحدث جمیعا کما اذا احدث مرارًا لایجب علیه اکثر من وضوء واحد ولواحدث بعد التیمم ثم وجد الماء [عہ۱] فهو علی خمسة اوجه اذاکفا هما جمیعا یغسل اللمعة ویتوضأ للحدث وان کان لایکفیهما [عہ۲] یغسل مقدار مایکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم ولوکفی للمعة [عہ۳] یغسل اللمعة ویتیمم للحدث ولوکفی للوضوء دون اللمعة ویتیمم للحدث ولوکفی للوضوء دون اللمعة یتوضأ ولایغتسل اللمعة وهو کالجنب اذاتیمم ثم احدث ثم وجد الماء یکفیه للوضوء یتوضأ به ولوکفی لکل علی الانفراد لاجمیعًا یغسل اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولوبدأ بالتیمم ثم غسل اللمعة لایجوز وعلیه ان یتیمم بعد الغسل وفی النوادر ان علیه [عہ۴]

صورت یہ کہ حدث کا تیمّم کرنے کے بعد پانی ملے۔الخ اس میں بھی سابق کی طرح پانچ صورتیں ذکر کیں"۔

شرح طحاوی وخزانۃ المفتین مسافر کو جنابت لاحق ہُوئی تو اس نے غسل کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ لمعہ رہ گیا تو وہ تیمّم کرے اس لئے کہ لمعہ باقی رہ جانے کی وجہ سے وہ جنابت سے باہر نہ ہوا اور اگر قبل تیمّم اسے حدث ہوا تو لمعہ اور حدث دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کرے جیسے بار بار حدث ہو تو اس پر ایک وضو سے زیادہ واجب نہیں۔اور اگر بعد تیمّم اسے حدث ہوا پھر پانی ملا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) جب دونوں کو پانی کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے وضو کرے (۲) اور اگر دونوں کے لئے غیر کافی ہو تو جس حصہ تک کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہو اور تیمّم کرے (۳) اگر لمعہ کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے (۴) اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ نہ دھوئے اور وہ اس جنب کی طرح ہے جو تیمّم کرے

عہ۱ ای قبل یتیمم للحدث لان الوجدان بعده یاتی بعده منه غفرله (م)

عہ۲ ای شیئا منهما ۱۲ منه غفرله (م)

عہ۳ ای دون الوضوء ۱۲ منه غفرله (م)

عہ۴ **اقول**:ای له ولك ان تقول ان(۱) التخییر لاینافی الوجوب کمافی کفارة الیمین ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے اس لئے کہ اس کے بعد ملنے کا ذکر آگے آرہا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

یعنی دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

یعنی وضو کے لئے کافی نہ ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اقول: یعنی اسے اختیار ہے۔یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تخییر منافی وجوب نہیں جیسے کفارہ یمین میں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ان یبدء بایھما شاء۔

ولووجد الماء [عہ۱] بعد ماتیمم للمعة قبل الحدث فھو علی وجھین ان کفاہ یغسله وان لم یکفه یغسل قدر مایکفیه وتیممه علی حاله ولو وجد [عہ۲] بعد ما احدث وتیمم للحدث فھو علی خمسة اوجه علی ماذکرنا ان کفاھما صرف الیھما وان لم یکفھما غسل اللمعة مقدار مایکفیه وتیممه علی حاله وان کفی للمعة لاللوضوء یغسل اللمعة والتیمم علی حاله وان کفی للوضوء دون اللمعة یتوضوء وان کفی لاحدھما علی الانفراد یغسل اللمعة وتیممه علی حاله وعلی

پھر اسے حدث ہو پھر پانی ملے جو وضو کے لئے کافی ہو تو اس سے وضو کرے گا (۵) اور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو، دونوں کے لئے نہیں، تو لمعہ دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کے لئے تیمّم کرے اور اگر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھو یا تو جائز نہیں۔اور اس پر یہ ہے کہ دھونے کے بعد تیمّم کرے اور نوادر میں ہے کہ اس پر یہ ہے کہ دونوں میں جس سے چاہے ابتدا کرے۔اور اگر لمعہ کے لئے تیمّم کرنے کے بعد حدث سے پہلے پانی پایا تو اس کی دو۲ صورتیں ہیں اگر اسے کافی ہو دھوئے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور اگر حدث ہونے اور حدث کا تیمّم کرنے کے بعد پایا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں اسی طرح جو ہم نے بیان کیں۔اگر دونوں کو کفایت کرے تو دونوں میں صرف کرے اور

عہ۱: ای تیمم لھاثم وجد الماء ولم یحدث بعد ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے پانی ملا اور ابھی اسے حدث نہیں ہوا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عہ۲: **اقول**:ای اجنب فتیمم للمعة ثم احدث فتیمم له ثم وجد الماء لان الوجوہ کلھا مسوقة فیما اذا بقی لمعة فتیمم لھا ولقوله وتیمم للحدث فعلم ان التیمم للمعة مفروغ عنه والا لقال تیمم لھما وقدا تضح لك بکلام الحلیة ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی اسے جنابت ہوئی تو لمعہ کا تیمّم کیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا پھر پانی ملا اس لئے کہ تمام صورتیں اس میں جاری کی جارہی ہیں جب لمعہ رہ گیا ہو پھر اس کا تیمّم کرلیا ہو اور ان کے قول وتیمّم للحدث (اور حدث کا تیمّم کیا) سے بھی یہ معنی متعین ہوتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ لمعہ کے تیمّم سے کلام الگ ہے اور اس سے بحث نہیں ورنہ یوں کہتے تیمّم لھما (دونوں کا تیمّم کرلیا) اور حلیہ کی عبارت سے یہ معنی واضح ہوچکا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

قیاس قول محمد یتیمم [1] اھ	اگر دونوں کے لئے غیر کافی ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور اگر لمعہ کے لئے کافی ہو وضو کے لئے نہیں تو لمعہ دھوئے اور تیمّم برقرار ہے اور اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور اگر تنہا کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور امام محمد کے قول کے قیاس پر تیمّم کرے"اھ۔
شرح وقایة اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعة ظهره وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لهما ثم وجد من الماء مایکفیهما بطل تیممه فی حق کل واحد منهما وان لم یکف لاحدهما بقی فی حقهما وان کفی لاحدهما بعینه غسله ویبقی التیمم فی حق الاٰخر وان کفی لکل منفردًا غسل اللمعة هذا اذا تیمم للحدثین واحدا اما اذا تیمم للجنابة ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوه المذکورة وان تیمم للجنابة ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء [2] الخ وفیه ذکر الخمسة نحو مامر۔	**شرح وقایہ** جنب نے غسل کیااور پانی اس کی پیٹھ کے لمعہ تک نہ پہنچااور پانی ختم ہوگیااور اسے وضو واجب کرنے والا کوئی حدث ہُوا تواس نے دونوں کا تیمّم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا اور اگر کسی کے لئے کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہااور اگر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تواسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گااور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے یہ اس صورت میں ہے جب دونوں حدثوں کے لئے ایک ہی تیمّم کیا ہو لیکن جب جنابت کا تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا پھر پانی ملا تو مذکورہ صورتوں میں حکم وہی ہے اور اگر جنابت کا تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا اور حدث کا تیمّم نہ کیا پھر پانی ملاالخ اس میں بھی پانچ صورتیں اسی طرح ذکر کی ہیں جو گزریں۔

توضیحاتِ مصنّف: فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزّوجل جملہ اٹھانوے ۹۸ صور مع احکام مبین کرے اُن کے لئے یہ تصویر رکھیں کہ اقسام سبعہ پیشانی پر ہوں اور ہر پیشانی کے تحت میں

---
[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی وخزانۃ المفتین
[2] شرح الوقایۃ ما ینقض التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

چاروں نوعیں ان رموز حروف میں لکھیں:

ت: تیمّم جنابت

ح: حدث

م: تیمّم حدث

و: وجدانِ آب

توح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمّم نہ کیا تھا کہ حدث ہُوا اور اب بھی تیمّم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور **ت ح و** یہ کہ جنابت کے بعد تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا وقس علیہ پھر ان میں ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کریں جتنی اُس میں محتمل ہیں یہاں لمعہ و وضو وہر دو وہریک وہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونوں کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہیں اور جہاں پُورا حدث مستقل نہیں وہاں بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن میں حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھولیا تھا پھر حدث ہوا یوں یہ تمام صورتیں مفصل ہو گئیں اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہیں ایک ایک پانچ پانچ یا کم وبیش صورتوں کے لئے ہے لہٰذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھیں پھر جدول صور میں ہر صورت کے نیچے حکم لکھ کر جو حکم ہو اس کا نمبر تحریر کردیں کہ اُس کے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہیں فہرست میں دیکھ لیں **وباﷲ التوفیق**۔

فہرست احکام: مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھیں کہ مراجعت میں اور بھی سہولت ہو

ح و **(۱)** لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اُس کے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱و ۲۷و ۶۳۔

(۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمّم کرے ص ۱۲و ۲۸و ۴۸۔

(۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمّم۔ ص ۶۴و ۸۴۔

(۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۳۔

(۵) وضو کرے اور باقی جگہ[عـه] دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۲۹و ۶۵۔

(۶) پُورا نہائے۔ ص ۴۹و ۸۵۔

(۷) پہلے لمہ دھوئے پھر حدث کا تیمّم کرے اگر پہلے تیمّم کرلے گا لمعہ دھونے کے بعد پھر کرنا ہوگا۔ ص ۱۴و ۳۰و ۴۷و ۶۶و ۸۳۔ ت

عـه: باقی جگہ کے یہ معنی کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲منہ غفرلہ (م)

(۸) دونوں کے لئے ایک تیمّم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحباباً نہ وجوباً یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھوسکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہوجائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص۱۵و۳۱و۵۰و۶۷و۸۶۔

ح ت و (۹) لمعہ کے حق میں تیمّم ٹوٹ گیا حدث کے حق میں باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص۱۶و۳۲و۶۸۔

(۱۰) حدث کے حق میں تیمّم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق میں باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص۱۷و۳۳و۵۲۔

(۱۱) تیمّم حدث کے لئے نہ رہا لمعہ کے لئے ہے وضو کرے۔ ص۶۹و۸۸۔

(۱۲) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پُورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص۱۸۔

(۱۳) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۳۴و۷۰۔

(۱۴) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا: پُورا نہائے۔ ص۵۳و۸۹۔

(۱۵) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لُمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمّم کرے۔ ص۱۹و۳۵و۵۱و۷۱و۸۷۔

(۱۶) تیمّم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص۲۰و۳۶و۵۴و۷۲و۹۰۔

ت ح و (۱۷) تیمّم گیا وضو کرے طہارت ہوگئی؛ ص۱و۲۲۔

(۱۸) تیمّم نہ رہا وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۵و۳۹و۷۵۔

(۱۹) تیمّم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے۔ ص۲۱و۳۷و۷۳۔

(۲۰) تیمّم باقی ہے حدث کے لئے وضو کرے ص۶و۳۸و۵۶و۷۴و۹۲۔

(۲۱) تیمّم نہ رہا پُورا نہائے ص۵۷و۹۳۔

(۲۲) تیمّم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمّم کرے ص۴۰و۵۵و۷۶و۹۱۔

(۲۳) تیمّم باقی ہے حدث کے لئے تیمّم کرے اور لمعہ کی تقلیل ص۲و۷و۲۳و۴۱و۵۸و۷۷و۹۴۔

ت ح م و (۲۴) دونوں تیمّم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص۳و۲۵۔

(۲۵) دونوں تیمّم گئے وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۸و۴۴و۸۰۔

(۲۶) لمعہ کا تیمّم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص۴و۲۴و۴۲و۷۸۔

عـہ باقی جگہ کے یہ معنی کہ اعضائے وضو کے سوا اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

(۲۷) حدث کا تیمّم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص۹و۳۳و۴۴و۶۰و۷۹و۹۶۔

(۲۸) دونوں تیمّم گئے پُورا نہائے۔ ص۶۱و۹۷۔

(۲۹) دونوں تیمّم گئے پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمّم کرے۔ ص۴۵و۵۹و۸۱و۹۵۔

(۳۰) دونوں تیمّم باقی ہیں لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص۴و۱۰و۲۶و۴۶و۶۲و۸۲و۹۸ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

(۱) جنب نہالیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہُوا　　　　**(۲)** وضو اور کُچھ اور حصۂ بدن باقی تھا
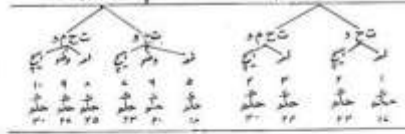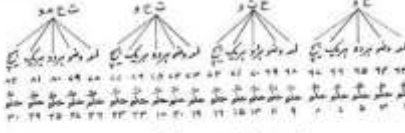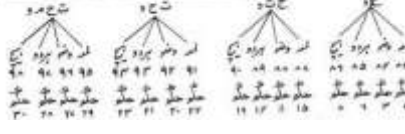
مصنف کا ضابطہ کلیہ: ثمّ اقول علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببر کاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم وتفصیل بغرض تفہیم وتسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہٖ تعالٰی اپنے منتہائے کمال کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط وربط و قلّت انتشار انہیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے ضابطہ کلیہ لکھیں کہ جملہ اقسام واحکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پُورانہ نہایا مگر بعض یا کُل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمّم کرچُکا اُس کے بعد حدث

ہوا کہ دو[2] صورت اخیرہ میں بتمامہ مستقل ہے اور صورت اولیٰ میں صرف اُتنا کہ حصّہ مغسولہ اعضائے وضو میں ہے اس صورت میں پانی کہ پایا اگر بقیہ جنابت وحدثِ مستقل دونوں میں سے صرف ایک کو کافی ہے اس میں صرف کرے اُس کے لئے اگر پہلے تیمّم کرچکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لئے نہ کیا تھا تو اول کے حق میں ٹوٹ گیا ثانی کے حق میں باقی رہا اور اگر پانی دونوں کو معًا کافی ہے تو دونوں کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہوگئی اور اگر کسی کو کافی نہیں تو دونوں کاوہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لئے تیمّم نہ کیا تھا اب دونوں کے لئے ایک تیمّم کرے اور کرلیا تھا تو باقی رہا بہر حال لمعہ کی تقلیل کرے کہ مستحب ہے اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ میں صرف کرے تیمّم ان میں جس ایک کا یا دونوں کے لئے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کرچکا تھا کسی کے حق میں باقی نہ رہا۔ پانی نہ رہنے کے بعد حدث کے لئے تیمّم کرے پہلے کرلے گا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جس کی تفصیل وتحقیق اس تنبیہ آئندہ میں آتی ہے **وباللہ التوفیق** (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ت) اور اگر اس نے برخلاف حکم اُسے حدث میں صرف کرلیا حدث توزائل ہوگیا مگر جنابت کے لئے تیمّم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع ونافع*

باذن الجامع النافع* عزجلالہ* وعم نوالہ* والحمدللہ ربّ العٰلمین* وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین* ابد الاٰبدین اٰمین*	باذن جامع نافع، اس کی بزرگی غالب اور اس کی عطا وبخشش عام ہے۔ اور تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اور خدائے برتر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر، ہمیشہ ہمیشہ، الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ: اس جدول کے ۱۸ نمبروں میں یعنی ۱۴۔۱۹۔۳۰۔۳۵۔۴۷۔۵۱۔۶۶۔۷۱۔۸۳۔۸۷ دس[10] یہ اور ۴۰۔۴۵۔۵۵۔۵۹۔ ۷۶۔۸۱۔۹۱۔۹۵ آٹھ[8] یہ ان میں اختلاف روایات ہے ان اٹھارہ[18] میں پانی لمعہ وحدث مستقل ہر ایک کے لئے جدا جدا کافی ہے کہ اُن میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں کے قابل نہیں ان میں اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دھوئے حدث میں صرف نہ کرے کہ جنابت سخت تر ہے۔ اس میں اختلاف ہوا کہ پہلی دس[10] صورتوں میں جو حدث کے لئے تیمّم کرے گا آیا یہ ضرور ہے کہ اول لمعہ دھوئے جب پانی نہ رہے اُس وقت حدث کے لئے تیمّم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کرسکتا ہے دونوں روایتیں ہیں اور پچھلی آٹھ میں کہ حدث کا تیمّم پہلے کرچکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہیں دونوں قول ہیں پھر جن کے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اس پر تیمّم کا اعادہ ہی نہیں اور جن کے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہیں کہ پہلے لمعہ دھوکر تیمّم کا اعادہ کرے

ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمّم توڑ دیا اس کا موجود رہنا دوسرا تیمّم باطل کرے گا۔منشاء اختلاف تمام صورتوں میں ایک ہے کہ آیا یہ پانی جو ازالہ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اس سے لمہ ہی دھونے کا حکم ہے اس کے ملنے سے حدث کے لئے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہیں جنہوں نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جب تک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمّم نہ کرے اور اگر پہلے کرچکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمّم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہے اور جنہوں نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اس کے بھی قابل پایا مگر وہ بحکم شرع دوسری حاجت کی طرف مصروف ہے لہٰذا اس سے ازالہ حدث پر قدرت نہ ہُوئی انہوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمّم حدث کو توڑے گا نہ اس کے ہوتے حدث کے لئے تیمّم ممنوع ہوگا۔

اقول: ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے میں تھا ثانیاً ان روایتوں کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض عہ۱ میں یوں کہ ایک روایت یہ ہے ایک وہ جس سے اُن کی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہیں یا نادرہ بعض میں عہ۲ یوں کہ دوم روایت نوادر ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے۔

بعض عہ۳ میں یوں کہ اول روایت زیادات ہے اور دوم روایت اصل۔اصل وزیادات دونوں کتب ظاہر الروایۃ سے ہیں اقول اور ہے یہی کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نافی کو اُس وقت روایت اصل خیال میں نہ تھی اور نوادر سے یاد لہٰذا اسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسبِ تصریح ثقات وہ کتاب الاصل میں موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اول سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے۔شرح وقایہ حلیہ بحر ۱۲(م)

ثالثاً: قائلین کرام کی طرف اس کی نسبت بھی مختلف طور پر آئی بعض نے عہ۴ بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا کہ اول قول محمد دوم قول ابویوسف ہے بعض عہ۵ نے جزماً انہیں ان کا

عہ۱ سراج وہاج منحۃ الخالق شرح وقایہ ردالمحتار مع ان فی اصلہ الحلیۃ تسمیۃ الاصل والزیادات (م)

(بوجود اس کے اس کی اصل حلیہ میں اصل اور زیادات کا نام ذکر کیا ہے۔ت)

عہ۲ شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲(م)

عہ۴ محیط رضوی سراج منحہ وغیرہ ۱۲(م)

عہ۵ کافی حلیہ ہندیہ ردالمحتار مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲(م) (اس کے باوجود حلیہ نے اس کو محیط وغیرہ سے لفظ "قیل" سے نقل کیا ہے۔ت)

قول بتایا بعض عــہ۱ نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہیں اُن کے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو۔ **اقول:** اور ہے یہی کہ اول قول محمد اور دوم قولِ ابویوسف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات **رابعا:** اختیار بھی مختلف رہا بعض نے اُس عــہ۲ پر جزم فرمایا بعض نے عــہ۳ اس پر بعض عــہ۴ نے دونوں ذکر کرکے چھوڑ دئے۔ **خامسا:** تصحیح میں بھی اختلاف پڑا بعض عــہ۵ نے اسے اصح کہا بعض عــہ۶ نے اسے ظاہرًا اوجہ **سادسا:** اُس منشأ اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی۔ بعض[1] نے یوں فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ میں صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالہ حدث پر قدرت کا مانع نہیں کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالہ حدث کی اُسے اجازت نہیں دیتی تو قدرتِ شرعیہ کب ہوئی اور بعض[2] نے یوں تقریر کی کہ نہیں بلکہ وجوب ہی میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک اسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہیں صرف اولٰی ہے لہٰذا ازالہ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابویوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعًا ممنوع و محظور لہٰذا حدث میں صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کریں جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو۔

فی السراج الوھاج ثم منحۃ الخالق اذا احدث بعد التیمم ثم وجد ماء یکفی لکل واحد منھما علی الانفراد غسل بہ اللمعۃ لان الجنابۃ اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلھا	**سراج وہاج پھر منحۃ الخالق** میں ہے: "جب تیمّم کے بعد حدث ہو پھر اتنا پانی پائے جو تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو اس سے لمعہ دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کا تیمّم کرے۔ اور اگر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور وہ تیمّم کا اعادہ کرے گا ایک

عــہ۱ شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲(م)

عــہ۲ حلیہ نیز بدائع و محیط رضوی بہ دلالۃ النص کماستعرف (م) (اسی پر دلالۃ النص ہے جیسا کہ عنقریب جان لوگے۔ (ت)

عــہ۳ در مختار و محشیان ۱۲(م)

عــہ۴ سراج وہاج منحہ ۱۲(م)

عــہ۵ ہندیہ ونقل عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲(م) (اور عتابی کی شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے۔ ت)

عــہ۶ حلیہ ردالمحتار وادمی الیہ فی شرح الوقایۃ واعتمدۃ البحر تبعاللحلبی ۱۲(م) (شرح وقایہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بحر نے حلبی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے ۱۲۔ ت)

---

[1] کافی ۱۲

[2] غنیہ ۱۲

فی روایۃ لایجوز ویعید التیمم وفی روایۃ لہ ان یبدأ بایہما شاء قیل الاولٰی قول محمد والثانیۃ قول ابی یوسف [1] اھ۔ وتقدم عن **شرح الطحاوی وخزانۃ المفتین** فیما اذالم یکن تیمم قبل وجدان الماء لوبدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وفی النوادر یبدأ بایہما شاء ثم قالا فیما اذاسبق تیممہ یغسل اللمعۃ وتیممہ علی حالہ وعلی قیاس قول محمد یتیمم [2] اھ۔ **اقول:** ولا(۱) فرق بین الصورتین لاتحاد المبنی کماعلمت فقدمشی اولا علی قول محمد وجعل(۲) الثانی روایۃ النوادر ومشی ثانیا علی قول ابی یوسف وجعل الاول قیاس قول محمد وفی **المنیۃ** وعلیہ ان یبتدئ بغسل اللمعۃ ثم یتیمم [3] اھ فقد مشی علی قول محمد،وفی **الدر المختار** (ناقضہ قدرۃ ماء کاف لطہرہ فضل عن حاجتہ) کعطش وعجن وغسل نجس و	روایت میں ہے کہ اسے اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے، کہا گیا کہ روایت اولٰی امام محمد کا قول ہے اور روایت ثانیہ امام ابویوسف کا قول ہے"اھ شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین سے گزرا،اس صورت میں جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمّم نہ کیا ہوا گر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں اور نوادر میں ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے پہلے کرے پھر اس صورت میں جب اس کا تیمّم پہلے ہوچکا ہو لکھا کہ "لمعہ دھوئے اور اس کا تیمّم برقرار ہے۔اور برقیاسِ قولِ محمد تیمّم کرے"اھ (ت) **اقول:** دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ مبنٰی میں اتحاد ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔تو پہلے امام محمد کے قول پر چلے اور ثانی کو روایت نوادر قرار دیا۔اور ثانیا امام ابویوسف کے قول پر چلے اور اوّل کو امام محمد کے قول کا قیاس قرار دیا۔اور منیہ میں ہے: اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے پھر تیمّم کرے"۔اور اس میں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔درمختار میں ہے: "(ناقض تیمّم اتنے پانی پر قدرت ہے جو اس کی طہارت کے لئے کافی اس کی حاجت سے زائد ہو) حاجت جیسے پیاس، آٹا گوندھنا، نجس اور

[1] منحۃ الخالق مع البحر، باب التیمم، مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۳۹

[2] شرح الطحاوی للاسبیجابی وخزانۃ المفتین

[3] منیۃ المصلی باب التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

لمعة عـہ جنابة لان المشغول بالحاجة کالمعدوم[1] اھ فقد مشی علی قول ابی یوسف۔

لمعہ جنابت دھونا اس لئے کہ جو حاجت میں مشغول ہے وہ معدوم کی طرح ہے" اھ اس میں امام ابویوسف کے قول پر چلے۔اور

واقرہ **محشوہ** وفی **الحلیة** ھل علیہ ان یبتدئ بغسل اللمعة حتی لوتیمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التیمم للحدث ففی روا یات الز یادات نعم وعلیھا اقتصر المصنف ووجھھا انه یصیر عادما للماء فیجزئه التیمم وفی روا یة الاصل لابل بایھما بدأجاز لان الماء صار مستحق الصرف الی اللمعة فصار معدوما حکما کالماء المستحق للعطش۔قال رضی الدین فی المحیط وکذا غیرہ قبل مافی الز یادات قول محمد ومافی الاصل قول ابی یوسف اھ وفیھا یظھر ان قول ابی یوسف

درمختار کے محشّی حضرات نے اسے برقرار رکھا۔ **حلیہ** میں ہے: کیا اس پر یہ لازم ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے یہاں تک کہ اگر حدث کا تیمّم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو اسے تیمّم حدث کا اعادہ کرنا ہے؟ روایت زیادات میں اس کا جواب اثبات میں ہے اور اسی پر مصنّف نے اکتفا کی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقدان آب والا ہوجاتا ہے تو اس کا تیمّم کفایت کرجاتا ہے۔اور روایت اصل میں اس کا جواب نفی میں ہے بلکہ وہ دونوں میں سے جو بھی پہلے کرلے جائز ہے اس لئے کہ پانی لمعہ میں صرف کا مستحق ہوگیا تو وہ حکمًا معدوم ہوگیا جیسے وہ پانی جو پیاس کا مستحق ہوگیا ہو۔رضی الدین نے محیط اور ایسے ہی انکے علاوہ نے بھی فرمایا ہے: کہا گیا ہے

عـہ قال العلامة ش ای لو اغتسل وبقیة لمعة فتیمم ثم احدث فتیمم ثم وجد ماء یکفیھا فقط فانه یغسلھا به ولایبطل تیممه للحدث[2] اھ **اقول**:(۱) سبحٰن اللہ اذالم یکف للوضوء کان عدم انتقاض تیممه لعدم الکفا یة لاللشغل بالحاجة والشارح بصدد بیان المشغول فالوجه ان مرادہ کماصرحت به الاحکام ما اذا کفی لکل علی البدل یة ۱۲ منه غفرله (م)

علامہ شامی نے فرمایا: "یعنی اگر غسل کیا اور کوئی لمعہ رہ گیا پھر تیمّم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو تیمّم کیا پھر اتنا پانی ملا جو صرف لمعہ کے لئے کافی ہے تو اسے اس پانی سے دھوئے گا اور اس کا تیمّم حدث باطل نہ ہوگا" اھ **اقول**: سبحان اللہ جب وضو کے لئے کافی نہ ہوا تو اس کے تیمّم کا نہ ٹوٹنا عدم کفایت کی وجہ سے ہوا حاجت میں مشغول کی وجہ سے نہیں اور شارح اس پانی کو بتانا چاہتے ہیں جو حاجت میں مشغول ہو۔تو وجہ صحیح یہ ہے کہ ان کی مراد حسبِ تصریح احکام وہ صورت ہے جب پانی بطور بدلیت ہر ایک کے لئے کافی ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] درمختار، باب التیمم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۴۵
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

اوجه [1] اھ۔ وعبر عنه فی **ردالمحتار** بقوله لاینتقض تیمم الحدث عند ابی یوسف وعند محمد ینتقض ویظهر ان الاول اوجه اھ ثم قال فیما لم یتیمم قبل الوجدان فی روایة یلزمه غسلها قبل التیمم للحدث وفی روایة یخیر اھ ملخصا من الحلیة [2] اھ

وفی **شرح الوقایة** واذا غسل اللمعة هل یعید التیمم روایتان وان تیمم اولا ثم غسل اللمعة ففی اعادة التیمم روایتان ایضا وان صرف الی الحدث انتقض تیممه فی حق اللمعة باتفاق الروایتین اھ ثم قال فیما اذا لم یتیمم للحدث قبل ان کفی کل واحد منفردا یصرفه الی اللمعة ویتیمم للحدث فان توضأ به جاز ویعید التیمم للحدث ولوبدأ بالتیمم للحدث هل یعید التیمم فی روایة الزیادات یعید وفی روایة الاصل لاثم انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اهم حتی اذا کان علی بدنه اوثوبه نجاسة یصرفه الی النجاسة [3] اھ وهو کما تری یشیر الی ترجیح روایة الاصل۔

وفی **الهندیة** صرفه الی اللمعة واعاد تیممه للحدث

کہ جو زیادات میں ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو اصل میں ہے وہ امام ابویوسف کا قول ہے۔اھ حلیہ میں یہ بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام ابویوسف کا قول زیادہ مناسب ہے اھ۔

ردالمحتار میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: " تیمّم حدث امام ابویوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اول درجہ ہے اھ۔پھر اس صورت کے متعلق جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمّم نہ کیا ہو لکھا ہے:"ایک روایت میں اس پر تیمّم حدث سے پہلے لمعہ دھونا لازم ہے اور ایک روایت میں اسے اختیار ہے"اھ۔ملخصًا من الحلیہ اھ۔

شرح وقایہ میں ہے:"جب لمعہ دھولیا تو کیا تیمّم کا اعادہ کرے گا؟ دو ۲ روایتیں ہیں اور اگر پہلے تیمّم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو بھی اعادہ تیمّم میں دو روایتیں ہیں۔اور اگر حدث میں صرف کریں تو حق لمعہ میں اس کا تیمّم باتفاق روایتیں ٹوٹ گیا"۔اھ پھر اس صورت سے متعلق جبکہ حدث کا تیمّم پہلے نہ کیا ہو، لکھا ہے:"اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے گا اور حدث کا تیمّم کرے گا پھر اگر اس سے وضو کرلیا تو جائز ہے اور تیمّم کا اعادہ کرنا ہے اور اگر حدث کا تیمّم پہلے کیا تو کیا تیمّم لوٹائے گا؟ روایت زیادات میں ہے کہ لوٹائے گا اور روایت اصل میں ہے کہ: نہیں لوٹائے گا پھر

---

[1] حلیہ

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

[3] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴،۱۰۵

عند محمد وعند ابی یوسف لاولو صرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابته اتفاقا فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود هذا الماء فتیمم قبل غسل اللمعة لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز والاول اصح هکذا فی الکافی[1] اهـ۔

اقول: قوله والاول اصح لیس فی نسختی الکافی والعبارة غیر منقولة کماھی فی الکافی کمایظهر بالمقابلة وقد(۱)نبه علیه بقوله هکذا فی الکافی کماذکر فی خطبة الکتاب اصطلاحه فی کذا وهکذا نعم ذکر بعض العصریین ان فی شرح الزیادات للعتابی انه "ھوالکنوی ۱۲" الاصح ولم یذکر الواسطة فی النقل فان صح هذا فلعله زید فی الهندیة من ثمه اومن غیره اولعله ساقط من نسختی الکافی وعلی کل فالهندیة ثقة فی النقل واللّٰه تعالٰی اعلم وفی **الکافی** ان کفی واحدا غیر عین صرفه الی اللمعة لانه اھم واعاد تیممه للحدث

قدرت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو۔یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہو تو اسے نجاست کی جانب صرف کرے گا"اھ یہ کلام روایت اصل کی ترجیح کی جانب اشارہ کررہا ہے جیسا کہ سامنے ہے۔

ہندیہ میں ہے: اسے لمعہ میں صرف کرے اور تیمّم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں اور اگر اسے وضو میں صرف کرلیا جائے تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمّم کرنا ہے بالاتفاق اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمّم نہیں کیا تھا اب لمعہ دھونے سے پہلے تیمّم کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور اول اصح ہے اسی طرح کافی میں ہے"اھ۔(ت)

اقول: والاول اصح (اور اول اصح ہے) کافی کے میرے نسخہ میں نہیں اور عبارت جیسے کافی میں ہے ویسے منقول نہیں جیسا کہ مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اس پر اپنے الفاظ "هکذا فی الکافی" سے تنبیہ بھی کردی ہے جیسا کہ خطبہ کتاب میں لفظ کذا اور هکذا سے متعلق اپنی اصطلاح بتائی ہے ہاں بعض معاصرین (فاضل لکھنوی ۱۲) نے ذکر کیا ہے کہ عتابی کی شرح زیادات میں ہے کہ "وہی اصح ہے" واسطہ نقل نہ بتایا۔اگر یہ صحیح ہے تو شاید ہندیہ میں وہیں سے یا اور کسی کتاب سے یہ اضافہ کردیا گیا ہے یا ہوسکتا ہے یہ لفظ میرے نسخہ کافی میں چھُوٹ گیا ہو۔بہرحال ہندیہ نقل میں ثقہ ہے،اور خدائے برترہی خوب جاننے والا ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیماینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۱

عند محمد لقدرته علی الماء ووجوب صرفه الی الجنابة لاینافی قدرته علی صرفه الی الحدث ولهذا لوصرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابة اتفاقا وعند ابی یوسف لایعید لانه مستحق الصرف الی اللمعة والمستحق بجهة کالمعدوم فان لم یکن تیمم للحدث [1] الخ وقد سبق۔

اقول: اخر دلیل ابی یوسف فافاد ترجیحه وصرح فی تعلیل محمد بوجوب صرفه الی اللمعة وانه لاینافی قدرته علی الوضوء وفی الغنیة (علیه ان یبدأ بغسل اللمعة) لیصیر عادما للماء فی حق الحدث ولایجوز تیممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الی اللمعة دون الحدث لیس بواجب عنده بل علی سبیل الاولویة فوجوده یمنع التیمم للحدث وعند ابی یوسف صرفه الی اللمعة واجب فهو کالمعدوم بالنسبة الی الحدث فیجوز التیمم له قبل غسل اللمعة ولوکان تیمم بعد ما احدث

کافی میں ہے: "اگر غیر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے کیونکہ وہ اہم ہے اور امام محمد کے نزدیک تیمّم حدث کا اعادہ ہے کیونکہ وہ پانی پر قادر ہوگیا تھا اور جنابت میں اسے صرف کرنے کا وجوب حدث میں صرف کرنے پر قدرت کے منافی نہیں۔اسی لئے اگر اسے وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمّم کرنا ہے بالاتفاق۔اور امام ابو یوسف کے نزدیک (تیمّم حدث کا) اعادہ نہیں اس لئے کہ وہ پانی لمعہ میں صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا تھا اور جو کسی جانب کا مستحق ہو معدوم کی طرح ہے۔تو اگر اس نے حدث کا تیمّم نہ کیا تو تھا الخ یہ کلام گزر چکا۔(ت)

اقول: امام ابو یوسف کی دلیل مؤخر کرکے اس کی ترجیح کا افادہ کیا اور امام محمد کی تعلیل میں اس بات کی تصریح فرمائی کہ لمعہ میں اسے صرف کرنا واجب ہے اور یہ وضو پر قدرت کے منافی نہیں۔غنیہ میں ہے (اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے) تاکہ حق حدث میں پانی نہ رکھنے والا ہوجائے۔امام محمد کے نزدیک اس سے پہلے اس کا تیمّم حدث جائز نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو حدث چھوڑ کر لمعہ میں صرف کرنا واجب نہیں بلکہ بطور اولٰی کے ہے، تو اس کا وجود تیمّم حدث سے مانع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسے لمعہ میں صرف کرنا واجب ہے تو وہ حدث کی بہ نسبت کالمعدوم ہے اس لئے لمعہ دھونے سے پہلے حدث کا تیمّم جائز ہے اور اگر حدث ہونے کے

[1] کافی

لاجل عـہ الحدث ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ینتقض تیممہ عند محمد لاعند ابی یوسف بناء علی ماتقدم[1] اھ ثم ھھنا مسألۃ اخری من ھذا القبیل مشی فیھا الامام ملك العلماء والامام رضی الدین السرخسی علی وجوب تأخیر التیمم فظاھر قیاسہ المشی علی قول محمد ھنا ففی **البدائع** بعد ذکر القدرۃ علی الماء الکافی وعلی ھذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر (۱) محدث علی ثوبہ نجاسۃ اکثر من قدر الدرھم ومعہ مایکفی لاحدھما غسل بہ الثوب وتیمم للحدث عندعامۃ العلماء لان الصرف الی النجاسۃ یجعلہ مصلیا بطھارتین حقیقیۃ وحکمیۃ فکان اولی من الصلاۃ بطھارۃ واحدۃ ویجب ان یغسل ثوبہ من النجاسۃ ثم یتیمم ولو بدأبالتیمم لایجزء بہ لانہ قدر علی ماء لوتوضأ بہ تجوز صلاتہ[2] اھ وفی

بعد حدث کے لئے تیمّم کرلیا تھا پھر اسے اتنا پانی ملاجو کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، امام ابویوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا۔ اسی بنیاد پر جو پہلے بیان ہوئی" اھ۔ پھر یہاں اسی قبیل کاایک اور مسئلہ ہے جس میں امام ملک العلماء اور امام رضی الدین سرخسی کی روش اس پر ہے کہ تیمّم مؤخر کرنا واجب ہے تواس کاظاہر قیاس یہ ہے کہ یہاں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ **بدائع** میں آب کافی پر قدرت کاذکر کرنے کے بعد ہے: "اس اصل کے تحت زیادات میں چند مسائل میں کوئی حدث والا مسافر ہے جس کے کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے۔ عامہ علماء کے نزدیک اس لئے کہ نجاست میں صرف کرنا اسے حقیقی و حکمی دو طہارتوں سے نماز ادا کرنے والا بنادے گا تو یہ ایک طہارت سے نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ

عـہ **اقول**: کانہ زادہ (۲) ایضاحا والا فلا حاجۃ الیہ لانہ لواحدث ثم تیمم لھالکان لہ ایضا ولایختلف الحکم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: معلوم ہوتا ہے کہ اسے انہوں نے بطور توضیح بڑھا دیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اگر اسے حدث ہوا پھر اس نے جنابت کا تیمّم کیا تو وہ حدث کے لئے بھی ہوجائے گا اور حکم مختلف نہ ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ماینقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۷

المحیط الرضوی ثم الھندیۃ لوتیمم اولاثم غسل النجاسۃ یعید التیمم لانہ تیمم وھو قادر علی مایتوضأ بہ[1] اھ ورأیتنی کتبت علیہ سابقا مانصہ۔

کپڑے سے نجاست دھوئے پھر تیمّم کرے اور اگر پہلے تیمّم کرلیا تو یہ کفایت نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے کہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز ہوجائے"اھ اور **محیط رضوی** پھر ہندیہ میں ہے: "اگر پہلے تیمّم کیا پھر نجاست دھوئی تو تیمّم کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس نے اس حالت میں تیمّم کیا جب کہ وہ اتنے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرے"۔اھ اس پر میں نے زمانہ سابق میں اپنی لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی:

اقول: ھذا علی قول محمد اماعلی قول ابی یوسف فلا لکونہ مشغولا بحاجۃ فکان کالمعدلعطش وبہ جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعدہ بزمان نظر فیہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ کمانظر فیہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ کمانظر الفقیر وللہ الحمد فقال بعد نقل مافی البدائع والمحیط قال العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی لہ فیہ نظر بل الظاھر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب اوتأخر لانہ مستحق الصرف الی الثوب علی ماقالوا والمستحق الصرف الی جھۃ منعدم حکما بالنسبۃ الی غیرھا کما فی مسألۃ اللمعۃ مع الحدث قبل التیمم لہ اذاکان الماء کافیا لاحدھما فبدأ بالتیمم للحدث قبل غسلھا کماھو روایۃ الاصل وکمافی مسألۃ خوف

اقول: یہ حکم امام محمد کے قول پر ہے لیکن امام ابویوسف کے قول پر اعادہ نہیں اس لئے کہ وہ پانی حاجت میں مشغول تھا تو اس پانی کی طرح ہوا جو پیاس کے لئے رکھا ہوا ہو۔اسی پر درمختار میں جزم کیا ہے"اھ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ اس پر محقق حلبی نے حلیہ میں بھی ویسے ہی کلام کیا ہے جیسے فقیر نے کلام کیا اور خدا ہی کے لئے حمد ہے انہوں نے بدائع اور محیط کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: بندہ ضعیف کہتا ہے خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے یہ محلِ نظر ہے بلکہ ظاہر جواز تیمّم کا حکم ہے۔کپڑا دھونے سے پہلے تیمّم ہو یا اس کے بعد ہو۔اس لئے کہ حسبِ ارشادِ علماء وہ پانی کپڑے میں صرف کیے جانے کا مستحق ہے اور جو کسی ایک جانب صرف کئے جانے کا مستحق ہوچکا ہو وہ دوسری جانب کی بہ نسبت حکماً معدوم ہے جیسے حدث کے ساتھ لمعہ کے مسئلہ میں اس سے پہلے کہ

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل بیان ماینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

العطش ونحوه نعم يتمشى ذلك على رواية الزيادات[1] اھ،وتبعه فى **البحر الرائق** على الفاظه وزاد بعده ولهذا قال فى شرح الوقاية وانما تثبت القدرة اذا لم يكن مصروفا الى جهة اهم[2] اھ **لكن** زعم فى السراج ان وجوب تاخير التيمم فى مسألة النجاسة مجمع عليه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لايكون جزم البدائع والمحيط فيها بوجوب التاخير دليل المشى على قول محمد فى اللمعة۔

اقول: لكن(۱) قداسمعناك نص الامام صدر الشريعة اٰنفا انما تثبت القدرة اذا لم يكن مصروفا الى نجاسة[3]۔ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس كالمعدوم[4] فاين الاجماع وقد جزما به كأنه لاخلاف فيه فضلا عن الاجماع على خلافه ثم اذقد ذكر الاجماع ههنا

حدث کا تیمّم کیا ہو۔جب پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھونے سے پہلے تیمّم حدث سے ابتدائی ہو۔جیسا کہ اصل کی روایت ہے اور جیسا کہ خوفِ تشنگی وغیرہ کے مسئلہ میں ہے ہاں وہ حکم روایت زیادات پر چل سکتا ہے اھ اور **البحرالرائق** میں ان ہی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے:"اسی لئے شرح وقایہ میں فرمایا:"اور قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس سے زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو"اھ لیکن سراج میں یہ خیال کیا ہے کہ مسئلہ نجاست میں تیمّم مؤخر کرنے کا وجوب متفق علیہ اور اجماعی ہے،بخلاف مسئلہ لمعہ کے اس کے پیش نظر مسئلہ نجاست میں وجوب تاخیر پر بدائع ومحیط کا جزم مسئلہ لمعہ میں امام محمد کے قول پر مشی کی دلیل نہ ہوگا۔(ت) **اقول:** لیکن امام صدر الشریعۃ کی عبارت ہم ابھی پیش کرچکے کہ "قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب نجاست کی جانب مصروف نہ ہو"۔اور دُرمختار کی یہ عبارت کہ "جو کسی نجس کو دھونے کی ضرورت میں مشغول ہے معدوم کی طرح ہے"تو اجماع کہاں؟ جب کہ ان دونوں نے اس پر یوں جزم کیا ہے جیسے اس میں کوئی خلاف ہی نہیں اس کے خلاف پر

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[3] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۵
[4] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۵

وقدم نقل الخلاف فی مسألة اللمعة ابدی بینهما فارقا به تشبث العلامة الشامی فی دفع نظر الحلیة والبحر۔فقال فی منحة الخالق ذکر فی السراج لوبدأ بالتیمم ثم غسل النجاسة اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألة الاولی ای مسألة اللمعة علی قول ابی یوسف لانه تیمم هنا وهو قادر علی ماء لوتوضأ به جاز وهناك ای فی مسألة اللمعة لوتوضأ بذلك الماء لم یجز لانه عاد جنبا برؤیة الماء اھ وبه یندفع النظر فتدبر[1] اھ و اورده ایضا فی ردالمحتار فقال وهو فرق حسن دقیق فتدبره[2] اھ

اقول: وبالله التوفیق له محملان۔

الاوّل: الجواز بمعنی الصحة کماتعطیه عبارة ملك العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاة وفیه۔

اوّلًا (۱): ان مجرد صحة الوضوء به لایثبت القدرة ولاینفی العجز

اجماع تو درکنار۔ پھر جب سراج میں یہاں اجماع ذکر کیا اور اس سے پہلے مسئلہ لمعہ میں اختلاف نقل کیا تو ان دونوں کے درمیان ایک وجہ فرق بھی ظاہر کی جس سے علّامہ شامی نے حلیہ وبحر کا کلام دفع کرنے میں تمسّک کیا۔

منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر پہلے تیمّم کرلیا پھر نجاست دھوئی تو اسے اجماعًا تیمّم کا اعادہ کرنا ہے۔بخلاف پہلے مسئلہ کے یعنی مسئلہ لمعہ کے برخلاف، امام ابویوسف کے قول پر اس لئے کہ یہاں اس نے اس حالت میں تیمّم کیا کہ وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے اگر وضو کرتا تو جائز ہوتا اور وہاں یعنی مسئلہ لمعہ میں اگر اس پانی سے وضو کرتا تو جائز نہ ہوتا اس لئے کہ پانی دیکھنے کی وجہ سے وہ پھر جنب ہوگیا"۔اھ اور اسی سے وہ کلام دفع ہوجاتا ہے۔فتدبر (تو غور کرنا چاہئے) اھ ــــ سراج کا کلام ردالمحتار میں بھی ذکر کرکے فرمایا ہے: "وهو فرق حسن دقیق فتدبره (اور یہ ایک عمدہ دقیق فرق ہے جس میں تدبر کرنا چاہئے)"اھ (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) اور توفیق خدا ہی سے ہے اس کے دو۲ محمل ہیں: **اوّل:** جواز بمعنی صحت ہو جیسا کہ ملک العلماء کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے اس طرح کہ انہوں نے جواز کی نسبت نماز کی طرف کی ہے۔اب اس میں کلام ہے **اوّلًا** محض اتنا کہ اس سے وضو درست ہے نہ قدرت کا اثبات کرتا ہے نہ عجز کی نفی کرتا ہے۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

الاترى ان المريض اوالبعيد ميلا لوتحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ايضا من وجوه العجز كالمدخر لعطش اوعجن مع جواز صلاته به قطعا ان فعل۔

وثانيا: على(۱) السراج خاصة اذن يطيح الفرق فالصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا فى مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ماتقدم عن الهندية والكافى وشرح الوقاية لوصرفه الى الوضوء جاز زاد الاولان اتفاقا وعوده جنبا لايمنعه عن التوضى للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غير مندمج فيها۔

الثانى: بمعنى الحل اى لوتوضأ به فى مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عادجنبا فوجب صرفه الى اجنابة۔

اقول: وفيه

اولا: لانسلم الحل فى النجاسة فان فيه اختيار الصلاة مع نجاسة حقيقية عمدا لانه كان قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقة

دیکھئے بیمار یا ایک میل دُوری والے نے اگر مشقت اٹھائی اور پانی سے وضو کیا تو وضو صحیح ہے اور اس سے نماز جائز ہے بلکہ زیادہ اہم ضرورت میں پانی کا مشغول ہونا بھی عجز کی صورتوں میں سے ہے جیسے وہ پانی جو پیاس کے لئے آٹا گوندھنے کے لئے جمع کر رکھا ہو باوجودیکہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز قطعًا جائز ہے۔**ثانیا:** خاص سراج پر یہ کلام ہے کہ ایسا ہے تو فرق ضائع کردینا چاہئے کیونکہ صحت اور جواز نماز تو قطعًا مسئلہ لمعہ میں بھی حاصل ہے۔وہ دیکھئے جو ہندیہ، کافی اور شرح وقایہ کے حوالہ سے گزرا کہ اگر اس پانی کو وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے۔ہندیہ وکافی نے اتفاقا (بالاتفاق) کا اضافہ کیا۔اور اس کا پھر جنب ہوجانا حدث کا وضو کرنے سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ جنابت مقتصرہ ہے اور حدث اس میں مندرج نہیں۔**دوم:** جواز بمعنی حلت ہو یعنی مسئلہ نجاست میں اگر اس پانی سے وضو کرلیا تو حلال ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے۔اس لئے کہ پھر جنب ہوگیا تو اسے جنابت میں صرف کرنا واجب ہے۔**اقول:** اس میں بھی کلام ہے۔**اولًا:** ہم نہیں مانتے کہ مسئلہ نجاست میں حلت ہے کیونکہ اس میں نجاست حقیقیہ کے ساتھ نماز کی ادائے گی کو قصدًا اختیار کرنا ہے اس لئے کہ اسے قدرت تھی کہ دونوں نجاستیں دُور کرے حقیقیہ کو پانی

بالماء والحکمیة بالتراب کماقال ملك العلماء ولم یکن للماء خلف فی الحقیقة فاذاصرفه الی الحکمیة التی کان یجدله خلفا فیها فقدازمع واجمع علی ان یصلی فی نجس مانع مع القدرة علی ازالته فکیف یحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ایقاع الصلاة وانما النظر فیه الی الحالة الراهنة۔

سے اور حکمیہ کو مٹّی سے جیسا کہ ملک العلماء نے فرمایا ہے اور نجاست حقیقیہ میں پانی کا کوئی بدل اور نائب نہیں تو جب اس نے پانی کو حکمیہ میں صرف کیا جس میں پانی کا ایک بدل اسے دستیاب تھا تو اس نے اس بات کا پختہ ارادہ اور عزم محکم کرلیا کہ نجس مانع کے ازالہ پر قدرت کے باوجود اُس نجس مانع کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو یہ حلال کیسے ہوگا؟۔رہا کفایت کر جانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائے گی کے وقت وہ پانی سے عاجز ہے اور اس بارے میں صرف حالت موجودہ پر نظر کی جاتی ہے۔(ت)

فان قلت بل یدل علی الحل قول ملك العلماء فکان اولی من الصلاة بطهارة واحدة [1] وقول الخانیة والخلاصة والحلیة والبحر لوتوضأ وصلی فی الثوب النجس جاز ویکون مسیئا [2] اھ فان(۱) الاساءة دون کراهة التحریم۔

اقول: تعلیل ملك العلماء ادل دلیل کماعلمت علی ان(۲) لفظة الاولی فیه مثلها فی قول عــه التجنیس والمزید ان

اگر یہ سوال ہو کہ ملک العلماء کی یہ عبارت حلت پر دلالت کررہی ہے: "تو ایک طہارت سے نماز کی ادائے گی سے اولٰی ہے"۔اور خانیہ، خلاصہ، حلیہ اور بحر کی یہ عبارت: "اگر وضو کرلیا اور نجس کپڑے میں نماز ادا کی تو جائز ہے اور اسائت والا (بُرا کرنے والا) ہوگا" اھ اس لئے کہ اساءت کا درجہ کراہت تحریم سے نیچے ہے۔**اقول**: ملک العلماء کی تعلیل سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ناظر کو معلوم ہے مگر یہ ہے کہ جیسے اس میں لفظ "اَولی" ہے ویسے ہی تجنیس اور مزید کی اس عبارت میں ہے: "بیشک

عــه بل فی نفس البدائع من کتاب الاستحسان الامتناع من المباح اولی من ارتکاب المحظور [3] اھ ۱۲ منه غفرله (م)

بلکہ خود بدائع کتاب الاستحسان میں یہ عبارت ہے: مباح سے باز رہنا ممنوع کے ارتکاب سے اولٰی ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل بیان ماینقض التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷
[2] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[3] بدائع الصنائع کتاب الاحسان ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۵/۱۳۰

مراعاة فرض العین اولی قال الشامی فحیث ثبت انه فرض کان خلافه حراما[1] اھ.	فرض عین کی رعایت "اولٰی" ہے اس پر شامی نے فرمایا: تو جب یہ ثابت ہوا کہ وہ فرض ہے تو اس کا خلاف حرام ہوا، اھ
من صدر الجهاد واطلاق(ا) المسیئ علی من ترك واجبا غیر نادر لاجرم ان قال فی الغنیة لوازال بذلك الماء الحدث وبقی الثوب نجسا لکان قدترك الطهارة الحقیقة مع قدرته علیها بغیر عذر فیکون اٰثما لکن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء[2] اھ وهذا عین مافهمت وقداداه بلفظ اوجز وا حسن رحمه الله تعالٰی والعلماء جمیعا۔	از شروع کتاب الجہاد اور واجب ترک کرنے والے پر لفظ "مُسِیئ" (بُرا کرنے والا) کا اطلاق کوئی نادر بات نہیں۔لاجرم غنیہ میں لکھا ہے: "اگر اس پانی سے حدث دُور کیا اور کپڑا نجس رہ گیا تو وہ طہارت حقیقیہ پر قادر ہونے کے باوجود بلاعذر اس کا تارک ہوا تو گنہ گار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہوجائے گی کیوں کہ پانی ختم ہوجانے کے بعد عجز ثابت ہوگیا" اھ یہ بعینہٖ وہ ہے جو میں نے سمجھا اور انہوں نے اسے زیادہ مختصر اور بہتر الفاظ میں ادا کیا ان پر اور تمام علما پر خدا کی رحمت ہو۔
وثانیا: اذن ینقلب الفرق فحیث جازله صرف الماء الی الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلامزیل لان یحل له صرفه الی الوضوء مع ازالة الجنابة بالتیمم لاولی وای مدخل فیه لکون الجنابة اغلظ فان الکل ینتفی اما بالماء اوبالتراب وای دلیل علی انه تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب	**ثانیا**: ایسا ہے تو فرق پلٹ جائے گا۔جب اس کے لئے یہ جائز ہے کہ پانی وضو میں صرف کردے اور بغیر کسی زائل کرنے والی چیز کے نجاست مانعہ کو باقی رکھے تو اس کے لئے جنابت کو تیمّم سے زائل کرنے کے ساتھ پانی کو وضو میں صرف کرلینا بدرجہ اولٰی جائز وحلال ہوگا اور اس میں نجاست کے زیادہ سخت ہونے کا کیا دخل؟ سبھی تو دور ہوجارہا ہے یا پانی سے یا مٹی سے اس پر کیا دلیل ہے کہ جو

[1] ردالمحتار، کتاب الجہاد، مصطفی البابی مصر ۲۴۱/۳
[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

وبالجملة ظهر بحمدالله تعالٰی ان النظر لامرد له وان الاظهر فی مسألة النجاسة مااستظهره فی الحلية والبحر وجزم به فی شرح الوقاية والدرالمختار۔

اقول: وبه ترجح ولله الحمد ماسلکه المحقق الحلبی صاحب الغنية فی تقریر منشأ الخلاف(۱) فان القول بجواز الصرف الی الوضوء مع اولوية الصرف الی اللمعة هو الذی يقتضيه الدليل وعلی تسليم وجوب الصرف اليها ترد مسائل کثيرة ثبت فيها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعی کمابيناها فی رسالة قوانين العلماء وقد(۲) يکون الوجوب فی کلام الکافی من باب قولك حقك واجب علی فظهران الاظهر فی هذه خلاف مااستظهره فی الحلية فالراجح فيه قول محمد وقدذيل بالاصح وهو تصحيح صريح وصاحب(۳) الحلية رحمه الله تعالٰی ليس من اصحاب الترجيح۔

زیادہ سخت ہے اسے مٹی سے نہیں پانی ہی سے زائل کرنا واجب ہے؟ بالجملہ بحمدِ خدائے برتر یہ واضح ہوگیا کہ اس کلام کو کوئی بات رَد کرنے والی نہیں اور مسئلہ نجاست میں اظہر وہی ہے جو حلیہ اور بحر میں ظاہر کیا گیا اور جس پر شرح وقایہ اور درمختار میں جزم ہوا۔(ت) **اقول:** اسی سے بحمدہ تعالٰی اسے بھی ترجیح حاصل ہوگئی جس پر محقق حلبی منشأ خلاف کی تقریر میں چلے، اس لئے کہ مقتضائے دلیل یہی قول ہے کہ لمعہ میں پانی صرف کرنے کے اولٰی ہونے کے ساتھ وضو میں اس کے صرف کا جواز ہے اور لمعہ میں صرف کا وجوب مان لینے پر ان بہت سے مسائل سے اعتراض ہوگا جن میں کسی شرعی ممانعت کی وجہ سے پانی سے عجز ثابت ہے جیسا کہ انہیں ہم نے رسالہ "قوانین العلماء" میں بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کافی کی عبارت میں وجوب "**حقّك واجب علیّ**" (تمہارا حق میرے اوپر واجب ہے یعنی بقوّت ثابت ہے) کے باب سے ہو۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اس بارے میں اظہر اس کے برخلاف ہے جو حلیہ میں ظاہر کیا اور کہا "تو اس میں راجح امام محمد کا قول ہے" اور اس کے آخر میں "اصح" بھی لکھ دیا یہ صریح تصحیح ہے جبکہ صاحبِ حلیہ ان پر خدا کی رحمت ہو اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں۔(ت)

فان قلت کونه مستحق الصرف الی حاجة اهم لايختص بالوجوب الاتری ان المعد لعجن منه مع ان العجن غير واجب۔

اگر سوال ہو پانی کا زیادہ اہم ضرور میں صَرف کئے جانے کا مستحق ہونا وجوب سے ہی خاص نہیں، دیکھئے آٹا گوندھنے کے لئے رکھا ہوا پانی اسی باب سے ہے باوجودیکہ آٹا گوندھنا واجب نہیں۔

اقول: ذلك تخفيف(۱) من ربكم ورحمة يراعی حاجات عبادہ بالنقير والقطمير فجاز التيمم اذاكان يبيع الماء من عندہ بفلس وقيمته ثمه نصف فلس وجاز لبعد ميل وانكان فی جهة مذهبه وهويسير اليه لحاجة نفسه انما المنع لحق الشرع فلايتحقق الابالوجوب اذمالايجب شرعا لايمنع تركه شرعا فظهر الفرق والحمدلله رب العلمين ولذا مشيت فی الجدول علی قول محمد لانه المذيل بالتصحيح الصريح ولانه الاظهر من حيث الدليل ولانه الاحوط فی الدين وان كان قول ابی يوسف ايضاله قوة لانه قول ابی يوسف ولانه فی الاصل وقداستظهر اوجهيته فی الحلية واومی الی ترجيحه فی شرح الوقاية واخردليله فی الكافی غير انهم اعتمدوا حرفا واحدا وهو استحقاق الصرف وقدعلمت جوابه ولله الحمد۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور رحمت ہے وہ نقیر و قطمیر (کھجور کی چھال اور گٹھلی کے چھلکے) میں اپنے بندوں کی حاجتوں کی رعایت فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تیمّم جائز ہوگیا جب پانی والا ایک پیسے میں پانی بیچ رہا ہے اور وہاں اس کی قیمت آدھا پیسہ ہے۔اور ایک میل پانی دُور ہو تو تیمّم جائز ہوگیا اگرچہ وہ اس کے راستے ہی کی سمت میں ہو۔اور اس طرف وہ اپنی ضرورت کے لئے جا بھی رہا ہے لیکن حق شرع کی وجہ سے ممانعت تو یہ بغیر وجوب کے متحقق نہ ہوگی اس لئے کہ شرعًا جو واجب نہیں اس کا ترک شرعًا ممنوع نہیں اس سے فرق واضح ہوگیا،اور تمام حمد خدا کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اسی لئے میں نقشہ میں امام محمد کے قول پر چلا ہُوں اس لئے کہ اس پر صریح تصحیح کا نشان دیا گیا ہے اور اس لئے کہ دلیل کے اعتبار سے وہی اظہر ہے اور اس لئے کہ دین میں وہی احوط ہے۔اگرچہ امام ابویوسف کے قول میں بھی قوت ہے اس لئے کہ وہ امام ابویوسف کا قول ہے اور اس لئے کہ وہ "اصل" میں ہے اور حلیہ میں اس کے اوجہ ہونے کو ظاہر بتایا،اور شرح وقایہ میں اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا اور کافی میں اس کی دلیل مؤخر رکھی۔مگر ان سب حضرات کا معتمد ایک ہی حرف ہے اور وہ ہے استحقاق صرف اور اس کا جواب معلوم ہوچکا اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔(ت)

بالجملہ[۲] حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کرے گا گنہگار ہوگا حدث کے لئے تیمّم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے کہ

خلاف علماء سے بچنا ہے اور اسی لئے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمّم کرلینا انسب واحری ہے اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لئے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اس کے بعد تیمّم کرے اگرچہ پہلے بھی کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمّم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔ تو اگر قول امام محمد کی صریح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کے لئے اسی پر عمل مناسب ومندوب ہوتا نہ کہ اس طرف صراحةً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح وصلاح۔

اصلح اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی بالنامع سائر اخواننا فی الدین* وجعلنا جمیعا من المفلحین* وحشرنا فی زمرة الصلحین* تحت لواء سید المرسلین* صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلیهم وعلٰی اٰله واٰلهم وحزبه وحزبهم اجمعین* ابد الاٰبدین* والحمدللّٰه ربّ العٰلمین* وصلی اللّٰه تعالٰی علی المصطفی واٰله وصحبه* وابنه وحزبه* وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم اٰمین* یاارحم الرحمین واللّٰه تعالٰی اعلم* وعلمه جل مجده اتم واحکم*	خدائے پاک برتر ہمارا حال ہمارے تمام دینی بھائیوں کے ساتھ درست فرمائے اور ہم سب کو فلاح والوں میں سے بنائے اور ہمیں صالحین کے زمرے میں سید المرسلین کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ خدائے برتر کا درود ہو حضور پر اور رسولوں پر اور حضور کی آل اور رسولوں کی آل اور حضور کی جماعت اور رسولوں کی جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ اور تمام حمد خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے سرکار مصطفٰی، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ پر اور ہم ان کے طفیل، ان کے سبب، ان کے اندر اور ان کے ساتھ قبول فرمااے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

الحمدللہ کتاب مستطاب حسن التعّمم لبیان حد التیمم مسودہ فقیر سے اٹھارہ [18] جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعًا طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اُٹھیں ع:

کم ترك الاول للاخر

(اگلے پچھلوں کے لئے کتنا چھوڑ گئے۔ت)

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہٖ تعالٰی کیسی خُوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد (اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔ت) کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ ۸ رسائل ہیں:

(۱) سمح الندرٰی فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ۔

کہ وقتِ طبع حاشیہ پر اس عہ کا نام لکھنا رہ گیا۔

(۲) الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ۔

(۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ۔

(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ۔

یہ چار ضمنیہ ہیں۔

(۵) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ۔

(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ۔

(۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ۔

(۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۵ھ۔

یہ چار ملحقہ ہیں سوال وشروع جواب ۱۳۲۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہ تعالٰی اس مقام کے طبع کے وقت کے اوائل ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو ۲ دن کم تین مہینے علالتِ شدیدہ ونقاہتِ مدیدہ کے ہیں جس کا بقیہ اب تک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اس کے نام نے ظاہر کیا بہر حال جو کچھ ہے میری قدرت سے وراور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وللہ الحمد حمد الشاکرین* وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین*	اور خدا ہی کے لئے حمد ہے شکر گزاروں کی حمد اور اللہ تعالٰی کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے

عہ یہ رسالہ (طبع جدید میں) جلد سوم کے صفحہ ۴۱۱ سے ۴۴۰ تک ہے۔

اٰمین والحمدللّٰه رب العٰلمین* سبحٰنك اللھم وبحمدك اشھد ان لاالٰه الاانت استغفرك واتوب الیك ط	فرزند، ان کے گروہ سب پر الٰہی! قبول فرما۔اور تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ پاکی ہے تجھے اے اللہ ساتھ ہی تیری حمد بھی۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔(ت)

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۱۵: از میرٹھ محلّہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۸شوال ۱۳۳۸ھ

شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی دیر میں ذرا ذرا نمی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریبًا ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے نمی کے الکس کی وجہ سے بار بار صاف کرتا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کے چڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھُول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔

اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بنی کی راہ نکلنا ہے وہ یہی ہے چونکہ بنی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوئے سے نمی کا الکس معلوم ہوتا ہے بعض کا خیال یہ ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسُوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہئے بعض کا یہ خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ اُن کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے اُنہوں نے اپنی آمد ورفت کم

کردی، یہ حالت ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر کہ طاہر ہے قابلِ سیلان بھی ہو تو ناقضِ وضو نہیں اور اگر ناسُور سے ہو جب بھی صورتِ مذکورہ سے لان کی نہیں اور چھڑانے سے چھُوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں بہر حال اس سے وضو نہ جائے گا **واللہ تعالٰی اعلم**

ذیل باب الغسل

مسئلہ ۱۱۶: از سرونج مسؤلہ عبدالرشید خان صاحب			۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ۶ ماہ عرصہ سے زید حالتِ جنابت میں ہے جب اسے ضرورت غسل کی ہُوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اُسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اُسی حالتِ جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چُونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چُونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہُوا تو کیا تدبیر کرنی چاہئے؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر وہ جگہ جہاں چُونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے نہ دُھل گئی تھی اور وہ چُونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھُڑانا باعثِ ضرر و ایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھُڑا سکتا ہے تو چھُڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۷: از مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہئے یا نہیں، اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہوا اگر اس نے نیت نہیں کی غسل ہُوا یا نہیں؟

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

(۱) غسل میں نیت سنّت ہے، اگر نہ کی غسل جب بھی ہوجائے گا اور اُس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دُور ہوجانے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہوجاتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۸: مولوی عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام　　　　۳۔ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت ودفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے جیسے جریان وغیرہ، کیونکہ اس میں بھی بلاشہوت ودفق کے ہوتا ہے ان دو۲ صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں؟ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق وشہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب:

جاگتے میں جو منی بغیر دفق وشہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق وشہوت ہے احتیاطًا غسل کرے گا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۹: از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش پاسوٹولینڈ مسؤلہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھ یاواری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو، زانی پر غسل چالیس ۴۰ روز تک نہیں اُترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اُترتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے فورًا ہوجائے گی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس ۴۰ دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس ۴۰ برس توبہ نہ کرے تو چالیس ۴۰ برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اُترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ! طہارت شرط ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اُترتا یعنی کافران کتابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طَعَامُ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمۡ [1]۔	کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔

[1] القرآن ۵/۵

اور کفّار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لئے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پُرزے پُرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پُورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ ان سے ادا ہوجاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مُنہ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لئے پانی سُونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعًا نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔ امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال و ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ لان المشرکین لایغتسلون من الجنابۃ ولایدرون کیفیۃ الغسل اھ۔ وفی الذخیرۃ من المشرکین من لایدری الاغتسال من الجنابۃ ومنھم من یدری کقرشی فانھم توارثوا ذلك من اسمٰعیل علیہ الصّلٰوۃ والسلام الا انھم لایدرون کیفیتہ لایتمضمضون ولا یستنشقون وھما فرضان الا تری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ماشار الیہ فی الکتاب اما ان لایغتسلوا من الجنابۃ اویغتسلون ولکن لایدرون کیفیتہ وای ذلك کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابۃ وبہ تبین ان ماذکر بعض مشایخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلك فیمن لم یکن اجنب اھ۔ مختصرا[1]۔	محیط میں ہے: "امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے سِیر کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اُسے غسلِ جنابت کرنا چاہئے کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں" (انتہی)۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ بعض مشرک غسلِ جنابت کا علم نہیں رکھتے اور بعض جیسے کفارِ قریش جانتے ہیں کیونکہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے نسلًا بعد نسلٍ ایسا کرتے آئے ہیں لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے ہیں وہ نہ کُلی کرتے ہیں نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کُلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت بہت سے اہلِ علم پر مخفی ہے تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا لہٰذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے) کتاب (سِیر کبیر) میں اشارہ فرمایا کہ یا تو وہ غسلِ جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے۔ جو بھی بات ہو بہرحال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ جنابت باقی ہے

[1] حلیہ

	اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشائخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہو اھ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصراً) (ت)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحال جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہئے کہ ذبح عبادت الٰہی ہے جس سے خاص اُس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اُس میں تسمیہ و تکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولٰی ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔دُرمختار میں ہے:

لایکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	جنبی کے لئے دُعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا بھی مکروہ نہیں اور اس سے مکروہ تحریمیہ مراد ہے ورنہ مطلق ذکر کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلافِ اولٰی ہے۔اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

سوال ۲۰ دوم: اگرزید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کرکے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اُترتا ہے یا نہیں، غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے جس میں حلق تک مُنہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اُتر جائے گا،ہاں کُھلے غسل خانے میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔وہ احتمالِ نظر جتنا قوی ہوگا اُتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

ذیل باب المیاہ

مسئلہ ۱۲۱ : ازپولول مولول ڈاک خانہ ہیروں ضلع دربھنگہ.بلگرام چرن مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھُوٹے پانی سے وضو درست ہے۔اس پر ہم کو شک ہے اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب :

ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے منہ لگا کر پئے گا اُس پانی سے

وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اُسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملادیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ایاك وما یسوء الاذن**[1] (جس بات کا سُننا (شرعًا) ناگوار ہو اس سے بچو۔ ت) ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اُس سے وضو کرنا ہوگا ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۲: از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمٰن صاحب ۹۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گر جائے بشرطیکہ اوصاف ثلٰثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

الجواب:

حوض اگرچہ ہزار در ہزار ہو جبکہ اس وقت اُس میں پانی دَہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اسے ناپاک کردے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۳: موضع بیتھوڈاک خانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول کا کس قدر ہونا لازم ہے۔ (۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔ (۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی الغادیۃ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

معروف پُل سے ہے۔ یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ یا جب آبِ باراں ہوتا ہے تو اس نالہ سے تمام بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکور میں گرا کرتا ہے اور زمانہ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول وبراز کیا کرتے ہیں اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بَول وبراز ہُوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینا یان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینا یان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی وناطاہر چیزیں بھی اُس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں۔

اور زمانہ میں شاید باید کمتر خصوصًا زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہو کر پانی نکلتا ہے جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جب کچھ پانی انداز کا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ وبذریعہ گلیاں اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آب باراں کے گر کر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اُس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۴) یہ گڈھی دَہ در دَہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ (۵) دہ در دہ میں شرائط رنگ وبُو وذائقہ کا ہے یا نہیں۔ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔ (٦) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول میں بھی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے۔ (۷) مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہوگا یا نہیں۔ (۸) جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ وجانب شمال ساٹھ ہاتھ وجانب شرق پچپاس ہاتھ وجانب غرب ۱۰۰ ہاتھ وعمق اختلافیہ درمیان گڈھی تیراتا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

(نقشہ گڈھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)
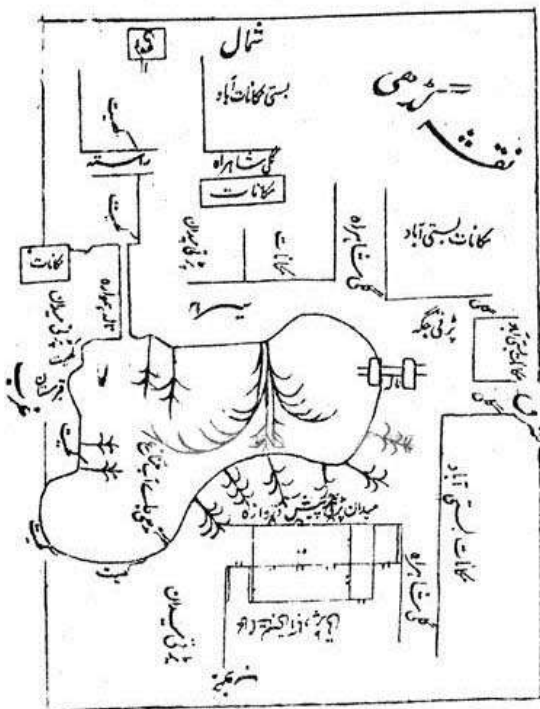
الجواب:

(۱) دہ در دہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہئے جن کا حاصل ضرب سو۱۰۰ ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(۲) دَہ در دہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازہ ائمہ کہ مائے کثیر کی یہ تقدیر فرمائی **کمابیناہ فی فتاوٰنا** (جیسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انه حقق فیها ما اختاره اصحاب المتون من اعتبار العشر و اورد نحومائة نقل ناطقة بالصواب ولایخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الهدایة وقاضی خان و غیرهما من اهل الترجیح هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم[1]۔۔۔الخ۔	بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین دیری سے نقل کیا، انہوں نے اپنے رسالہ "القول الراقی فی حکم الفساق" میں دہ در دہ کے اعتبار میں اصحابِ متون کی مختار بات کو صحیح ثابت کرتے ہوئے (اس کی تائید میں) تقریبًا ایک سو صحیح اقوال نقل کیے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ متاخرین مثلًا صاحبِ ہدایہ اور قاضیخان نے جو (ہر طرف سے دس گز کا) فتوٰی تو وہ لوگ اہلِ ترجیح میں سے ہیں مذہب کا علم ہم سے زیادہ رکھتے ہیں لہٰذا ہم پر ان کی اتباع ضروری ہے الخ (ت)

(۳) مینہ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے اگرچہ اُس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طهور لاینجسه شیئ مالم یتغیر احد اوصافه [2] (بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اس کا کوئی وصف نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔ت)

تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہُوا اس گڈھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڈھی کے کنارے پر نجاستیں پڑی ہوں۔

ایک حالت تو یہ تھی، دُوسری حالت اُس پانی کے گڈھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا وہ ناپاک پانی جو اُس کے ساتھ بہہ کر آئے تھے اُن کو بھی اس نے پاک کر دیا فان الماء الجاری یطهر بعضه بعضا [3] (جاری پانی کا بعض (اس کے) دوسرے بعض کو پاک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۳۳

[3] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۴۰

کردیتا ہے۔ت) اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اُوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اُس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُس میں رُکا رہے۔

اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہوا تھا یا دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دَہ در دَہ پاک پانی ہو کر اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائے گا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اُسے بہادے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہوجائے گا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اُس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اُس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب دہ در دہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہتے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہوگیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہاکر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ در دہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کہ پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہوگیا **لانہ فی حکم الجاری**[1] (کیونکہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔ت) اس طرح پاک وناپاک پانی مل کر گڑھی بھرے تو سب پاک ہے اور نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے۔

(۴و۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے سو۱۰۰ ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے۔

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے، درمختار میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه من لون اوطعم اوریح ینجس لا لوتغیر بطول مکث ولوشك فالاصل الطھارة ویجوز بماء خالطه طاھر جامد کاشنان وزعفران	نجاست ملنے سے پانی کے رنگ، ذائقے اور بُو میں کسی ایک وصف کے بدلنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو تو ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ طہارت اصل ہے اور اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کوئی ٹھوس

[1] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۴۰

وفا کہۃ ورق شجر وان غیر کل اوصافہ[1]۔	پاک چیز مثلاً اُشنان، زعفران، پھل اور درختوں کے پتّے مل جائیں اگرچہ وہ اس کے تمام اوصاف بدل دے۔(ت)

(۶) دہ دَردہ کے عرض و طول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سو۱۰۰ ہاتھ ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض وطول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سو۱۰۰ ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے اور عمق ہیں صحیح و معتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے ہمارے فتاوی میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے **ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر** ۳۳۴ھ جسے تحقیق بازغ و تنقیح بالغ دیکھنی ہو اس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں، ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اویہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ ورسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لئے جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۴: از بلند شہر بالائے کوٹ محلّہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰۔ رمضان ۱۳۳۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لئے تعمیر ہوا اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلّہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عـــہ ۱۰ روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس سے وضو جائز ہے اول تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اُس کے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا بصورتِ اجرت تو ظاہر ہے کہ اُس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دے دو اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد ونقد زرِ حرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شے میں خباثت نہ آئی **کماھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی مافصلناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کا

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵

مفتٰی بہ قول ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے مفصل بیان کیا ہے۔ت) اور اگر بالفرض عقد و نقد اُس شرا میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دے دی اس نے زرِ حرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شے خبیث ہُوئی مگر کیا معین کرسکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کون سا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم یعرف شیئا حراما بعینہ ھندیۃ عن الذخیرۃ[1]۔	ہم اسی بات کو اختیار کریں گے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو اسے فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔(ت)

ہاں اگر اکثر چُنائی ایسی ہی خبیث اشیا سے ہو تو اس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل فی[2] ھذا عند قوم (کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک ایسی صورت میں اکثر کُل کے حکم میں ہوتا ہے۔ت) اگرچہ اس کے پانی میں کوئی نقص نہیں، نہ اس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرِ حرام سے ہو لان الکراھۃ لمجاور (کیونکہ کراہت، اس سے ملنے والی چیز کے باعث ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از باسنی متصل ناگور مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طول مکث و کثیر الاستعمال کی وجہ سے بدبُو کرجائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب ماءِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرمارہے ہیں اور یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے لہٰذا نجس ہے تو کیا وہ دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے مولٰنا عبدالحہ صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضیئ فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ[3]۔ (بڑے بدبودار حوض ینجس بتغیر احد اوصافہ بنجس لا لو تغیر بمکث اھ سے وضو کرنا جائز ہے جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ت) اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا۔الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

[2] تبیین الحقائق باب مسح الخفین المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۵۰/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب المیاہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱۸/۱

الجواب:

طول مکث سے بدبولا نا پانی کو نجس نہیں کرسکتا اگرچہ کٹورا بھر ہو، تنویر وغیرہ متون میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافہ بنجس لا لوتغیر بمکث[1]۔	نجاست ملنے سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا۔(ت)

درمختار میں ہے:

فلوعلم نتنہ بنجاسۃ لم یجز ولوشك فالاصل الطہارۃ[2]۔	اگر نجاست کی وجہ سے پانی کے بدبودار ہونے کا یقین ہو تو وضو جائز نہیں اور اگر شک ہو تو اصل چیز طہارت ہے (لہٰذا جائز ہوگا)۔(ت)

دہ در دہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا نہ کہ مائے مستعمل سے مائے مستعمل صحیح ومعتمد ومفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں طاہر غیر مطہر ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب معتمد ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وھو طاھر لیس بطھور[3]۔	اور وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المشھورۃ عنہ واختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوٰی[4]۔	اسے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے اور ان سے مشہور روایت یہی ہے اور محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز۔ درمختار میں ہے:

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل	اگر (پانی میں) ملنے والی چیز اسی جیسی ہو جیسے مستعمل

---

[1] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[2] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[3] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷

فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطهیر بالکل والا لا [1]۔	پانی تو غلبے کا اعتبار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر مطلق پانی نصف سے زیادہ ہے تو تمام پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔(ت)

بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابلِ التفات۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۶ : از پور بندر کاٹھ یاوار میٹھی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت و طریقت حکیم امت مولٰنا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب **متع اللہ المسلمین بطول بقائھم۔**

بعد تسلیم فدویت ترمیم معروض رائے شریف وذہن لفیط ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کو اوپر کو پتھّر لگانے سے مُنہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پُورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لئے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کرجاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے،اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہوجاتا ہے اس لئے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے۔سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کرکے تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔**بینوا توجروا۔**

الجواب :

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ،

اگر پانی پتھّر سے نے چاہے تو وہ دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور پانی اُس حد سے اونچا ہو کر پتھّر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہوجائے گی ہاں وضو کے لئے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہوجائے گا قابلِ وضو نہ رہے گا وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہوجائے اس کے پاک کردینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصّہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۷: از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

تو وہ ناپاک ہوجائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلاہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت ہوگیا تو جو قطرے اس کی رِیش وغیرہ سے گریں گے اُس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اُن قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں بدن اتناپُونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۸: از شہر گیا محلّہ ندر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب:

جب آب مطلق اصلًا نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمّم ہر گز صحیح نہیں اور اُس تیمّم سے نماز باطل۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

فصل فی البئر

مسئلہ ۱۲۹تا۱۳۴: از شہر کہنہ محلّہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خان ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چُوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن پیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کاٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنویں میں جائے تو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنویں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پُورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اُس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اُس کنویں میں دو ۲ آدمی کے قد پانی ہے اور پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اُوپر بھی پانی چھ سات اُنگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا (کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون بنوائے گا یہ تو بیکار ہُوا جاتا ہے) تو کنواں پاک ہُوا یا نہیں؟

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کیے ہوئے ہما وشما کے کہنے سے کنویں کو پاک کرادیں یا کردیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو ایسی نجاست جو کہ ساٹھ ۶۰ ڈول نکالنے سے پاک ہو سکتی ہے اور ہما وشما کے کہنے سے جنھوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ۲۰ ڈول نکلوادئے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کُنواں پاک ہوگیا۔اُن کے واسطے کا کیا حکم ہے۔

(۶) اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کرکے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دہرانا چاہئے۔

الجواب:

(۱) کُل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کرلیں کہ اتنے ڈول ہے اُس قدر نکال لیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اس کا جواب اُوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا، **واللہ اعلم۔**

(۳) چڑیا چوہا مثلاً کنویں میں مر کر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہوجائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہوگیا ہوگا اور اس کا اندازہ چھ ۶ مہینے کیا گیا ہے باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سو ۱۰۰ یا دوسو ۲۰۰ ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہوجائے وہ باقی کے سو ۱۰۰ دوسو ۲۰۰ ڈول نکال دیں کنواں پاک ہوگیا لان الولاء غیر شرط (کیوں کہ مسلسل نکالنا شرط نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحقِ تعزیر جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہوتا ہے اب اتنا ہونا چاہئے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کردیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کیے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۶) جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کرکے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اس کے بعد پانی پاک کرلیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہہ گیا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور

اگر کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اُس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہوگئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہوگئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک دھویا نہ جائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۵: از شہر بریلی محلّہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲۔رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسّی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنویں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسّی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہئے۔

الجواب:

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: از شہر بریلی محلّہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۲۔رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لئے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسّی بندھی ہُوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا مَیلا دوپٹّا رسّی پر لپٹا ہوا جو کہ ایک عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسّی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اُس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیّے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنویں میں گر گیا اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب:

بے نمازی عورت کا مَیلا دوپٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسّی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ، رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم وثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خُون و غیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کُل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ۲۰ ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۷: از شہر کہنہ بریلی محلہ گھیر جعفر خان پنجابی ٹولہ مسئولہ جناب محمود علی خان صاحب رضوی ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا اُس کنویں میں گلہری گر کر مر گئی اور سڑ کر پھٹ گئی ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جاوے کہ کنواں پاک ہو جاوے۔

الجواب:

اگر کنواں آپ دہ در دہ ہو یعنی اس کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذرا سی نجاست سے اُس کا کُل پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ کثرت عمق یا زیادات آمدِ آب کے سبب اُس سے دس ۱۰ حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہو جائے گا خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالنے سے اس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلًا نہ گھٹے ہر صورت میں اُتنے ڈول نکالنے سے پاک ہو جائے گا اور وہ جو آج کل بعض بے علم لوگ ایسے کُنویں سے ۳۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔ ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسّی میں پتھّر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں، خم نہ پڑے جب تہہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سو ۱۰۰ ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اس سے حساب لگالیں مثلًا بیس ۲۰ ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سو ۱۰۰ ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں یا دو ۲ معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کرکے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُس قدر نکال دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: از رامہ تحصیل گوجر خان ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنویں میں گر پڑے اور اس کے مُنہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کُل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اُس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی نہ پہنچا صرف بیس ۲۰ ڈول تطییبِ قلب کے لئے کافی ہیں، دُرمختار میں ہے:

لو اخرج حیاً ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان	اگر زندہ نکالا گیا اور وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا

یدخل فمه الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح[1]۔	مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس وقت اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ناپاک ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ نہیں۔ یہی صحیح ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیة لوقعت شاۃ وخرجت حیة ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس (صاحبِ دُر مختار) کے قول "لم ینزح شیئ" (کچھ بھی نہ نکالا جائے) سے مراد یہ ہے کہ نکالنا واجب نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اگر بکری گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اطمینانِ قلب کے لئے بیس ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لئے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹: از ضلع فرید پور موضع قتل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی ایک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنویں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اب اس کنویں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کرلیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ۲۰ ڈول نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۶

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۱۴۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملّا یعقوب علی خان ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں

یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا اُنہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔

فی المنیة والغنیة (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حینفة الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستقر القدم الی الکعب (اومنعلین) ای جعل الجلد علی ما یلی الارض منھما خاصة کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذاکانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذاکان بحیث لایجاوز الماء منه الی القدم فھو بمنزلة الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الابعد لبث اودلك بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال[1]۔	منیہ اور غنیہ میں ہے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں) یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصّہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جُوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔(ت)
(وعلیه) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسك علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیه ضیق یستمسك علی الساق من غیر شد والحد	(وعلیہ) یعنی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتوی ہے،اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہا نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو

[1] غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۰

بعدم جذب الماء اقرب وبمایمکن فیه متابعة المشی اصوب۔

وہ باندھے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے۔ موزے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے اور اس کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو، حق کے زیادہ قریب اور بہترین تعریف ہے۔(ت)

وقدذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمة الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماکان رقیقا منها لایجوز المسح علیه اتفاقا الاان یکون مجلدا اومنعلا وماکان ثخینا منها فان لم یکن مجلدا اومنعلا فمختلف فیه وماکان فلاخلاف فیه[1] اھ۔ملتقطا۔

نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیں پتلی ہوں تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں جب تک وہ مجلّد یا منعل نہ ہوں اور اگر وہ (دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں اختلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی انتخاباً۔(ت)

قلت وھھنا وھم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیة شرح الوقایة فلاعلیك منه بعد ماسمعت نص امام الشان شمس الائمة وکذلك نص فی الخلاصة بمایکفی لازاحته کماحققه فی الغنیة وذکر طرفا منه فی ردالمحتار فراجعها ان شئت واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

فاضل اخی یوسف چلپی کو حاشیہ شرح وقایہ کے اس مقام پر ایک وہم[۲] ہوا۔ لہٰذا امام الشان شمس الائمہ کی تصریح سننے کے بعد اب تمہیں وہ قول اختیار نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح خلاصہ میں بھی تصریح ہے جو اس کے ازالہ کے لئے کافی ہے جیسا کہ غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور کچھ بحث ردالمحتار میں بھی مذکور ہے اگر چاہو تو وہاں رجوع کرو۔ اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۴۱: مقام کہنہ دہانہ ضلع رزے ڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بُوٹ جن سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بُوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں وہ بُوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں۔ چونکہ چمڑے کے موزے پر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۱

[۲] چلپی نے فرمایا اگر وہ ثخین نہ ہو تو نیچے چمڑا چڑھا ہونے کے باوجود مسح جائز نہیں۔ ذخیرۃ العقبٰی ص ۵۲

مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) توفرمایئے کہ بُوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب:

درست ہے معراج الدرایہ پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظھر القدم ولہ ازرار یشدھا علیہ تسدہ لانہ کغیر المشقوق وان ظھر من ظھر القدم شیئ فھو کخروق الخف[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	ایسے موزے پر مسح جائز ہے جو قدم کے اوپر سے کھلا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو تو وہ بند کی طرح ہے اور اگر قدم کی پیٹھ سے کچھ حصہ ننگا ہو تو وہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۲

باب الحیض

مسئلہ ۱۴۲: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی ہٰذہ المسئلۃ دروسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است نونے نماز میگزارد ہم دراثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود واگر نفل بود قضا واجب آید۔بینوا توجروا۔	اللہ تعالٰی آپ کو اپنی رحمت سے نوازے،اس مسئلہ میں آپ کی کیارائے ہے،رسالہ "طہارتِ کبرٰی"میں لکھا ہے:"کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو اور نماز کے دوران اسے حیض آجائے تو وہ نماز توڑدے پھر اگر وہ فرض نماز ہے تو حصولِ طہارت کے بعد اس کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر نفل نماز ہو تو واجب ہوگی۔بیان کریں اجر پائیں۔(ت)

الجواب:

دریں رسالہ اگرچہ بس یار جاخطا سرزدہ اماایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر و غیرھما من الاسفار الغرّ وجہش انچہ	اس رسالے میں اگرچہ بہت جگہ غلطی واقع ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے اسی کی مثل البحرالرائق،درمختار اور ان کے علاوہ عمدہ کتب میں منقول ہے،

کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد واگر قبل ازاتمام فسادے رونماید قضالازم آید امااین حکم حکم شروع قصدی ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزاردہ فراموش کردو باز عقد ش بربست پیش ازفراغ بیادش آمد ہمچناں بشکست قضابرد لازم نیست کہ ایں شروع بربنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن راحیض رسید پیداشد کہ نماز ایں وقت بروواجب نبود وظن وجابے کہ بربنائیش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیراکہ نزد مااعتبار مرآآخر وقت راست کمانصوا علیہ پس قضا لازم نیا ید بخلاف نفل کہ شروع دروے نہ بظن وجوب بودونہ عروض حیض درآخر وقت مانع تنفل دراول ست پس شروع دروے صحیح بودچوں فاسد شد قضا واجب آمد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس کا سبب جو اس وقت خیال میں آرہا ہے یہ ہے کہ نماز اگرچہ نفل ہو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے اگر تکمیل سے پہلے کوئی فساد ظاہر ہو تو قضالازم ہوگی لیکن یہ حکم اس نماز کا ہے جسے قصداً شروع کیا ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نمازِ ظہر ادا کرکے بُھول گیا ہو پھر اس کی نیت کرلی لیکن فارغ ہونے سے پہلے یاد آگیا اور اسی حالت میں نماز توڑدی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ شروع کرنا غلط گمان کی بنیاد پر تھا۔ اسی طرح جب عورت کو حیض آیا تو اس وقت کی نماز اس پر فرض نہ تھی اس نے فرض خیال کرتے ہوئے شروع کردی تھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے جیسے فقہاءِ کرام نے بیان فرمایا لہٰذا قضالازم نہیں ہوگی بخلاف نفل کے کہ وہ نہ تو واجب سمجھ کر شروع کئے اور نہ ہی آخر وقت میں حیض کا شروع نفل پڑھنے سے مانع ہے لہٰذا نوافل کا شروع کرنا صحیح تھا جب فاسد ہوگئے تو قضا واجب ہوگئی۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بزرگ وبرتر ذات کا علم سب سے زیادہ مکمل اور مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳ ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسمّاۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حبس طمث تھا بالکل ادرار مسدود تھا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوئی باعانت دوااجرائے دم ہوا ہے ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے، ہاں اگر دس ۱۰ روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کریں اور وہ پچھلا طمث جس کے بعد احتباس ہوگیا تھا اگر دس ۱۰ دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دن دس سے بڑھے تو وہ جتنا دس سے کم تھا اُتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وہ چھ ۶ روز کا تھا تو چار ۴ دن کی نماز قضا کریں اور چار کا تو چھ کی وعلی ہذا القیاس **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۴: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۔ شوال ۱۳۱۴ھ۔

عورت حالت حیض اور نفاس میں مراقبہ جیساکہ طریقہ نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یانہیں اور اسی حالت میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یانہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت ارقام فرمائیں۔

الجواب:

ہاں اُمّ المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علٰی کل احیانہ [1] رواہ الامام احمد ومسلم وابوداو،د والترمذی وابن ماجۃ۔"	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرماتے تھے"۔اس (حدیث) کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المؤمن لاینجس [2] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	"مومن ناپاک نہیں ہوتا"اسے چھ ائمہ حدیث (اصحابِ صحاح ستّہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

دُرمختار میں ہے:

لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسھا وحملھا [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	حائضہ اور جنبی کے لئے دُعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۵: از علی گڑھ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہوتا ہے سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی الرجل یذکر اللہ علٰی غیر طہور مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۴

[2] جامع ترمذی، باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب، طبع مجتبائی پاکستان ۱/۱۷

[3] درمختار، باب الحیض، مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۵۱

صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو حیض اپنی پُوری مدّت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو۲ صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اُتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خُون بند ہوگیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہالے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات۷ دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہُوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس۱۰ دن سے کم میں ختم ہوا تو اُس سے صحبت جائز ہونے کے لئے دو۲ باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا۱ تو عورت نہالے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمّم کرنا ہو تو تیمّم کرکے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمّم کافی نہیں یا۲ طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نمازِ فرض فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

فی الدر المختار یحل وطؤها اذا انقطع حیضها لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقله فان لدون عادتها لم یحل (الوطؤ وان اغتسلت لان العود فی العادة غالب بحر) وان لعادتها فان کتابیة حل فی الحال (لانه لااغتسال علیها لعدم المطالب) والالایحل حتی تغتسل اوتتیمم بشرطه (هو فقد الماء به والصلوٰة به علی الصحیح کمایعلم من النهر و غیرہ وبهذا ظهر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلاة مع الصلاة به ایضا) اویمضی علیها زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمة	درمختار میں ہے: اگر عورت کا حیض، زیادہ دنوں کے بعد ختم ہو تو اس کے ساتھ غسل واجب بلکہ مستحب غسل سے بھی پہلے وطی کرنا جائز ہے اور اگر کم از کم مدت میں ختم ہو تو (دیکھیں گے) اگر عادت سے کم میں ختم ہو تو جماع جائز نہیں اگرچہ غسل کرلے کیونکہ عادت کی طرف لَوٹنا غالب ہے (بحرالرائق) اگر عادت کے مطابق ختم ہوا تو کتابیہ ہونے کی صورت میں اسی وقت وطی حلال ہو جائے گی کیونکہ اس پر غسل واجب نہیں اس لئے کہ اس سے (غسل کا) مطالبہ کرنے والی چیز (یعنی اسلام) نہیں۔ اگر وہ کتابیہ نہیں تو جب تک غسل یا شرائطِ تیمّم پائے جانے کی صورت میں تیمّم نہ کرے اس سے جماع جائز نہیں۔ صحیح قول کے مطابق (اس کے لئے تیمّم کی) شرط یہ ہے کہ پانی نہ ہونا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہے جیسا کہ

یعنی من آخر الوقت لتعلیلھم بوجوبھا فی ذمتھا حتی لوطھرت فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظھر کمافی السراج [1] اھ مزیدا من ردالمحتار [2]۔ ورأیتنی کتبت علی قولہ ولیس الثیاب مانصہ ای المبیحۃ للصلاۃ ولورداء واحدا یسترھا من قرنھا الی قدمھا لان المقصود کون الصلاۃ دینا علیھا وذلك یحصل بھذا القدر ولذا استظھر العلامۃ الحلبی فی الغسل ان المراد قدر الفرض وھو ظاھر [3] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	نہر (نہرالفائق) وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ تیمّم کامل مراد ہے جس سے نہ صرف یہ کہ نماز پڑھنا جائز ہوجائے بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھ لے) یا اتنا وقت گزر جائے جس میں غسل کرکے کپڑے پہننے اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہو کیونکہ انہوں نے اسی بات کو عورت کے ذمہ (نماز) واجب ہونے کی علت قرار دیا ہے حتی کہ اگر عید کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر وقتِ ظہر گزرنا ضروری ہے جیسا کہ سراج میں ہے (انتہی) یہ ردالمحتار سے اضافہ کے ساتھ ہے۔اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس (دُرمختار) کے قول "ولیس الثیاب" پر لکھا ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کے ساتھ نماز جائز ہوجاتی ہے اگرچہ ایک چادر ہو جو سر سے قدموں تک اسے ڈھانپ لے کیونکہ مقصد تو نماز کا اس کے ذمہ فرض ہونا ہے اور یہ اس مقدار سے حاصل ہوجاتا ہے اسی لئے علامہ حلبی نے غسل کے بارے میں بتایا کہ اس سے فرض کا اندازہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔(ت)

سوال دوم: ایامِ حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز۔کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھُونا بلاشہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

---

[1] دُرمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۵

[3] جدّ الممتار علی الدرالمختار باب الحیض المجمع الاسلامی مبارکپور ہندوستان ص ۱۶۴

فی الدرالمختار یمنع حل قربان ماتحت ازار یعنی مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلاشھوۃ وحل ماعداہ مطلقا[1] اھ

وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ماتحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لایباح الاستمتاع من النظر و غیرہ بمادون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ماورائہ وقیل یباح مع الازار اھ ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ماتحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الاالرجوع الیہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے: "ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قُرب جائز نہیں اگرچہ بلاشہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقًا جائز ہے۔اھ"۔

اور ردالمحتار میں ہے: "حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ "امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہئے"۔امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "فقط جماع سے پرہیز کرے"۔پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی) مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اس کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا) واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۷: از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدّت چالیس ۴۰ روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی ہشت روز میں بند ہو اور نماز اور روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس ۴۰ دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی رہ گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو ۲ منٹ تک خُون آکر بند ہوگیا عورت بگمانِ طہارت غسل کرکے نماز

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

روزہ وغیرہ کرتی رہی چالیس ۴۰ دن پُورے ہونے میں ابھی دو ۲ منٹ باقی تھے پھر خُون آگیا تو یہ سارا چِلّہ نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انہیں پھر پھیرے۔

فی ردالمحتار ان من اصل الامام ان الدم اذاکان فی الاربعین فالطھر المتخلل لایفصل طال اوقصر حتی لورأت ساعة دما واربعین الاساعتین طھرا ثم ساعة وماکان الاربعون کلھا نفاسا وعلیه الفتوٰی کذا فی الخلاصة [1] نھر۔واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	ردالمحتار میں ہے: "امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو توطُہر متخلل فاصل نہیں ہوگا وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خُون دیکھا پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی پھر ایک ساعت خون دیکھا تو پُورے چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتوٰی ہے۔خلاصہ میں اسی طرح ہے نہر،واللہ تعالٰی اعلم وعلمه مجدہ اتم واحکم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۸: ۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے، حیض کے کتنے دن ہیں، **بینوا توجّروا۔**

الجواب:

اس کے ہاتھ کا پکاہُوا کھانا بھی جائز، اُسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔

وقدکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یدنی راسه الکریم لام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم معتکف فی المسجد لتغسله فتقول اماحائض فیقول حیضتك لیست فی یدك [2]۔	سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا سرمبارک دُھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اُم المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہُوں۔آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۹

[2] جامع ترمذی، باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیئ من المسجد، مطبع مجتبائی لاہور ۱/۱۹

مَر جائے تو اس کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے کمانص علیہ علماؤنا وبہ قال جمہور الائمۃ (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ت) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: ۹۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنے اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چُوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس ۴۰ دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلّہ نہ ہوجائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس ۴۰ دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں اگر بچّہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا عورت اُسی وقت پاک ہوگئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس ۴۰ دن کے اندر اُسے خُون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہے گے۔ چُوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: از فرخ آباد شمس الدین احمد شنبہ ۱۸۔ شوال ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب:

اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار، اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سُنن دارمی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ عــہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذاوقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق	جب آدمی اپنی عورت سے حالتِ حیض میں صحبت کرے

عــہ: عزاہ فی المشکوٰۃ لاربعۃ وانما الذی رأیت للنسائی ما یاتی ۱۲ منہ (م)	مشکوٰۃ المصابیح میں اسے چاروں سنن کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ جو میں نے نسائی کے لئے دیکھی ہے وہ ہے جو اس کے بعد آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

بنصف دینار[1]	تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔

سنن نسائی وابن ماجہ میں انہیں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یتصدق بدینار اونصف دینار**[2] ایک یا نصف دینار تصدق کرے **ورواہ الدارمی فجعل الترديد من شك الراوی حیث قال یتصدق بدینار ونصف دینار شك الحکم**[3] (اسے امام دارمی نے روایت کیااور تردید کو راوی کا شک قرار دیا کہ اس نے کہاایک دینار صدقہ کرے یا نصف دینار، حکم (راوی کو) شک ہُوا۔ت)

مسند[عہ] احمد ودارمی وترمذی میں اُنہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاکان دماًاحمر فدینار واذاکان دماًاصفر فنصف دینار[4]۔	جب سُرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا۔

طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادہ تصحیح اُنہیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار ومن اتاها وقدادبر الدم عنها ولم تغتسل فنصف دینار[5]۔	جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہوچکا اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

مسند میں انہیں سے یوں ہے: تصدق بدینار فان لم تجد دینار فنصف

عہ وعزاه ایضا فی الجامع الکبیر لابی داود والنسائی لم اره لهما۔	جامع کبیر میں ہے اس کو بھی ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے میں نے یہ حدیث ان دونوں میں نہیں دیکھی۔

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیات یان الحائض، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹
[2] سنن ابن ماجہ باب کفارۃ من اتی حائضا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷
[3] سُنن الدارمی باب من قال علیہ الکفارۃ مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۰۳
[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الکفارۃ فی ذلک، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰
[5] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ بن عباس حدیث نمبر ۱۲۱۳۴ المکتبۃ الفصلیۃ بیروت ۱۱/۴۰۲

دینار [1]۔ایک اشرفی صدقہ کر اور نہ ہوسکے تو آدھی۔درمختار میں ہے:

یندب تصدقه بدینار اونصفه ومصرفه کزکاة وهل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاهر لا [2]۔	ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے۔اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی) میں فرمایا: ظاہر بات یہ ہے کہ اس پر (واجب) نہیں۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

| یتصدق بدینار اوبنصفه استحبابا وقیل بدینار انکان اول الحیض وبنصفه ان وطئ فی اخره کان قائله رأی انه لامعنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع الواحد [3] اھ اقول لاعزا فی التخییر بین الفاضل والافضل فیکون المعنی یتصدق بنصف دینار وهذا ادنی ماینلب الیه کفارة لماوقع فان اکمل دینارا فاجود وایضا قدیکون الترديد باعتبار المیسر ای بدینار ان تیسر والا فبنصفه وقدروی فی الحدیث کمامر لکن الاظهر کماقال القاری فی المرقاة ان قائله اخذ التفصیل من الحدیث الاٰتی عن ابن عباس [4] اھ | ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار،اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے،گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل وکثیر کے درمیان اختیار کا کوئی مطلب نہیں اھ۔ **اقول:** فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دینا قابل تعجب نہیں لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ نصف دینار صدقہ کرے اور یہ اس کے جُرم کا کم از کم مستحب کفارہ ہے اگر پُورا دینار دے تو نہایت عمدہ ہے نیز کبھی اختیار میسر آنے والی چیز کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے یعنی اگر میسر ہو تو ایک دینار اور میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اور یہ بات حدیث میں مروی ہے جیسا کہ گزر چکا لیکن زیادہ ظاہر بات وہ ہے جو حضرت ملّا علی قاری |

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت ۳۶۳/۱

[2] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۲/۱

[3] فتح القدیر باب الحیض مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھّر ۱۴۷/۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۰/۲

ببلون الدم فانہ یکون فی بدنہ احمر فاذا قارب الانقطاع یصفر۔	رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ اس کے قائل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے جو آگے (مرقات میں) آرہی ہے تفصیل حاصل کی ہے (انتہی) یعنی خون کے رنگ کے اعتبار سے جو تفصیل گزری ہے، کیونکہ وہ شروع میں سُرخ ہوتا ہے اور ختم ہونے کے قریب زرد ہوجاتا ہے۔
اقول: وبہ ظھر ضعف ماوقع فی البحر وتبعہ ش من جعل العبارتین قولین اذقال قیل ان کان فی الاول الحیض فدینار اواٰخرہ فنصفہ وقیل دینار لواسود ونصفہ لواصفر [1] اھ قال فی البحر ویدل لہ مارواہ ابوداود والحاکم وصححہ [2] فذکر اللفظ الثالث الذی عزوناہ لاحمد والترمذی ولم ارہ لابی داؤد واللہ تعالٰی اعلم ھذا وقال القاری قال المنذری قدوقع اضطراب فی ھذا الحدیث متناواسنادا رفعا ووقفا وارسالا واعضالا کذا نقلہ السید جمال الدین عن التخریج	**اقول**: اسی سے اس بات کی کمزوری ظاہر ہوگئ جو البحرالرائق میں ہے اور امام شامی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے دو عبارتوں کو دو قول قرار دیا جب انہوں نے کہا کہ کہا گیا ہے اگر حیض کے شروع میں (جماع کیا) تو ایک دینار اور آخر میں ہو تو نصف دینار ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سیاہ رنگ ہو تو ایک دینار اور زرد رنگ ہو تو نصف دینار ہوگا [3]۔ البحرالرائق میں فرمایا اس بات پر امام ابوداؤد اور حاکم کی روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور لفظ ثالث (سُرخ رنگ) ذکر کیا جسے ہم نے امام احمد اور ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن میں نے اسے ابوداؤد میں نہیں دیکھا واللہ تعالٰی اعلم۔ اس (تقریر) کو اپنایئے حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں متن، سند، رفع، وقف،

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۱۸

[2] البحرالرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۷

[3] امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی ابتدا میں خون کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور آخر میں زرد، لہٰذا آغازِ حیض اور سیاہ رنگ ایک ہی بات ہے جبکہ اختتامِ حیض اور زرد رنگ بھی ایک ہی چیز ہے گویا ایک ہی قول کو صاحب البحرالرائق اور شامی نے دو قول قرار دیا ۱۲ ہزاروی

فقول ابن حجر وسنده حسن غیر مستحسن[1] اھ

اقول: لایضر عندنا الارسال ولاالاعضال وقد یاتی الرادی بالسند تاما وقد یحذف فلا اضطراب وکذا الرفع والوقف ثم الوصل والرفع زیادۃ ثقة فتقبل کماحققه المحقق فی الفتح فی غیرما موضع قال القاری قال میرك هذا بیان اضطراب الاسناد اما الاضطراب فی متنه فروی(۱) بدینار اونصف دینار علی الشك وروی(۲) یتصدق بدینار فان لم یجد فبنصف دینار وروی(۳) التفرقة بین ان یصیبها فی اقبال الدم اوفی انقطاع الدم وروی(۴) یتصدق بخمس دینار وروی(۵) بنصف دینار وروی(۶) اذاکان دما احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف دینار[2] اھ

اقول: قدعلمت کل هذه الروایات وتخاریجها الاروایة الخمس وهو للدارمی ابن راهویه وحسنه خاتم الحفاظ عن عبدالحمید بن زید بن الخطاب قال کان لعمر بن الخطاب

ارسال اور اعضال[3] کے اعتبار سے اضطراب ہے سید جمال الدین نے تخریج سے اسی طرح نقل کیا ہے پس ابن حجر (عسقلانی) کا اس کی سند کو حسن قرار دینا غیر مستحسن ہے اھ۔

اقول: ہمارے نزدیک ارسال واعضال سے کوئی فرق نہیں پڑتا راوی کبھی پُوری سند لاتا ہے اور کبھی حذف کردیتا ہے لہٰذا کوئی اضطراب نہیں رفع اور وقف کا بھی یہی حال ہے پھر رفع اور وصل (راوی کے) اضافہ ثقاہت کے لئے ہیں لہٰذا اسے قبول کیا جائے جسے محقق نے فتح القدیر کے کئی مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔ملّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرک نے کہا ہے کہ یہ اضطراب سند کا بیان ہے لیکن متن کا اضطراب یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک دینار اور نصف دینار کا بطور شک ذکر کیا گیا۔دوسری روایت میں ہے کہ ایک دینار صدقہ دے۔تیسری روایت کے مطابق خون آنے اور نہ آنے کے دونوں میں جماع کرنے کا فرق ہے جبکہ چوتھی روایت میں ہے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے۔پانچویں روایت میں ہے وہ نصف دینار صدقہ کرے۔اور چھٹی روایت میں ہے اگر خُون سُرخ ہو تو ایک دینار دے اور زرد ہو تو نصف دینار دے اھ۔**اقول:** ان تمام روایات

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

[2] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

[3] تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو تو یہ ارسال ہے اور حدیث کی سند سے دو یا زائد راویوں کا سقوط اعضال کہلاتا ہے ۱۲ہزاروی۔

امرأة تکرہ الجماع فکان اذا اراد ان یاتیھا اعتلت علیہ بالحیض فوقع علیھا فاذاھی صادقة فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامرہ ان یتصدق بخمس دینار [1] اھ۔

ووقع فی کنز العمال ومنتخبہ فامرہ ان یتصدق بخمسین دینارا [2] ولااراہ الاتصحیفا واللہ تعالٰی اعلم وذکر فیہ عازیا للحارث فی مسندہ ورامز الابن ماجة ولم ارہ لم عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی جاریة لہ فقالت انی حائض فوقع بھا فوجدھا حائضا فوقع بھا فوجدھا حائضا فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر ذلك لہ فقال یغفر اللہ لك یااباحفص تصدق بنصف دینار [3] **اقول:** ویبعد تعدد الواقعة فیرجع الی الترجیح فان کان ھذا اقوی سند اخرج

کی تخریج معلوم ہوچکی البتہ دینار کے پانچویں حصے والی روایت امام دارمی اور ابن راہویہ نے نقل کی ہے اور خاتم الحفّاظ (علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے اسے حسن قرار دیا ہے وہ حضرت عبدالحمید بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی، جماع کو ناپسند کرتی تھی آپ جب بھی اس کے پاس جانے کاارادہ فرماتے وہ حیض کا بہانہ پیش کردیتی۔ایک مرتبہ آپ نے اس سے جماع کیاتو (واقعی) وہ سچی تھی، آپ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دینار کا پانچواں حصّہ صدقہ کرنے کا حکم دیا اھ۔ کنزالعمال اور اس کے انتخاب میں ہے کہ آپ نے ان کو پچاس دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے خیال کے مطابق ان کو پڑھنے میں غلطی لگی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔اس میں حارث کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہ اُنہوں نے اپنی مسند میں لکھااور ابن ماجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا لیکن میں نے اس میں وہ روایت نہیں پائی وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی ایک لونڈی کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہامیں حائضہ ہوں آپ نے اس سے جماع کیا تو اسے حائضہ پایا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوحفص! اللہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱
[2] کنزالعمال محظورۃ المباشرۃ حدیث ۴۵۸۸۸ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۶/۵۶۵
[3] کنزالعمال محظورۃ المباشرۃ حدیث نمبر ۴۵۸۸۹ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۶/۵۶۶

الخمس من الاضطراب ثم **اقول:** الاصوب ان اوللتنویع کمابینته الروایات الثلاث الاخیرة لکن العجب انه جعلها للشك ثم ادخله فی الاضطراب وکیف یسری الاضطراب الی المتن بشك بعض الرواة فی بعض الالفاظ هذا لایقول به احد ثم قدبقی علیه من الروایات خمسا دینار فروی ابوداود مرسلا عن الحکم بترك المقسم وابن عباس وفیه فامره ان یتصدق بخمسی دینار[1] بصیغة التثنیة فی نسخه الثلاث فعلی طریقته تمت سبعا

اقول: ولیس هذا اضطرابا قادحا فانه مالایمکن جمعه کماافاده المحققان العسقلانی وابن الهمام والجمع ههنا میسور فالخمس والخمسان لمن وقع فیه خطأ کماهی واقعة الفاروق رضی الله تعالٰی عنه والنصف والنصفان علی من تعمد کمایشیر الیه لفظ من اتی والتوزیع باعتبار

تعالٰی تمہاری مغفرت کرے نصف دینار صدقہ کرو۔

اقول: واقعہ کا متعدد ہونا (سمجھ سے) بعید ہے پس ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس (نصف دینار والی روایت) کی سند قوی ہو تو خُمس (پانچویں حصّے) والی روایت اضطراب سے نکل جائے گی ثم

اقول: لفظ "او" تقسیمِ نوع کیلئے ہے جیسے آخری تین روایات سے واضح ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے اسے شک کے لئے قرار دے کر اضطراب میں داخل کیا (لیکن) بعض راویوں کے بعض الفاظ میں شک سے متن میں اضطراب کیسے ہوگا،اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔اس کے بعد روایات میں سے دینار کے دو خُمس والی روایت باقی رہ گئی امام ابوداؤد نے حکم سے مرسلًا روایت کرتے ہوئے مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر چھوڑ دیا[2]۔اس روایت میں ہے"پس آپ نے دو ۲ خمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ان (امام ابوداؤد) کے تین نسخوں[3] میں تثنیہ کے صیغے سے مروی ہے پس ان کے طریقے پر سات ۷ روایات پُوری ہو گئیں۔

اقول: یہ اضطراب نقصان دِہ نہیں کیونکہ نقصان اس صورت میں ہوتا ہے جب روایات کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو جیسے دو محققین علامہ عسقلانی اور ابن ہمام رحمہما اللہ نے بتایا لیکن یہاں روایات کے درمیان مطابقت ممکن ہے لہٰذا

---

[1] سُنن ابی داؤد باب فی اتیان الحائض مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۳۵

[2] سُنن ابی داؤد میں یہ روایت امام ابوداؤد، امام اوزاعی سے مرسلًا روایت کرتے ہیں حکم سے نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ہزاروی

[3] سُنن ابی داؤد کے تین نسخے ہیں: (۱) نسخہ لؤلوی (۲) نسخہ ابن داسہ (۳) نسخہ ابن الاعرابی ۱۲ہزاروی

اٰخر الدم واوله کمافی الروایة الثالثة والرابعة وفی اوله ایضا باعتبار الواجد والفاقد کمافی الروایة الخامسة وھذا جمع جلی واضح وﷲ الحمد والتخفیف عن المخطئ ظاھر وعن اتی فی اخر الدم فزعم العلّامة فرشتة ان الصفرة مترددة بین الحمرة والبیاض فبالنظر الی الثانی لایجب شیئ وبالنظر الی الاول یجب الکل فینصف[1] اھ

اقول: وفیه مالایخفی فان الصفرة حیض قطعا لاتردد فیه ثم التعبیر بالوجوب خلاف المذھب واستظھر القاری انه تعبد محض لامدخل للعقل فیه قال والاقرب ماقیل فیه ان الحکمة فی اختلاف الکفارة بالاقبال والادبار انه فی اوله قریب عھد بالجماع فلم یعذر فیه بخلافه فی اٰخرہ فخفف فیه[2] اھ۔

اقول: اذاکان ھذا اقرب فکیف یکون کونه تعبدیا اظھر ولاشك انه نزع ظاھر ولایصار الی التعبد مالم ینسد باب العقل۔واللہ تعالٰی اعلم۔

خُمس (۱/۵) اور دو خمس (۲/۵) کا حکم اس شخص کیلئے ہوگا جس نے غلطی سے جماع کیا، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا واقعہ ہے، نصف اور پُورا دینار اس شخص پر ہوگا جس نے جان بُوجھ کر ایسا کیا جیسے لفظ "من اتی" (جو شخص عورت کے پاس جائے) سے اشارہ ہوتا ہے اور تقسیم خون کے آغاز واختتام کے اعتبار سے بھی ہے جیساکہ تیسری اور چوتھی روایت میں ہے اور شروع میں دینار پانے والے اور نہ پانے والے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پانچویں روایت میں ہے یہ جمع نہایت روشن اور واضح ہے اور اللہ تعالٰی ہی کیلئے حمد وستائش ہے مخطی سے تخفیفہ کا ہونا توظاہر اور جو مرد حیض کے آخری ایام میں جماع کرے تو اس کے بارے میں علّامہ فرشتہ کا خیال ہے کہ زرد رنگ سُرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے لہٰذا دوسرے (سفید رنگ) کا اعتبار کرتے ہوئے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور پہلے (سُرخ رنگ) کے اعتبار سے پُورا دینار واجب ہوتا ہے لہٰذا (زرد رنگ میں) نصف کردیا جائے گا اھ۔

اقول: اس قول کی خرابی واضح ہے کیونکہ زرد رنگ قطعًا حیض ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر وجوب سے تعبیر کرنا خلافِ مذہب ہے۔مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ محض ایک تعبدی حکم ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ حیض کے آغاز واختتام میں کفارہ کے اختلاف میں یہ حکمت ہے کہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

[2] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

شروع میں وہ زمانہ جماع سے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس ضمن میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بخلاف اختتام حیض کے، لہٰذا اس وقت کفارہ میں تخفیف ہوگی اھ۔

اقول: جب یہ بات اقرب ہے تو اس (مقدار) کا تعبدی ہونا کیسے اظہر ہوگا اس میں شک نہیں کہ یہ محض ظاہری نزاع ہے اور وہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتا جب تک عقل کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔(ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہُوا اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکماً وہ صورت داخل کہ خون دس ۱۰ دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دَین ہُوئی) وہ ایک خُمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اوّل میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔

اقول: دینار شرعی دس ۱۰ درم ہے تو خُمس دینار کی جگہ دو ۲ درم، دو ۲ خُمس پر چار، نصف پر پانچ، کُل پر دس ۱۰ ہوئے، اور درم شرعی اس انگریزی روپے سے ۷/۲۵ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے ۵ ۱۹/۲۵ پائی ہوا اور دس ۱۰ درم دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے ۳/۵ پائی، مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کہ ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑے چار ماشے ہے اور اس کا خمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصہ واللہ تعالٰی اعلم۔ یہ سب در بارہ حیض تھا اور اس پر نفاس واضح القیاس مرقاۃ میں زیر روایت ثالث **اذاکان دما احمر** (جب حیض کا خون سرخ ہو۔ت) ہے ای **الحیض وقیس بہ النفاس**[1] اھ (یعنی حیض کا خون سُرخ ہو اور اسی پر نفاس کو قیاس کیا جائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۱: از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے؟

الجواب:

بچّہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر پاؤ منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس ۴۰ روز تک پھر نہ آیا تو اُسی پاؤ منٹ

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

کے بعد پاک ہو گئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا یا اُس سے کم، تو جس وقت بند ہوا اس وقت پاک ہوئی۔ بیس[20] تیس[30] چالیس[40] جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اُتنا نفاس ہے اُس کے بعد پاک ہو گئی باقی استحاضہ ہے اُس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر پہلی ولادت ہے تو چالیس[40] دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اُس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پُورے چالیس دن پر بند ہو تو نہالے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولالت پر جتنے دن آیا تھا اُتنے دن پُورے کر کے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہو گیا تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کر کے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہو جائے تو اُسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس دن پُورے ہوں **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۲: از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹو لینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواڑی۔

زید اگر ایامِ حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلہ کو مس کر کے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں۔

الجواب:

پیٹ پر جائز ہے ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض ونفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتّع نہیں کر سکتا **کمافی المتون وغیرھا** (جیسا کہ (کتبِ) متون وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال[153] دوم: نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلماتِ قرآن ہیں مگر ذکر وثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیتِ ذکر ہی ہے نہ نیتِ تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔ کماصرحوابہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال[154] سوم: عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں؟ اور اگر اپنے دل میں کوئی کلامِ الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

دل میں بایں معنی کہ نِرے تصوّر میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو، اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تمیم ہو کما فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ت) تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیه (ای القرٰان) لجنب وحائض ونفساء کادعیة [1]۔	جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے دعاؤں کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الهدایة علی استحباب الوضوء لذکر الله تعالٰی [2]۔	ہدایہ میں اللہ تعالٰی کے ذکر کیلئے وضو کے مستحب ہونے پر تصریح کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ترك المستحب لایوجب الکراھة [3]۔ والله تعالٰی اعلم۔	مستحب کو چھوڑنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از پچم گاؤں ضلع پترہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر ۱۰۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیاتِ قرآن بھی شامل ہوں تو اُس کو بلاوضو چھُونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلاوضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھُونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرمختار، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۸

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۸

فصل فی المعذور

مسئلہ ۱۵۶: از لکھنؤ محلّہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

ما تقولون ایھا السادۃ العلماء فی من لایستطیع ان یصلی صلاۃ واحدۃ الابوضع القطن فی الاحلیل لمابہ من سلس البول وجریانہ فی کل وقت بحیث یبتل رأس احلیلہ وینجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع ویجری علیہ احکام المعذورین من الوضوء فی کل وقت واداء الصلٰوۃ بذلك الثوب وعدم صلوحہ لامامۃ الناس وغیرھا من الاحکام ام لاوکیف یصلی فی الاسفار سیما اذاکان علی الوابور البری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلادنا فان فی وضع القطن ھناك فی الاحلیل تعذرا ای تعذر بینوا ھذا وفصلوا بمالامزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف واستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فی غدان شاء اللہ تعالٰی۔	اے رہبری کرنے والے علماء کرام! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو آلہ تناسل کے سوراخ میں رُوئی رکھے بغیر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ سلسل البول کا مریض ہے اور اس کا پیشاب ہر وقت اس طرح جاری رہتا ہے کہ عضو مخصوص کے سوراخ کا سر تر رہتا ہے اور اس کی ازار ناپاک رہتی ہے کیا وہ شرعی طور پر معذور ہے اور اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے کہ وہ ہر وقت کیلئے وضو کرے اور وہ اس ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکے نیز وہ لوگوں کی امامت کرانے اور اس طرح کے دیگر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یا وہ معذور نہیں ہے۔ وہ سفر میں نماز کیسے پڑھے خصوصًا جب بھاپ سے چلنے والی گاڑی پر ہو جو ہمارے اکثر شہروں چلتی ہیں کیونکہ وہاں سوراخ ذکر میں رُوئی رکھنے میں کوئی نہ کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے قرآن وسنّت اور اقوالِ سلف سے اس طرح تفصیل سے بیان فرمائیں کہ مزید گنجائش نہ رہے اور کل (بروز قیامت) اللہ سبحانہ، وتعالٰی کی طرف سے عظیم ثواب کے مستحق ہوں، اِن شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

الجواب:

الحمدلله وحده اذاكان احتشاؤه يردمابه كماوصف فی السؤال فقدخرج عن حد العذر والتحق بالاصحاء يتوضأ لكل حدث ويغسل كل نجس ويؤم كل نفس ولايعذر فی ترك الاحتشاء بل هو فريضة عليه كفريضة الصلاة قال فی الدر يجب ردعزره اوتقليله بقدر قدرته ولو بصلاته مؤمنا وبرده لايبقى ذاعذر[1] اه ومثله فی البحر وغيره والمسأله ظاهرة وفی الزبر دائرة اما تعسره فی العجلة الدخانية فضلا عن تعذره فلا يظهرله وجه فان من سافر فحمل معه زاده لايثقل عليه القطن ان زاده وان كان يزعم انه يخرج بصدمات الحركة فليطوله وليسفله وليربط العضو الى فوق۔

وذكر العلامة الشامی فی ردالمحتار ان من كان بطئ الاستبراء فليفتل نحوورقة مثل الشعيرة ويحتشی بهافی الاحليل فانها تتشرب مابقی من اثرالرطوبة التی يخاف خروجها وينبغی ان يغيب فی المحل لئلا تذهب الرطوبة الی طرفها الخارج و

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو یکتا ہے۔ اگر رُوئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہو جاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ عذر کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہوگا۔ ہر حدث (اصغر) کے بعد وضو کرے جہاں نجاست لگی ہو اسے دھوڈالے اور ہر ایک کی امامت کراسکتا ہے اس سے رُوئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر فرض ہے۔ دُر مختار میں ہے: "حسبِ طاقت عذر کو دُور کرنا یا کم کرنا واجب ہے اگرچہ اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعے وہ اور اس کو دُور کرنے کے بعد وہ معذور نہیں رہے گا اھ البحر الرائق وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے مسئلہ ظاہر ہے اور (تمام) کتب میں موجود ہے بھاپ سے چلنے والی گاڑی میں مشکل پیش آنے نہ کہ متعذر ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کیونکہ جو آدمی سفر کرتے ہوئے زادِ راہ لے جاتا ہے وہ اگر اس میں رُوئی کا اضافہ کرلے تو کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کا خیال یہ ہے کہ گاڑی کی بار بار حرکت سے رُوئی نکل جائیگی تو وہ اسے لمبا کرکے نیچے کی طرف کرے اور اوپر کی طرف سے عضو کو باندھ دے۔

علّامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا جس شخص کو تاخیر سے طہارت حاصل ہوتی ہو وہ جو کے دانے برابر (روئی وغیرہ کا) پتّا وغیرہ بٹ کراسی

[1] در مختار فروع من باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۳/۱

للخروج من خلاف الشافعی وقدجرب ذلك فوجد انفع من ربط المحل لکن الربط اولی اذا کان صائما لئلا یفسد صومه علی قول الامام الشافعی رحمه الله تعالٰی اعلم اھ[1]۔

اقول: لکن مجرد الربط لایسد الخلة لصاحب السلس فهویجب علیه الاحتشاء کماذکرنا ولامراعاة للخلاف فی اتیان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان یأخذو رقة لهاصلابة مع نعومة کورقة التمر الهندی فیطویه طیا ویحتشی به بحیث یکون وسطه داخلا ویبقی طرفاه عندراس الاحلیل فانه اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الی فوق کماوصفنا والله تعالٰی اعلم۔

عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالے وہ رطوبت کے باقیماندہ اثر کو جس کے نکلنے کا ڈر ہے جذب کرلے گا اور چاہے کہ اسے اندر غائب کردے تاکہ رطوبت اس کی باہر والی جانب نہ نکلے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف عمل کرنے سے بھی بچ جائے گا۔ اس کا متعدد بار تجربہ کیا گیا اور اسے باندھنے سے زیادہ نافع پایا لیکن جب روزہ دار ہو تو باندھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر (بھی) اس کا روزہ نہ ٹوٹے اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) سلسل البول والے کیلئے محض باندھنا سوراخ کو بند نہیں کرتا اس میں (رُوئی وغیرہ) داخل کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور واجب کی ادائیگی میں اختلاف (سے بچنے) کی رعایت نہیں کی جاتی اور میرے نزدیک بٹی ہوئی چیز رکھنا نہایت اچھا ہے وہ یوں کہ ایک پتّا جو سخت ہونے کے ساتھ کچھ نرم بھی ہو، جیسے ہندی کھجور کا پتّا ہوتا ہے، لیا جائے اور خوب لپیٹ کر سوراخ میں اس طرح داخل کرے کہ اس کا درمیانی حصّہ داخل ہوجائے اور کنارے آلہ تناسل کے کنارے کے پاس رہ جائیں۔جریان کو بند کرنے کیلئے یہ طریقہ نہایت نافع اور زیادہ مناسب ہے اگر نکلنے کا ڈر ہو تو اُوپر سے اس جگہ کو باندھ دے، جیسا کہ ہم نے طریقہ بیان کیا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۵۷: مسئولہ مولوی مودود الحسن سہسوانی ۲۲۔رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو۲ دو۲ تین۳ تین۳ منٹ کے بعد دُبر سے ایک قسم کے جانور جن کو چُنّے کہتے

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۳

ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریبًا ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر اخیر شب میں بالکل انقطاع ہو جاتا ہے کہ ایک کِرم بھی طلوعِ شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہو جاتا ہے ہر روز اسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہو جائے اگر منقطع ہو جائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر میں مرض منقطع ہو جائے نماز باوضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر وعصر کی بھی صحیح ہو گئیں اور مغرب وعشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہوگا اور وقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روزِ اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کُلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک ہی بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مُہلت نہ ملی تو وہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارضہ ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا۔

فی ردالمحتار لوعرض بعد دخول وقت فرض انتظر الٰی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وان استوعب الوقت الثانی لایعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ برکویۃ ونحوہ فی الزیلعی والظھیریۃ [1] الخ وباقی المسائل معروفۃ متونا وشروحا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے اگر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر پیش آیا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر منقطع نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر دوسرے وقت میں ختم ہوجائے تو اس (پہلی) نماز کو لوٹائے اور اگر دوسرے وقت کو گھیرے تو نہ لوٹائے کیونکہ اس وقت عذر ثابت ہوگیا جس کی ابتداء پیش آنے کے وقت سے ہوگی اھ برکویہ، زیلعی اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے الخ اور باقی مسائل متون اور شروح کے اعتبار سے معروف ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۳

مسئلہ ۱۵۸ و ۱۵۹: از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرح متین مسائل ذیل میں موجب حکم قرآن مجید وحدیث شریف ارشاد فرمایئے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطا فرمائے ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھا اب صرف اس قدر باقی ہے کہ مسّوں میں ہر وقت چپک سا رہتا ہے اور طرادت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارت کُلّی حاصل نہیں ہے لہٰذا بوجہ اس کے وہ شخص ہو وقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور عملدرآمد اس کا اس صورت سے رہتا ہے کہ اول وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھا اس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھا جائے تو پاجامہ ناپاک ہوجائے بعد ازاں ظہر کے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیا بعد انفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیا اور وضو کرکے نماز پڑھ لی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔ اب مغرب وعشا کے وقت پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھا نمازِ مغرب وعشا خواہ وضو خواہ تیمّم سے ادا کرے۔

تو اب ان صور تہائے مذکورہ بالا میں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طور پر ادا ہوگئیں یا نہیں اور حالاتِ مذکورہ پر نماز پڑھنا اور نماز کافی ہونا درست ہے یا نہیں؟

[۲] ایسا شخص جس کا بیان اُوپر گزرا جبکہ اُس کی نماز کامل متصور ہو تو ایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۔ اور رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔ عنداللہ ارشاد کافی کہ جس سے اس عاجز معذور ومجبور کی تسلّی ہوجائے ارقام فرمادیجئے۔

الجواب:

اگر [۱] وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوّتِ سیلان نہیں کپڑا الگ کر اُسے چھڑالاتا ہے اگرچہ بار بار مختلف جگہ مس ہونے سے قدر درہم سے زائد آلود ہوجاتا ہو تو اُس سے نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

اور [۲] اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اُس کے تلوّث سے محفوظ اور اُس کا سیلان لنگوٹ تک محدود رہے تو اس صورت میں ضرور جتنی بار بہہ کر خروج کرے گی فی نفسہ حدث وناقض وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدر درم سے زائد بھر جائے تو بذاتہٖ ناپاک ہے اور پاجامہ کا پاک ہونا اس کی پاکی کو کافی نہیں۔

ہاں [۳] اگر لنگوٹ باندھنا اس کے سیلان ہی کو منع کردیتا ہے تو ضرور اُس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگا نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دُوسری صورت میں اگر معذوری کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کاملہ خود اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اُس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے۔

ہاں اگر کبھی اسے یہ تجربہ ہولیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دو[۲] صورتیں ہیں اگر اس حالت کے بعد نماز کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ برابر ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار، تو معذور ہے، اس کی اپنی نماز ہوجائے گی مگر امامت نہیں کرسکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذور جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لئے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اُسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے ولہٰذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پُوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو اُن میں تو اُس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرائض ہوں خواہ تراویح مگر صبح کو جو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہوجائے کل کا تجربہ آج کیلئے کافی نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح معناہ اذاکان بحیث لولاالربط سال لان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذلك لانہ لیس بحدث اھ ای وان فحش کمافی المنیۃ[1]۔	فتح القدیر میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس صورت میں ہو کہ باندھنے کے بغیر جاری ہوجاتا ہو کیونکہ اگر قمیص زخم سے ٹکرا کر تر ہوجائے تو اس وقت ناپاک نہ ہوگی جب تک وہ (زخم) اس صورت میں نہ ہو (یعنی جاری ہونے کی صورت میں ناپاک ہوگی) کیونکہ وہ (نہ جاری ہونے والا) حدث نہیں اگرچہ زیادہ ہو جیسا کہ منیہ میں ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

فی البزازیۃ اذاقدر ذوجرح علی منع دم بربط لزم وکان کالاصحاء[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بزازیہ میں ہے اگر زخمی (زخم کو) باندھنے کے ذریعے خُون روکنے پر قادر ہو تو اس پر (باندھنا) لازم ہے اور وہ شخص غیر معذور لوگوں کی طرح ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] ردالمحتار، مطلب نواقض الوضوء، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۰۳

[2] تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین، قبیل باب الانجاس، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۲۲۵

مسئلہ ۱۶۰: از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چیپک سا ہر وقت آتا ہے تو اس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اُس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، صورتِ اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اُس وضو کو اگر قبل از وقت کرلیا۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کرکے مسجد کو چلا گیا تو اس وضو سے نمازِ جمعہ ادا ہوگی یا نہیں اور یا نمازِ مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اس سے نمازِ مغرب ادا ہوگی یا نہیں یا مثلاً نمازِ تہجّد کے وقت جسم وغیرہ دھو کر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کرکے نماز تہجّد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو ۲ رکعت سنّت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور ازاں بعد طلوعِ آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا بعد طلوع نمازِ اشراق سے فارغ ہو کر مکان کو آیا۔ تو اب اُس تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اس کی ہوگئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہے اور اُس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔ اور دوسری صورت کو جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پُونچھ جائے اس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے عنداللہ وعندالرسول مع دلائل ارشاد فرمایئے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ رہے گا واللہ تعالٰی اعلم آپ کو اجرِ عظیم وثوابِ جمیل عطا فرمائے۔

الجواب:

مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا الگ کر چھڑالاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اس صورت میں معذور بتایا تھا اور اس میں بھی درم سے کم وزائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کیلئے درم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجّد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقتِ عشا خارج ہوگیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا اشراق کے وضو سے ظہر وجمعہ پڑھ سکتا ہے اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۱و ۱۶۳: از شہر محلّہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸۔ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہُوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی یا اس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہو گیا کہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہو گی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب:

(۱) نہیں کہ خروج وقت ناقضِ وضوءِ معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخولِ وقت ناقضِ وضو نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) نماز بالاجماع باطل ہو گئی کہ خروج وقت ودخولِ وقت دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں **کما فی المسائل الاثنا عشریۃ** (جیسا کہ بارہ مسائل والی صورت میں ہے۔ت) اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثناو تعوذ ودرود دعا ترک کرے رکوع و سجود میں صرف ایک بار **سبحٰنك** کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط **لان الیقین لایزول بالشك** (اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ت) ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائیگا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہوسکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے **فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کمافی الدر**[1] (بلاشبہ ایسی ادائیگی جو بعض کے نزدیک جائز ہو، چھوڑنے کی نسبت اولٰی ہے جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ت) پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۲: مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک ۲۶ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بعارضہ بواسیر سخت مبتلا ہے

---

[1] درمختار کتاب الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۱/۱

اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب وروز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور اُن میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے اس سے بچاؤ اُس شخص کو غیر ممکن ہے کسی صورت سے وہ اپنا کپڑا نہیں بچاسکتا۔ اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کردیتا ہے ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کرلیتا ہے رطوبت مسّوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کیے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالٰی اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب:

مسّوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے بلکہ ان کی سطح بالا تر پر تری ہو کہ کپڑا الگ کر چھڑالائے جب تو اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلّف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اُس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا لان مالیس بحدث لیس بنجس (کیونکہ جو چیز حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ت) ہاں جبکہ بہہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور ہے پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اُس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اُس پر لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اُتنا ہی ناپاک ہوجائیگا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

باب الانجاس

(نجاستوں کا بیان)

مسئلہ ۱۶۴: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۳رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے اگر سُرمہ دانی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا ان کا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے۔

اخرج البھیقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد	بیہقی نے بقیہ سے عمرو بن خالد سے قتادہ سے انس

عن قتادہ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج [1]	بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے تھے۔(ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

انہ (یعنی الفیل) کسائر السباع فی الاصح [2] الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اصح قول کے مطابق ہاتھی باقی درندوں کی طرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۶۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چُوہا راب کے گھڑے میں گر کر مر گیا پھُولا پھٹانہ تھا نکال دیا۔ یہ راب پاک یا ناپاک، اور طریقہ تطہیر کیا ہے۔ بینوّا توجّروا۔

الجواب:

اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کی گرد کی تھوڑی راب نکال دیں باقی سب پاک ہے۔

فقدعُدَّ فی الدرالمختار وغیرہ التقویر من المطہرات [3]۔ قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو سمن جامد من جوانب النجاسۃ وخرج بالجامد المائع وھو ماینضم بعضہ الی بعض فانہ ینجس کلہ مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح [4] اھ ملخصا۔	دُرمختار وغیرہ میں کھرچ کر نکالنے کو پاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے اطراف میں جما ہوا (مثلاً) گھی کھُرچنا، لفظ "جامد" سے مائع نکل گیا یعنی جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو وہ تمام کا تمام ناپاک ہے جب تک کثیر کی حد کو نہ پہنچے اھ فتح القدیر، انتہی (خلاصہ)۔(ت)

اور اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہو گئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ جس قدر راب ہو

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱/۲۶
[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل یطھر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۸۹
[3] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۴
[4] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۱

اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے، تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں وقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہو جائے۔

قال العلامة خسروفی الدرر لوتنجس العسل فتطهیرہ ان یصب فیه ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانه ھکذا ثلث مرات [1] اھ ملخصاً۔ وفی ردالمحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی ھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیه الفتوی [2] اھ۔	علامہ خسرو نے الدرر میں فرمایا: اگر شہد ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے تین بار اسی طرح کیا جائے (انتہی) تلخیص۔ اور ردالمحتار میں شرح شیخ اسمٰعیل سے ہے انہوں نے جامع الفتاوی سے نقل کیا کہ یہ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اھ (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملا کر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس شَے کے اجزا سے خوب خلط ہو کر پانی تین بار جُدا ہو جائے یہ بات اگر صرف پانی ملا کر حرکت دینے سے حاصل ہو جائے کافی ہے۔

کماصرح به فی مجمع الروایة وشرح القدوری وحققه العلامة الخیر الرملی فی فتاواہ وایدہ العلامة الشامی فی ردالمحتار فراجعه۔	جیسا کہ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی ہے، علّامہ رملی نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق فرمائی اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی تائید کی ہے پس اس کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

دُوسرا طریقہ سہل وعمدہ یہ ہے کہ اُس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہہ جائے سارا گھڑا پاک ہو جائے گا یا دُوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اُوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملا کر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہو کر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہو جائے گی، یوں راب ضائع بھی نہ ہو جائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بُوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد، ورنہ وہ پاک بھی

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب تطہیر الانجاس مطبوعہ دار السعادۃ بیروت ۱/۴۵

[2] ردالمحتار، مطلب فی تطہیر الدھن والعسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۵

ناپاک ہوجائیگی لہٰذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہ، اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں بعدہ، پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھرلیں اور باقیماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہوئی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملاکر یونہی پاک کرسکتے ہیں دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس وعلیٰ ہذا القیاس۔

فی القھستانی المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کماروی عن محمد کمافی التمرتاشی واما بالخلط مع الماء [1] الخ۔	قہستانی میں ہے مائع، جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کی جنس سے ملاکر دھار چھوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے، تمرتاشی میں ایسے ہی ہے، اور یا پانی کے ساتھ ملاکر پاک کیا جائے الخ۔(ت)

اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ [2] (جو تحقیق حاصل کرنا چاہے وہ ردالمحتار کی طرف رجوع کرے الخ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نہیں جنب کا پسینہ مثل اس کے لعابِ دہن کے پاک ہے۔

فی الدرالمختار سؤر الآدمی مطلقا ولو جنبا اوکافرا طاھر وحکم العرق کسؤر اھ ملخصا [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: "آدمی کا جھوٹا مطلقًا پاک ہے چاہے جنبی ہو یا کافر ہو، اور پسینے کا حکم جھوٹے جیسا ہے (انتہی) ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ الخ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵
[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۲۴
[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰

مسئلہ ۱۶۷: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سُرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اُس کی سُرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پڑیا کی نجاست پر فتوی دئے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اُس کا یہ کہ پُڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر (۱) بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس (۲) میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

حتی فی موضع النص القطعی کمافی ترشش البول قدرؤس الابر کما حققه المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر [1]۔	حتی کہ نص قطعی کی جگہ میں جیسا کہ سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے (باعثِ تخفیف ہیں) جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔(ت)

نہ کہ محلِ [۳] اختلاف میں جو زمانہ صحابہ سے عہدِ مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کہ [۴] جہاں صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم وامام ابویوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح و تصحیح نے مختار و مرجح رکھا ہو نہ کہ [۵] ایسی حالت میں جہاں اُس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہلِ فتوی کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخری امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ [۶] جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلاوجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامہ مومنین و مومنات جمیع دیار واقطار ہندیہ کی نمازیں معاذاللہ باطل اور انہیں آثم و مصر علی الکبیرہ (گناہ گار اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا۔ت) قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دُور پڑنا ہے **وباللہ التوفیق۔**

پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پُڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجہ قوّت و شوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اُس کے حضور محض مضمحل و مہجور ہو جائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہو سکتا **کما حققت ذلك بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبة سکرروسر**

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۸۳

(جیسا کہ میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ الاحلی من السکر لطلبة سکرر وسر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

اور جہاں مصری ناپاک ہوجائے تو اس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعتِ مال ہے اور اضاعتِ مال حرام بلکہ اگر اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے دَلدار ہیں جن پر سے کھُرچ کر نجاست کو دُور کرسکتے ہیں جب تو یوں ہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کیلئے کافی ہے۔ کما نصوا علیہ فی مسئلة تقویر السمن کما فی الدر المختار وغیرہ من اسفار الکبار (جیسا کہ فقہاءِ کرام نے گھی کھُرچنے کے مسئلہ میں بیان فرمایا جس طرح درمختار وغیرہ میں اکابر کی کتب سے منقول ہے۔ت)

اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کھُرچنا میسر نہیں یا نجاست جگر میں پَیر گئی کہ کھُرچے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق وسیال ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے اب فوراً بحالت رقّت وسیلان ہی یہ پاک مصری اُس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے اور قدرے بَہہ جائے سب پاک ہوگئی یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا میں دونوں کی دھار ایک ہوکر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: ایضًا۔

روسر کی شکر جیسی شاہجہان پور میں بنتی ہے اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه [1]۔	ہم اسے اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی چیز کا بالذات حرام ہونا معلوم نہ ہو۔(ت)

فقیر نے اس شکر کی تحقیق یں بحمد اللہ تعالٰی ایک کافی و وافی رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الاحلی من السکر لطلبة سکرر وسر ۱۳۰۳ھ لکھا جس میں نہ صرف اس شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں

[1] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

وغیرہا کا حکم منقح کردیا اس باب میں بفضلہٖ تعالیٰ وہ نفیس ضوابط لکھے جس سے ہر جزئیہ کا حکم بہ نہایت انجلا منکشف ہوسکے من شاء فلیرجع الیھا (جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹: از رائے پور ڈاک خانہ ہنڈوان راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنّۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گرپڑی اور قریب چار پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعد ازاں اسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی ایسی صورت میں اُس سرکہ کو کھانا چاہیے یا نہیں، اور حرام ہے یا مکروہ اور اگر سرکے میں مرجائے تو کیا حکم ہے، اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیے فقط۔

الجواب:

جبکہ وہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے۔

فی الدرالمختار لواخرج حیاولیس بنجس العین ولابہ حدث اوخبث لم ینزح شیئ الاان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ[1]۔	درمختار میں ہے اگر اسے زندہ نکالا گیا تو وہ نہ تو نجسِ عین ہے اور نہ ہی اس پر پاخانہ یا نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہ نکالا جائے مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے پس (اس وقت) اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائیگا۔(ت)

پھر اگر اس کا مُنہ سرکہ میں نہ ڈوبا بلکہ تیرتی ہی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کیلئے کراہت تنزیہی ہے فقیر کے لئے اس قدر بھی نہیں۔

فی الدرالمختار سؤرسواکن البیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا ان وجد غیرہ والالم یکرہ اصلاکاکلہ لفقیر اھ ملخصا[2]۔	درمختار میں ہے گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھُوٹا ضرورت کے تحت پاک ہے اس کے سوا موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کیلئے اس کا کھانا (مکروہ نہیں) اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر مرجائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر غنی ازالہ کراہت اور سرکہ کا اپنے حق میں ستھرا نظیف ہوجانا چاہے یا مرجانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی لوٹے میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ یہ مُنہ تک بھر کر اُبل جائے اور باہر نکلنا شروع ہو

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰

جب زمین پر کچھ دُور بَہہ جائے موقوف کریں سارا گھڑا صاف ونظیف ہو جائے گا۔اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سر کہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دو ڈیڑھ ہاتھ طول کے بہہ جائے۔

دوم: یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سر کہ کالے کر دونوں سبوچے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ مُنہ کا نیچے رکھا ہو دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں اور دیگچے میں ایک دھار ہو کر گریں یوں جس قدر سر کہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک ونظیف بلاکراہت ہو جائیگا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سر کہ کا کوئی جز بغیر دوسرے سر کہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سر کہ ابھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار اول گئی یا دُوسرا گھڑا ختم ہو گیا اس میں کا سر کہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہو کر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سر کہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سر کہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے۔یہ دونوں نفیس طریقے بغور سمجھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ وہ نہ صرف ازالہ کراہت بلکہ ازالہ نجاست میں بھی بکار آمد ہیں۔دودھ، پانی، سر کہ، تیل، رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہو جائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی،**وعلی ھذا القیاس** ہر شَے اپنی ہی جنس کے ساتھ ملا کر بطور مذکور بہادیں یا دھاریں ملا کر برتن میں لے لیں سب پاک ہو جائے گا اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل واعلیٰ ہے کہ اس میں اس شَے کا کوئی جُز ضائع نہیں جاتا۔درمختار میں ہے:

المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ [1]۔	مختار یہ ہے کہ ناپاک چیز کو محض جاری کرکے پاک کیا جائے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان قل الخارج [2]۔	اگرچہ نکلنے والا کم ہو۔(ت)

علّامہ عبدالبر ابن الشحنہ نے فرمایا:

لانہ صار جاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ	کیونکہ وہ حقیقتًا جاری ہو گیا اور بعض کے نکلنے سے

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۶/۱

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۷/۱، ردالمحتار مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۰/۱

وقع الشك فی بقاء النجاسة فلاتبقی مع الشك[1]۔	نجاست کے باقی رہنے میں شک ہے، تو شک کے ساتھ نجاست باقی نہیں رہے گی۔(ت)

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس[2]۔	حمام کا حوض اور برتن ناپاک ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔(ت)

شرح تنویر میں ہے:

حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح[3]۔	اصح قول کے مطابق تمام مائع چیزوں کا حکم پانی کی طرح ہے۔(ت)

شرح نقایہ میں ہے:

المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارته اما باجرائه مع جنسه مختلطابه کماروی عن محمد کمافی التمرتاشی[4] الخ۔	مائع (بہنے والی چیز) پانی اور شیرے وغیرہ کی طہارت اس کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کرنے سے ہوتی ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے تمرتاشی میں ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا صریح بانه یطھر بالاجراء نعم علی ماقدمناہ عن الخلاصة من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع اوذراعین تیقید بذلك ھنالکنه مخالف لاطلاقھم من طھارة الحوض بمجرد الجریان[5]۔	یہ اس بارے میں واضح ہے کہ وہ جاری کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ہاں جو کچھ ہم نے اس سے پہلے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جریان ایک یا دو ہاتھوں سے زیادہ بلند ہونے کے ساتھ خاص ہے۔یہ قید وہاں تو صحیح ہے لیکن حوض کے بارے میں ان کے اطلاق کے خلاف ہے کیونکہ وہ محض جاری ہونے سے پاک ہو جاتا ہے(ت)

[1] ردالمحتار مطلب یطھر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰
[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایقع بہ التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷
[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[4] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ الخ مکتبہ اسلامیہ قاموس گنبد ایران ۱/۹۵
[5] ردالمحتار مطلب فی الحاق نحوالقصعۃ بالحوض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱

خزانہ میں ہے:

اناء ان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلاطھر کلہ[1]	دو[2] برتن جن میں سے ایک کا پانی پاک ہو اور دوسرے کا ناپاک ہو بلند جگہ سے ان کا پانی گرایا جائے پھر فضا میں ان کا پانی مل کر گرے تو تمام پانی پاک ہو جائے گا۔(ت)

ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیہ علّامہ فاضل شامی قدس سرّہ السامی میں ہے

من شاء فلیرجع الیھا قلت واذاکانت النجاسۃ تزول بھذا فزوال الکراھۃ من باب اولی فانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسۃ کماحققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فمزیل المعلوم احق واحری بازالۃ الموھوم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے قلّت جب اس طریقے سے نجاست زائل ہو جاتی ہے تو کراہت کا زوال بطریق اولٰی ہوگا وہ گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھُوٹے میں نجاست کے وہم سے ہوتی ہے جیسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے پس جو چیز معلوم نجاست کو زائل کرتی ہے وہ موہوم نجاست کو زائل کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہے اور زیادہ مناسب ہے۔اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اس ذات بزرگ وبرتر کا علم زیادہ کامل اور مضبوط ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۰: از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابودین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے ذوی الاقتدار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان مذبوحہ رابدون برآوردن پروچاک شکمش درآب گرم انداختہ بروں برآوردہ پرہاے برکندہ پزانند پس بعدم چاک شکم اوکہ آلایش بطنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است ورحلت وحرمت آں جانور مذبوحہ صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان فرمایند	کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور متقی مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ذبح کی ہوئی مُرغیوں کے پَر اکھیڑنے اور پیٹ چاک کیے بغیر ان کو گرم پانی میں ڈالتے ہیں پھر باہر نکال کر پَر اکھاڑ کر پکاتے چونکہ پیٹ چاک نہ کرنے کی وجہ سے پیٹ کی آلائش اندر ہی رہتی ہے لہٰذا وہ مردار ہوگیا۔بنابریں اس مذبوحہ جانور کے حلال وحرام ہونے میں شک پیدا ہوگیا

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۱۷/۱

بسند عبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔	اس مسئلہ کی کیا صورت ہوگی۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کی کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب:

پیداست کہ مراد اینان از نیکار یختن ماکیان دریں آب نمی باشد بلالکہ ہمیں ایصال حرارتے لظاہر جلدش تا مواضع بینجاے پر سست ونرم شود وبرکندن نیز آساں گردد اینقدر راتیز گرم آبی کہ بحد جوش وغلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب وجزآں دراجزائے باطنہ لحم باشد بلکہ اگرایں چنیں کنند مقصود ایشاں رازیاں دارد پس ہمیں قدر کہ درآب فاترے نہادند یادرجوشش آب مہلت بسیارے ندادند نجاست باجزائے گوشت سرایت نمی کند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہٰذا دریں صورت حکم مردار زنہار نتواں داد طہارت وحلت اور اہمیں بسندست کہ لحم راسہ بار بہ آب شویند وفشرند وبکار برند۔	ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل کا مقصد مرغیوں کو اس پانی میں پکانا نہیں ہے بلکہ یہی ان کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچاتا ہے تاکہ پَر کی جڑوں والی جگہ ڈھیلی اور نرم پڑ جائے اور پروں کا اکھاڑنا آسان ہوجائے۔ اس کام کیلئے اتنے گرم پانی کا ہونا ضروری نہیں جو جوش کی حالت کو پہنچ چکا ہو نہ ہی زیادہ ٹھہرنا جو پانی اور اس کے اجزا کا گوشت کے اندرونی اجزاء میں سرایت کرنے کا باعث بنے بلکہ اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے مقصد میں نقصان ہوگا۔ پس اتنے کام سے کہ نیم گرم پانی میں رکھیں یا اُبلے ہوئے پانی میں زیادہ دیر نہ رکھیں نجاست، گوشت کے اجزاء میں سرایت نہیں کرتی محض ظاہری سطح تک پہنچتی ہے لہٰذا اس صورت میں ہرگز مردار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے پاک وحلال ہونے کیلئے یہی کافی سند ہے کہ گوشت کو تین بار پانی سے دھوئیں اور نچوڑیں اور کام میں لائیں۔ (ت)
آرے اگر ماکیان بحالت غلیان وفوران آب آں مقدار درآب مکث کرد کہ نجاست باطن بسبب جوش ودرنگ در قعر وعمق لحم نفوذ نمود آنگاہ برقول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہیچ حیلہ اور اطاہر وحلال نتواں ساخت۔	البتہ اگر مرغیوں کو اُبلتے ہوئے پانی میں اتنا وقت رکھیں کہ پانی کے جوش اور اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے اندر کی نجاست گوشت کی گہرائیوں میں سرایت کرجائے تو اس وقت مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ مردار ہوجائیں گی، کیونکہ اسے کسی طریقے سے بھی پاک اور حلال نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم در فتح القدیر فرماید:

لوالقیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنھا لنتف اوکرش قبل الغسل لایطھر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطھر علی قانون ماتقدم فی اللحم۔

محقق علی الاطلاق، دین وملت میں کامل، سیدی امام محمد بن ہمام، اللہ تعالٰی ان کی ذاتِ والا صفات سے ہمیں برکت عطا فرمائے، فتح القدیر میں فرماتے ہیں: اگر تم مرغی کے پیٹ کو چاک کرنے سے پہلے اسے دھوئے بغیر پَر اُکھاڑنے کے لئے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دی تو وہ کبھی بھی پاک نہ ہوگی البتہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر گوشت کے بارے میں جو قانون گزر چکا ہے اس کا پاک ہونا ثابت ہے۔ (ت)

قلت وھو سبحٰنہ اعلم ھو معلل بتشربھا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتھران اللحم السمیط بمصر نجس لایطھر لکن العلۃ المذکورۃ لاتثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیہ اللحم بعد ذلك زمانا یقع فی مثلہ التشرب والدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لایصل الماء الی حد الغلیان ولایترك فیہ الامقدار ماتصل الحرارۃ الی سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلك الترك یمنع من جودۃ انقلاع الشعر فالاولی فی السمیط ان یطھر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلك الماء فانھم لایتحرسون فیہ عن المنجس۔ وقدقال شرف الائمۃ

قلت وھو سبحٰنہ اعلم اس مذکور بالا قول کی علّت یہ ہے کہ پانی کے جوش کے باعث وہ نجاست گوشت کے اندر جذب ہوجاتی ہے، اسی بنیاد پر مشہور ہے کہ مصر میں سمیط (بکری کا بچہ جس کے بال صاف کرکے اسے بھُون لیا جائے) کا گوشت ناپاک شمار ہوتا ہے وہ پاک نہیں ہوتا، لیکن یہ علت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک پانی جوش کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اس کے بعد اس میں گوشت اتنی دیر تک نہ ٹھہرا رہے جس سے پانی گوشت کے اندر داخل ہوکر جذب ہوجائے۔ اور سمیط میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ نہ تو پانی جوش کی حد کو پہنچتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں اتنی دیر چھوڑا جاتا ہے کہ حرارت، جِلد کی سطح کے نیچے پہنچ جائے اور بالوں کے نیچے مساموں میں داخل ہوجائے بلکہ اس کو اس قدر (پانی میں) چھوڑنا اچھی طرح بال اکھاڑنے سے بھی مانع ہے پس سمیط کے بارے میں بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ اِس نجس پانی سے جِلد کا ظاہر ناپاک ہوگیا لہذا تین بار

بھذا فی الدجاجۃ والکرش والسمیط مثلھما[1] اھ۔ وقال قدس سرہ قبل ذلك ناقلا عن التجنیس طبخت الحنطۃ فی الخمر قال ابویوسف تطبخ ثلثا بالماء وتجفف کل مرۃ وکذا اللحم وقال ابوحنیفۃ لاتطھر ابدا وبہ یفتی اھ قال والکل عند محمد لاتطھر ابدا[2]۔

وازینجا بوضوح پیوست کہ ہرکہ ایں کارخواہد ولے واحوط درحقش آنست کہ اولًا ماکیان راشکم چاک وازامعا پاک کند وخون مسفوح کہ بمحل ذبح منجمد مے شود شوید پس ازاں بہرآبے کہ خواہد تہدتا از نجس شدن لحم ایمن ماند سید علّامہ احمد طحطاوی درحاشیہ درمختار فرمودہ فالاولی قبل وضعھا فی الماء المسخن ان یخرج مافی جوفھا ویغسل محل الذبح ما علیہ من دم مسفوح تجمد[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

دھونے سے پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ لوگ ناپاک کرنے والی چیز سے پرہیز نہیں کرتے۔ شرف الائمہ نے مرغی اور کرش (جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھڑی) کے بارے میں یہی بات فرمائی اور سمیط ان دونوں کی مثل ہے الخ۔

صاحبِ فتح القدیر قدس سرہ، نے اسے پہلے تجنیس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ گندم، شراب میں پکائی گئی اس کے بارے میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اسے تین بار پانی میں پکایا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے۔ گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے اھ اور فرمایا یہ سب کچھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس کیلئے بہتر اور زیادہ محتاط یہ ہے کہ پہلے مرغی کا پیٹ چاک کرکے اسے آنتوں سے پاک کرے اور بہنے والے خون کو جو گردن وغیرہ پر جم جاتا ہے دھولے اس کے بعد جس پانی میں چاہے رکھے تاکہ گوشت کے ناپاک ہونے سے مطمئن ہو۔ علّامہ احمد طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں رکھنے سے پہلے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے نکال لیا جائے اور ذبح کے مقام سے جما ہوا خون مسفوح دھولیا جائے اھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱: از شہر کہنہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگ ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرھا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۶

[2] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرھا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۵

[3] طحطاوی حاشیہ درمختار آخر باب الانجاس دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/۱۶۴

الجواب:

بادامی رنگ کی پُڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پُڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولٰی ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتوٰی دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطھارۃ والنجاسۃ۔	نص سے ثابت ہے کہ حرج دُور کیا گیا اور عموم بلوٰی اسبابِ تخفیف سے ہے خصوصًا مسائلِ طہارت اور نجاست میں۔(ت)

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتوٰی دینا پسند کرتا ہے۔

وقد ذکرنا علی ھذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاوٰنا وسنحقق الامر بمالامزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہ وتعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔	ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسی مسئلہ پر اس سے بھی زیادہ بحث کی ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے توفیق معاون ہُوئی تو ہم اس سلسلے میں ایسی تحقیق کریں گے جس کے بعد مزید گنجائش نہیں رہے گی۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۷۲: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک، اور جس شے کی بِیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے۔ اور جس کی نجاست خفیفہ جیسے باز یا کوّا، اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ۔ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مرغی، اس کی قے بھی نجاست غلیظہ۔ اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اس کا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہرحال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی۔ مثلاً مُرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھّو لگا اور نکل گیا

یہ پانی پیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ مااستحال الی نجاسۃ ولالاقی محلھا (کیونکہ اس نے نجاست میں حلول نہیں کیا اور نہ ہی نجاست کی جگہ سے ملا۔ ت) بلکہ اسے سؤر یعنی جھُوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے مل کر آیا ہے اُس جانور کا جھُوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا۔

اقول: اتقن ھذا التحقیق النفیس فلعلك لاتجدہ مصرحابه فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمداللہ من کلمات العلماء استنباطًا واضحًا کالصبح حین الاسفار۔	**اقول:** اس نفیس تحقیق کو محفوظ کرلو شاید تم اسے بڑی کتب میں بھی بالتصریح نہ پاؤ بحمداللہ تعالٰی ہم نے اسے علماءِ کرام کے کلام سے روزِ روشن کی طرح واضح استنباط کیا ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ[1]۔	ہر جانور کا پِتّا اس کے پیشاب کی طرح اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید میں ہے: لانہ واراہ جوفہ[2]۔ (کیونکہ اس نے اسے پیٹ میں چھپایا۔ ت)

درمختار میں ہے:

ینقضہ قیئ ملا فاہ من مرۃ اوطعام اوماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولومن صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولوھو فی المریئ فلانقض اتفاقا[3] اھ ملخصا۔	صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچّے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ نجاست سے مِل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ ملخصا۔ (ت)

[1] درمختار باب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷
[2] ردالمحتار باب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۳
[3] درمختار نواقض الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۵

وقدعلم من له ادنی فهم وجه الاستنباط فی المسألتین واعلم انابیننا الکلام علی ظاهر الروایة المصحح المرجح الواضح الوجه القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان ههنا فی بعض الصور کلام للکمال اجبنا عـه عنه علی هامشه والحمدلله حمدا کثیرا والله تعالٰی اعلم۔	جس شخص کو ادنٰی سمجھ بھی حاصل ہے وہ دونوں مسئلوں میں استنباط کی وجہ جان سکتا ہے جان لو کہ ہمارے کلام کی بنیاد ظاہر روایت ہے جس کی تصحیح کی گئی اسے ترجیح دی گئی وہ نہایت واضح ہے اس کی دلیل قوی ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔اگرچہ اس جگہ بعض صورتوں میں کمال نے کلام کیا ہے جس کا جواب ہم نے اس کے حاشیے پر دیا ہے۔اللہ تعالٰی کے لئے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۳: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۰۔ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوگی بغیر مبالغہ کے یا نہیں بینواتوجروا۔

الجواب:

نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اُس کی تطہیر میں عدد اصلا شرط نہیں بلکہ زوال عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہوجائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر بقائے عین پر دلیل تو زوال اثر مثل رنگ وبو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا، صابُون یا گرم پانی وغیرہ سے چھُڑانے کی حاجت نہیں۔درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بعد جفاف بزوال عینها واثرها ولوبمرة اوبمافوق ثلث فی الاصح ولایضربقاء اثرکلونٍ وریح لازم فلایکلف فی ازالته الٰی ماء حار اوصابون ونحوه [1] اھ ملخصا۔	اصح قول کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ سے عینِ نجاست اور اس کا اثر دُور کیا جائے، خواہ ایک مرتبہ سے یا تین [۳] سے بھی زیادہ مرتبہ سے دور ہو تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، اور ایسا اثر جو اس کے لئے لازم ہوچکا ہے (یعنی دور نہیں ہوتا) مثلاً رنگ اور بُو، تو اسے گرم پانی یا صابن وغیرہ کے ساتھ دُور کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اھ ملخصا (ت)

عـه وقدتقدم فی المسألة العاشرة باب الوضوء (م)	اس کا جواب باب الوضوء کے دسویں مسئلہ میں گزر چکا ہے۔(ت)

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

اور غیر مرئیہ کو سُوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول پر غلبہ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہوجائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہوگیا اگرچہ یہ غلبہ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یازائد میں۔اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں اس قول پر اگر یوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی۔ایک جماعتِ علماء نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لئے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبہ ظن پر عمل کرے،ان علماء کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت وسوسہ وعدمِ وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اُٹھادیں۔

اقول: الا ان ھذا التطبیق لایکاد یلائم ظاھر اطلاق عامۃ المتون فان الموسوسین فی الناس اقل قلیل بالنسبۃ الی غیرھم واطلاق الحکم المختص بالغالب الکثیر غیر بعید ولامستنکر بخلاف عکسہ کمالایخفی۔	**اقول:** مگر یہ تطبیق عام متون کے ظاہر اطلاق کے مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وسوسے والے لوگ دوسروں کی نسبت بہت کم ہیں اور حکم کا اطلاق جو غالب اکثریت سے مختص ہے وہ (عقل سے) نہ تو بعید ہے اور نہ ہی غیر معروف، بخلاف اس کے عکس کے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

دُوسری جماعتِ ائمہ نے فرمایا قول ثانی قول اول کی تحدید وتقدیر ہے یعنی یہ غلبہ ظن غالبًا تین بار میں حاصل ہوتا ہے۔

ای وانما العبرۃ للغالب وعلیہ تبنی الاحکام ویقطع النظر عن القلیل النادر۔	یعنی اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور احکام کی بنیاد بھی یہی ہے، قلیل وکمیاب سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔(ت)

اس تقدیر پر دونوں قول قولِ ثانی کی طرف عود کر آئیں گے ہدایہ وکافی ودرر وغنیہ وتنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک وہ بہت قرینِ قیاس ہے بالجملہ دنوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح وترجیح۔

اقول: مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالبًا اُسی میں احتیاط زیادہ اور اُس میں انضباط ازید اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مُداہن وبے پروا ہیں انہیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں اُن کی بے پرواہی کی مطلق العنانی ہے لہٰذا قول ثانی ہی پر عمل انسب والیق ہے اور ہدایہ وکافی کی توفیق حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں۔بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوال نجاست کا ظن غالب نہ ہو اور غالبًا بلامبالغہ سرسری طور پر ایک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق حاصل نہ ہوگی۔

دُرِ مختار میں ہے:

یطھر محل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل لومکلفا والا فمستعمل طھارة محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لایقطر وبتثلیث جفاف فی غیر منعصر [1] اھ ملخصاً۔	جس جگہ نجاست دکھائی نہ دیتی ہو اگر دھونے والے کو غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے ورنہ اس جگہ کی طہارت کے لئے گنتی کے بغیر پانی استعمال کیا جائے اسی پر فتوٰی ہے اور وسوسہ والے کے لئے جس چیز کو نچوڑنا ممکن ہے اسے تین بار دھونا اور یوں نچوڑنا کہ اب قطرے نہ گریں اور جس چیز کو نچوڑنا ممکن نہیں اس کو تین بار خشک کرنا مقرر ہے۔اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بلاعددبہ یفتی،کذافی المنیة وظاھرہ انہ لوغلب علی ظنہ زوالھا بمرة اجزأہ وبہ صرح الامام الکرخی فی مختصرہ واختارہ الامام الاسبیجابی وفی غایة البیان التقدیر بالثلث ظاھر الروایة وفی السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقیین والتقدیر بالثلث مختار البخاریین والظاھر الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اھ بحرقال فی النھر وھو توفیق حسن اھ وعلیہ جری صاحب المختار فانہ اعتبر غلبة الظن الافی الموسوس وھوماشی علیہ المصنّف واستحسنہ فی الحلیة وقال وقدمشی الجم الغفیر علیہ فی الاستنجاء۔ **اقول:** وھذا مبنی علی تحقق الخلاف	اس (صاحبِ درمختار) کا قول "بلاعدد" (گنتی شرط نہیں) پر فتوٰی ہے،منیہ میں بھی اسی طرح ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہوجائے تو یہی کافی ہے۔امام کرخی نے اپنی مختصر میں اسی کی تصریح فرمائی اور امام اسبیجابی نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ تین بار کا مقرر کرنا ظاہر روایت ہے۔سراج میں ہے کہ عراقیوں کے نزدیک غلبہ ظن کا اعتبار مختار ہے جبکہ تین بار کا اندازہ بخارا والوں کا مختار ہے۔اور پہلا ظاہر ہے اگر وسوسے والا نہ ہو،اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو دوسری بات ظاہر ہے اھ (بحرالرائق انتہی) نہر الفائق میں فرمایا کہ یہ اچھی تطبیق ہے اھ۔صاحبِ مختار نے بھی یہی راستہ اختیار کیا کہ انہوں نے وسوسہ نہ کرنے والوں کے بارے میں اسی کا اعتبار کیا ہے مگر وسوسہ کرنے والے کے بارے میں ان کا وہی موقف جس پر مصنف (صاحبِ دُرمختار) چلے ہیں اور حلیہ نے بھی اسی کو مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا استنجاء کے بارے میں جم غفیر کا یہی مسلک ہے (ت) **اقول:** میں (علامہ شامی) کہتا ہوں اس کی

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

وھو ان القول بغلبة الظن غیر القول بالثلث قال فی الحلیة وھو الحق واستشھد له بکلام الحاوی القدسی والمحیط۔	بنیاد (دونوں باتوں میں) ثبوتِ اختلاف پر ہے یعنی جب غلبہ ظن کا قول تین کے قول کا غیر ہو حلیہ میں فرمایا یہی حق ہے اور انہوں نے اس پر حاوی قدسی اور محیط کے کلام سے شہادت پیش کی ہے۔(ت)
اقول: وھوخلاف مافی الکافی ممایقتضی انھما قول واحد وعلیه مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بھذا ان المذھب اعتبار غلبة الظن وانھا مقدرة بالثلث لحصولھا بھافی الغالب وقطعًا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقته عسرکالسفر مقام المشقة اھ وھو مقتضی کلام الھدایة وغیرھا واقتصر علیه فی الامداد وھو ظاھر المتون حیث صرحوا بالثلث[1] اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	**اقول:** (میں (علامہ شامی) کہتا ہوں) یہ (اختلاف) اس کے خلاف ہے جو کافی میں ہے اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قول ہیں۔ شرح منیہ میں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے اور وہ تین بار کا اندازہ ہے کیوں کہ غالب یہی ہے تین بار دھونے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور یہ کہ سبب ظاہر کو اس مسبّب کے قائم مقام رکھنا ہے جس کی حقیقت پر اطلاع مشکل ہے جیسے سفر مشقت کے قائم مقام ہے اھ ہدایہ وغیرہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے اور الامداد بھی اسی پر اختصار کیا گیا ہے۔ ظاہر متون بھی یہی ہیں کیونکہ انہوں نے تین کی تصریح کی ہے اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۷۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جُوتے پر پیشاب پڑ گیا اور اس پر خاک جم کر تندار ہوگیا تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جُوتے پر اگر پیشاب پڑ گیا اور اس پر خاک جم گئی تو ایسے ملنے سے جس سے اُس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۲

فی الدر المختار ویطھر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل مایری بعد الجفاف ولومن غیرھا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بذلك یزول بہ اثرھا والاجرم لھافیغسل انتھٰی [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے موزہ اور اس کی مثل جیسے جُوتا (وغیرہ) اگر جسم والی نجاست سے ناپاک ہوجائیں اور یہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہو اگرچہ (یہ جسم نجاست کے) غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس پر مٹّی پڑ گئی، تو یہ ایسے رگڑنے سے پاک ہوجائیں گے جس سے اثر زائل ہوجائے اسی پر فتوٰی ہے اور جس نجاست کا جسم نہ ہو اسے دھویا جائے گا اھ۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۵: از کلکتہ دھرم تلا نمبر۶ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدّا رُوئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے، بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدّا خوب تَر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدّے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشك (یقین شک سے دُور نہیں ہوتا۔ت) ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدّے [۱] میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور [۲] یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدّے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور [۳] گدّے میں خاص اُس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدّے کے محلِ نجاست کو تر کردے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کہ خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کرسکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے

[1] دُرمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

اجزادوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں)

جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وہ موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپاک ہے۔ مثلاً گدّے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابلِ تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کے ہیں۔

هذا هو التحقيق الذی عولنا عليه لظهور وجهه ولكونه احوط وان كان الكلام فی المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه فی ردالمحتار اٰخر الانجاس واٰخر الكتاب وفيه عن البرهان ولايخفى منه انه لايتيقن بانه مجرد نداوة الا اذاكان النجس الرطب هو الذی لايتقاطر بعصره اذيمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولاينبع منه شيئ بعصره كماهو مشاهد عند البداية بغسله [1] اھ وفيه عن الامام الزيلعی لانه اذالم يتقاطر منه بالعصر لاينفصل منه شيئ وانما يبتل مايجاوره بالنداوة وبذلك لايتنجس [2] الخ وفيه عن الخانية اذاغسل رجله فمشى على ارض نجسة بغير مكعب فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض	یہی وہ تحقیق ہے جس پر ہم نے اعتماد کیا کیونکہ اس کا سبب ظاہر ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اگرچہ اس مسئلہ میں کلام کا دامن نہایت طویل ہے جس میں سے کچھ ردالمحتار میں باب الانجاس اور کتاب ردالمحتار کے آخر میں مذکور ہے۔ اور اس میں البرہان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ اس کے محض رطوبت ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا مگر جب کہ تر نجاست کے نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں کیوں کہ ممکن ہے کہ خشک کپڑے کو بہت سی نجاست لگے اور نچوڑنے سے اس سے کچھ نہ نکلے جیسا کہ اسے دھونے کا آغاز کرتے وقت مشاہدہ ہوتا ہے۔ الخ اسی (ردالمحتار) میں امام زیلعی سے نقل کیا کہ جب نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں تو اس سے کچھ بھی جُدا نہ ہوگا اور اس سے ملنے والی چیز محض مجاورت (ملنے) سے تر ہوگی اور اس سے وہ ناپاک نہیں ہوتی۔

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۵۵

[2] ردالمحتار مسائل شتی مصطفیٰ البابی مصر ۵/۵۱۷

لکن لم یظھر اثر طبل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ وان کان بلل الماء فی رجلہ کثیرا حتی ابتل وجہ الارض وصارطینا ثم اصاب الطین رجلہ لاتجوز صلاتہ[1] الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اور اسی (ردالمحتار) میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص پاؤں دھو کر جُوتے کے بغیر ناپاک زمین پر چلا اور اس کے پاؤں کی رطوبت سے زمین تر ہو گئی اور زمین پر نشان لگ گیا لیکن زمین کی رطوبت اس کے پاؤں میں ظاہر نہیں ہوئی اب اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر پاؤں میں پانی کی رطوبت زیادہ تھی حتی کہ زمین کا ظاہر تر ہو گیا اور کیچڑ پاؤں میں لگ گیا تو اس کی نماز جائز نہیں الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعد ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول میں یا چُونے میں چُوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

چُوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ اشیا کھالی جائیں بشرطیکہ اس کا رنگ یا بُو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر چُونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۸

رساله
سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب ۱۳۱۲ھ
کتّے کی طہارتِ عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان

مسئلہ ۱۷۷: از بنارس محلّہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاھم اللّٰہ تعالٰی الی یوم الدین اس میں کہ زید تو مستندًا بقولہ تعالٰی یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ[1] الآیۃ (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لئے کیا حلال ہے۔ت) ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید قتلہ الکلب المعلم المرسل ولم یاکل منہ (اور ان احادیث کو دلیل بناتے ہوئے جن میں ایسے شکار کے کھانے کا حکم ہے جسے سکھائے ہوئے اور چوڑھے ہُوئے کتّے نے شکار کیا لیکن اس سے کچھ نہیں کھایا۔ت) کہ از انجملہ ایک یہ حدیث عدی بن حاتم ہے:

قال قلت یارسول اللّٰہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیك قلت	فرماتے ہیں میں نے عرض کیا" یارسول اللّٰہ ! ہم سکھائے ہوئے کتّوں کو (شکار پر) چھوڑتے ہیں

[1] القرآن ۵/۴

وان قتلن قال وان قتلن [1] الحدیث۔	(اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: "جو کچھ وہ تمہارے لئے روک رکھیں اسے کھاؤ"۔ میں نے عرض کیا" اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں؟" فرمایا: " اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں" الحدیث (ت)

اور احادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیۃ وصید وزرع وغنم (جانوروں کی حفاظت، شکار، کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کیلئے کتّا رکھنے کی اجازت کے بارے میں احادیث۔ت) کہ از انجملہ ایک یہ حدیثِ عبداللہ بن مغفل ہے:

قال انی لمن یرفع اغصان الشجرۃ عن وجہ رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امۃ من الامام لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود وبھیم ومامن اھل بیت یرتبطون کلبًا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الاکلب صیدا وکلب حرث اوکلب غنم [2]۔	آپ فرماتے ہیں مَیں ان لوگوں میں سے ہُوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے آگے سے ٹہنیاں اٹھارہے تھے جب آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر کتّے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس ہر سیاہ کتّے کو ماردو، اور جو لوگ گھروں میں کتا رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کُتّا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لئے کُتّا (اس سے مستثنٰی ہے)۔(ت)

واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصعید (شکاری کتّے کہ حصولِ قیمت کے بارے میں آپکی اجازت سے متعلق احادیث۔ت) کہ از انجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال رخص رسول اللہ فی ثمن کلب الصید [3]۔	فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتّے کی قیمت لینے کی اجازت فرمائی ہے۔(ت)

وحدیث ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی عھد رسول اللہ	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

---

[1] جامع الترمذی باب مایؤکل من صید الکلب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۷

[2] جامع الترمذی باب من امسک کلباً ماینقص من اجرہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۰

[3] مسند امام اعظم ابوحنیفہ کتاب البیوع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۹

فلم یکونوا یرشون شیأ من ذلك[1]۔	کتے (اِدھر اُدھر) آتے جاتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے (یعنی کتوں کے ان کے ساتھ چھُونے سے) کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔(ت)

وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قال علیه الصلاة والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر[2]۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چمڑے کو رنگ لیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔(ت)

ومستدلا باقوال علمائنا الحنفیۃ (اور ہمارے علماء حنفیّہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے۔ت) کہ از انجملہ ایک یہ ہے کہ جو عامہ کتبِ فقہ میں ہے:

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والآدمی[3]۔	خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔(ت)

اور دُوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے:

ولیس الکلب بنجس العین[4]۔	اور کتّا نجس عین نہیں۔(ت)

اور تیسرا جو تنویر الابصار اور اُس کی شرح درمختار میں ہے:

اعلم انه لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوٰی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطه ابن الشحنۃ[5]۔	جان لو! امام اعظم کے نزدیک کتّا نجسِ عین نہیں۔اور اسی پر فتوی ہے،اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے نجس ہونے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن الشحنہ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔(ت)

اور چوتھا یہ جو ردالمحتار میں ہے:

وھو (ای عدم کون الکلب نجس العین) الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع و	اور وہ (یعنی کُتّے کا نجس العین نہ ہونا ہی) صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ہے،بدائع۔متون سے

---

[1] صحیح البخاری باب اذا شرب الکلب فی الاناء قدیمی کُتب خانہ کراچی ۲۹/۱

[2] جامع الترمذی، باب جاء فی جلود المیتۃ، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲۰۶/۱

[3] منیۃ المصلی فصل فی النجاسۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۰۸

[4] ہدایہ شریف، قبیل فصل فی البئر، المکتبۃ العربیہ، کراچی، ۲۴/۱

[5] درمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۳۸/۱

وھو ظاھر المتون بحر ومقتضی عموم الادلۃ فتح[1]۔	یہی ظاہر ہوتا ہے البحرالرائق۔عام دلائل کا مقتضٰی یہی ہے، فتح القدیر(ت)

اور پانچواں یہ جو علمگیری میں ہے:

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین[2]۔	صحیح یہ ہے کہ کتّا نجسِ عین نہیں۔(ت)

اور چھٹا یہ جو عنایہ میں ہے:

الاصح ان الکلب لیس بنجس العین[3]۔	اصح بات یہ ہے کہ کُتّا نجس عین نہیں۔(ت)

اور ساتواں یہ جو غایۃ البیان میں ہے:

فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشایخ والاصح انہ لیس بنجس العین[4]۔	اس کے نجس عین ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نجسِ عین نہیں۔(ت)

اور آٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے:

یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح[5]۔	کتّے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ نجسِ عین نہیں۔(ت)

اور نواں یہ جو نہرالفائق میں ہے:

یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ماعلیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ[6]۔	کتّے کا چمڑا بھی پاک ہوجاتا ہے اور اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ ذاتی طور پر پاک ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے ناپاک ہونے کو ترجیح دی ہے۔(ت)

اور دسواں یہ جو شامی میں ہے:

فمعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ	اس کے طاہر عین ہونے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک

---

[1] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۳۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الفصل الاول من الباب الثالث مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹

[3] العنایۃ مع فتح القدیر قبیل فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۲

[4] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ/من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۸

[5] مراقی الفلاح مع الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۰

[6] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۰۹

مادام حیا وطہارۃ جلدہ بالدّباغ والذکاۃ وطہارۃ مالا تحلہ الحیوۃ من اجزائہ کغیرہ من السباع [1]۔	زندہ ہے ذاتی طور پر پاک ہے۔اس کا چمڑا دباغت یا ذبح (شرعی) کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے نیز اس کے جن اجزاء میں زندگی سرایت نہیں کرتی دوسرے درندوں کی طرح وہ بھی پاک ہیں۔(ت)

اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے:

قلت لم یتضح لی الی الاٰن دلیل علی کونہ نجس العین ودلائل المثبتین کلھا مخدوشۃ [2]۔	میں کہتا ہوں اب تک مجھے اس کے نجس عین ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں ملی، نجس ثابت کرنے والوں کے تمام دلائل کمزور ہیں۔(ت)

اور بارھواں وہ جو مولوی عبدالحہ لکھنوی نے تعلیق ممجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہُب پر دباغت سے مطلقًا دلالت کرتی ہیں کہا ہے:

وبھذہ الاحادیث ونظائرھا ذھب الجمھور الی الطھارۃ بالدباغۃ مطلقا الا انھم استثنوا من ذلك جلد الانسان لکرامتہ وجلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ واستثنی ایضا جلد الکلب من ذھب الی کونہ نجس العین وھو قول جمع من الحنفیۃ وغیرھم ولم یدل علی دلیل قوی بعد [3]۔	ان احادیث اور ان کی مثل پر بنیاد رکھتے ہوئے جمہور فقہاء نے دباغت کے ذریعے مطلقًا طہارت کی راہ اختیار کی ہے مگر انہوں نے اس سے انسان کے چمڑے کو اس کی عزّت کی بنیاد پر اور خنزیر کے چمڑے کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی قرار دیا ہے اور جو لوگ کتّے کو نجسِ عین سمجھتے ہیں انہوں نے اس کو بھی مستثنٰی کیا ہے احناف کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ فقہاء کرام کا یہی قول ہے لیکن ابھی تک اس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں پائی گئی۔(ت)

اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے:

اختلف المشایخ فی التصحیح والذی یقتضیہ	تصحیح میں علماء کا اختلاف ہے اور "ایما اھاب"

[1] ردالمحتار قبیل فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[2] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹
[3] تعلیق ممجد لعبدالحہ اللکھنوی

عموم ایما اھاب طھارۃ عینہ ولم یعارضہ مایوجب نجاستھا فوجب حقیقۃ عدم نجاستھا[1]۔	(جو بھی چمڑا) کا عموم طہارت عین کا مقتضی ہے اور اس کے مقابلے میں نجاست کو واجب کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا نجس نہ ہونا حق ہوا۔(ت)

کہتا ہے کہ کُتّا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں تو وجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلاضرورت کتّے سے ازروئے اصطیاد کے جواز انتفاع پر بلکہ بجز کھانے کے اور اُس سے سب طرح کے فائدے اُٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، قرطبّی نے کہا ہے:

وقدذکر بعض من صنف فی احکام القرآن ان الایۃ تدل علی ان الاباحۃ تناولت ماعلمنا الجوارح وھو ینظم الکلب وسائر جوارح الطیر وذلک یوجب اباحۃ سائر وجوہ الانتفاع فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بھابسائر وجوہ المنافع الاماخصہ الدلیل وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب وسباع الطیر[2]۔	احکامِ قرآن کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اباحت ان تمام شکاری جانوروں کو شامل ہے جن کو ہم سکھائیں اور اس میں کتّا اور تمام شکاری پرندے بھی شامل ہیں اور یہ (جواز) انتفاع کے تمام طریقوں کی اباحت کو واجب کرتا ہے پس یہ کتّے اور (دیگر) شکاری جانوروں کو بیچنے اور ان سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جس کو دلیل نے خاص کرلیا ہو، اور وہ شکاری جانوروں یعنی کسب کرنے والے کتّوں اور درندوں کو کھانا ہے (اور یہ جائز نہیں)۔(ت)

اور کسی چیز سے بلاضرورت انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدمِ نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدمِ نجاست پر بھی دلالت کی **کماھو ظاھر** (جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ت)

اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کُتّے کیچڑ میں بھرے ہوئے پانی میں بھیگے ہوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے رش بھی نہ ثابت ہوا تو ان کے اجسام اور اعیان کے عدم نجاست ثابت ہُوئی۔

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۸۳

[2] الجامع لاحکام القرآن زیرآیہ وماعلمتم من الجوارح الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۶۶

اور احادیث اذن فی اقتناء الکلب (کتّا رکھنے کی اجازت سے متعلق احادیث۔ت) کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحہ نے سعایہ میں کہا ہے:

نعم لها دلالة علی طهارة جسمه وعدم تنجس عينه البتة فان الاذن فی اقتنائه دال علی انه ليس ينجس العين [1]۔	ہاں اس کے جسم کے پاک ہونے اور نجس عین نہ ہونے پر یقینا دلیل ہے کیوں کہ اسے رکھنے کی اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نجس عین نہیں۔(ت)

اور باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور عمرو استدلالاً باحادیث الامر بقتل الکلاب (کتوں کو ہلاک کرنے کے حکم سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ت) واحادیث عدم دخول الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب (جس گھر میں کتّا ہو اس میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بارے میں احادیث۔ت) **واحادیث الامر بغسل الاناء من دلوغ الکلب سبعا اوثمانیا اوثلثا واھراق مافضل من شربہ** (کتّے کے چاٹنے سے برتن کو سات یا آٹھ یا تین بار دھونے اور اس کے پینے سے جو بچ جائے اسے بہادینے کے بارے میں احادیث۔ت) وحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ:

ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی ای دار اُخرین فلم یجب فقیل له فی ذلك فقال ان فی دار فلاں کلبا فقیل له وان فی دار فلان هرة فقال الهرة ليست بنجسة انما هی الطوافين عليكم والطوافات [2]۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم نے دعوت دی، آپ نے قبول کرلی۔ اور آپ کو دوسروں کے گھر میں بلایا گیا تو آپ نے قبول نہ کیا، اس بارے میں آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتّا ہے۔ عرض کیا گیا اور فلاں کے گھر میں بلّی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بلّی ناپاک نہیں اور وہ تمہارے پاس آنے جانے والے (غلاموں) اور آنے جانے والی (لونڈیوں) کی طرح ہے۔(ت)

وتمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیۃ کو ازانجملہ ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے:

الصحيح من المذهب عندنا ان الكلب نجس [3]۔	ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا ناپاک ہے۔(ت)

---

[1] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ احکام الاسار سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۴۶

[2] التلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، اب بیان النجاسات، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل، ۱/۲۵

[3] المبسوط للسرخسی سؤر مالایوکل لحمہ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۴۸

اور دوسرا یہ جو ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے:

فی فتاوٰی قاضی خان مایدل علی ان الکلب نجس العین وفی موضع آخر مایدل علی انہ لیس کذلك وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول[1]۔	فتاوی قاضی خان میں ایسی بات ہے جو کتّے کے نجسِ عین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی میں) دوسری جگہ وہ بات ہے جس میں ایسا نہ ہونے پر دلالت ہے اور میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک صحیح روایت، پہلی ہے (یعنی نجسِ عین)۔(ت)

اور تیسرا یہ جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتبِ فقہ میں ہے:

اذاسد کلب عرض النھر ویجری الماء فوقہ انکان مایلاقی الکلب اقل ممالایلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والالا[2]۔	اگر کتّا نہر کی چوڑائی بند کردے اور پانی اس کے اوپر سے جاری ہو تو اگر کتّے سے ملا ہوا پانی اس سے کم ہے جو اس (کے جسم) سے ملا ہوا نہیں ہے تو (نہر کی) نچلی جانب سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔(ت)

کہتا ہے کہ کتّا نجس العین ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل کلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور احادیث امر بغسل اناء کا تو جواب یہ دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضُعف ہے۔احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر ان کی نجاست کے سبب نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتّا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکورہی کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اس کا نسخ وارد ہوچکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناعِ ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہوسکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو۔

قال العلامۃ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات وبعض الکلاب یسمی شیطانا والملائکۃ	علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں جس گھر میں کتّا ہو اس میں فرشتوں کے نہ آنے کا باعث کتّوں کا بکثرت نجاست کھانا ہے، اور بعض کتوں کو تو شیطان کہا جاتا ہے اور فرشتے شیطان

---

[1] شرح النقایۃ لابی المکارم

[2] شرح الوقایۃ بیان مایجوزبہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۸۴

ضد الشیاطین ولقبح رائحۃ الکلب والملئکۃ تکرہ والرائحۃ الخبیثۃ ولانھا منھی عن اتخاذھا فعوقب متخذھا بحرمانہ دخول الملئکۃ بیتہ[1]۔	کی ضد میں، نیز کتا بدبودار ہوتا ہے اور فرشتے بدبُو کو پسند نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ کتا رکھنے سے منع کیا گیا پس اسے رکھنے والے کو یوں سزادی گئی کہ اس کے گھر میں فرشتوں کا داخلہ نہیں ہوتا۔(ت)

اور نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اُس میں فرشتے نہیں آتے اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفۃ میں اور ابن قانع نے سوط بن غزی سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور **متضمخ بخلوق**[2] پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے۔

اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے عمار سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازہ کافر پر خیر سے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر اور جنازہ کافر اور متضمخ بزعفران وغیر ذلک پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل اناء کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے، ہاں نجاست لعابِ کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اُس کے عین کی نجاست پر۔اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اوّلًا تو یہ دیتا ہے کہ مولٰنا الہداد جونپوری نے حاشیہ ہدایہ میں اور دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی دارقوم من الانصار ودونھم دار فیشق ذلك علیھم فقالوا یارسول اللہ تاتی دار فلان ولاتاتی دارنا فقال	رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چند انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے ان میں سے نیچے کی جانب ایک گھر تھا ان پر یہ بات گراں گزری تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ! آپ فلاں

[1] حیوٰۃ الحیوان الکبرٰی، زیر لفظ الکلب، مصطفٰی البابی حلبی مصر، ۲/ ۲۹۰

[2] خلوق[2] (ایک خاص قسم کی خوشبو) لگانے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان فی دارکم کلبا قالوا فان فی دارھم سنورا فقال النبی السنور سبع [1]۔	کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ تمہارے گھر کتا ہے۔انہوں نے عرض کیا تو ان (فلاں کے) گھر بلّی ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلّی ایک درندہ ہے۔(ت)

کے ساتھ پایا تو اول تو اصح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں۔

قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعدذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابازرعۃ عنہ فقال لم یرفعہ ابونعیم وھو اصح وعیسی عـہ لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعہ علی ھذا الحدیث الامن ھو مثلہ اودونہ وقال ابن حبان خرج عیسی عن حدالاحتجاج ولما ذکرہ الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد بہ عیسی عن ابی زرعۃ وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقدضعفہ ابوحاتم وابوداود وغیرھا وقال ابن الجوزی لایصح [2] انتھی ملخصاً۔	حافظ ابن حجر (عسقلانی) نے تلخیص میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا ابن ابی حاتم نے عللِ میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ سے پُوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابونعیم نے اسے مرفوع ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔اور عیسٰی (راوی) قوی نہیں۔عقیلی نے فرمایا اس حدیث میں ان کی متابعت وہی کرے گا جو اس کی مثل یا اس سے کم (درجہ میں) ہو۔ابنِ حبان نے کہا: عیسٰی حجت کی حد سے نکل گیا (یعنی اس کی بات کو دلیل نہیں بناسکتے) اور حاکم نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوزرعہ سے روایت کرنے میں عیسٰی متفرد ہیں اور وہ سچّے ہیں ان پر کبھی جرح نہیں ہُوئی،انہوں نے اسی طرح کہا،(لیکن) ابوحاتم اور ابوداؤد کے علاوہ دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا،اور ابن جوزی نے کہا یہ صحیح نہیں انتہی ملخصا(ت)

اور تیسرے بر تقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب

عـہ: ھذا احد رواۃ ھذا الحدیث ۱۲ (م)	اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ ہیں۔(ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۲/۳۲۷

[2] التلخیص الجیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۲۵

پر ہر گز دلالت نہیں۔ ہاں بلّی کے مثل کُتّے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے اور ثانیًا یہ کہ بر تقدیر اس کے اُس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتّے کا بہ نسبت بلّی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ **کمالایخفی علی من له طبع سلیم وذهن مستقیم** (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کی فطرت سلیم اور ذہن ٹھیک ہے۔ت) اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلّی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلّی کے، اور بحث اس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اُس پر دلالت نہیں فتدبر، اور اقوالِ فقہا میں سے اُن دونوں قولوں کا تو جو مبسوط اور شرح نقایہ میں ہے جواب یہ دیتا ہے کہ اول تو ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور اُن اقوال میں جو میرے دلائل سے ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ **اقرب الی الصواب** اور لفظ **اصح** کہا ہے **وقد صرحوا بأن لفظ الاصح اٰکد من الصحیح فیتبع الاٰکد کماصرح به فی ردالمحتار**[1] (فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ "**اصح**" لفظ "**صحیح**" سے زیادہ مؤکد ہے پس جس میں زیادہ تاکید ہے اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت)

اور دوم: اگر ہم مساوات لفظ تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوٰی تو اس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بماعلیہ الفتوی دون غیرہ (پس اسے اختیار کیا جائے جس پر فتوٰی ہے نہ کہ اس کے غیر کو۔ت)

اور سوم: اگر ہم اختلاف فتوٰی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بموجب قاعدہ **اذا اختلف التصحیح والفتوٰی فالعمل بمافی المتون اولی**[2] (جب تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف ہو تو جو کچھ متون میں ہے اس پر عمل کرنا اولٰی ہے۔ت) کے عمل مافی المتون ہی پر کیا جائے گا۔

والمراد بالمتون لیس جمیع المتون بل المختصرات التی الفها حذاق الائمة وکبار الفقهاء المعروفین بالعلم والزهد والفقة والثقة فی الروایة کابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم والشهید	متون سے مراد تمام متون نہیں بلالکہ وہ مختصر کتب میں جن کو ماہر ائمہ اور فقہاءِ کبیر جو علم، زہد، فقہ اور روایت میں ثقاقت کے ساتھ مشہور ہیں، نے تالیف کیا جیسے ابو جعفر طحاوی، کرخی، حاکم، شہید، قدوری اور وہ لوگ جو اس طبقے

[1] الدرالمختار علی حاشیہ ردالمحتار، مطلب اذا تعارض التصحیح، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۵۰

[2] ردالمختار مطلب اذا تعارض التصحیح مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۹

والقدوری ومن فی هذه الطبقة وقدکثر اعتماد المتأخرین علی الوقایة لبرهان الشریعة وکنزالدقائق لابی البرکات والمختار لابی الفضل ومجمع البحرین لمظفر الدین ومختصر القدوری لاحمد بن محمد وذلك لماعلموا من جلالة مولفیها والتزامهم ایراد مسائل معتمد علیها واشهرها ذکرا واقولها اعتمادا الوقایة والکنز ومختصر القدوری وهی المراد بقولهم المتون الثلثة۔	میں شامل ہیں متاخرین کا برہان الشریعۃ کے وقایہ، ابوالبرکات کی کنزالدقائق اور ابوالفضل کی المختار مظفر الدین کی مجمع البحرین اور احمد بن محمد کی مختصر القدوری پر بہت زیادہ اعتماد ہے، اور یہ اس لئے کہ انہیں ان کتب کے مولفین کی جلالت علمی نیز قابلِ اعتماد مسائل ذکر کرنے کے التزام کا علم تھا۔ ان میں سے ذکر کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور قول کے اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ وقایہ، کنزالدقائق اور مختصر القدوری ہے اور فقہاء کرام کے قول متون سے یہی "تین متون" مراد ہیں۔ (ت)

تو ان سب میں علی الخصوص ان متون ثلثہ میں بجز اس کے طاہر العین ہونے کے اور کچھ نہیں ہے وللہ الحمد، اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلبِ میت ہے۔ حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں کہا ہے:

قوله واذاسد کلب ای میت [1]	قولہ اور جب کتا (نہر کی چوڑائی) بند کرے، یعنی مردہ (کتا)۔ (ت)

اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتّا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور بر تقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اُس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز اس میں کہ بر تقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو ردالمحتار میں نقلًا عن البدائع ہے

قال مشایخنا من صلی وفی کمه جر وتجوز صلاته وقیده الفقیه ابوجعفر الهندوانی بکونه مشدود الفم [2]۔	ہمارے مشائخ نے فرمایا جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین میں کتّے کا بچّہ تھا تو اس کی نماز جائز ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے قید لگائی ہے کہ اس کا مُنہ باندھا ہوا ہو۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں نقلًا عن المحیط ہے:

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ کتاب الطھارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

صلی ومعه جروکلب اومالایجوز الوضوء بسورہ قیل لم یجز والاصح انکان فمه مفتوحا لم یجز لان لعابه یسیل فی کمه فینجس لواکثر من قدر الدرھم ولوکان مشدودا بحیث لایصل لعابه الی ثوبه جازلان ظاھر کل حیوان طاھر ولایتنجس الابالموت ونجاسة باطنه فی معدنھا فلایظھر حکمھا کنجاسة باطن المصلی[1]۔	کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس کتّے کا بچّہ یا وہ چیز تھی جس کے جھُوٹے سے وضو جائز نہیں، تو کہا گیا (نماز) جائز نہیں، یقینا زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھُلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہہ کر اسے ناپاک کردے گا جبکہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہو ہو کہ اس کا لعاب نمازی کے کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ مرنے کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا، اندرونی نجاست اپنے اصل مقام پر ہے لہٰذا نمازی کے پیٹ کی نجاست کی طرح اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا۔(ت)

اور نیز یہ جو اُس میں نقلًا عن الحلیۃ ہے:

والاشبه اطلاق الجواز عند امن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصّلاۃ[2]۔	زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ مطلقًا جائز ہے جبکہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اس قدر (لعاب) جاری ہونے سے بے خوف ہو جو مانع طہارت ہے۔(ت)

بوجہ اس کے اُس پر یعنی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنی علی الصحیح صحیح (جس کی بنیاد صحیح پر ہو وہ صحیح ہوتا ہے۔ت) کے صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی اعطی کل شیئ خلقه ثم ھدی فکان اصل کل شیئ طاھرا اذمن القدوس الطاھر بدا وصلی الله تعالٰی علی السید الطیب الطاھر الذی میز	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر اسے ہدایت دی، پس ہر چیز کی اصل پاک ہے کیونکہ وہ پاکیزہ طاہر ذات کی طرف سے ظاہر ہُوئی طیب وطاہر سردار پر

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۳۹

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

الخبیث من الطیب بنور الھدی وعلٰی اٰلہ الاطائب وصحبہ الطاھر وبارك وسلم دائما ابدا قال احد کلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفراللہ لہ وحقق املہ اٰمین قول زید اصح وارجح واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے۔	جس نے نورِ ہدایت کے ساتھ ناپاک کو پاک سے جُدا کردیا آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ کرام پر اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلامتی ہمیشہ ہمیشہ نازل ہو۔ سگِ بابِ نبوی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی قادری، بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی بخشش کرے اور اس کی امید کو ثابت وسچ کردے (آمین) نے کہا کہ زید کا قول زیادہ صحیح، راجح اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے نیز معقول ومنقول کے زیادہ موافق ہے۔(ت)

اور اس کے اکثر دلائل وجوابات صحیح ونجیح وقابل قبول فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب ہے صحیح واصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن وحدیث ومختار وماخوذ للفتوٰی عند جمہور مشائخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور اور مسئلہ خود کثیر الدرر ومعروف ومشہور لہٰذا اداءً لحق الجواب وکشف الصواب جمیع ابحاث متقدمہ حدیث وفقہ وترجیح وتزییف میں اضافہ چند فائدہ زائدہ منظور

اما الحدیث فنذکر ماذکر اصحابنا ثم نورد تحقیق الروایۃ ثم نشیر الی تنقیح الدرایۃ۔	رہی حدیث تو ہم وہی ذکر کرینگے جو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا پھر روایت کی تحقیق لائیں گے اس کے بعد درایت کی درستگی بیان کرینگے۔(ت)

آثار عدیدہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا مہر مقرر کرسکتے ہیں۔

قال العلامۃ علی القاری علیہ رحمۃ الباری فی المرقاۃ کتاب البیوع باب الکسب تحت حدیث ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب مانصہ ھو محمول عندنا علی ماکان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین امر بقتلہ وکان الانتفاع بہ ےیومئذ محرما ثم رخص فی الانتفاع بہ حتی روی انہ قضی فی کلب صید قتلہ رجل	علّامہ ملّا علی قاری ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو، نے مرقاۃ کے کتاب البیوع، باب الکسب میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کو "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا" کے تحت فرمایا" جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جب آپ نے اسے مار دینے کا حکم دیا اور ان دنوں اس سے نفع حاصل کرنا حرام تھا پھر اس سے انتفاع کی اجازت دے دی

باربعین درھما وقضی فی کلب ماشیة بکبش ذکرہ ابن الملك[1] اھ۔ **اقول:** ظاھرہ عزوذلك الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقدصرح بہ فی الاسرار والنھایة وذخیرة العقبٰی[2] وغیرھا من الشروح والاسفار فقالوا ان عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قضی فی کلب باربعین درھما ولکن ظنی ان المعروف عــہ وقفہ فلعل قضی فی الموضعین علی البناء للمفعول.قال الامام الاجل ابوجعفر فی شرح معانی الآثار نزول ھذہ الاٰیة بعد تحریم الکلاب وان ھذہ الاٰیة اعادت الجوارح المکلبین الی صیرتھا حلالا واذاصارت کذلك کانت فی سائر الاشیاء التی ھی حلال فی حل امساکھا واباحة اثمانھا	یہاں تک مروی ہے کہ ایک شخص نے شکاری کتّا ہلاک کردیا تو آپ نے (اس کے خلاف) چالیس درہم کے ساتھ فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کیلئے رکھے گئے کتّے کے سلسلے میں ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ فرمایا اسے ابن الملک نے ذکر کیا اھ (ت) **اقول:** بظاہر یہ، رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور اسرار، نہایہ ذخیرۃ العقبٰی وغیرہ شروح اور بڑی بڑی کتب میں اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے کُتّے کے سلسلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا لیکن میرے خیال میں اس کا موقوف ہونا معروف ہے شاید دونوں جگہوں میں "قُضِیَ" مبنی للمفعول ہے۔امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ اس آیت کا نزول کتّوں کو حرام قرار دینے کے بعد ہوا اور اس آیت نے سکھائے ہوئے شکاری کتوں کو دوبارہ حلت کی طرف لوٹا دیا یعنی ان کا روکا ہوا (شکار) حلال ہوگا، ان کی قیمت لینا جائز ہوگی اور ان میں سے

عــہ بعد کتابتی لھذا المحل رأیت المحقق حیث اطلق ذکر الحدیث فی الفتح عن الاسرار ثم قال ھذا لایعرف الاموقوفا الخ واللہ الحمد ۱۲ منہ	اس جگہ کی کتابت کے بعد میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق نے اس حدیث کو فتح القدیر میں اسرار سے ذکر کیا ہے پھر فرمایا یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی مگر موقوفًا الخ وللہ الحمد ۱۲منہ (ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/ ۳۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی علی شرح الوقایۃ مسائل شتی من البیع، مطبع منشی نولکشور کانپور ۴۰۰/۲

وضمان متلفیھا ما اتلفوا منھا کغیرھا اوقدوری فی ذلك عمن بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدثنا یونس ثنا ابن وھب قال سمعت ابن جریج یحدث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبداللہ بن عمرو انہ قضی فی کلب صید قتلہ رجل باربعین درھما وقضی فی کلب ماشیۃ بکبش اھ۔ثم اسند عن ابن شھاب الزھری انہ قال اذا قتل الکلب المعلم فانہ یقوم قیمتہ فیغرمہ الذی قتلہ ثم عن محمد بن یحیی بن حبان الانصاری قال کان یقال یجعل فی الکلب الضاری اذا قتل اربعون درھما[1] اھ وفی عمدۃ القاری للعلامۃ البدر محمود العینی عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اجاز الکلب الضاری فی المھر وجعل علی قاتلہ عشرین من الابل[2] ذکرہ ابو عمر فی التمھید۔	جو کچھ ضائع کیا گیا، ضائع کرنے والے پر اس کی ضمان ہو گی جیسا کہ دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ خود اس کا کھانا حلال ہوگیا) اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں (صحابہ کرام وتابعین) سے بھی روایات مروی ہیں۔ہم (امام طحاوی) سے یونس نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابنِ جریج سے سُنا وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شکاری کتے کو کسی نے ہلاک کر دیا تو انہوں نے اس کے بدلے میں چالیس درہموں کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اھ، پھر (امام طحاوی نے) ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا انہوں نے فرمایا: جب معلّم کتا ہلاک کیا جائے تو اس کی قیمت معین کرکے قاتل تاوان ادا کرے پھر محمد بن یحیٰی بن حبان کا قول نقل کیا فرماتے ہیں کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص شکاری کتّے کو ہلاک کرے تو اس کے بدلے میں چالیس درھم مقرر کئے جائیں اھ علامہ بدر الدین عینی محمود کی عمدۃ القاری میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مہر میں شکاری کتا دینا جائز قرار دیا ہے اور اس کے قاتل پر بیس ۲۰ اونٹ تاوان رکھا ہے، اسے ابو عمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔(ت)

ان احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت اور پُرظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو

ولذا جعل التضمین فی الدر مبنیا علی القول	اسی لئے دُرمختار میں اس کی ضمان مقرر کرنے کیلئے

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۲۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب ثمن الکلب ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۲/۵۹

بالطھارۃ حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوٰی فیباع ویوجر ویضمن [1] الخ قال الشامی ھذہ الفروع بعضھا ذکرت احکامھا فی الکتب ھکذا وبعضھا بالعکس والتوفیق بالتخریج علی القولین کمابسطه فی البحر [2] الخ۔ **اقول:** وانتظر مانذکرہ فی جواز البیع وفتش تعرف۔	طہارت کے قول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔جب انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کُتّا نجسِ عین نہیں ہے۔اور اسی پر فتوی ہے لہٰذا اسے بیچا جاسکتا ہے اُجرت پر دیا جاسکتا ہے اور اس کی ضمان بھی (واجب) ہوگی۔الخ علّامہ شامی نے فرمایا: ان فروع میں سے بعض کے احکام، کتب میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں اور بعض کے بالعکس،اور ان کے درمیان مطابقت دونوں پر تخریج کی صورت میں ہوسکتی ہے جیسا کہ البحرالرائق میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔الخ **اقول:** جو کچھ ہم بیع کے جواز میں ذکر کریں گے اس کا انتظار کرو اور جستجو کروگے جان لوگے (ت)
واما الفقه: فنقول نقول کثیرۃ بثیرۃ شائع فی کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوٰی۔	رہا فقہ کے بارے، تو ہم کہتے ہیں کتب مذہب میں چاہے وہ متون شروح ہوں یا فتاوٰی،ان میں اس مسئلہ کا بکثرت ذکر ہے۔(ت)

مختصر[۱] قدوری وہدایہ[۲] وقایہ[۳] ونقایہ[۴] ومختار[۵] وکنز[۶] ووافی[۷] واصلاح[۸] ونورالایضاح[۹] وملتقی[۱۰] وتنویر وغیرہا عامہ متون میں تصریح صریح ہے کہ:

کل اھاب دبغ فقدطھر الاجلد الخنزیر والآدمی [3]۔	خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے (ت)

اس کلیہ سے صرف یہی دو استثنا فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلاً پتا نہیں دیتے ولہٰذا علامہ زین العلماء نے البحرالرائق[۱۱] پھر علامہ حسن شرنبلالی نے غنیہ[۱۲] ذوی الاحکام میں تبعا للمحق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا:

الذی یقتضیه عموم مافی المتون کالقدوری والمختار والکنز طھارۃ عینه ولم یعارضه	متون مثلاً مختصر القدوری،المختار اور کنزالدقائق کا عموم اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس (کتّے) کا عین پاک

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[3] المختصر للقدوری کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۷

ما یوجب نجاستھا فوجب احقیۃ تصحیح عدم نجاستھا [1] الخ۔	ہے اور ایسی کوئی چیز معارض نہیں جو اس کی نجاست کو واجب کرتی ہو لہٰذا اس کی طہارت کا زیادہ حق ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

علامہ سید ابو سعود ازہری نے فتح اللہ ۱۴ المعین میں فرمایا:

قولہ وکل اھاب مقتضی ھذہ الکلیۃ طھارۃ جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماھو المفتی بہ من انہ لیس بنجس العین [2]۔	اس کا قول "وکل اھاب" (اور ہر چمڑا) ایک ایسا کلیہ ہے جس کے مطابق کتّے کا چمڑا بھی دباغت کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں حکم قیل بیان کرکے فرمایا:

وکذا الکلب ایضا علی ماعلیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ [3]۔	کُتّے کا بھی یہی حکم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارتِ ذاتی پر فتوٰی ہے اگرچہ ان (فقہاءِ کرام) میں سے بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ محمود نسفی کافی ۱۵ شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین لانہ ینتفع بہ حراسۃ واصطیادا فکان کالفھد فیطھر بالدباغ [4]۔	کتا نجس عین نہیں کے کیونکہ حفاظت اور شکار کے لئے اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لہٰذا وہ چیتے کی طرح ہے پس دباغت سے پاک ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح مستخلص ۱۶ الحقائق میں ہے۔ امام ۱۷ زیلعی تبیین ۱۸ الحقائق پھر علّامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں:

فی الکلب روایتان بناء علی انہ نجس العین اولا والصحیح انہ لایفسد مالم یدخل	اس بنیاد پر کہ کتّا نجس عین ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو ۲ روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ (پانی وغیرہ) خراب

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوزبہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[3] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[4] کافی شرح وافی

فاہ لانہ لیس بنجس العین[1]۔	نہیں کرتا جب تک منہ نہ ڈالے کیونکہ وہ نجسِ عین نہیں ہے۔(ت)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر (۱۸) میں ہے:

(کل اھاب دبغ فقط طھرا لاجلد الادمی لکرامتہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ) واختلف فی جلد الکلب والصحیح انہ یطھر[2]۔	(ہر چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مگر آدمی کا چمڑا اس کی عزّت اور خنزیر کا چمڑا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا) کتّے کے چمڑے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جاتا ہے۔(ت)

نقایہ اور اُس کی شرح جامع[۱۹] الرموز میں ہے:

(کل اھاب دبغ طھر الاجلد الخنزیر والادمی) فی الاکتفاء رمز الی ان الکلب یطھر بہ خلافا للصاحبین ففی کونہ نجس العین خلاف کمافی الزاھدی والاول الصحیح کمافی التحفۃ[3]۔	(جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے) (ان دونوں پر) اکتفاء کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دباغت سے کتّے کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے اس میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں ہے۔(ت)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

تنزح (بوقوع خنزیر ولوخرج حیاولم یصب فمہ الماء) لنجاسۃ عینہ (و) تنزح (بموت کلب) قید بموتہ فیھا لانہ غیر نجس العین علی الصحیح[4]۔	خنزیر کے گرنے سے سارا پانی نکالا جائے اگرچہ زندہ نکلے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنا ہو کیونکہ وہ نجس عین ہے،اور کتّے کے مرنے سے تمام پانی نکالا جائے،اس کے ساتھ موت کی قید اس لئے لگائی ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ نجس عین نہیں ہے۔(ت)

علامہ احمد مصری اس کے حاشیہ (۲۰) میں فرماتے ہیں:

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام بر حاشیہ الدرر الحکام مطبعۃ احمد کامل امکائنہ فی دار السعادۃ ۱/ ۲۷

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی ابحاث الماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲

[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۴

[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحاوی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

ھو قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندھما نجس العین کالخنزیر والفتوٰی علی قول الامام وان رجح قولھما کمافی الدرعن ابن الشحنۃ[1]۔	امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ خنزیر کی طرح نجس عین ہے، فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے اگرچہ صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ درمختار میں ابن الشحنہ سے منقول ہے۔(ت)

علّامہ محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ[۲۱] میں فرماتے ہیں:

کون الکلب لیس بنجس العین ھو المرجح۔	کتّے کے نجس عین نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

قدسلف مرارا انہ القول الراجح[2]۔	بارہا گزر چکا ہے کہ اسی قول کو ترجیح ہے۔(ت)

یہی قول امام صدر[۲۶] شہید کا مختار ہے،

کمافی الطحطاوی علی الدر وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین وھو اختیار الصدر الشھید[3]۔	جیسا کہ درمختار کی شرح طحطاوی میں اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے شرح طحاوی سے منقول ہے کہ کُتّا نجسِ عین نہیں ہے صدر الشہید کا مختار قول بھی یہی ہے۔(ت)

اُسی میں تحفہ[۲۳] الفقہاء امام علاء الدین سمرقندی ومحیط[۲۴] امام رضی الدین وبدائع امام[۲۵] العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے:

الصحیح انہ لیس بنجس العین[4]۔	صحیح بات یہ ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

وفی موضع آخر من البدائع وھذا اقرب القولین الی الصواب انتھی ومشی علیہ غیر واحد من المشایخ[5]۔	بدائع میں دوسرے مقام پر ہے کہ یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے اھ اکثر مشائخ نے یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

[2] حلیہ ابن امیر الحاج

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۴

[4] بدائع الصنائع فصل فی طہارۃ الحقیقیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۳

[5] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۴

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ[۲۶] شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الذی تقتضیه الدرایة عدم نجاسة عینه لماقال صاحب الهدایة ولعدم الدلیل علی نجاسة العین والاصل عدمها والدلیل الدال علی نجاسة سؤره لایقتضی نجاسة عینه[1]۔	درایت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا عین ناپاک نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا نیز اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اصل چیز عدم ہے اور وہ دلیل جو اس کے جھُوٹے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کے نجس ہونے کی مقتضی نہیں ہے۔(ت)

صغیری[۲۷] میں فرمایا:

جروالکلب اذاجلس علیه بنفسه فعلی الروایة الصحیحة ینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حاصل للنجاسة[2] اھ ملخصا۔	اگر اس (نمازی) پر کتے کا بچہ خود بخود بیٹھ جائے تو صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو کیونکہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

علامہ شرنبلالی تیسیر[۲۸] المقاصد شرح نظم الفرائد میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس نجس العین فی الاصح[3]۔	اصح قول کے مطابق کتا نجسِ عین نہیں ہے۔(ت)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے:

علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لا ینجسه اذالم یصل فمه الماء وهو الاصح[4]۔	اس قول کی بنیاد پر کہ کتا نجسِ عین نہیں ہے وہ پانی (وغیرہ) کو ناپاک نہیں کرے گا جب تک اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے، یہی زیادہ صحیح ہے۔(ت)

اُسی میں کتاب التجنیس[۳۰] والمزید للامام برہان الدین الفرغانی سے ہے: انه الاصح[5] (یہی زیادہ صحیح ہے۔ت)

بزازیہ[۳۱] میں اسی سے یوں ہے: هو الصحیح[6] (وہی صحیح ہے۔ت) نیز وجیز میں جامع صغیر[۳۲]

1 غنیۃ المستملی فصل فے البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹
2 صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۷
3 تیسر المقاصد شرح نظم الفرائد
4 حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۷
5 حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۴
6 فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ، نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

سے ہے:

جلدہ یطھر بالدباغ عندنا[1]۔	ہمارے نزدیک اس کا (کتے کا) چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

اُسی میں نصاب ۳۳ سے ہے:

ان کان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ[2]۔	اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو (نماز) جائز ہے اھ یعنی اُسے اٹھانے والے کی نماز جائز ہے۔(ت)

مجموعہ علامہ ۳۴ انقروی میں ہے: سنہ لیس بنجس[3] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت)

اسی میں بحوالہ قنیہ ۳۵ امام اجل ابونصر دبوسی ۳۶ سے ہے:

طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذارأی عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا[4]۔	راستے کا کیچڑ اور اس میں کتوں کی گزرگاہ پاک ہے مگر جب اس میں عینِ نجاست دیکھے۔فرمایا روایت کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور ہمارے اصحاب کی تصریح کے قریب ہے۔(ت)

اسی طرح طریقہ محمدیہ ۳۷ میں مجمع الفتاوٰی ۳۸ سے ہے۔خلاصہ ۳۹ میں ہے:

لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا من کلب اوذئب تجوز صلاتہ[5]۔	اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک ہار تھا جس میں کتّے یا بھیڑیئے سے کوئی چیز تھی (مثلاً بال وغیرہ) تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح وترجیح اور اس پر جزم واعتماد بناو تفریع شراح ہدایہ مثل

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ، نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

[3] فتاوٰی انقرویہ، کتاب الطہارۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۴

[4] فتاوٰی انقرویہ کتاب الطہارۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۴

[5] خلاصۃ الفتاوی، الفصل السابع، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

علامہ[40] قوام الدین کاکی وعلامہ[41] سغناقی صاحبِ نہایہ وغیرہما وعقد الفوائد شرح نظم الفرائد[42] للعلامۃ ابن الشحنۃ وامام اسبیجابی شارح مختصر طحاوی[43] وذخیرۃ[44] وتوشیح شرح الہدایہ[45] للعلامۃ السراج الہندی وتجرید[46] وعمدۃ المفتی[47] وغیرہا سے ثابت۔ بحرالرائق میں ہے:

صحح فی الهداية طهارة عینه وتبعه شارحوها کالاتقانی والکاکی والسغناقی[1]۔	ہدایہ میں اس کی ذاتی طہارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے شارحین جیسے اتقانی، کاکی اور سغناقی نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقدصرح فی عقد الفوائد شرح منظومة ابن وهبان بان الفتوی علی طهارة عینه[2]۔	ابن وہبان کی منظوم شرح عقد الفرائد میں تصریح کی گئی ہے کہ فتوی اس کی ذاتی طہارت پر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال القاضی الاسبیجابی واما الکلب یحتمل الذکاۃ والدباغة فی ظاهر الروایة خلافا لماروی والحسن[3]۔	قاضی اسبیجابی نے کہا ظاہر روایت کے مطابق کتّا ذبح اور دباغت کا احتمال رکھتا ہے یہ حسن کی روایت کے خلاف ہے (ت)

اُسی میں ہے:

ذکر فی السراج الوهاج معزیا الی الذخیرة اسنان الکلب طاهرة واسنان الاٰدمی نجسة لان الکلب یقع علیه الذکاۃ بخلاف الخنزیر والاٰدمی اھ ولایخفی ان هذاکله علی القول بطهارة عینه لانه علله بکونه یطهر بالذکاۃ[4]۔	السراج الوہاج میں، ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ کتّے کے دانت پاک ہیں اور آدمی کے دانت ناپاک ہیں کیونکہ کتّے کو ذبح کیا جاسکتا ہے نہ کہ خنزیر اور آدمی کو اھ مخفی نہیں کہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی طہارت کے قول کی بنیاد پر ہیں کیوں کہ انہوں نے اس کی علّت یہ بیان کی ہے کہ وہ ذبح کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)

[1] البحرالرائق، کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

اُسی میں ہے:

ذکر السراج الهندی فی شرح الهدایة معزیا الی التجرید ان الکلب لواتلفه انسان ضمنه ویجوزبیعه وتملیکه وفی عمدة المفتی لواستأجر الکلب یجوز [1]۔	السراج الہندی نے ہدایہ کی شرح میں تجرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کتے کو مارے دے تو ضامن ہوگا اور اس کا بیچنا اور اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ عمدۃ المفتی میں ہے کتّا اُجرت پر لینا جائز ہے۔ (ت)

اس کے حاشیہ منحۃ [۴۸] الخالق میں نہر الفائق سے ہے:

اقول بطهارة عینه هو الاصح [2] اھ ملخصاً۔	اس کے طاہر عین ہونے کا قول ہی زیادہ صحیح ہے اھ۔ تلخیص، مرقاۃ [۴۹] میں زیر حدیث اذادبغ الاهاب فقدطهر (جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا۔ ت)

علامہ ابن (۵۰) ملک سے نقل فرمایا:

هذا بعمومه حجة علی الشافعی فی قوله جلد الکلب لایطهر بالدباغ واستثنی من عمومه الاٰدمی تکریماله والخنزیر لنجاسة عینه [3]۔	یہ (حدیث) اپنے عموم کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ کتّے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ان کے خلاف حجت ہے اس کے عموم کی وجہ سے آدمی کو اس کی عزّت واحترام کے پیشِ نظر اور خنزیر کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔ (ت)

یہ پچاس [۵۰] ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ ودُرمختار واتقانی ومراقی ونہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زید میں معدود ہوچکی تھیں لہٰذا انہیں شمار نہ کیا۔

وانمالم نعد السراج الوهاج لانه وان نقل عن الذخیرة مامرلکنه ذکر ان جلد الکلب نجس وشعره طاهر هوالمختار [4] اھ وهذا قول ثالث ذکره الولوالجی وغیره واعتمده الفقیه	ہم سراج وہاج کو شمار نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ اس نے ذخیرہ سے نقل کیا جیسا کہ گزر گیا لیکن اس نے ذکر کیا کہ کتے کا چمڑا ناپاک اور اس کے بال پاک ہیں۔ یہی مختار ہے اھ۔ یہ تیسرا قول ہے جسے ولوالجی وغیرہ نے ذکر کیا اور

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

[2] منحۃ الخالق علی البحر، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۰۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل اول من باب تطہیر النجاسات مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۷۰

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۰۲

ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلب اذادخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولواصابہ مطرلاان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاھر [1]۔لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طہارۃ الشعر کماظنہ البحر حیث قال بعد ذکرطھرہ لایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفادمنہ ان الشعر طاھر علی القول بنجاسۃ عینہ لماذکر فی السراج الوھاج [2]الخ۔ثم قال بعد کلام طویل علم مماقررناہ انہ لایدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الخنزیر [3] الخ وتبعہ الشرنبلالی ثم الدر ثم ابوالسعود وھذا نظم الدر لاخلاف فی نجاسۃ لحمہ وطھارۃ شعرہ [4] اھ قال السید العلامۃ فی ردالمحتار یفھم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاسۃ عینہ اختلفوا فی طھارۃ شعرہ والمختار الطھارۃ وعلیہ یبتنی ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان

فقیہ ابواللیث نے اپنے فتاوٰی میں اس پر اعتماد کیااور عیون میں امام ابویوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں داخل ہو کر اپنے آپ کو جھاڑے اوراس سے کپڑے پر چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑے کو ناپاک کردے گا اور اگر اسے بارش پہنچے تو کپڑا خراب نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں پانی اس کے چمڑے کو پہنچااور اس کا چمڑا ناپاک ہے جبکہ دوسری صورت میں پانی اس کے بالوں کو پہنچا اوراس کے بال پاک ہیں۔

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے نجس عین ہونے کا قول کرنے والے بالوں کی طہارت پر متفق ہیں جیسا کہ صاحبِ بحرالرائق نے گمان کیا جب اس کی طہارت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات،اس کے نجس عین ہونے کے قول پر مبنی ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ نجاست ذاتی کا قول کرنے کی صورت میں بھی بال پاک ہیں، جیسا کہ سراج وہاج میں ذکر کیا گیا الخ۔پھر طویل کلام کے بعد فرمایااس چیز سے جس کو ہم نے ثابت کیا، معلوم ہوا کہ جو شخص کتّے کے نجس عین ہونے کا قائل ہے اس کے قول میں بال داخل نہیں بخلاف ان کے اس قول کے کہ خنزیر نجسِ عین ہے (یعنی اس کے بال بھی ناپاک ہیں الخ شرنبلالی پھر دُرمختار اور ابوالسعود نے اس کی اتباع کی

[1] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار سعادۃ ۱/ ۲۴

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۲

[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳

[4] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

نجاسة عینه تقتضی نجاسة جمیع اجزائه ولعل ما فی السراج محمول علی ما اذا کان میتا لکن ینافیه ما مر عن الولوالجیة نعم قال فی المنح وفی ظاهر الروایة اطلق ولم یفعل ای انه لوانتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء کان البلل وصل الی جلده اولا وهذا یقتضی نجاسة شعره فتأمل[1] اھ

در مختار کی عبارت یہ ہے کہ "اس کے گوشت کے ناپاک اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں" اھ
سید علامہ (ابن عابدین) نے ردالمحتار میں فرمایا سراج کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ذاتی نجاست کے قائلین کا اس کے بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے اور مختار، طہارت ہے اور اسی پر ذکر اتفاق کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ اس کا نجس عین ہونا تمام اجزاء کی نجاست کا تقاضا کرتا ہے اور شاید جو کچھ سراج میں ہے وہ اس کے مُردہ ہونے کی صورت پر محمول ہو لیکن جو کچھ ولوالجیہ سے گزرا ہے وہ اس کے منافی ہے ہاں المنح میں فرمایا "اور ظاہر روایت میں مطلقًا ہے تفصیل سے بیان نہیں کیا یعنی اگر وہ پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور پانی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کردے گا برابر ہے رطوبت اس کے چمڑے تک پہنچے یا نہ، اور یہ بات اس کے بالوں کی نجاست کا تقاضا کرتی ہے پس غور کرو اھ۔ (ت)

اقول: فیه بحث من وجوه۔

اقول: اس میں کئی وجوہ سے بحث ہے:

الاول: ضمیر هو المختار فی عبارة السراج کما یحتمل رجوعه الی کل من نجاسة الجلد وطهارة الشعر کذلك الی الکل اعنی المجموع من حیث هومجموع فیکون المعنی ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاهر هو المختار دون قول من یقول بطهارة الجمیع وح یکون التصحیح ناظرا الی هذا القول الثالث ولایفهم خلافا بین قائلی النجاسة

اول: سراج کی عبارت میں "هوالمختار" کی "هو" ضمیر جیسے "نجاسة الجلد" اور "طهارة الشعر" میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح وہ کل یعنی مجموعے کی طرف اس حیثیت سے کہ وہ دونوں کا مجموعہ ہے لَوٹنے کا احتمال بھی رکھتی ہے۔ پس معنٰی یہ ہوگا کہ قائل کا قول "اس کا چمڑا ناپاک اور بال پاک ہیں" یہی مختار ہے نہ اس کا قول جو دونوں کی طہارت کا قائل ہے اور اس وقت تصحیح اس تیسرے قول کی طرف

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

فی طھارۃ الشعر۔

متوجہ ہوگی اور نجاست (کتے کے نجس عین ہونے) کے قائلین کے درمیان بالوں کی طہارت میں اختلاف نہیں سمجھا جائے گا۔

الثانی: ظاھر کلامی البحر والدر لا یدخل ولاخلاف لکونھما نکرۃ او فی معناھا داخلین تحت النفی ناطق بنفی الخلاف اصلا وآب عن البناء علی روایۃ دون اخری ولاحاجۃ الیہ علی ما قررنا عبارۃ السراج کما تری۔

دوم: البحرالرائق اور درمختار کا ظاہر کلام "لایدخل" اور "لا خلاف" نکرہ یا اس کے حکم میں ہیں جو نفی کے تحت داخل ہو کر اختلاف کی بالکل نفی کرتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ ایک روایت پر مبنی ہو دوسرے پر نہ ہو اور اس کی حاجت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے سراج کی عبارت سے ثابت کیا جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔

الثالث: لاغرو فی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فلربما تترك امثال القیود اعتمادا علی معرفتھا فی مواضعھا ولذا لما قال فی المنیۃ وفی البقال قطعۃ جلد کلب التزق بجراحۃ فی الرأس یعید ماصلی بہ[1] اھ

سوم: کتّے سے مراد غیر مذبوح اور چمڑے سے بغیر دباغت چمڑا مراد لینا تعجب خیز بات نہیں کیونکہ بعض اوقات امثال قیود کو ان کے مقام میں حصول معرفت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے اسی لئے جب منیہ نے کہا کہ بقالی میں ہے کتّے کے چمڑے کا ٹکڑا سر میں زخم کے ساتھ چمٹ گیا تو پڑھی گئی نماز لوٹائے اھ۔

فسرہ العلامۃ الشارح ابرھیم الحلبی ھکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولامذکی یعید ما صلی بہ ای بذلك الجلد اذاکان اکثر من قدر الدرھم وحدہ اوبانضمام نجاسۃ اخری وھذا ظاھر [2] اھ۔وح لاملمح لکلام السراج الی قول نجاسۃ العین کما افاد

علامہ شارح ابراہیم حلبی نے اس کی وضاحت یوں کی کہ اسی طرح کہ کتّے کا چمڑا یعنی جسے دباغت نہ دی گئی ہو اور نہ اس (کتّے) کو ذبح کیا گیا اس چمڑے کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹائے جبکہ وہ تنہا (چمڑا) ایک درہم سے زائد ہو یا اس کے ساتھ دوسری نجاست ملی ہوئی ہو اور یہ ظاہر ہے اھ۔اس وقت سراج کے کلام میں نجاست عین

---

[1] منیۃ المصلی فصل الآسار مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص۱۵۸

[2] غنیۃ المستملی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص۱۹۱

هو رحمه الله تعالٰی ولایعکر علیه بمنافاته لما ذکر الولوالجی کما لا یخفی فانه وان نافاه فقد وافق لاصح الارجح ولیس السراج ههنا فی بیان کلام الولوالجی حتی یجب التوافق بینهما۔

الرابع: هب ان نجاسة العین تقتضی نجاسة جمیع الاجزاء لکن لقائل ان یقول لا بدع فی استشناء الشعر الا تری ان الخنزیر نجس العین باتفاق مذهب اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم ومع ذلك محمد یقول بطهارة شعره ففی الخلاصة من الفصل السابع من کتاب الطهارة شعر الخنزیر اذا وقع فی البئر علی الخلاف عند محمد لاینجس لان حل الانتفاع یدل علی طهارته وعند ابی یوسف ینجس لانه نجس العین ویجوز الخرز به للضرورة[1] اھ۔

وفی الغرر لمولی خسرو شعر المیتة طاهر وکذا شعر الخنزیر عند محمد قال فی الدرر لضرورة استعماله فلا ینجس الماء بوقوعه فیه وعند ابی یوسف نجس فینجس الماء[2] اھ۔

کے قول کی طرف اشارہ نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں (صاحب بحر) نے بتایا اور نہ ہی ان پر یہ الزام ہوگا کہ یہ ولوالجی کے کلام کے منافی ہے جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ وہ اگر اس کے منافی ہو تب بھی یہ اس کے موافق ہے جسے ترجیح دے کر اصح قرار دیا گیا ہے اور سراج یہاں ولوالجی کے کلام کے درپے نہیں کہ ان دونوں کے درمیان موافقت واجب ہو۔

چہارم: عین نجاست کا تمام اجزاء کی نجاست کا مقتضٰی ہونا مسلم ہے لیکن قائل کہہ سکتا ہے کہ بالوں کا استثناء کوئی نئی بات نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے تینوں اصحاب (احناف) رضی اللہ عنہم خنزیر کے نجس عین ہونے پر متفق ہیں لیکن اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ اس کے بالوں کی طہارت کے قائل ہیں، خلاصہ میں طہارت کی ساتویں فصل میں ہے کہ خنزیر کے بال کنویں میں گر جائیں تو اس میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ انتفاع کا جائز ہونا اس کی طہارت پر دلالت کرتا ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہوجائے گا کیونکہ وہ نجس عین ہے اور اس کے ساتھ سلائی کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے اھ۔ مولٰی خسرو کی غرر میں ہے کہ مردار کے بال پاک ہیں۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی پاک ہیں الدرر میں "ضرورتِ استعمال کے لئے" فرمایا پس اس کے

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل سابع من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

[2] درر شرح غرر، قبیل فصل بئر، مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار سعادۃ، ۱/۲۴

اقول: حاصل التعلیل ان الضرورة اوجبت اباحة استعماله ثم اذا ثبت الاباحة ثبت الطهارة لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه وجواب ابی یوسف رحمه الله تعالٰی ان ما ثبت بضرورة تقدر بقدرها وانت تعلم انه بین البرهان فلا جرم ان صححه فی البدائع ورجحه فی الاختیار وجعله فی الدر هو المذهب وبما قررنا کلام الدر بان الجواب عما اوردعلیه السید العلامة ابوالسعود الازهری فی حاشیة الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاء به مطلقا ولومن دون ضرورة وجعله مقتضی قول النهر طهره محمد وعلیه ابتنی رد قول من قال انه فی زماننا استغنی عنه فینبغی ان لا یجوز استعماله عند الکل لانعدام الضرورة قائلا فیه نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعماله علی الضرورة ورد علی الدر تعلیله بالضرورة بان لوکان کذلك لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعه فیه لعدم الضرورة ولیس کذلك ولان صریح قوله فی النهر واثر الخلاف یظهر فیما لوصلی ومعه من شعر الخنزیر ما یزید علی الدرهم او وقع فی الماء القلیل یاباه وبماقررناه

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجس ہے پس پانی بھی ناپاک ہو جائیگا۔اھ (ت)

اقول: اس علت کا ماحصل یہ ہے کہ ضرورت نے اس کے استعمال کی اباحت ثابت کردی پھر جب اباحت ثابت ہو گئی تو طہارت بھی ثابت ہو گئی تو طہارت بھی ثابت ہو گئی کیوں کہ جو چیز بھی ثابت ہوتی ہے وہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔امام ابویوسف رحمہ اللہ کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے اس کا اندازہ ضرورت کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی دلیل واضح ہے لہٰذا بدائع میں اسے صحیح قرار دیا،الاختیار میں اسے ترجیح دی اور درمختار میں اسی کو مذہب قرار دیا اور جس طرح ہم نے درمختار کا کلام بیان کیا اس سے اس اعتراض کا جواب واضح ہو گیا جو ان پر سید علامہ ابوالسعود الازہری نے حاشیہ کنز میں نقل کیا جب یہ خیال کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے مطلق انتفاع جائز قرار دیا ہے اگرچہ بغیر ضرورت ہو اور نہر الفائق کے قول (امام محمد نے اسے پاک قرار دیا) کو ابوالسعود الازہری نے اسی کا مقتضٰی قرار دیا اور اسی پر ان کے قول کے رَد کی بنا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں لہٰذا چاہیے کہ سب کے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہو کیونکہ ضرورت ہی نہیں رہتی ابوالسعود نے "فیه نظر" کہہ کر اس پر اعتراض کیا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ

يظهر مافى الدرمن المنافاة حيث علل طهارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع عليه ان الماء لاينجس بوقوعه فيه[1] اھ۔

نے اس کے استعمال کا جواز ضرورت پر منحصر نہیں کیا اور الدرر نے جو ضرورت کو اس کی تعلیل قرار دیا ہے ابوالسعود نے اس کو بھی رد کر دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کہتے اس کے گرنے سے تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ضرورت معدوم ہے حالانکہ ایسا نہیں نیز نہر میں ان کا صریح قول کہ اختلاف کا اثر اس صورت میں ہی ظاہر ہوگا جب وہ نماز پڑھے اور اس کے پاس ایک درہم سے زیادہ خنزیر کے بال ہوں یا وہ تھوڑے پانی میں گریں اس طرح کی تعلیل کا انکار کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ثابت کیا وہ الدرر میں پائی جانے والی منافات کو ظاہر کرتا ہے جب انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورتِ استعمال کو اس کی طہارت قرار دیا پھر اس پر تفریعًا کہا کہ اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول: ولعلك اذا تأملت فيما القينا عليك علمت ان هذا كله فى غير محله وحاشا محمدا ان يبيح الانتفاع به بلاضرورة مع قول الله تعالٰى فانه رجس وانما الامر مابينا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذا سقطت جازت الصلاة ولم يفسد الماء فمحمد اعتبر زمان الضرورة ولم يعتبر خصوص محلها وابويوسف اعتبر الامرين جميعا وهو الصحيح لاجرم نص فى البرهان شرح مواهب الرحمٰن ان رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده فى ذلك ومنعاه لعدم تحققها لقيام غيره مقامه[2] اھ

اقول: شاید جب تو اس پر غور کرے جو ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا تو جان لے کہ یہ سب کچھ اپنے محل پر نہیں ہے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ امام محمد رحمہ اللہ بلاضرورت اس سے انتفاع جائز قرار دیں حالانکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "پس بیشک یہ ناپاک ہے" بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ آپ نے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا اور اباحت سے نجاست کا ساقط ہوجانا لازم ہے جب نجاست ساقط ہوگئی تو نماز جائز ہوگی اور پانی خراب نہ ہوا، پس امام محمد رحمہ اللہ نے وقتِ ضرورت کا اعتبار کیا ہے محلِ مخصوص کا نہیں کیا، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے دونوں باتوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ یقینا برہان شرح

[1] فتح المعین، کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۷۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ کارخانہ تجارت کراچی ص ۹۰

نقله ط فی حاشیة المراقی وقال فی الغنیة شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع به للخرز ضرورة قال محمد انه لو وقع فی الماء لاینجسه[1] اھ۔

وقال العلامة عبدالعلی البرجندی فی شرح النقایة اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاھر لایفسد الماء ولایضر حمله فی الصلاۃ وھوقول محمد وذلك لضرورة حاجة الناس الی استعماله فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی الحصر واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانه لاضرورة فی استعماله کمافی الشعر[2] اھ۔

فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطھیر محمد مبتن علی الضرورة فظھر سقوط کل ماذکر ھذا السید العلامة رحمه الله تعالٰی واستبان ان لاحجة له فی قول النھر ولامنافاة بین قولی الدرر وان عند زوال الضرورة یجب وفاق

مواہب الرحمٰن میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کااس کے بالوں سے انتفاع کی اجازت دینااس ضرورت کی بنیاد پر ہے جو اس سلسلے میں ان کے ہاں ثابت ہوئی اور شیخین نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک ضرورت ثابت نہیں کیونکہ دوسری چیز اس کے قائم مقام ہے اھ (ت) اسے امام طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا اور غنیہ میں فرمایا کہ جب ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے سلائی کیلئے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ پانی میں گر جائیں تو اسے ناپاک نہیں کریں گے اھ۔علامہ عبدالعلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا: "مطلق بالوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خنزیر کا بال بھی پاک ہے نہ وہ پانی کو خراب کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں اس کااٹھانا نقصان دہ ہے۔امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہ اس لئے کہ لوگوں کو سلائی کیلئے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے۔امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ خنزیر نجس عین ہے، جیسا کہ حصر میں ہے لیکن خنزیر کی ہڈی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ بالوں کی طرح ہڈی کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آتی اھ (ت)

پس دیکھو کس طرح تمام (فقہاء) نے بیان فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کااسے پاک قرار دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے پس جو کچھ اس سید علامہ (ابوالسعود) رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس کاساقط ہونا ظاہر ہوا۔اور واضح ہوا کہ نہر کے قول میں ان کے لئے کوئی حجت نہیں اور نہ ہی

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۶
[2] شرح النقایۃ للبرجندی، کتاب الطھارۃ نولکشور لکھنؤ، ۳۱/۱

الکل علی التحریم والمتنجیس کما افادہ العلامة المقدسی وتبعه العلاّمة نوح افندی ومن بعدہ وھو الذی نعتقد فی دین الله سبحٰنه وتعالٰی وبه ظھر الجواب عن ھذا البحث بأن لاضرورة فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسة العمل بقضیتھا ثم رأیت البرجندی صرح به حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندھم اذلاضرورة فی استعماله[1] اھ

الدرر کے دو قولوں کے درمیان منافات ہے نیز ضرورت کے زائل ہونے کی صورت میں اس کی حرمت اور نجاست پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ مقدسی (کے کلام) سے اس بات کا فائدہ حاصل ہُوا اور علامہ نوح آفندی اور ان کے بعد والوں نے ان کی اتباع کی اور دین خداوندی میں ہم بھی اسی بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس بحث کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ کتے کے بالوں کی ضرورت نہیں پڑتی پس نجاست کے قائل کو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا ہوگا، پھر میں نے برجندی میں اس کی تصریح دیکھی جب انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے نزدیک کتّے کے نجسِ عین ہونے کا ذکر کیا ہے پس مناسب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کے بال بھی ناپاک ہوں کیونکہ اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اھ (ت)

الخامس: ماعزاہ للمنح مذکور ایضا فی الخانیة واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال مانصه الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلك من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاھر الروایة اطلق ولم یفصل[2] اھ وقدصرح فی خزانة المفتین برمزق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذاوقع فی الماء یفسدہ لانه نجس العین[3]۔ لکن لقائل ان یقول

پنجم: جو کچھ انہوں نے منح کی طرف منسوب کیا ہے وہ خانیہ میں بھی مذکور ہے انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور تفصیل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کتا جب پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور وہ کسی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کردے گا کہا گیا کہ اگر یہ بارش کے پانی سے ہو تو اسے ناپاک نہیں کریگا مگر جب بارش اس کے چمڑے تک پہنچ جائے اور ظاہر روایت میں اطلاق ہے تفصیل نہیں ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں "ق" کے ساتھ قاضی خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الطہارت نولکشور (لکھنؤ) ۱/۳۸

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶

اذابنیتم حکایة الوفاق علی الروایة المختارة للسراج فلاوجه للردعلیه بروایة اخری نعم لوذکر ماذکرنا عن الخانیة وبین ان الترجیح قداختلف وان التنجیس ظاھر الروایة فوجب اختیارہ وسقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیھا وبعد اللتیا واللتی فحکایة الوفاق مدخولة لاشك لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل ل اوقیل جلدہ نجس وشعرہ طاھر اھ۔[1] **واما الترجیح فاقول** بوجوہ:	نقل کیا کہ خنزیر یا کُتّے کے بال پانی میں گر جائیں تو اُسے خراب کردیتے ہیں کیونکہ وہ نجس عین ہے۔ لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ جب تم نے سراج کی مختار روایت پر حکایتِ اتفاق کی بنیاد رکھی ہے تو دوسری روایت کے ساتھ اسے رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر وہ اس بات کا ذکر کرتے جو ہم نے خانیہ سے (نقل کرتے ہوئے) ذکر کی ہے اور بیان کرتے کہ ترجیح مختلف ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اسے ناپاک قرار دیا ہے لہٰذا اسے اختیار کرنا واجب ہے اور سراج کے اختیار کے مطابق جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے وہ ساقط ہے تو اس بات کا کوئی وقار ہوتا، مختصر اور طویل گفتگو کے بعد اتفاق کی بات محلِ نظر ہوگئی۔ بلاشک وشبہہ غرر کے متن میں تثلیث کی تصریح کرتے ہوئے کہا"اور کتا نجس عین ہے کہا گیا کہ نہیں ہے۔اور کہا گیا ہے کہ اس کا چمڑا ناپاک ہے بال پاک ہیں۔(ت) **ترجیح:** میں اس سلسلے میں کئی طرح سے گفتگو کروں گا:

اولاً: یہی قول امام ہے

کماقدمه السائل عن الدر المختار وقدمناہ عن القھستانی والطحطاوی۔	**اول:** یہی قول امام ہے جیسا کہ سائل نے اس سے پہلے درمختار سے نقل کیا ہے،اور ہم نے قہستانی اور طحطاوی سے (نقل کرتے ہوئے) اس سے پہلے بیان کیا ہے (ت)

نظم الفرائد میں ہے:

وعندھما عین الکلاب نجاسة وطاھرة قال الامام المطھر[2]	اور ان دونوں (صاحبین) کے نزدیک کتے کا عین ناپاک ہے،اور امام پاک (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا پاک ہے۔(ت)

---
[1] درر شرح غرر قبیل فصل بئر دون عشر الخ مطبعۃ احمد الکامل الکائنہ فی دار سعادۃ ۱/۲۴
[2] نظم الفرائد

حلیہ میں ہے:

مشی علیه فی الحاوی القدسی [1]۔	حاوی قدسی میں یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

فی النهایة وغیرها عن المحیط الکلب اذاوقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمه یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمه الماء فعلی قولهما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفة لاباس وقال هذا اشارة الی ان عین الکلب لیس بنجس [2]۔	نہایہ وغیرہ میں محیط سے نقل کیا کہ کتاجب پانی میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچا ہے تو تمام پانی نکالا جائے، اور اگر منہ پانی تک نہیں پہنچا تو صاحبین کے قول پر تمام پانی نکالا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور فرمایا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں۔(ت)

اسی طرح تجرید القدوری میں [3] ہے کمانقله عنه ایضاً فی الحلیة (جیسے کہ انہوں نے اسے حلیہ میں بھی ان سے نقل کیا۔ت) بحر الرائق میں ہے:

قال فی القنیة رامز المجد الائمة وقداختلف فی نجاسة الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انه نجس العین عندهما وعند ابی حنیفة لیس بنجس العین [4]۔	قنیہ میں مجد الائمہ کے حوالے سے بتایا کہ کتے کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور نوادر وامالی کی روایات میں سے جو کچھ میرے نزدیک صحیح ہے وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک نجس عین ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجس عین نہیں ہے۔(ت)

اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں:

فی الحلیة عن الخانیة عن الناطفی انه اذاصلی	حلیہ میں بحوالہ خانیہ ناطفی سے نقل کیا ہے کہ جب کسی نے

[1] حلیہ شرح منیۃ المصلی
[2] حلیہ شرح منیۃ المصلی
[3] تجرید القدوری
[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

علی جلد کلب اوذئب قدذبح جازت صلاتہ[1]۔	مذبوح کتّے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔(ت)

بحرالرائق میں عقدالفوائد سے ہے:

لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طھارۃ عینہ عند محمد[2] الخ۔	مخفی نہیں کہ یہ روایت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ذاتی طہارت کا فائدہ دیتی ہے(ت)

منیہ میں ہے:

روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقھا قلاوۃ علیھا سن اسد او ثعلب اوکلب جازت صلاتھا[3] اھ قال شارحھا العلامۃ ابرھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونھا اتفاقیۃ ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل علیہ[4] اھ اقول: نعم اطلقھا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقداسمعناك نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاھا لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق مایختارہ وان کانت ھناك خلافات عدیدۃ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ	حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے ایک عورت نے گلے میں ایسا ہار ڈال کر نماز پڑھی جس میں شیر، لومڑی یا کتے کے دانت (جڑے ہوئے) تھے تو اس کی نماز جائز ہے اھ اس کے شارح ابراہیم نے فرمایا اس روایت کا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہونا اس کے اتفاقی ہونے کے منافی نہیں فتاوی میں اسے مطلقًا ذکر کیا گیا ہے اور دلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔(ت) **اقول:** ہاں خانیہ، خلاصہ اور ولوالجیہ وغیرہ نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے ہم نے تمہیں خلاصہ کی عبارت سنائی تھی خانیہ کے الفاظ بھی بعینہٖ یہی ہیں اور حلیہ میں اسے ولوالجی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اطلاق، اتفاق پر دلالت نہیں کرتا بسااوقات اپنے مختار کو مطلق قرار دیا جاتا ہے اگرچہ وہاں متعدد اختلافات ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس کے

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] منیۃ المصلی فصل فی النجاسۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۰
[4] غنیۃ المستملی فصل فی النجاسۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۵

مانصہ۔ **اقول:** کیف تکون اتفاقیۃ مع ان المنقول من الثانی المشہور عن الثالث نجاسۃ عین الکلب وقدصححہ جماعۃ وان کان الاصح المعتمد المفتی بہ ھی الطھارۃ [1] اھ نعم ھو صحیح بالنسبۃ الی ماعدا الکلب من السباع المذکورۃ وامثالھا۔	حاشیے پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ کیسے اتفاقی ہوگا حالانکہ ثانی سے منقول اور ثالث سے مشہور ہے کہ کتا نجس عین ہے۔ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی اگرچہ زیادہ صحیح، معتمد علیہ اور مفتی بہ، طہارت ہی ہے اھ ہاں یہ کتے کے علاوہ دیگر مذکورہ بالا درندوں اور ان کی امثال کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے۔(ت)

بلکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں۔

وقدقرأنا علیك عن الانقروی عن الزاھدی عن الدبوسی فی مواطئ الکلاب فی الطین ان طھارتھا ھی الروایۃ الصحیحۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا وھذہ کتب المذھب طافحۃ بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنہ وانما ذکروا الخلف فی بیع العقود فعن محمد جوازہ وعن ابی یوسف منعہ واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیہ مشی القدوری وغیرہ وصحح شمس الائمۃ الثانی فقال انما لا یجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال ھذا ھو الصحیح من المذھب [2] کمانقلہ فی الفتح۔لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذھب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار بعدماحق حل اثمان	ہم نے بواسطہ انقروی اور زاہدی، دبوسی سے نقل کرتے ہوئے کیچڑ میں کتوں کی گزرگاہ کے بارے میں تمہیں بتایا ہے کہ اس کا پاک ہونا ہی صحیح روایت ہے اور ہمارے اصحاب سے منصوص روایات کے قریب ہے اور یہ کتبِ مذاہب کتے کی خرید وفروخت کے جواز اور اس کی قیمت حلال ہونے سے متعلق تصریح سے بھری پڑی ہیں البتہ کاٹنے والے کتّے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔پس امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا جواز اور امام ابویوسف رحمہ اللہ سے عدمِ جواز منقول ہے۔اصل (مبسوط) کا اطلاق پہلی بات کی تائید کرتا ہے، قدوری وغیرہ نے یہی راہ اختیار کی ہے جبکہ شمس الائمہ نے دوسری بات کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا کاٹنے والا کتّا جو تعلیم کو قبول نہیں کرتا اس کی خرید وفروخت جائز نہیں اور فرمایا کہ صحیح مذہب یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اسے نقل کیا ہے۔یقینا حدیث ومذہب کے

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] فتح القدیر مسائل منثورہ من باب البیع مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۴۵

الکلب ھذا قول ابیحنیفة وابی یوسف ومحمد رحمة اللہ تعالٰی علیھم اجمعین [1] اھ۔وقال فی البحر امابیعه وتملیکه فھو جائز ھکذا نقلوا واطلقوا لکن ینبغی انیکون ھذا علی القول بطھارة عینه اماعلی القول بالنجاسة فھو کالخنزیر فبیعه باطل فی حق المسلمین کالخنزیر [2] الخ فینقدح من ذلك وفاقھم جمیعا علی قضیة الطھارة من جراء تلك الروایات۔

اقول: لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طھارة العین وانما یعتمد جوازه جواز الانتفاع الا تری ان السرقین والبعرلما جاز الانتفاع بھما جاز بیعھما وقد قال فی الھدایة مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمة بیع الکلب بانه نجس العین ولانسلم نجاسة العین ولوسلم فیحرم التناول دون البیع [3] اھ فان عدت قائلا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طھارة العین فان الخنزیر لماکان نجس العین لم یجز الانتفاع به بوجه من الوجوہ بذلك عللوہ فی

حافظ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں تحقیق فرمانے کے بعد فرمایا امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تمام کا یہی قول ہے اھ۔ بحرالرائق میں فرمایا کہ اس (کتّے) کی بیع اور تملیک جائز ہے۔اسی طرح فقہاءِ کرام نے نقل کیا اور مطلقًا بیان کیا لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس کی عینی طہارت کے قول پر ہو لیکن نجاست کے قول پر وہ خنزیر جیسا ہوگا، لہٰذا مسلمانوں کے حق میں خنزیر کی طرح اس کی خریدوفروخت بھی باطل ہے الخ پس ان روایات کے پیش نظر ان سب کا طہارت کے فیصلے پر اتفاق مطعون ہوگا۔(ت) بلکہ بیع کا جواز، جوازِ انتفاع پر مبنی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ گوبر اور مینگنی سے جب نفع حاصل کرنا جائز ہے تو ان کی خریدوفروخت بھی جائز ہے۔کتّے کی بیع حرام ہونے پر امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کہ وہ نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کا جواب دیتے ہوئے ہدایہ میں فرمایا ہم نجاست عین تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، خریدوفروخت حرام نہیں اھ۔اگر تم یہ کہتے ہوئے اعتراض کرو کہ انتفاع کا جائز ہونا بھی تو طہارتِ عین پر مبنی ہے کیونکہ جب

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۰

[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

[3] الہدایۃ مسائل منثورہ من کتاب البیوع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۱۰۳

عامة الکتب نعم یجوز الانتفاع بنجس العین علٰی سبیل الاستھلاك وھذا ھو الثابت فی السرقین[1] کما افادہ فی النھایة ونقلہ فی البحر۔ قلت نعم ھذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطھارة اماجعلہ وجھا لتخصیص جواز البیع بقول الطھارة فکلا کیف وحل الانتفاع بالکلب بطریق الاصطیاد مجمع علیہ قطعا لما نطق بہ النص الکریم فمبنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکرالصاحبان مبنی المبنی اعنی الطھارة کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافھم۔	**اقول:** لیکن فتح القدیر سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جواز بیع، طہارت عین پر موقوف نہیں ب خنزیر نجس عین ہے تو کسی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں۔عام کتب میں اس کی یہی علّت بیان کی ہے ہاں نجس عین کو ہلاک کرکے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔یہی بات گوبر میں بھی ثابت ہے،جیسا کہ نہایہ میں اس بات کا فائدہ دیا اور اسے البحرالرائق نے نقل کیا۔میں کہتا ہوں ہاں یہ اصل مدعٰی یعنی طہارت کی دلیل بن سکتی ہے لیکن اسے طہارت کے قول پر جوازِ بیع کی تخصیص کیلئے سبب قرار دینا ہر گز صحیح نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کتّے سے شکار کے طریقے پر نفع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ قطعی طور پر متفق علیہامسئلہ ہے کیونکہ اس کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے پس جوازِ بیع کی بنیاد سب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ صاحبین اس بنیاد کی بنیاد یعنی طہارت کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنیاد کی فرع یعنی جواز بیع کاانکار کیا ہے۔پس اسے سمجھو۔(ت)

اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق آئی ہوں۔

اللھم الالضرورة اوضعف دلیل وقدعلم انتفاؤھما ھھنا۔	اے اللہ ! مگر ضرورت یا ضعفِ دلیل کی وجہ سے،اور یقینا یہاں ان دونوں کانہ ہونا معلوم ہے(ت)

بحر الرائق وفتاوٰی خیریہ وحاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار وردالمحتار میں ہے:

واللفظ للعلامة الرملی المقرر ایضا عندنا انہ لا یفتی ولا یعمل الابقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولھما اوقول احدھما اوغیرھما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کمسألة المزارعة	اور الفاظ علّامہ رملی کے ہیں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اس سے صاحبین یا ان میں سے ایک یا کسی دوسرے کے قول کی طرف بغیر ضرورت متوجہ نہیں ہوں گے ضرورت جیسے کمزور دلیل یااس کے خلاف

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم۔ اذاقالت حذام فصدقوها فان القول ماقالت حذام [1]	تعامل کا پایا جانا جیسا کہ مسئلہ زراعت میں ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ آپ (امام اعظم رحمہ اللہ) صاحبِ مذہب اور امام متقدم ہیں۔ جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات تو وہی ہے جو خدام نے کہی۔

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال [2]۔	میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا جائے۔(ت)

اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتا النکاح من فتاوٰنا (ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ت) تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوے دیں اور اسی کو معمول ومقبول رکھیں۔

ثانیًا: یہی قول اکثر ہے۔

کمایظهر لمن یطالع نقولنا فی التطهیر مع ما ترکنا من الکثیر البشیر ویراجع نقول التنجس یجدها لاتبلغ نصف ذلك ولاثلثه وان شرط مع ذلك عدم الاضطراب فلا یبقی فی یده الا اقل قلیل کماستقف علیه ان شاء الله تعالٰی وقدقال فی الحلیة الکثیر علی انه لیس بنجس العین [3]۔	جیسا کہ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جو تطہیر کے بارے میں ہمارے نقول کا مطالعہ کرے باوجود کہ ہم نے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے نجس ہونے کے بارے میں نقول کی طرف رجوع کرے تو انہیں ان (نقولِ تطہیر) کا نصف بلکہ تہائی بھی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ساتھ عدمِ اضطراب کی شرط رکھی جائے تو اس کے ہاتھ میں بہت کم رہ جائیگی جیسا کہ تو عنقریب اس پر مطلع ہوگا ان شاء اللہ

[1] فتاوٰی خیریۃ مطلب لایفتی بغیر قول ابی حنیفہ وان صحح المشائخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳
[2] التجنیس والمزید
[3] التعلیق المجلی حاشیہ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

	تعالٰی۔اور حلیہ میں فرمایا کہ زیادہ روایات اس کے نجسِ عین نہ ہونے پر ہیں۔(ت)

اور ثابت ومشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر وجمہور ہے۔

فی ردالمحتار قدصرحوا بان العمل بماعلیہ الاکثر [1] اھ۔وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشایخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بماقالہ الاکثر [2]۔	ردالمحتار میں ہے فقہاءِ کرام نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثر کے اقوال پر ہوگا اھ۔بیری کی شرح اشباہ کے حوالے سے العقود الدریہ میں ہے کہ اسے اختیار کرنا کسی کیلئے جائز نہیں کیونکہ مشائخ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کا اعتبار ہوگا۔(ت)

ثالثاً: یہی موافق احکام قرآن وحدیث ہے۔

کماعلمت وتعلم وقدقال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذاوافقتھا روایۃ [3] اھ ومثلہ فی ردالمحتار۔	جیسا کہ تُونے جانا اور تجھے معلوم ہوجائیگا۔اور غنیہ میں واجباتِ نماز سے کچھ پہلے فرمایا کہ جب روایت،درایت کے موافق ہوجائے تو اس سے رُوگردانی کرنا مناسب نہیں اھ ردالمحتار میں بھی اسی کی مثل ہے(ت)

رابعًا: یہی من حیث الدلیل اقوے بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلًا ظاہر نہیں۔

وقدسمعت قول الغنیۃ لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین [4] اھ وقداعترف بذلك الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المھذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیھا فترکتھا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل	تونے غنیہ کا قول سنا ہے کہ نجاستِ عین پر کوئی دلیل نہیں۔اھ شافعی ائمہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔بحر الرائق میں فرمایا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ کہہ کر انصاف سے کام لیا کہ ہمارے اصحاب نے ایسی احادیث کو دلیل بنایا جن میں کوئی دلالت نہیں پس میں نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ میں نے خطبہ کتاب

---

[1] ردالمحتار، فصل فی البئر، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۶۶

[2] العقود الدریۃ قدائد تتعلق باداب المفتی (حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳

[3] غنیۃ المستملی قبیل واجبات الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[4] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

الواھیة[1] اھ۔

وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعة الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله تعالٰی یقول لیس لنادلیل علی نجاسة عین الکلب الامانھی عنه الشارع من بیعه اواکل ثمنه[2] اھ۔

اقول: ای ولایتم ایضا فان الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدنھی عن بیع اشیاء واثمانھا وھی طاھرة العین وفاقا اخرج الائمة احمد والستة عن جابر رضی الله تعالٰی علیه وسلم ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام[3]۔ولاحمد ومسلم والاربعة والطحاوی والحاکم عنه رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نھی عن ثمن الکلب والسنور[4] علی ان علماء نا قدبینوا ان ذلك کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساك شیئ منھا فنسخ بنسخه[5] کماحققه الامام

میں اس بات کاالتزام کیا ہے کہ کمزور دلائل سے اعراض کروں گا اھ۔امام عارف شعرانی شافعی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سُنا آپ فرماتے تھے ہمارے پاس کتّے کے نجسِ عین ہونے پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کو شارع علیہ السلام نے اس کی خریدوفروخت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایااھ۔(ت)

اقول: یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کی خریدوفروخت اور ان کی قیمت لینے سے منع فرمایا حالانکہ ان کا عین بالاتفاق پاک ہے۔امام احمد اور اصحاب صحاح ستّہ نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خریدوفروخت سے منع فرمایا۔ احمد، مسلم، اصحابِ اربعہ، طحاوی اور حاکم رحمہم اللہ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے اور بلّی کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔علاوہ ازیں ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت تھاجب کتّے کو قتل کرنے کاحکم تھااور کسی کیلئے اس میں سے

---

[1] البحرالرائق،کتاب الطہارت، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۶

[2] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۱۴

[3] صحیح البخاری باب بیع المیتۃ والاصنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸

[4] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۱

[5] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۸

ابو جعفر الطحاوی وفی شرح معانی الاٰثار۔	کچھ روک رکھنا جائز نہ تھا پس اس (قتل) کے منسوخ ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوگیا جیسا کہ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔(ت)

خامسًا: اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجع اصل ہے،

کمانصوا علیه فی الاصول وتشبثوا به فی مسائل الاسرار بآل تائین وترك رفع الیدین وغیرهما۔	جیسا کہ انہوں نے اسے اصول میں بیان کیا اور آہستہ آمین کہنے اور ترک رفع یدین جیسے مسائل میں اس کو اختیار کیا۔(ت)

اور اصل تمام اشیا میں طہارت ہے۔

حتی الخنزیر فانه من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاھرۃ حتی لولم یرد الشرع بتنجیس عینه بقی علی اصله فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وانما النجاسة عارضة فانها صادرۃ عن تکوین الله تعالٰی القدوس الطاھر [1] الخ۔ وفی الطریقة والحدیقة ص ان الطھارۃ فی الاشیاء اصل ش لان الله تعالٰی لم یخلق شیأ نجسا من اصل خلقته ص وش انما ص النجاسة عارضة ش فاصل البول ماء طاھر وکذلك الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسة [2] اھ ملخصاً۔ ولذا قال فی الغنیة ھٰھنا والاصل عدمها [3] ای عدم النجاسة کمامر۔	حتی کہ خنزیر بھی، کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں حتی کہ اگر شریعت اسے نجسِ عین قرار نہ دیتی تو وہ اپنی اصل پر باقی رہتا۔ میزان میں ہے اشیاء میں اصل طہارت ہے اور نجاست لاحق ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی پاک وطاہر کے حکم سے صادر ہوتی ہے الخ۔ الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے (متن) اشیاء میں اصل طہارت ہے (شرح) کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصلِ تخلیق میں کسی چیز کو نجس پیدا نہیں کیا (متن) نجاست عارضی ہے (شرح) پس پیشاب کا اصل پاک پانی ہے، اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر نجاست لاحق ہوئی اھ ملخصا۔ اسی لئے غنیہ میں اس مقام پر فرمایا اور اصل عدمِ نجاست ہے جیسا کہ گزر گیا۔(ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع تمام انواع الاربعۃ فی بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۳۷

[3] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

سادسًا: اسی میں تیسیر ہے:

لاسیما علی من ابتلی باقتنائه لصید اوزرع اوماشیة والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[1] وقال صلی الله علیه وسلم ان الدین یسر الحدیث[2] رواه البخاری والنسائی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یسروا ولاتعسروا[3] رواه احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	خصوصًا جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو"۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری ومسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سابعًا: بہت قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاست عین پر حکم فرماتے کہیں طہارت عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں جس مبسوط شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان عین الکلب نجس[4]۔	ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتے کا عین نجس ہے۔ (ت)

اُسی کے باب الحدث میں ہے:

جلد الکلب یطهر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینه نجس عندهما ولکنا نقول الانتفاع به مباح حالة الاختیار فلوکان عینه نجسًا لما ابیح الانتفاع به[5]۔	ہمارے نزدیک کتّے کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے امام حسن اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عین ناپاک ہے لیکن ہم کہتے ہیں حالتِ اختیار میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے پس اگر اس کا عین ناپاک ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

[2] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] صحیح البخاری باب امر الوالی اذاوجہ امیرین الٰی موضع الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۶۳

[4] المبسوط للسرخسی، سؤر مالایؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۸

[5] المبسوط للسرخسی جلد المیتۃ واحکامہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۲

اُسی کی کتاب الصید میں ہے:

بھذا یتبین انه لیس بنجس العین [1]	اس سے واضح ہوا کہ یہ نجس عین نہیں۔(ت)

جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتقاض قلب بیان کیا۔

قال فی البحر ولایخفی ان ھذا علی القول بنجاسة عینه [2]۔	بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات (کتّے کے جھاڑنے سے کپڑے کا ناپاک ہونا) اس کے نجس عین ہونے کا قائل ہونے کی بنیاد پر ہے(ت)

اُسی میں مثل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادہ اسنان کلب بیان فرمایا۔

قال فی البحر ولایخفی ان ھذا کله علی القول بطھارۃ عینه [3]۔	بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے یہ سب کچھ اس کا عین پاک ہونے کی بنیاد پر ہے۔(ت)

جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایة لایطھر وھو الظاھر من المذھب (ایک روایت میں ہے پاک نہیں ہوتا اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ت) نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الا جلد الخنزیر والاٰدمی (مگر خنزیر اور آدمی کی کھال۔ت) پر اعتراض فرمایا الحصر المذکور علی خلاف الظاھر (حصر مذکور، ظاہر کے خلاف ہے۔ت) اُسی کی کتاب البیوع میں فرمایا:

صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانه نجس العین عندہ لاعندنا لانه ینتفع به [4]۔	کتے کی خرید وفروخت صحیح ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نجسِ عین ہے ہمارے نزدیک نہیں کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔(ت)

جن درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین [5] الخ (کتّا نجسِ عین ہے الخ۔ت) اُنھی کی بیوع میں ہے:

صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانه مال	کتّے کی طرح ہر دانت والے جانور کی خرید وفروخت

[1] المبسوط للسرخسی ثمن کلب الصید مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲۳۵/۱۱
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱
[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۳/۱
[4] ایضاح واصلاح
[5] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام فرض الغسل مطبوعہ کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۲۴/۱

متقوم الاالخنزیر لانہ نجس العین[1] اھ	ملخصا جائز ہے کیونکہ وہ مال متقوم ہے سوائے خنزیر کے، کیونکہ وہ نجس عین ہے اھ ملخصا (ت)

جس خزانۃ المفتین میں ہے عینہ نجس (اس کا عین ناپاک ہے۔ت) اُسی میں ہے: سنہ لیس بنجس[2] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت) جس خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر وانتقاض فرمائے اور فرمایا:

اذامشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ اھ ملخصا[3]۔	کتّا برف پر چلے تو برف ناپاک ہوجائے گی، اسی طرح مٹّی اور گارا بھی اھ ملخصا (ت)

یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحرالرائق میں واقع ہوا،

واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیہا فروعا[4] اھ	الفاظ بحرالرائق کے ہیں کہ قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں اس کے نجس عین ہونے کو اختیار کیا اور اس کو کئی مسائل کی بنیاد بنایا اھ (ت)

اُسی خانیہ میں فرمایا: سنہ غیر نجس (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت) اور فرمایا:

لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیہا سن کلب اوذئب یجوز صلاتہ[5]۔	اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے گلے میں ایسا ہار ہو جس میں کُتّے یا بھیڑیے کے دانت ہوں، تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اور فرمایا:

ان کان فی کمہ ثعلب اوجروکلب لاتجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لایجوزبہ التوضأ[6]۔	اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کُتّے کا بچّہ ہو تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ اس کا جھُوٹا ناپاک ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔(ت)

---

[1] دررالحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب البیوع مسائل شتی مطبوعہ کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۲/۱۹۸

[2] خزانۃ المفتین

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[6] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اُس کی نجاست عین کے یہ معنے ہیں کہ اس کا ماوٰی نجاسات ہیں لہٰذا اس کا بدن غالبًا ناپاک ہوتا ہے۔

حیث قال ینزح کل الماء اذاوقع فیھا کلب اوخنزیر مات اولم یمت اصاب الماء فم الواقع اولم یصب اما الخنزیر فلان عینه نجس والکلب کذلك ولھذا لوابتل الکلب وانتقض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم افسدہ لان مأواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلة الکلب[1] اھ ملخصا۔	جہاں فرمایا کہ جب اس میں کتّا یا خنزیر گر جائیں تو تمام پانی نکالا جائے چاہے وہ مریں یا نہ، اور گرنے والے کا منہ پانی کو پہنچے یا نہ۔ خنزیر اسی لئے کہ وہ نجسِ عین ہے اور کتّا بھی اسی طرح ہے، اس لئے اگر کتّا تر ہو جائے اور اپنے آپ کو جھاڑے اور یہ (پانی) درہم سے زیادہ کپڑے کو پہنچے تو اسے ناپاک کردے گا کیونکہ اس کا ٹھکانہ نجاستیں ہیں اور تمام درندے کتے کی طرح ہیں اھ تلخیص (ت)

اور اسی باب سے ہے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ **کل اھاب دبغ طاھر** (ہر وہ چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے۔ت) سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثناء نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں والکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں **وباللہ التوفیق**۔

واما التزییف فاقول اولا: (رہا اس کا کھوٹا پن! تو میں کہتا ہوں، **اوّلا**۔ت) امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر اُس سے احتجاج محض باطل و سحیق احادیث میں سانپ بچھّو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سب اشیا نجس العین ہوں گی۔

ھذا لم یقل به احد اخرج الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن ابن عمرو البخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة وابوداؤد بسند	اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالٰی) نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابوداؤد

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

حسن عن ابی ھریرۃ واحمد باسناد حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من الدواب لیس علی المحرم فی قتلھن جناح الغراب والحدأۃ والعقرب والفأرۃ والکلب العقور [1]۔وفی حدیث ابن عباس خمس کلھن فاسقۃ یقتلھن المحرم ویقتلن فی الحرم وعد الحیۃ بدل الحدأۃ [2] وفی احدی روایات الصدیقۃ الحیۃ مکان العقرب [3]۔احمد والشیخان وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا ذاالطفیتین والابتر [4] الحدیث۔ابوداؤد و النسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ البجلی وعن عثمان بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منا [5]۔ابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر

نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیاان سب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ مُحرِم پر پانچ جانوروں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کوّا، چیل، بچھّو، چُوہا اور کاٹ کھانے والا کتّا۔حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے پانچ جانور تمام کے تمام فاسق ہیں مُحرم ان کو قتل کرے،اورانہیں حرم میں بھی قتل کیاجائے،انہوں نے چیل کی جگہ سانپ کو شمار کیا ہے۔ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بچھّو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے۔امام احمد، شیخان (بخاری ومسلم)، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالٰی، حضرت عبداللہ ابن عمر کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سانپوں کو قتل کرو گر گل کے پتّوں جیسے نشانات والے سانپ اور دُم کٹے سانپ کو قتل کرو (الحدیث)۔ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اور حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیاآپ نے فرمایا تمام

[1] صحیح البخاری باب مایقتل المحرم من الدواب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۵۷

[3] سنن ابن ماجہ مایقتل المحرم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۰

[4] سنن ابی داؤد باب قتل الحیات مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶

[5] سنن ابی داؤد باب قتل الحیات مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور ۲/۳۵۶

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلو السودین فی الصلوۃ الحیۃ والعقرب[1] وایضاً ھذا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبۃ[2]۔ احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمہ[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ومن قتل وزغۃ فلہ حسنۃ[4]۔	سانپوں کو مارو، جو شخص ان کی طرف سے حملے کا خوف رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) نماز میں دو سیاہ جانوروں سانپ اور بچھّو کو ہلاک کرو، نیز انہوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا گرگٹ کو قتل کرو اگرچہ کعبہ شریف کے اندر ہو۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: "جو شخص سانپ کو مارے گویا اس نے ایسے مشرک مرد کو قتل کیا" جس کا خون (بہانا) حلال ہو چکا تھا۔ امام احمد اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ انہی کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا: "جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے سات ۷ نیکیاں پائیں جس نے گرگٹ کو ہلاک کیا اس کیلئے ایک نیکی ہے"۔ (ت)

ثانیًا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاتقربھم الملئکۃ الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق[5] رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	تین آدمیوں کے قریب (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے جنبی، نشے والا اور خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانے والا۔ بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اس کے پاس نہیں آتے، کیا مدہوش نجس العین ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۹۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۰۲

[3] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۹۵

[4] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۲۰

[5] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الخمر ومن یشربہا مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۵/۷۲

ثالثًا: ولوغ کلب سے غسل اناء بلکہ مبالغہ تسبیع وتثمین وتتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلًا علاقہ نہ ہونا اجلے بدیہیات سے ہے۔

وقداغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعله حجة زاعما انه اذاکان لعابه نجسا وھوعرق فمه ففمه نجس ویستلزم نجاسة سائر بدنه وذلك لان لعابه جزء من فمه وفمه اشرف مافیه فبقیة بدنه اولی [1] اھ۔	شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب بات کرتے ہوئے اسے حجت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ جب اس کا لعاب ناپاک ہے اور وہ منہ کا پسینہ ہے تو اس کا منہ بھی ناپاک ہوگا اور یہ تمام بدن کی نجاست کو مستلزم ہے یہ اس لئے کہ اس کا لعاب اس کے منہ کا ایک جزء ہے اور منہ اس کے جسم کا اشرف حصّہ ہے، پس باقی بدن تو بدرجہ اولٰی ناپاک ہوگا۔اھ (ت)
اقول: ھذا کما تری یساوی ھزلا ویتساوك ھُزلا فان کون اللعاب جزء الفم ممالایتفوہ به صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم ھو انما یتولد من داخل لا من الجلد فانما یدل علی نجاسة اللحم دون العین ثم لوتم لدل علی نجاسة عین کل ماسؤرہ نجس وھو باطل۔	**اقول:** یہ بات جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مذاق کے برابر ہے اور کمزوری کے باعث متزلزل ہے کیونکہ لعاب کا منہ کا جُزء ہونا کسی عقلمند بچّہ کا قول بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ایک فاضل یہ کہے، پھر یہ (لعاب) اندر سے پیدا ہوتا ہے جلد سے نہیں، اور یہ گوشت کی نجاست پر دلالت کرتا ہے عین کے نجس ہونے پر نہیں، پھر اگر ان کی بات صحیح بھی ہو تو یہ اس چیز کے عین نجس ہونے پر دلالت کرے گی جس کا جھوٹا ناپاک ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔(ت)

رابعًا: حدیث انھا لیست بنجس انھا من الطوافین والطوافات [2] (یہ ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے پاس چکّر لگانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ت) حدیث حسن صحیح ہے

اخرجه الا ئمه مالك و احمد و الاربعة وابن حبان والحاکم وابن خزیمة وابن منیدۃ فی صحاحھم عن ابی قتادۃ وابوداود والدارقطنی	ائمہ حدیث امام مالک، احمد، ائمہ اربعہ (بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ) ابن حبان، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے اپنی صحاح میں حضرت ابوقتادہ

[1] نیل الاوطار باب آسار البھائم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷

[2] سنن ابی داؤد باب سور الھرۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰

عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	رضی اللہ عنہ سے نیز ابوداود اور دارقطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (ت) مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقاب

بلہ بالکلب ہے اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد واسحٰق بن راہویہ وابوبکر بن ابی شیبہ دارقطنی وحاکم وعقیلی سب کے یہاں اُسی قدر ہے کہ:

الھر یا السنور سبع فرواہ الاربعۃ الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھر سبع [1] ۔ورواہ الدارقطنی من جھۃ محمد بن ربیعۃ عن سعید عن ابی زرعۃ وھومطولا بالقصۃ والحاکم من حدیث عیسٰی بن المسیب ثنا ابوزرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السنور سبع [2] ۔وقال العقیلی فی ترجمۃ عیسٰی بن المسیب من کتاب الضعفاء حدثنا محمد بن زکریا البلخی نامحمد بن ابان ومحمدبن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسی بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی	(الھر یاالسنور فرمایا) بلّی درندہ ہے پہلے چار نے اسے وکیع سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلّی درندہ ہے۔دارقطنی نے محمد بن ربیعہ سے انہوں نے حضرت سعید سے انہوں نے حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا،اس کا قصہ طویل ہے،حاکم نے عیسٰی بن مسیب کی روایت سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلّی درندہ ہے"۔ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں عیسٰی بن مسیب کا ترجمہ (تعارف) نقل کرتے ہوئے کہا ہم سے محمد بن زکریا بلخی نے بیان کیاان سے محمد بن ابان اور محمد بن صباح نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے وکیع نے،وہ فرماتے ہیں ہم سے عیسٰی بن مسیب نے بواسطہ ابوزرعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیاکہ رسول اللہ

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من قال لایجزئ ویغسل منہ الاناء ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۷

علیه وسلم وذکر الھر وقال ھی سبع[1] اھ فلعل العلامة الدمیری شُبّه علیه فانتقل ذهنه فی تتمّة هذا الحدیث الی ذاك هذا فی لفظ الهرة وقدذکره علی الصواب فی لفظ السنور فقال روی الحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قال کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یأتی دارقوم من الانصار فساق الحدیث الی قوله فقال السنور سبع[2] اھ۔

فانقلت ربما یتحصل لناالمقصود بهذا اللفظ ایضا فان الحدیث قدعلل زیارة اهل بیت عندهم هرٌّ دون الذین عندهم کلب بانها سبع فدل علی ان الکلب اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسة اسآر سائر السباع فلوکانت هی ایضا قصاری الامر فی الکلاب غیر متعدیة من اللعاب علی الاهاب لم یکن لهذا التعلیل معنی قلت نعم یدل علی زیادة شیئ فی الکلب علی سائر السباع ولیکن مافیه من عدم دخول الملئکة بیتا هو فیه اما خصوص الفرق بنجاسة العین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انہوں نے بلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "یہ درندہ ہے" اھ۔شاید علامہ دمیری کو شبہہ ہوگیااور ان کا ذہن اس حدیث کے تتمہ پر اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔یہ تو لفظ "ھرۃ" میں ہے لیکن انہوں نے لفظ "سنور" کو صحیح قرار دیتے ہوئے ذکر کیا،فرماتے ہیں حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوم انصار کے گھر تشریف لاتے تھے پھر وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے،آپ نے فرمایا بلّی درندہ ہے اھ۔

اگر تم کہو کہ کبھی ہمیں اس لفظ سے بھی مقصود حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جن کے ہاں بلّی ہو وہاں جانا صحیح ہے جہاں کتا ہو وہاں نہیں۔حدیث شریف میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک درندہ ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتا درندوں سے بھی زیادہ خبیث ہے۔اور ہمارے نزدیک تمام درندوں کے پس خوردہ کی نجاست ثابت ہوچکی ہے۔پس اگر کتے کے بارے میں بھی صرف اتنی ہی بات ہو اور وہ لعاب سے چمڑے کی طرف متعدی نہ ہو تو اس تعلیل کا کوئی مطلب نہ ہوگا (قلت) ہاں کتّے میں باقی درندوں سے زائد چیز پر دلالت موجود ہے وہ یہ کہ کتّے کے بارے میں جس گھر میں یہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے لیکن نجاست عین کے ساتھ خصوصی فرق ہرگز نہیں،جو

[1] کتاب الضعفاء الکبیر فی ترجمہ عیسٰی بن المسیب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷

[2] حیاۃ الحیوان تحت لفظ السنور مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/ ۵۷۶

فکلا ومن ادعی فعلیه الدلیل ولعل تعلیلی هذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان کمانقله فی مجمع بحار الانوار واقره[1]۔ فان ذلك انماورد فیما نعلمه فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستة الا البخاری عن عبدالله بن الصامت عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه وفیه فانه یقطع صلاته المرأۃ والحمار والکلب الاسود قلت یاابا ذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یاابن اخی سألت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کماسألتنی فقال الکلب الاسود شیطان[2]۔

ولاحمد عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الکلب الاسود البهیم الشیطان[3] وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود عن ذاك محفوظ۔

فان قلت مایدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتهم کان اسود

دعوی کرے اس کے ذمہ دلیل ہے اور شاید میری یہ تعلیل، طیبّی کی تعلیل کہ کتا شیطان ہے سے زیادہ اچھی ہے جیسا کہ انہوں نے مجمع بحار الانوار میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا۔ ہمارے علم کے مطابق یہ بات سیاہ کتّے کے بارے میں آئی ہے جیسا کہ نماز توڑنے سے متعلق حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری کے سوا صحاح ستّہ کے دیگر ائمہ نے بواسطہ حضرت عبداللہ بن صامت، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ "آدمی کی نماز عورت، گدھے اور سیاہ کتّے کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے" میں نے عرض کیا اے ابوذر سیاہ کتے کی کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کو حاصل نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سیاہ کتا شیطان ہے"۔ امام احمد، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: "نہایت سیاہ کتّا شیطان ہے"۔ سوال وجواب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ (رنگ کی) قید ملحوظ ہے اور غیر سیاہ کتا اس (حکم) سے محفوظ ہے۔ (ت) **اگر تم کہو کہ** تمہیں کیا معلوم شاید وہ کتا جو ان کے گھروں میں تھا سیاہ رنگ کا ہو؟ میں کہتا ہوں تمہیں

---

[1] مرقات المفاتیح باب السترۃ فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۴۴۵

[2] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۱۵۷

قلت مایدریك لعله كان احمر اواصغر وبالجملة فالحدیث اقتصر فی معرض التعلیل علی وصف الكلبیة فلوكان العلة خصوص اللون لصرح به او اتی بلام العهد هذا ثم ان فی الحدیث تاویلا اٰخر افادہ ایضا الطیبی فقال هو استفهام انكار [1] اھ فعلی هذا یكون المعنی اثبات السبعیة للكلب ونفیها عن الهر فینصلم الاستدلال من اصله۔ **اقول:** لكن الحدیث فی بعض طرقه بلفظ ان السنور سبع كمافی المیزان فافهم[عـہ]۔	کیا معلوم، شاید وہ سرخ یا زرد رنگ کا ہو۔ بہر حال حدیث شریف میں صرف اس کا کتّا ہونا ہی دلیل بنے گا۔ اگر کوئی خصوصی رنگ علّت ہوتا تو اس کی تصریح فرماتے یا لامِ عہد لاتے، اسے اپنایئے، پھر حدیث میں ایک اور تاویل بھی ہے جس کا فائدہ بھی طیّبی سے حاصل ہوا، انہوں نے فرمایا یہ استفہام انکاری ہے اھ پس اس بنیاد پر معنٰی یہ ہوگا کہ کتّے کیلئے درندگی ثابت کرنا اور بلّی سے اس کی نفی کرنا ہے، لہٰذا استدلال سرے سے ہی ختم ہوجائیگا۔ **اقول:** لیکن حدیث کے بعض طرق یہ الفاظ ہیں "ان السنور سبع" جیسا کہ میزان میں ہے۔ پس سمجھ لو۔ (ت)

خامسًا: عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اسی کی بیوع میں یہاں تک تصریح ہے:

صح بیع الكلب والفهد والسباع علمت اولا ش هذا عندنا وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی لایجوز بیع الكلب العقور وعند الشافعی رحمه الله تعالٰی لایجوز بیع الكلب اصلا بناء علی انه نجس العین عنده [2]۔	(متن) کتے، بھیڑیے اور درندوں کی بیع جائز ہے، انہیں سکھایا جائے یا نہ۔ (شرح) یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کاٹنے والے کتّے کی بیع جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتّے کی بیع بالکل جائز نہیں، کیوں کہ وہ ان کے نزدیک نجس عین ہے۔ (ت)

بالجملہ قول اصح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ومشید ہیں لاجرم فتح میں فرمایا:

ماذكر فی الفتاوی من التنجس من وضع	فتاوٰی میں جو مذکور ہے کہ برف یا کیچڑ میں جہاں

عـہ: یشیر الی ان ان لیس بنص فی عدم حذف الهمزة (م)	اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظِ "ان" ہمزہ کے حذف نہ ہونے میں نص نہیں۔ (ت)

[1] مجمع بحار الانوار

[2] شرح الوقایہ مسائل شتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۸۴

رجله موضع رجل کلب فی الثلج اوالطین ونظائر هذه مبنی علی روایة نجاسة عین الکلب ولیست بالمختارة[1]۔	کتّے نے پاؤں رکھا وہاں پاؤں رکھا جائے تو ناپاک ہوجاتا ہے،اور اس قسم کی دوسری باتیں کتے کے نجس عین ہونے پر مبنی ہیں اور یہ بات مختار نہیں (ت)

حلیہ میں فرمایا:

الکثیر علی انه لیس نجس العین وعلی هذا فیکون الصحیح عند الکثیر انه لاینزح اذا اخرج ولم یصب الماء فمه کماهو معزو الی ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه[2]۔	بہت سے فقہاکے نزدیک یہ نجس عین نہیں لہٰذااس بنیاد پر زیادہ لوگوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب کتا (پانی سے) نکالا جائے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو تو (کنویں سے) پانی نہیں نکالا جائے گا،یہ بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب ہے۔(ت)

پس عندالتحقیق اُس کے بال[۱] بھی پاک،کھال[۲] بھی پاک،ذبح[۳] ودباغت[۴] باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیه عندنا واللحم ایضا علی اضعف التصحیحین (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصحیحوں سے کمزور تر تصحیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے۔ت) زندہ ومردہ[۵]،مذبوح وغیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک،ناخن[۶] پاک،اگر[۷] کنویں میں گرااور زندہ نکل آیااور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک،تطییبًا للقلب صرف بیس[۲۰] ڈول نکالے جائیں۔کیچڑ[۸] وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔پانی[۹] میں بھیگا ہُوا چٹائی پر لیٹے یا[۱۰] بدن جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہوجائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو۔ان تمام فروع میں تو اصلًا کلام نہیں،

ووقع فی الدر لیس نجس العین وعلیه الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولایفسد الثوب بعضه مالم یر ریقه ولاصلاۃ حامله ولوکبیرا وشرط الحلوانی شدفمه[3] اھ ملخصا۔	درمختار میں ہے کہ نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے پس اسے بیچا جاسکتا ہے،اجرت پر دیا جاسکتا ہے اور (ہلاکت کی صورت میں) اس کا تاوان لازم ہوگا اور اس کے کاٹنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا جب تک لعاب دکھائی نہ دے اسے اٹھاکر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ بڑا ہو۔حلوانی کے نزدیک اس کا منہ بندھا ہونا شرط ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] فتح القدیر،آخر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۶

[2] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۳۸

اقول: اما البیع فقد تقدم الکلام علیه وهو الکلام فی الاجارة فانها ایضا انما تعتمد حل الانتفاع واماعدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابه فقد اقره علی هذا التفریع محشیه العلامة الشامی والعبد الضعیف لا یحصله فانه ماش علی قول التجنیس ایضا قطعا لان الرجس لایعدی النجاسة الاببلل ونجاسة ریقه لاخلف فیها فی المذهب فعدم النجاسة بسن یابس والتنجس بشفة رطبة کلاهما متفق علیه لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان هذه المسألة علی القولین [1] الخ ثم رأیت العلامة الطحطاوی نبه علیه معترفا ایضا من البحر واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	**اقول:** جہاں تک خرید وفروخت کا تعلق ہے تو اس پر کلام گزر چکا ہے اور اجارہ کے بارے میں بھی وہی حکم ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی تو انتفاع کا حلال ہونا ہے، لیکن کپڑے کا خراب نہ ہونا جب تک لعاب سے تر نہ ہو، اس پر اس کے محشیٰ علامہ شامی نے اس تفریع کو برقرار رکھا ہے۔ یہ بندہ ضعیف اسے نہیں مانتا کیونکہ وہ اس کے قطعی نجس ہونے کا بھی قائل ہے اور نجاست، رطوبت کے بغیر آگے متجاوز نہیں ہوتی اور تھوک کے نجس ہونے میں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں پس خشک دانت کے ساتھ ناپاک نہ ہونا اور تر ہونٹ کے ساتھ ناپاک ہوجانا دونوں باتوں پر اتفاق ہے صاحبِ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ دو۲ قولوں کی بنیاد پر ہے الخ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحطاوی نے بحر سے اس کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی (ت)

باقی رہی وہ فرع کہ اس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر کتّا خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبتنی ہے قول نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتّا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلّی حاملِ نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے نہ محمول مصلی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچّہ جس کے جسم وثوب یقینا ناپاک ہوں خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلی خود حاملِ نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جوازِ نماز بھی قطعًا مفتی بہ۔

فان مالایبتنی الا علی الصحیح لایکون	جس چیز کی بنیاد صحیح ہو وہ بھی صحیح ہوتی ہے اور یہ

[1] البحر الرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

الاصحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھات۔	جیسا کہ تم دیکھتے ہو نہایت واضح باتوں میں سے ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

عربی	ترجمہ
(ان صلی ومعه سنورتجوز) صلاته مطلقا ان جلس بنفسه واذا لم یکن علی ظاھرہ نجاسة مانعة ان حمله اما ان کان علیه نجاسة مانعة اذ ذاك فلا تجوز صلاته کما لوحمل صبیا لایستمسك بنفسه وفی ثیابه اوبدنه نجاسة مانعة لانه حینئذ ھو الحاصل للنجاسة بخلاف المستمسك فان المصلی لیس حاملا للنجاسة التی علیه (بخلاف الکلب) اذا حمله المصلی حیث لا تجوز صلاته لانه حامل للنجاسة التی ھی لعابه اما اذا جلس علیه بنفسه فعلی روایة انه نجس العین کذلك لانه حامله وھو نجاسة واما علی الروایة الصحیحة فینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حامل للنجاسة کما فی الھرة ونحوھا علی ماسبق[1] اھ ملخصا۔	اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلّی تھی اس کی نماز مطلقًا جائز ہے اگر وہ خود بخود بیٹھی ہو، اور اگر اس نے اسے اٹھایا ہو تو اس صورت میں اس کے ظاہر پر اتنی نجاست نہ ہو جو مانع ہو (نماز جائز ہوگی) لیکن جب اس پر مانع کی حد تک نجاست ہو اس وقت نماز جائز نہیں جیسا کہ اگر اس نے بچہ اٹھایا ہو جو خود بخود ٹھہر نہیں سکتا اور اس کے کپڑوں یا بدن پر اتنی نجاست ہے جو نماز سے مانع ہے کیونکہ اس وقت وہ خود نجاست اٹھانے والا ہوگا بخلاف اس کے جو خود بخود ٹھہر سکتا ہے اس صورت میں نماز ہی اپنے اور پائی جانے والی نجاست کو اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا (بخلاف کتے کے) جب اسے اٹھایا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کی نجاست یعنی لعاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ خود بخود بیٹھ جائے تو اس روایت کی بنیاد پر کہ وہ نجس عین ہے اسی طرح ہے کہ کیونکہ وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے اور وہ نجاست ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے نہیں، جیسا کہ بلّی وغیرہ کے بارے میں گزرچکا ہے۔(ت)

اور اگر خود مصلی ہی نے اسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھالیا تو قول طہارت عین ہی پر اس صورت میں دو ۲ قول ہیں۔

---
[1] غنیۃ المستملی منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

اقول: اس میں راز یہ ہے کہ کسی چیز پر بنیاد رکھنے کی دو[۲] صورتیں ہیں ایک[۱] یہ کہ اس کے علاوہ دوسری چیز پر بنیاد نہ ہو، اور دوسرا[۲] یہ کہ جن باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے، یہ ان میں سے ایک ہے پہلے معنٰی کے اعتبار سے جو چیز صحیح پر مبنی ہوگی وہ قطعی طور پر صحیح ہوگی، اور دوسرے معنٰی کے اعتبار سے اس کا صحیح ہونا واجب نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دوسرا بعض جس پر اس کی بنیاد ہے وہ غیر صحیح ہو لہٰذا اس کے سبب (فرع کی صحت) سے بنیاد کا صحیح ہونا لازم نہ ہوگا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ فرع کی صحت اصل کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ اصل لازم اعم ہے پس اس کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت ضروری نہیں۔ (ت)	اقول: والسرفیه ان الابتناء علی شیئ له وجهان احدهما ان لایبتنی الا علیه والاٰخر ان یکون هو احد مایبتنی علیه والمبنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاٰخر لایجب ان یکون صحیحا فجواز ان یکون البعض الاٰخر مما یبتنی علیه غیر صحیح فلا یکون المبتنی صحیحا بسببه وعن هذا نقول ان صحة الفرع تستلزم صحة الاصل ولاعکس لان الاصل لازم اعم فثبوته غیرقاض بثبوت ملزومه۔

اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو[۲] مسلک پر مختلف ہوئی:

مسلک اوّل: جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے انہوں نے حکم صحت دیا یا تو مطلقًا جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشائخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحر الرائق ودر مختار کے کتاب الطہارت میں اور حلبی وشامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا، یا اس شرط کے ساتھ کہ اُس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی یہ امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ارشاد ہے۔ محیط رضوی ونصاب وابوالسعود وغیرہا اور بحر ودُر کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ بہے تو نماز ہوجائے گی اگرچہ منہ کھُلا رہے، ورنہ نہیں، اگرچہ بندھا ہو۔

اقول: بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے **کمایفیده مانذکر عن المحیط وغیره من تعلیل التقیید** (جیسا کہ وہ بات یعنی تقیید کی علت اس کا فائدہ دے گی جسے ہم محیط وغیرہ سے

ذکر کریں گے۔ت) غالبًا لعاب کلاب کامنہ کھُلا ہونے کی حالت میں میلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہٰذا شد وفتح سے تعبیر کی گئی ومثلہ کثیر الوقوع من الفقھاء کمالایخفی علی من تتبع (اور اس کی مثل فقہاء سے کثیر الوقوع ہے جیسا کہ تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں۔ت) غرض اختلاف لفظ میں ہے نہ معنٰی میں وبھذا یندفع التھافت المظنون فی کلمات البحر والدر والطحطاوی وباللہ التوفیق (بحر الرائق، درمختار اور طحطاوی کے کلمات میں جس تکرار کا گمان تھا اس سے وہ دُور ہوگیا۔اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ت) بہر حال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاستِ لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اسی طہارت میں کلب پر مبتنی اور جب وہ مفتی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقینا مفتی بہ۔

فی البحر عن البدائع انہ (ای طھارۃ عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب ولذالك قال مشایخنا فیمن صلی وفی کمہ جرو انہ تجوز صلاتہ وقید الفقیہ ابوجعفر الھندوانی الجواز بکونہ مشدود الفم [1] اھ۔وفی البحر ایضا اذاصلی وھوحامل جروا صغیرا لا تصح صلاتہ علی القول بنجاسۃ مطلقا وتصح علی القول بطھارتہ اما مطلقا او بکونہ مشدود الفم کما قدمناہ عن البدائع [2] اھ۔وفی حاشیۃ المراقی انہ لیس بنجس العین وعلیہ الفتوٰی واثر الخلاف یظھر فیما لوصلی وفی کمہ جروصغیر جازت علی الاول لا الثانی وشرط الھندوانی کونہ مشدود	بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ یہ (کتے کا طاہر عین ہونا) دو[۲] قولوں میں سے صحت کے زیادہ قریب قول ہے۔اس لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس آدمی کی آستین میں کتّے کا بچّہ ہو اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی کے نزدیک جواز کے لئے اس کے منہ کا باندھا ہونا شرط ہے اھ۔بحر الرائق میں ہی ہے کہ جب کسی آدمی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے کتے کا چھوٹا سا بچّہ اٹھار کھا تھا تو اس قول پر کہ وہ نجس ہے نماز مطلقًا صحیح نہیں ہوگی اور طہارت کے قول کی بنیاد پر یا تو مطلقًا صحیح ہوگی یا اس صورت میں کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بدائع سے نقل کیا اھ۔مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نجس عین نہیں اور اسی پر فتوی ہے۔اور اختلاف کا اثر اس

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

الفم [1] اھ ملخصاً۔وفی البزازیۃ عن النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز [2] اھ وفی شروط الصلاۃ للدر والبحر وفتح اللّٰہ المعین واللفظ للدر ما یتحرك بحرکۃ او یعد حاملًا لہ کصبی علیہ نجس ان لم یستمسك بنفسہ منع والالا کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح [3] اھ۔ وفی حاشیتہ للعلامۃ ط **قولہ** ان شد فمہ لوقال وکلب ان لم یسل منہ ما یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ لوعلم عدم السیلان اوسال منہ دون المانع لایبطل الصلاۃ وان لم یشد فمہ حلبی وفیہ تأمل [4] اھ ونقل العلامۃ الشامی ما افادہ الحلبی فاقرہ وایدہ وفی الحلیۃ فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ جروکلب ومالا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ قیل لم یجز والاصح یسیل فی کمہ فیصیر مبتلا بلعابہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز الصلاۃ ان کان اکثر من قدر الدرھم فان فمہ مشدودا بحیث لایصل لعابہ

صورت میں ظاہر ہوگا جب وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتّے کا چھوٹا بچّہ ہو، پہلے قول کے مطابق نماز جائز ہوگی دوسرے کے مطابق نہیں۔اور ہندوانی نے منہ بندھا ہونا شرط رکھی ہے اھ تلخیص۔

بزازیہ میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ اگر کتّے کے بچّہ کا مُنہ باندھا ہوا ہو تو نماز جائز ہے اھ۔نماز کی شرائط میں درمختار، بحرالرائق اور فتح اللہ المعین میں ہے الفاظ درمختار کے ہیں کہ جو اس کی حرکت سے حرکت کرے یا اسے اٹھانے والا شمار ہو جیسے بچہ کہ اس پر نجاست ہو اگر وہ خود بخود نہ ٹھہر سکے تو منع کیا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جنبی اور کتا، اگر اس کا منہ باندھا ہو۔یہ اصح قول کے مطابق ہے اھ۔اور اس کے حاشیہ میں علامہ (طحطاوی) نے فرمایا"یہ کہنے کی بجائے کہ اگر اس کا منہ باندھا ہوا ہو، وہ فرماتے، اور کتّے کے منہ سے اگر وہ چیز نہ نکلے جو نماز کو روکتی ہے"تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ جاری نہ ہونا معلوم ہو یا اس سے اتنا جاری ہو جو مانع نہیں ہے تو نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ منہ باندھا ہوا نہ ہو۔(حلبی) اور کہا اس میں غور کرو اھ۔علامہ شامی نے وہ بات نقل کی جس کا فائدہ حلبی سے حاصل ہُوا

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۸۸

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۲۱/۴

[3] الدرالمختار باب شروط الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۵/۱

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۰/۱

الی ثوبه جازلان ظاهر کل حیوان طاهر ولایتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلا یظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی انتهی[1]۔والاشبه ان هذا التفصیل فی کلب من شانه غلبة سیلان لعابه بحیث یبلغ مایسیل منه قبل فراغ حامله ما یمنع صحة الصلاۃ وانشد فوه یمنع ذلك منه وما لیس کذلك فالاشبه فیه اطلاق الجواز کماهوظاهر مافی البدائع عن مشایخنا[2] اھ۔

پھر اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی۔اور حلیہ میں رضی الدین کی محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کے ساتھ کتّے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز نہیں، کہا گیا ہے کہ نماز جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا مُنہ کُھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہتا رہے گا اور وہ لعاب سے تر ہو کر ناپاک ہو جائے گی لہذا ایک درہم سے زیادہ ہونے کی صورت میں نماز کے جواز کو روکے گی اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ موت کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا جبکہ اندر کی نجاست اپنے مرکز میں ہے۔پس نمازی کے اندر کی نجاست کی مثل اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا انتہی۔زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جس کا لعاب اکثر جاری رہتا ہے کیونکہ اس کا لعاب جب اس صورت میں ہو کہ جو کچھ جاری ہوا وہ اُٹھانے والے کے فارغ ہونے سے پہلے اس حد تک پہنچ جائے جو نماز کے صحیح ہونے سے مانع ہے اگرچہ اس کا منہ بند کیا جائے تو یہ نماز سے مانع ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس میں مطلقًا جواز (کا قول) زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ہمارے مشائخ کے اُس قول سے ظاہر ہے جو بدائع میں ہے۔(ت)

مسلک دوم: جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرونِ دہن آئے حکمِ نجاست پالیا جیسے خُون کہ اندر سے نکل کر دہن وزبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکور میں دہنِ کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حملِ نجاست کا موجب ہے،انہوں نے مطلقًا فساد نماز کا حکم دیا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ منتقی ومنیہ وغنیہ میں اسی

[1] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص۱۵۸
[2] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی، مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص۱۵۸

پر جزم فرمایا۔

فقی الاربع الاول اللفظ متقارب والمعنی واحد والسیاق للوجیز صلی ومعه حیوان حی یجوز التوضیئ بسؤره کالفارة یجوز واساء وان کان سؤره نجسا کجروکلب لایجوز وفی النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز [1] اھ۔وفی الحلیة عن الذخیرة عن المنتقی عن محمد صلی ومعه حیة اوسنورا وفارة اجزأه وقد اساء وان کان ثعلب اوجر وکلب لم تجز صلاته وذکر فی جنس ھذہ المسائل اصلا فقال کل مایجوز التوضیئ بسؤره تجوز الصلاة معه ومالایجوز الوضوء بسؤره لا تجوز الصلاة معه [2] انتھی۔قال فی الحلیة بعد نقله ولکن لایعری عن تأمل وسنوضحه الخ والموعود به ھو ما قدمنا عنھا من ان الاشبه التفصیل بالشد والفتح فی کلب شانه کذا واطلاق الجواز فی غیرہ قال بعد تحقیقه وحینئذ فیظھر ان فی کلیة الاصل المذکور نظرا فتنبه له [3] اھ۔وفی المنیة ان صلی ومعه سنورا وحیة یجوز	پہلی چار (کتب) میں الفاظ تقریبًا ایک جیسے ہیں اور معنے بھی،اور وجیز (بزازیہ) کے الفاظ یوں ہی کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس ایسا زندہ حیوان تھا جس کے جھُوٹے سے وضو جائز ہے مثلًا چوہا،تو نماز جائز ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہو جیسے کتے کا بچہ،تو نماز ناجائز نہیں ہوگی۔اور نصاب میں ہے اگر کتّے کے بچّہ کا منہ بندھا ہوا ہو تو جائز ہوگی انتہی۔ حلیہ میں بحوالہ ذخیرہ،منتقٰی سے امام محمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے پاس سانپ یا بلّی یا چوہا تھا تو نماز جائز ہے۔لیکن اس نے گناہ کیا۔اور اگر لومڑی یا کتّے کا بچّہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس قسم کے مسائل کے بارے میں قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:"جب اس کے جھُوٹے سے وضو جائز ہو تو اس کے ساتھ نماز بھی جائز ہوگی اور جس کے جھُوٹے سے وضو جائز نہ ہو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی انتہی۔اسے نقل کرنے کے بعد حلیہ میں فرمایا لیکن یہ غور وفکر سے خالی نہیں اور ہم عنقریب اس کی وضاحت کرینگے الخ،جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی ہے جو ہم

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۲۱/۴
[2] حلیۃ المحلی
[3] حلیۃ المحلی

بخلاف جرو الکلب[1] اھ۔ وفی الغنیة لایقال النجاسة التی فی محلها غیر معتبرة ولایعطی لها حکم النجاسة لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محله الذی تولہ فیه واتصل بالفم الذی له حکم الظاهر بالنظر الی ما یخرج من الباطل فاعتبر نجاسة وقد تنجس بهالسانه وسائر فمه فکان مانعا اھ[2] ملخصا۔	نے اس سے پہلے ان سے نقل کی ہے یعنی منہ باندھنے اور کھُلا چھوڑنے کی تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جو اس شان کا ہو اور مطلق جواز اس کے غیر میں ہے انہوں نے تحقیق کے بعد فرمایا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدے میں نظر ہے پس اس سے آگاہی حاصل کرو (انتہی) منیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلّی یا سانپ ہو تو جائز ہوگی بخلاف کتّے کے بچّے کے انتہی۔غنیہ میں ہے یہ نہ کہا جائے کہ جو نجاست اپنے محل میں ہے غیر معتبر ہے اور اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم نے مان لیا لیکن لعاب اپنے اس مقام سے جہاں وہ پیدا ہوا منتقل ہو کر منہ سے مل جاتا ہے جسے باطن سے باہر آنے والی چیز کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر کا حکم دیا جاتا ہے لہذا اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا اور اس سے اس کی زبان اور تمام منہ ناپاک ہوگیا پس وہ مانع ہوگا انتہی تلخیص۔(ت)

اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لئے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع بہائم میں مفقود، لہٰذا صحتِ نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی صحیح صحیح نہیں یہ تو اختلافِ علماء تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے محیط رضوی و بحر الرائق ودُر مختار وغیرہا میں صراحۃً اس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور۔

کمامر وقد صرح العلامة الفقیه خیر الدین الرملی فی فتاواه الخیریة لنفع البریة من کتاب الطلاق بما نصه وانت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لایعدل عنه الی غیره[3] اھ وفیها من کتاب الصلح حیث	جیسا کہ گزرا علامہ فقیہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی الخیریہ لنفع البریہ کی کتاب الطلاق میں اسے صراحۃً بیان کیا اور تم جانتے ہو کہ اس کے اصح ہونے پر تنصیص کے بعد غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاتا انتہی اور اس کی کتاب الصلح میں ہے کہ جب اصح ثابت

[1] منیۃ المصلی، فصل الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ۱۵۸
[2] غنیۃ المستملی فصل الاسآر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱
[3] فتاوٰی خیریۃ کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹

ثبت الاصح لایعدل عنہ[1]۔	ہو جائے تو اس سے عدول نہیں کیا جاتا۔ (ت)

معہذا اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوی اور شروح فتاوے پر مرجح ہیں۔ کما نصوا علیہ فی مواضع لاتحصی کثرۃ (جیسا کہ انہوں نے بیشمار مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ت) تو ثابت ہوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فروع سابقہ صرف طہارت عین ہی پر ابتنا ہے اور ایسی جگہ بلاشبہہ المبنی علی صحیح صحیح صحیح (جو چیز صحیح پر مبنی ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ت)

اما تدقیق الغنیۃ **فاقول:** وباللہ التوفیق سلمنا ان الریق لایتولد فی الفم لکن لاشك ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لایسمی ریقا مالم یطلع فی الفم وبہ فارق الدم ولایجب لکون شیئ معدن شیئ تولدہ فیہ الا تری ان العروق معادن الدم لاشك مع انہ لایتولد فیھا بل فی الکبد ثم یسری الیھا ویجری فیھا وقد اٰینا کم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ عللتموھا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیھا لیست بنجسۃ لکونھا فی محلھا[2] اھ امافاذا کانت رطوبۃ رحم امھا علی جلدھا فی محلھا فماظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سھوا ما	میں غنیہ کی تدقیق کے بارے میں، اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں، ہم نے مان لیا کہ لعاب منہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا معدن منہ ہی حتی کہ جب تک وہ منہ میں ظاہر نہ ہو اس کو لعاب نہیں کہا جاتا اور اس سے خون (کا حکم) الگ ہوگیا، اور کسی چیز کے کسی کیلئے معدن ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں پیدا بھی ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خون کا معدن رگیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے پھر ان کی طرف چلتا اور رگوں میں جاری ہوتا ہے۔ ہم نے تمہیں دکھایا کہ بکری کا تر بچّہ جو اپنی ماں سے پیدا ہو کر پانی میں گرا پانی خراب نہیں ہوا تم نے اس کی علّت یوں بیان کی کہ اس پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ وہ اپنے محل میں ہے اھ۔ پس جب بچّہ کی جلد پر اس کی ماں کے رحم کی رطوبت اپنے محل میں ہے تو منہ میں پائے جانے والے

[1] فتاوی خیریہ کتاب الصلح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۰۴
[2] غنیۃ المستملی فصل فی الانجاس مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۰

الاول فلما سمعت واما الأخر فلان المحل الذی لایحکم فیه بنجاسة النجاسة انماهو معدنها لا ما اصابته ومعدن تلك الرطوبات ھی الرحم دون جلد السخلة کمالایخفی والفرع ماش علی قول الامام بطهارة رطوبة الرحم فقدحققنا فیما علقنا علی ردالمحتار ان الفرج فی قولهم رطوبة الفرج طاهرة عنده لاعندهما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا ومایری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین۔	لعاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس کا اپنے محل میں نہ ہونا اور بکری کے بچّہ کی رطوبت کا اپنے محل میں ثابت ہونا دونوں باتیں سہو ہیں۔پہلی بات اس بنیاد پر جو تم نے سُن لیا۔اور دوسری بات اس لئے کہ وہ محل اس کا معدن ہے جس میں (پائی جانے والی) نجاست پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا،نہ وہ جو اس کو پہنچے۔اور ان رطوبات کا معدن رحم ہے،نہ بچّہ کی جلد۔جیسا کہ مخفی نہیں اور فرع،امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کہ رحم کی رطوبت پاک ہے،پر جاری ہوتی ہے ہم نے ردالمحتار کی تعلیق میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ فرج انکے قول"فرج کی رطوبت،امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے صاحبین کے نزدیک نہیں"میں عام معنی کے اعتبار سے فرج خارج،فرج داخل اور رحم سب کو شامل ہے۔اور وہ جو فروع میں تعارض دکھائی دیتا ہے تو یہ دو قولوں پر تفریع کی بنیاد پر ہے۔(ت)

پس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل وفرع میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح ورجیح وصح وارجح پر ماشی ہے هکذا ینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح چاہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ت)

تنبیہ نبیہ: ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت وبمعنی اباحت خصوصًا اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراهة التنزیه اعنی تساوی الطرفین (خصوصًا اباحت اخص معنٰی کے اعتبار سے جو کراہتِ تنزیہی کو شامل نہیں یعنی دونوں طرفوں کے برابر ہونے میں۔ت) میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں بہت افعال کہ مکروہِ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح ومسقط فرض مکروہ فعل جائز ومباح بالمعنے المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک اول کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرمارہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا نافی نہ کسی رُکن وفرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذاللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ وناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب

اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں انہیں اُٹھائے ہو نا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ ومنتقٰی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ **یجوز واساء اجزأہ وقد اساء** (جائز ہے لیکن براکیا،اسے کفایت کرتا ہے لیکن وہ گنہگار ہوا۔ت) نماز تو ہو گئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانوروں کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچّوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں۔درمختار میں ہے: **یکرہ حمل الطفل** [1] (بچّہ کو اٹھانا مکروہ ہے۔ت) یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے۔نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

لایکرہ تقلد المصلی بسیف ونحوہ اذالم یشتغل بحرکۃ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال [2]	نمازی کا تلوار وغیرہ باندھنا مکروہ نہیں جب اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو اگر وہ مشغول رکھے تو حالتِ جنگ کے سوا مکروہ ہے۔(ت)

تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی وبدزبانی ہے۔بحمداللہ تعالٰی اس تقریر سے روشن ہوگیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیّہ کرام خصّھم اللہ تعالٰی باللطف العام وعمّھم بالجود والانعام واللہ تعالٰی انہیں عمومی لطف وکرم کے ساتھ خاص فرمائے اور انہیں عام جود وانعام عطا فرمائے۔ت) میں شمار کرنا محض سفاہت وبے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمہ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک تو کتّا نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظمیہ اہل مسلک ثانی مطلقاً اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں،رہے قائلینِ طہارت سے اہلِ مسلک اول وہ بھی اسائت وکراہت کی تصریح فرماتے ہیں اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت وحاجت خواہ اپنی نادانی وجہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہوگی اس میں معاذاللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہیے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشاوہ اس تہمت سے پاک ومنزہ ہیں **وللہ الحمد**،**الحمدللہ** کہ یہ جواب ۲۴ رجب مرجب [عــہ] ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ روز جان سے افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ **سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب** ۱۳۱۲ھ (کتے کی طہارت عین کے قائلین سے عیب دور کرنے کا

عــہ: بسبب مکابرہ بعض اہل بدعت وتحریر بعض دیگر فتاوائے ضروریہ بارہ روز تک یہ جواب نہ لکھا گیا ۱۲(م)

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیمایکرہ للمصلی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۰۲

بیان۔ت) تام ہوا۔

(واٰخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔	اور ہماری آخر پکار یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور صلاۃ وسلام تمام رسولوں کے سردار، ہمارے سردار اور مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے تمام آل واصحاب پر ہو۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۸: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں چُل ہوتی ہے جس وقت کھجلاتا ہُوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے اُس جگہ کا پاک کرنا سیلان آب تو بغیر سارے بدن زیرین کے ہو نہیں سکتا لہٰذا اس موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تَر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہوں کہ اوّل کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو اِن شاء اللہ تعالٰی اطمینان کُل ہوجائے گا، بیّنوا توجّروا۔

الجواب:

یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہ اور مشایخ فتوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی اسی پر فتوی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دُور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اس کا اثر نہ رہے مگر اُتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائیگا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی اُن کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرہ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے دغدغہ عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر

جاتا رہا انگلی پاک ہو گئی۔ عورت ۲ کے سرِپستان پر ناپاکی تھی بچّہ نے دُودھ پیا یہاں تک کہ اثرِ نجاست زائل ہوا پستان پاک ہو گئی،

فی الدرالمختار والبحر وغیرھما تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا[1]۔	در مختار اور بحر الرائق وغیرہ میں ہے ناپاک انگلی اور پستان تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے(ت)

شراب پی ۳، اس کے بعد لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہو کر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثرِ خمر نہ رہا منہ پاک ہوگیا۔ یونہی ۴ بلّی نے چوہا کھا کر زبان سے اپنا منہ صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اُس کے بعد پانی پیا، پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فی التنویر سؤر شارب خمر فورشربھا وھرۃ فوراکل فارۃ نجس[2] فی ردالمحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفیتہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لاینجس لا بد ان یکون المراد اذا لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح[3] اھ۔ وفیہ عنھا فی مسألۃ الھرۃ فان مکث ساعۃ ولحست فمھا فمکروہ منیۃ ولاینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لا تزول عندہ الابالماء[4] الخ۔	تنویر میں ہے شرابی کے شراب پینے کے فوراً بعد کا جھُوٹا اور بلّی کے چُوہا کھانے کے فوراً بعد کا جھُوٹا ناپاک ہے۔ ردّالمحتار میں حِلیہ سے منقول ہے کہ بخلاف اس کے جب ایک ساعت ٹھہر جائے اور زبان اور لعاب کے ساتھ ہونٹوں کو چاٹنے کے بعد اپنا لعاب تین بار نگل لے پھر (پانی وغیرہ) پیے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس سے یہ بات مراد لینا ضروری ہے کہ جب اس کے لعاب میں شراب کے ذائقے یا بُو کا اثر نہ ہو اھ۔ اور اسی (ردالمحتار) میں اِس (حلیہ) سے بلّی کے مسئلے میں ہے کہ اگر وہ ایک ساعت ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹ لے تو مکروہ ہے (منیہ) شیخین کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناپاک ہوجائے کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے بغیر نجاست زائل نہیں ہوتی۔(ت)

[1] در مختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

[2] در مختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[3] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

[4] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۴

تے ہوئی اور اتنی دیر کے بعد کہ آمد ورفت لعاب نے اس کا اثر کھودیا یا نماز پڑھی نماز ہوگئی۔

في المنية والحلية م وكذا باللحس اذا اصاب الخمر يده فلحسه بريقه ثلاث مراة يطهر كما يطهر فمه بريقه [1] ش في الفتاوى الخانية اذا قاء ملأ الفم ينبغي ان يغسل فاه فان توضأ ولم يغسل فاه حتى صلى جازت صلاته لانه يطهر بالبزاق في قول ابي حنيفة وابي يوسف رضي الله تعالٰى عنهما وكذا اذا شرب الخمر ثم صلى بعد زمان وكذا اذااصاب بعض اعضائه نجاسة فطهرها بلسانه حتى ذهب اثرها وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه اومسحه بريقه وكذا الصبي اذا قاء على ثدي الامام ثم مص الثدي مرارا يطهر انتهى وكذا في غيرها والذي تقتضيه القواعد المذهبية من تحرير الكلام في هذا المقام انه اذا اصاب بعض اعضائه نجاسة حقيقية فان كانت مرئية ولحسها هو اوغيره حتى ذهب عينها واثرها ان كان لايشق زواله يطهر وان كانت غير مرئية فتطهر باللحس ثلاث مرات كماذكره المصنف في هذه المسألة اوحتى يغلب على الظن زوالها وسيصرح المصنف ان الفتوى عليه [2]۔

منیہ اور حلیہ میں ہے ماتن نے فرمایا" اور اسی طرح چاٹنے کے ساتھ (پاک ہوجاتا ہے) جب کسی آدمی کے ہاتھ کو شراب لگ گئی پس اس نے اپنے لعاب کے ساتھ تین بار چاٹا تو پاک ہوجائیگا جیسے اس کا منہ تھوک کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے اس پر شارح نے فرمایا فتاوٰی خانیہ میں ہے جب کسی نے منہ بھر کر قے کی تو چاہے کہ اپنا مُنہ دھولے اگر اس نے وضو کیا لیکن کُلی نہیں کی یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اس کی نماز جائز ہوجائیگی کیونکہ وہ امام اعظم اور امام ابویوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھوک سے پاک ہوجاتا ہے۔ اس طرح جب شراب پی پھر کچھ دیر بعد نماز پڑھی یوں ہی جب اس کے بعض اعضا پر نجاست لگی اور اس نے اس کو اپنی زبان سے پاک کردیا یہاں تک کہ اس کا اثر چلاگیا اسی طرح جب چھُری ناپاک ہوگئی پھر اس نے اسے زبان سے چاٹا یا تھوک سے صاف کیا یوں ہی جب بچّے نے ماں کے پستان پر قے کی پھر کئی بار پستان کو چُوسا تو وہ پاک ہوجائے گا انتہی۔ دوسری کتب میں بھی اسی طرح ہے۔ قواعدِ مذہبیہ اس مقام پر جس کلام کے تحریر کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب کسی عضو پر نجاستِ حقیقی لگ جائے تو اگر وہ دکھائی دینے والی ہے اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کو چاٹ لیا یہاں تک کہ اصل نجاست اور اس کا اثر زائل ہوگیا۔ اگر اس کو دُور کرنے میں مشقّت نہ ہو تو پاک ہوجائے گا، اور

[1] منیۃ المصلی فصل فی الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴۷

[2] حلیہ

	اگر وہ نجاست دکھائی نہیں دیتی تو تین بار چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے جیسا کہ مصنّف نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یا کہ اس وقت جبکہ اس کے زوال کا غالب گمان ہوجائے۔ عنقریب مصنّف اس کی تصریح کریں گے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔(ت)

۶ پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہوگیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی وفتاوٰی ذخیرہ وتتمۃ الفتاوٰی ظہیریہ وحلیہ وغیرہا میں اُس کی تصریح ہے۔

فی الحلیۃ بعدما تقدم اٰنفا اعلم بانھم صرحوا کما فی الخلاصۃ وکما یشیر الیہ مانقلنا اٰنفا من الخانیۃ بان الحکم بالطھارۃ فی ھذہ الفروع تفریع علی ان الطھارۃ للبدن من النجاسۃ الحقیقیۃ یکون بغیر الماء من المائعات الطاھرات وقدعرفت انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف علی اختلاف عن ابی یوسف فی ذلک غیران فی محیط الشیخ رضی الدین ولومسح موضع المحجمۃ بثلاث خرقات رطبات لطائف اجزأہ من الغسل لانہ عمل عمل الغسل وقال ابویوسف لایجزئہ حتی یغسلہ انتھی وعن الاول فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری الی ان الحاکم قال انہ روی عن ابی حفص عن محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالٰی ومشی علی الثانی قاضی خان بعد ان حکاہ عن الفقیہ ابی جعفر حیث قال اذاکان علی بدنہ نجاسۃ فمسحھا بخرقۃ مبلولۃ ثلاث مرات حکی عن الفقیہ ابی جعفر انہ قال یطھر اذاکان الماء متقاطرا علی بدنہ ثم قال بعد ذلک ولومسح موضع الحجامۃ بثلاثۃ خرق مبلولۃ قدمر قبل ھذا	حلیہ میں اس کے بعد جو ابھی گزرا ہے" جان لو کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جیسا کہ اس کی طرف وہ بات اشارہ کرتی ہے جسے ہم نے ابھی خانیہ سے نقل کیا ہے کہ ان فروع میں طہارت کا حکم، اس بات پر تفریع ہے کہ نجاست حقیقیہ سے بدن کی طہارت پانی کے علاوہ دیگر پاک بہنے والی چیزوں سے ہوجاتی ہے اور تم معلوم کرچکے ہو کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول ہے لیکن امام ابویوسف رحمہ اللہ کا کچھ اختلاف بھی ہے۔ شیخ رضی الدین کی محیط میں ہے اگر حجامت کی جگہ کو کپڑے کے تین باریک تر ٹکڑوں سے صاف کیا تو دھونے کے قائم مقام ہے کیونکہ اس نے غسل کا عمل کیا امام ابویوسف فرماتے ہیں دھونے کے بغیر کفایت نہ ہوگی (انتہی) اور پہلے کے بارے میں ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ میں ہے، یہاں تک کہ حاکم نے کہا یہ ابوحفص سے اور وہ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے کو قاضی خان نے فقیہ ابوجعفر سے حکایت کرنے کے بعد اختیار کیا جب کہا"اگر اس کے بدن پر نجاست ہو پس وہ اسے کپڑے کے تر ٹکڑے کے ساتھ تین بار صاف کرے تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ پاک ہوجائیگا بشرطیکہ اس کے بدن پر پانی کے قطرے گریں اس کے بعد فرمایا اگر تین تر ٹکڑوں کو حجامت کی جگہ پھیرا تو پہلے گزرچکا کہ یہ

انه یجوز اذاکان متقاطرا والولوالجی حیث قال ولواصاب بعض اعضائه نجاسة قبل یده ثلثا ومسحها علی ذلك الموضع ان کانت البلة من یده متقاطرة جاز والا فلا لانه یکون غسلا انتهی فقیاس هذا انه لایجوز عند ابی یوسف ازالة النجاسة المذکورة فی الفروع الماضیة بالبزاق حتی یکون متقاطرا بحیث تسمی الازالة غسلا والله تعالٰی سبحٰنه اعلم [1] اھ ماافاد واجاد علیه رحمة الملك الجواد وفی ردالمحتار بقی مایطهر بالمسح موضع الحجامة ففی الظهیریة اذامسحها بثلاث خرق رطبات لطاف اجزأه عن الغسل واقره فی الفتح وقاس علیه ماحول محل الفصد اذا تلطخ ویخاف من الاسالة السریان الی الثقب قال فی البحر وهو یقتضی تقیید مسئلة المحاجم بمااذا خاف من الاسالة ضررا والمنقول مطلق اھ اقول وقدنقل فی القنیة عن نجم الائمة الاکتفاء فیها بالمسح مرة واحدة اذازال بها الدم لکن فی الخانیة لومسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة یجوز ان کان الماء متقاطرا اھ والظاھر ان هذا مبنی علی قول ابی یوسف فی المسئلة بلزوم الغسل کمانقله عنه فی

جائز ہے جبکہ قطرے گریں اور ولوالجی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے پھر وہ اپنے ہاتھ کو تین بار تر کرکے اس جگہ پر ملے تو اگر اس کے ہاتھ کی رطوبت متقاطر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ یہ دھونا ہوجائے گا (انتہی) اس کا قیاس یہ ہے کہ گزشتہ فروع میں جس نجاست کا ذکر کیا گیا ہے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو لعاب سے دور کرنا اس وقت جائز ہے جب لعاب قطروں کی طرح گرے کیونکہ اس ازالے کو دھونا قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (انتہی) ان پر سخی بادشاہ کی رحمت ہو۔ انہوں نے کیا ہی اچھا فائدہ پہنچایا۔ ردالمحتار میں ہے کہ جو چیزیں پونچھنے سے صاف ہوجاتی ہیں ان میں سے حجامت کی جگہ باقی رہ گئی۔ ظہیریہ میں ہے جب تین تر اور نرم ٹکڑوں سے پُونچھا تو دھونے کے قائم مقام ہوگا۔ فتح القدیر میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے بچھنہ کی جگہ کے ارد گرد کو بھی اس پر قیاس کیا ہے جب وہ وہ آلودہ ہوجائے اور پانی بہانے سے سوراخ میں جانے کا ڈر ہو۔ بحر میں فرمایا اس کا تقاضا یہ ہے کہ حجامت کی جگہوں کے مسئلے کو اس بات سے مقید کیا جائے کہ جب پانی بہانے سے ضرر کا خوف ہے، اور جو کچھ منقول ہے وہ مطلق ہے (انتہی) قنیہ میں نجم الائمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ پونچھنے پر اکتفا اس وقت ہوگا جب اس سے خون نکلنا بند ہوجائے۔ لیکن خانیہ میں ہے کہ حجامت کی جگہ کو تین تر ٹکڑوں کے ساتھ پونچھا تو جائز ہے

[1] حلیہ

الحلیة عن المحیط[1] الخ۔	شرطیکہ پانی کے قطرے گریں (انتہی) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے اس قول پر مبنی ہے کہ دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ سے حلیہ میں محیط کے حوالے سے نقل کیا۔(ت)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہٰذا لعابِ دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوالِ نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔

وعلیه تبتنی المسائل المذکورة وعلیه مشی الذخیرة والتتمة والظھیریة والمحیط الرضوی وغیرھا۔	اور مسائل مذکورہ اسی پر مبنی ہیں اور ذخیرۃ، تتمہ، ظہیریۃ اور محیط رضوی وغیرہ میں یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

مگر امام ابویوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں۔

وھو الذی مشی علیه فی الخانیة والولوالجیة واختارہ الفقیه ابوجعفر والیه یمیل کلام الفتح ویرد علیه وفاقه الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا یسمی مرورہ سیلانا کما تقدم عن الحلیة۔ **اقول:** وقد لا یساعدہ التعبیر باللحس والاطلاقات او یقال ان امرار الریق باللسان بمنزلة الصب کما ابداہ عذرا عنه فی الغنیة۔ **اقول:** وفیه نظر ظاھر فالظاھر ان وفاقه ھھنا لاجل الضرورة کما مشی علیه فی الغنیة اولًا واللہ تعالٰی اعلم۔	خانیہ اور ولوالجیۃ نے یہی راستہ اختیار کیا۔ فقیہ ابوجعفر نے اسے پسند کیا۔ فتح القدیر کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے لیکن تھوک کے مسائل میں ان کا امام اعظم رحمہ اللہ سے موافق ہونے پر اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے تھوک کے زیادہ ہونے پر محمول کیا جائے جس کے گزرنے کو جاری ہونا کہا جاسکے جیسا کہ حلیہ سے گزرا۔(ت) **اقول:** چاٹنے یا مطلق تھوک کی صورت میں یہ تعبیر اس کی موافقت نہیں کرتی یا کہا جائے کہ لعاب کو زبان کے ساتھ گزارنا بہانے کی طرح ہے جیسا کہ غنیہ میں ان سے عذر پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے۔(ت) **اقول:** یہ بھی واضح طور پر قابلِ اعتراض ہے ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہاں (امام صاحب کی) موافقت کرنا ضرورت کے تحت ہے جیسا کہ غنیہ کے شروع میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

توحاصلِ امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاستِ حقیقیہ پانی لعاب دہن خواہ کسی

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

مائع طاہر سے ہو دھو کر خواہ پُونچھ کر کہ اکثر نہ رہے مطلقًا کافی وموجبِ طہارت ہے پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورت سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پُونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصولِ تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے۔

ھذا ھو التحریر البالغ بتوفیق اللہ تعالٰی وبہ تبین ان تقیید الفتح مسألۃ الفصد بخوف الضرر میل منہ الی مذھب الثانی اوارشاد الی الاحوط والا فعلی مذھب صاحب المذھب لاحاجۃ الیہ ولذا قال فی البحر ان المنقول مطلق وبہ تبین تخصیص العلامۃ الشامی تطہیر المسح بموضع الحجامۃ جمود علی تصویر وقع فی مسألۃ والا فھو لایوافق شیأ من المذاھب لاسیما مذھب صاحب المذھب کما علمت وقداسمعناك من النصوص مافیہ غنیۃ وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی کی توفیق سے یہی تحریر (مقصد تک) پہنچنے والی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پچھنے لگوانے کے مسئلے میں فتح القدیر کا خوفِ ضرر کی قید لگانا ان کا دوسرے مذہب کی طرف میلان ہے یا زیادہ محتاط کی طرف رہنمائی کرنا ہے ورنہ صاحبِ مذہب کے مذہب پر اس کی حمایت نہیں اسی لئے بحر الرائق میں فرمایا کہ منقول مطلق ہے اور اسی سے واضح ہُوا کہ علامہ شامی کا مسح کے ساتھ پاک کرنے کو حجامت کی جگہ سے خاص کرنا صرف اسی صورت سے متعلق ہے جو اس مسئلے میں واقع ہوئی ورنہ وہ کسی مذہب بالخصوص صاحبِ مذہب کے مذہب کے موافق نہیں جیسا کہ تم نے جان لیا اور ہم نے تمہیں بے پروا کردینے والی نصوص سنادیں، وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹: غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضورِ اقدس! پرسوں کوّے کی بِیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اُسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعد کو وضو کیلئے جو پانی لینے کو جانا ہوا تو مٹکے میں بِیٹ پڑی دیکھی پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پُونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اُسی حالت میں صدری رُوئی کی پہن لی اور بٹن بھی لگالیے اب یہ نہیں معلوم کہ پوروں سے صدری بھیگی یا نہیں بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کرسکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں

بلکہ سرے سے وہ پانی ہی جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اس کے بعد بیٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۰: از گلگت مرسلہ سردار امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈّی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈّی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوئر کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں، ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔

لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عينه[1] كالخنزير كما في الفتح القدير وردالمحتار وغيرهما ورعاية الخلاف مستحبة بالاجماع۔	کیونکہ اس جگہ امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔آپ خنزیر کی طرح اس کے بھی نجس عین ہونے کے قائل ہیں جیسے فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے اور اختلاف کی رعایت کرنا بالاجماع مستحب ہے۔(ت)

دُرمختار میں ہے:

شعر الميتة غير الخنزير وعظمها طاهر[2] اھ ملخصًا۔والله تعالٰى اعلم۔	خنزیر کے علاوہ مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں انتہی تلخیص۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۸۱: ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔آداب غلامانہ بجالاکر ملتمس ہوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں بینوا توجروا۔زیادہ حد ادب، کمترین احمد حسین عرف منجھلا عفی عنہ۔

الجواب:

گرامی برادر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔اگر گوبر بالکل دُھل گیا اس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۷

[2] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

مضائقہ نہیں مگر غالبًا اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے۔اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکتے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بُو تھی تو بے شک ناپاک ہے اور اگر رنگ وبُو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اُس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے والسلام والمسئلة فی الھندیة وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (یہ مسئلہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

رسالہ

الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر ۱۳۰۳ھ

(یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کیلئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

از نوابِ گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ الجلیل پنجابی ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سُنا گیا کہ اُس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سُنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولی وشکر *لمن حمد العلی الاکبر*	جس نے بلند و بالاذات کی تعریف کی، مولا تعالٰی نے اسے

شکرک ربنا الذ واحلی* من کل ما یلذ ویستحلی* والصلاۃ والسلام* علی سیدالانام* اعظم یعسوب لنحل الاسلام* عذاب الریق حلو الکلام* منبع شھد یزیل السقام* واٰلہ وصحبہ العظام الفخام* ما اشتفی بالعسل مریض سقیم* واحب الحلو مسلم سلیم* اٰمین*	سنا اور جزا عطا فرمائی۔اے ہمارے رب! ہر اس چیز پر تیرا شکر نہایت لذیذ وشیریں ہے جس سے لذت اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہےاور درود وسلام مخلوق کے سردار پر جو اسلام کے درخت خرما کیلئے شہد کی مکھی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں جن کا لعاب میٹھا اور کلام شیریں ہے شہد کا منبع ہیں، جو بیماریوں کو دُور کردیتا ہے، اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل واصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفاء اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے، آمین۔(ت)

امابعد اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہوا جس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم امور لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق وتنقیح اور حکم شرع کی توضیح وتصریح اس نہج نجیح وطرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلہ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح وآشکار ہوجائے افقرالفقراعبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الخفی الحنفی الوفی وغفرلہ وللمومنین واحسن الیہ والیہم اجمعین (نہایت طاقت والا مولا اسے اپنی کامل اور غیبی مہربانی سے نوازے، اسے اور تمام مومنوں کو بخشش دے اس سے اور تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے۔ت) اس بارہ میں یہ مختصر فتوی لکھتا اور الاحلی عـــہ من السکر لطلبۃ سکر روسر (شکر روسر کے طالب کیلئے یہ رسالہ

عـــہ: من لطائف ھذا الاسم مطابقتہ للسمی من جھۃ ان الرسالۃ کما حکمت علی ھذا السکر بحکمین الحل فی صورۃ والحرمۃ فی اخری کذلك لھذا الاسم وجھان الی کلا الحکمین فالمعنی علی الحل انھا احلی لھم من السکر لتسویغھا لھم ما تشتھیہ انفسھم مع ازالۃ الوساوس ودفع الطعن وعلی الحرمۃ انھا وان نھتھم عن سکر فلم تحرمھم الحلاوۃ فان تحقیق حکم الشرع لذۃ القلب وتناول المشتھیات لذۃ النفس والاولی اھم واعلی فھذہ الرسالۃ احلی لھم من السکر الذی حرم علیھم ۱۲ منہ۔(م)	اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اسم با مسمّٰی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام دو حکم بیان کئے ہیں اسی طرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے۔حلت کے لحاظ سے عوام کیلئے یہ شکر سے زیادہ میٹھا ہے کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کرکے عوام کیلئے شکر کو مرغوب بنادیا ہے، اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کردیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذّت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذّتِ نفس حاصل ہوتی ہے۔پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلٰی ہے اس لئے شکر کو حرام کرنے والا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے ۱۲ منہ (ت)

شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔ت) اس کا تاریخی نام رکھتا ہے وباللّٰه التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک پہنچانا ہے۔ت) پیش از جواب چند مقدمے موضع صواب واسائل جالرشاد من الملک الجواد (فیاض بادشاہ سے رہنمائی کا سوال کرتا ہوں۔ت)

مقدمہ اولٰی:

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کی بھی مطلقًا پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی ۱۲) نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزو بدن ایسا ناپاک کہ اصلًا صلاحیتِ طہارت نہیں رکھتا، اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلًا جو جانور خون سائل نہیں رکھتے اُن کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے تو اس کی آمیزش سے استخواں کیونکر ناپاک ہو سکتے ہیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار وردالمختار شعر المیتة غیر الخنزیر وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها الخالیة عن الدسومة [1] (قید للجمیع کما فی القهستانی فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذا کان فیه دسومة [2]) ودم سمك طاهر [3] انتهت ملخصة۔	تنویر الابصار، در مختار اور ردالمحتار میں ہے "خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈّی، پٹھّے، کُھر اور سینگ جو چربی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے ساتھ ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔ پس اکھاڑے ہُوئے بال اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خُون پاک ہے، انتہت تلخیص (ت)

مگر حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی عـــہ مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزائیہ حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارتِ مستلزم وحلت نہیں جیسے سنکھے یا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانورانِ دریائی کا گوشت وغیرذلک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

عـــہ: یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ ان کا استثنا معلوم ومعروف ۱۲منہ (م)

[1] در مختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۸

[3] در مختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

فی الحاشیة الشامیة اذاکان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکله وهو الصحیح لقوله تعالٰی حرمت علیکم المیتة وهذا جزء منها وقال عــہ۱ علیه الصلاة والسلام انما یحرم من المیتة اکلها اما اذاکان جلد مالایوکل فانه لایجوز اکله اجماعا بحر عن السراج [1] اھ ملخصا۔ وفی الغنیة شرح المنیة عن القنیة حیوان البحر طاهر وان لم یؤکل حتی خنزالبحر ولوکان میتتة [2] اھ۔ وفیها تحت قوله والمسك طاهر حلال زاد قوله حلال لانه لایلزم من الطهارة الحل کما فی التراب منح [3] اھ۔	حاشیہ شامیہ میں ہے جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور یہ اس کا جز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے"۔ اور اگر ایسے جانور کا چمڑا ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالاجماع اس کا کھانا جائز نہیں۔ البحرالرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی) تلخیص۔ اور اسی میں ہے "مشک (کستوری) پاک حلال ہے" کے تحت ہے حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مٹّی میں ہے (منح) اھ۔ اور غنیہ شرح منیہ میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو۔ یہاں تک کہ دریائی خنزیر بھی، اگرچہ مردار ہو۔ اھ (ت)

مقدمہ ثانیہ:

شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلّت عــہ۲ اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ

عــہ: **اقول:** اخرجه احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربة کلهم عن ابن عباس وابن ماجة عن ام المومنین میمونة رضی الله تعالٰی عنهم ۱۲ منه (م) عــہ۲: یعنی سوا بعض اشیاء کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ۱۲ منہ (ت)	**اقول:** اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی سب نے متقارب الفاظ سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۶

[2] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[3] غنیۃ المستملی قبیل سترالعورۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۸

طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نرا ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔ حدیث صحیح میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث [1] رواہ الائمۃ مالك والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزارہا جگہ کام دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع وانکار کرتے اور اُسے حرام یامکروہ یا ناجائز کہتے سنو جان لو کہ بار ثبوت اُس کے ذمّہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اُس کا دعوٰی اُسی پر مردود اور جائز ومباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک باصل موجود، علماء فرماتے ہیں یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیّہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علما وائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کو اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحھا الحدیقۃ الندیۃ للعلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطھارۃ لقولہ سبحٰنہ وتعالٰی ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا والیقین لایزول الشك والظن بل یزول بیقین مثلہ وھذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقھاء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولم ارفیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شك اوظن فی طھارۃ ماء اوطعام	علّامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا فرمایا، اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا لہٰذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں

[1] بخاری شریف باب ماینھی عن القاسد والتدابر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

وغیرذلك ممالیس بنجس العین فذلك الشیئ طاھر فی حق الوضوء وحل الاکل وسائر التصرفات وکذا اذاغلب الظن علی نجاسته الخ اھ ملتقطا[1]۔وفی الاشباہ والنظائر شك فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ[2] الخ وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لامع الشك والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل[3] الخ وفی غمزالعیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لا یزول بالشك قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقه والمسائل المخرجۃ علیھا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقه[4] واکثر۔	جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو تو بھی پاک ہے الخ اھ ملتقطا۔(ت)اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجود نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے الخ اور حدیقہ میں ہے حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلّت ہے الخ علّامہ سید حموی کی غمزالعیون میں ایک قاعدے "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا" کے تحت ہے کہا گیا ہے کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں۔(ت)

مقدمہ ثالثہ:

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعتِ مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبین سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات	احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لئے

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱-۷۱۰

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱-۷۱۰

[4] غمزالعیون مع الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۵

الحرمۃ اوالکراھۃ اللذین لابدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھوالمشرع فی تحریم الخمر امّ الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی [1] وآثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا۔	دلیل کی ضرورت ہے، کو ثابت کرنے کے ذریعے اللہ تعالٰی پر افترا باندھا جائے بلکہ اباحت کے قول میں احتیاط ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود، تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی اھ ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔ (ت)

مقدمہ رابعہ:

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو بہزار ''''تفاوتِ اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کر سُنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہُوا تو یہ کہ فلاں کافرمایا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں زید سے ایک واقعہ سُنیے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا عمرو سے پُوچھیے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا۔ بکر سے دریافت ہوا تو اور تفاوت نکلا۔ علی ھذا القیاس۔ الخ

وماھذا الالما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فشوِ الکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الابعد الاخر وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایأتی علیکم زمان الّا الذی بعدہ شرمنہ حتی تلقوا ربکم [2] اخرجہ احمد ومحمد بن اسمعیل والترمذی والنسائی	اور یہ بات حضور علیہ السلام کی اس خبر کی بنیاد پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو"۔ اسے امام احمد،

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶

[2] بخاری شریف باب لایأتی زمانٌ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم : امس خیر من الیوم خیر من غدو کذلك حتی تقوم الساعۃ[1]۔	محمد بن اسمٰعیل (بخاری)، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: "کل گُزراہوا آج سے بہتر تھا اور آج کادن آنے والے کل سے بہتر ہے، تاقیامت اسی طرح ہوگا"۔(ت)

حدیث موقوف میں ہے شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھُوٹی بات مشہور کردیتا ہے سُننے والا اوروں سے بیان کرتا اور کہتا ہے مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں نام نہیں جانتا۔

مسلم فی مقدمۃ الصحیح عن عامر بن عبدۃ قال قال عبداللّٰہ ان الشیٰطین لیتمثّل فی صورۃ الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولاادری مااسمہ یحدث[2]۔	امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جناب عامر بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کی شکل میں ایک قوم کے پاس آتا ہے اور ان سے جھُوٹی بات بیان کرتا ہے پھر وہ منتشر ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی کو بیان کرتے ہوئے سُنا میں اس کو چہرے سے پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔(ت)

علماء فرماتے ہیں افواہی خبر اگرچہ تمام شہر بیان کرے سننے کے قابل نہیں نہ کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔

الفاضل المصطفی الرحمتی فی صوم حاشیۃ الدر المختار لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کماقد تشیع اخبار یتحدث بھاسائر اھل البلدۃ ولایعلم من اشاعھا کماورد عـــہ ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطٰن بین الجماعۃ فیتکلم	دُرمختار کے حاشیہ (ردالمحتار) میں (استفاضہ کے معنی کے بارے میں) فاضل مصطفٰی رحمتی کا قول منقول ہے کہ محض خبر پھیلنا کہ شائع کرنے والے کا علم نہ ہو (استفاضہ نہیں ہے) جیسے بعض بے بنیاد خبریں لوگوں کی زبان پر عام ہوجاتی ہیں لیکن شائع کرنے والے کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف

عـــہ: قدمنا تخریجہ آنفا منہ (م)	(ہماری طرف سے ابھی اس کی تخریج گزر چکی ہے۔(ت)

[1] مجمع الزوائد باب فیما مضی من الزمان الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۷/ ۲۸۶

[2] مقدمۃ الصحیح لمسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم [1] اھ ملخصا۔	میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کرینگے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سُننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ ملخصا (ت)

سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت وھوکلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع [2] اھ۔	میں کہتا ہوں یہ اچھّا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ "جب اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہوجائے کیونکہ مجرد شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔(ت)

مقدمہ خامسہ:

حلت حرمت طہارت نجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض عــہ نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾ [3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔(ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر۔

قال اللہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ (ت)

عــہ: یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اُس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اُس کا ماخوذ اور لحم حرام وکم من شیئ یثبت ضمناً ولایثبت قصدا ۱۲منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[2] القرآن ۴/ ۱۴۱

[3] القرآن ۴۹/ ۶

دُرمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فتیمم ولایتوضأ ان اخبربھا مسلم عدل منزجرعما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا[1]۔	دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو، خبر دے تو تیمم کرے، وضو نہ کرے۔اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور وفکر کرے انتہی تلخیص۔
وفی العالمگیریة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاھر الروایات وھو الصحیح[2] اھ۔ وفی ردالمحتار عن الھدایة الفاسق متھم والکافر لایلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم[3] اھ۔	اور عالمگیریہ میں کافی ہے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ۔اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔اھ (ت)

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سُن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کرلے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اُس کی یہ بات دل پر کچھ عـــہ جمتی ہوئی ہو کہ جو خُدا کو جھٹلاتا ہے اُس سے بڑھ کر جھُوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں جب کچھ حرج نہ ہو۔

فی فتاوٰی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اھل الذمة لایقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی ھذا الوجه قال	فتاوائے امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمّی (کافر) ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس

عـــہ: کچھ اس لئے کہ مجرد خبر کافر کا بے ملاحظہ امور دیگر جو اس کے مؤیدات وقرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک ٹھیک جمنا کا لمحال ہے ۱۲منہ (م)

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵/۲۴۳

فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولوتوضأ وصلی جازت صلاتہ [1] اھ وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ رجل اشتری لحما فلما قبضہ فاخبرہ مسلم ثقۃ انہ قدخالطہ لحم الخنزیر لم یسعہ ان یاکلہ [2] اھ۔	بات میں سچّا ہے توکتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کرکے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت) اور فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں اھ (ت)
قلت ومفھوم المخالفۃ معتبر فی الکتب کماصرح بہ الائمۃ والعلماء **وفی** ردالمحتار عن الذخیرۃ انہ فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب [3] اھ۔**وفی** شرح التنویر عن شرح النقایۃ والخلاصۃ والخانیۃ اما الکافر اذاغلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب [4] اھ	**میں کہتا ہوں** کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلمانے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وبچار ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے اھ (ت) اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھُوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہادینا زیادہ پسندیدہ ہے اھ (ت)

مقدمہ سادسہ:

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یااُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یاحرام وممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگر یقین ہُوا تواُن کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر نفس شے میں سوا ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرماچکی کماذکرنا فی المقدمۃ الثانیۃ (جیساکہ ہم نے

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمایقبل قول الواحد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۴

[4] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۷

دوسرے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ت) اور توضیحاللمرام مسائل شرح سے اس کے چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس واللہ تعالٰی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار فجار جہاں گنوار نادان بچّے بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر اُن کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتارخانیۃ ثم ردالمحتار من شك فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الأبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار[1] اھ۔ **اقول:** وهذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا هذا لایعیبه عائب ولاینکره منکر فکان اجماعًا۔	تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں، تو جب تک (نجاست لگنے کا) یقین نہ ہو وہ پاک ہے اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن میں سے چھوٹے اور بڑے، مسلمان اور کفار (سب) پیتے ہیں (پاک ہیں) اھ **اقول:** یہ بات پہلے دَور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا اور نہ کوئی منکر اس کا انکار کرتا ہے پس اجماع ہوا۔(ت)

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنوں وخیالات ہیں اُن جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے پھر علما فرماتے ہیں جُوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبًا للقلب (دل کی تسلّی کے لئے) دس بیس ۲۰ عـــہ ڈول تجویز کیے گئے۔

فی الطریقة والحدیقة عن التاترخانیة سئل الامام الخجندی عن رکیة وهی البئر وجدفیها	طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پُوچھا گیا اور یہ ایک

عـــہ: الاول مصرح به بعض الکتب والثانی لضابطة وضعها محمد نظرا الی ان العشرین اقل ماورد کمافی الخانیة وهذا هو الاولی بالاخذ واللہ اعلم ۱۲ منه (م)	پہلے کی تصریح بعض کتب میں موجود ہے اور دوسرا اس ضابطہ کی بناء پر جسے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے وضع کیا ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ احادیث میں وارد شدہ اقوال میں تعداد کے اعتبار سے سب سے کم بیس ۲۰ کا قول ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا اولٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا[1] اھ ملخصاً۔

اقول: بل قدصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ الصلاۃ فی النعال التی کانوا یمشون بھا فی الطرقات[2]۔کمافی حدیث خلع النعال عند احمد وابی داود جمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ واخرج الائمۃ احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسًا اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ[3] قال نعم۔واخرج ابوداود والحاکم وابن حبان والبیھقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحتہ عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعًا وھذا حدیث الاول خالفوا الیھود (وفی روایۃ والنصارٰی) فانھم لایصلون فی نعالھم ولاخفافھم[4] وقد کثرت الاحادیث القولیۃ والفعلیۃ فی ھذا المعنی مرفوعات وموقوفات۔

کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جُوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس میں کب گرا اور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں اھ تلخیص۔

اقول: بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جُوتا اتارنے والی حدیث میں ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔اور امام احمد، بخاری ومسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس سے اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصارٰی کی بھی) کیونکہ وہ اپنے جُوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔(ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل اباد ۲ /۶۷۴
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳ /۹۲
[3] صحیح البخاری باب الصلٰوۃ فی النعال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۵۶
[4] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ فی النعال مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۹۵

قلت وقد افرزت فی هذه المسئلة وتحقیق الحکم فیها کراسة لطیفة تحتوی بعون الملك القوی علی فرائد نظیفة وفوائد شریفة سمیتها جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال حاصل ماحققت فیها ان الصلاة فی الحذاء الجدید والنظیف المصون عن مواضع الدفق ومواقع الریبة تجوز بلاکراهة ولابأس وکذا النعل الهندیة اذا لم تکن صلبة ضیقة تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیها بل قد یقال باستحبابه واما غیر ذلك فیمنع منه ومن المشی بها فی المساجد وان کانت رخصة فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان والله تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک عمدہ کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے میں نے اس کا نام جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال (جُوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی واقفیت کا عمدہ اجمالی بیان۔ت) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ کے مقامات سے محفوظ ہو، بلاکراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہندوستانی جُوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو، بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جُوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مساجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلافِ زمانہ سے بدل جاتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان ہیں بچّوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے پھر فقہا حکم دیتے ہیں جس پانی میں بچّہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

فی المتن والشرح المذکورین کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یده فیه لان الصبیان لایتوقون النجاسة لکن لایحکم بها بالشك والظن حتی لوظهرت عین النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة[1] اھ ملخصا۔	مذکور متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے "اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچّے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچّے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے لیکن شک اور گمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائے گا البتہ عینِ نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہو جائے تو نجاست کا حکم دیا جائے گا اھ ملخصا (ت)

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابون بنتا ہے اس کی کلیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النور الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۱۱

اُس کی بُو پر دوڑتا اور جیسے بن پڑے پیتا اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں ہم اس بناپر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہیں کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہُوا ہی۔

فیھما عن التاتارخانیة عن المحیط البرھانی قدوقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یؤخذ من دھن الکتان ودھن الکتان نجس لانه اوعیته تکون مفتوحة الرأس عادة والفأرة تقصد شربھا وتقع فیھا غالبا ولکنا محشر الحنفیة لانفتی بنجاسة الصابون لانالانفتی بنجاسة الدھن لان وقوع الفأرة مظنون ولانجاسة بالظن[1] اھ ملخصا۔	ان دونوں (طریقہ وحدیقہ) میں بحوالہ تتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کُھلے منہ ہوتے ہیں اور چُوہے اس کو پینا چاہتے ہیں اور اکثر اس میں گر پڑتے ہیں لیکن ہم گروہِ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتوٰی نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتوی نہیں ہے اس لئے کہ چُوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی اھ تلخیص (ت)

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار وہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طھور ومطہر بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے کہ جب طہارت ونظافت میں اہتمام تمام منظور رکھتے ہیں توان سے زائد یہ فضیلت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے پھر علما اُن چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں۔

فی ردالمختار عن التترخانیة طاھر ما یتخذہ اھل الشرك او الجھلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب[2] اھ ملخصا۔	ردالمحتار میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں اھ ملخصا (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رافت ورحمت وتواضع ولینت وتالیف واستمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الامام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ان	امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۷۵/۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۱۱/۱

یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم الی خبز شعیر و اھالۃ سخنۃ فاجابہ[1]۔	کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔(ت)

(٦) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہی ظروف میں شرابیں پئیں سَور چکھیں جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں، پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

فی الحدیقۃ اوعیۃ الیھود والنصارٰی والمجوس لا تخلوعن نجاسۃ لکن لایحکم بھا بالاحتمال والشك[2] اھ ملخصا۔	حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بنا پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا اھ تلخیص (ت)

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام حضور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے۔

احمد فی المسند و ابوداود فی السنن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصیب من آنیۃ المشرکین واسقیتھم ونستمتع بھافلا یعیب ذلك علینا[3]، قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالاٰنیۃ والاسقیۃ من غیر غسلھا فلایعیب علینا فضلا عن نھیہ وھودلیل الطھارۃ وجواز الاستعمال[4] اھ ملخصا۔ **اقول:** بل قدصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التوضؤ من مزادۃ مشرکۃ	امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداؤد نے سُنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام اس بات کو ہمارے لئے معیوب نہ جانتے۔ محقق نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں اور مشکیزوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لئے معیوب نہ سمجھتے، روکنا تو الگ بات ہے۔یہ طہارت اور جوازِ استعمال کی دلیل ہے اھ تلخیص۔(ت) **میں کہتا ہوں،** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار المعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲۷۰/۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۱۱/۲

[3] سنن ابی داؤد باب فی استعمال آنیۃ اھل الکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱۸۰/۲

[4] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۱۲/۲

وعن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصاری لایتوقون الانجاس بل لانجس عندھم الادم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج. الشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصحابۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ توضؤا من مزادۃ امرأۃ مشرکۃ [1]، الشافعی وعبدالرزاق وغیرھما عن سفٰین بن عیینۃ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من ماء فی جرۃ النصرانیۃ [2]۔ **قلت** وقدعلقہ ^{عـــہ} خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ [3] اھ فی الطریقۃ وشرحھا وقال الامام الغزالی فی الاحیاء	اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خونِ حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔امام بخاری ومسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمران بن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عُیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔(ت) **میں کہتا ہوں،** امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے

عـــہ: **اقول:** واذ قد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیہ کما وقع عن الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ازالۃ الخفاء فیہ خفاء کمالایخفی ۱۲ منہ (م)

اقول: جب یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاری نے اسے معضلاً ذکر کیا تو مطلقاً تعلیق کی طرف منسوب کرنے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ازالۃ الخفاء میں واقع ہوا ہے) میں خفاء (غلطی) ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلام اسٹیم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[2] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلام اسٹیم پریس لاہور ۲/۳۳۴

[3] صحیح البخاری باب وضوء الرجل مع امرائتہ وفضل وضوء المرأۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲

سیرۃ الاولین استغراق جمیع لاھم فی تطھیر القلوب والتساھل ای عدم عـــہ المبالاۃ فی تطھیر الظاھر وعدم الاکتراث عـــہ بتنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی ان عمر مع علو منصبه توضأ بماء فی جرۃ نصرانیة مع علمه بان النصاری لایتحامون النجاسة وعادتھم انھم یضعون الخمر فی الجرار[1] اھ ملخصا۔	وضو فرمایا اھ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے "امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا: پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر و غم کا محور دلوں کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سُستی کرتے اور بدن، کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں اھ تلخیص (ت)۔

(۷) تامل کرو کس قدر معدن بے احتیاطی بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار خصوصًا ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہر گز استنجاء کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

فی الدرالمختار ثیاب الفسقة واھل الذمة طاھرۃ[2] وفی الحدیقة سراویل الکفرۃ من الیھود والنصاری و المجوس یغلب علی الظن نجاسته لانھم لایستنجون من غیر ان یأخذ القلب بذلك فتصح الصلاۃ فیه لان الاصل الیقین بالطھارۃ[3] اھ ملخصا۔	درمختار میں ہے فاسق اور ذمّی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں اھ اور حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے اھ تلخیص (ت)

عـــہ۱ : اقول الاولی لفظًا ومعنیً تبدیل العدم بالقلة ۱۲ منه (م) عـــہ۲ : ای قلته ای ترك التعمق فیه ۱۲ منه (م)	میں کہتا ہوں لفظی اور معنوی اعتبار سے بہتری "عدم" کو "قلت" سے تبدیل کردینے میں ہے ۱۲ منہ (ت) یعنی کم پرواہ کرتے یعنی پاکیزگی میں کوشش کو ترک کرتے تھے۔(ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الدقۃ امر الطھارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۸
[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷
[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطھارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ لباس غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون وساوس کو دخل نہیں دیتے۔

فی الحلیۃ التوارث جارفیما بین المسلمین فی الصلوۃ بالثیاب المغنومۃ من الکفرۃ قبل الغسل[1] اھ	حلیہ میں ہے کہ کفار سے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل سے چلاآرہا ہے اھ (ت)

یہ سات ۷ نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو تو وجہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کرآئے کہ طہارت وعلت اصل ومتیقن اور ازالہ یقین کو یقین ہی متعین۔ **ولہذا** عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لئے ادنٰی احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہر گز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکمِ نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کی امثال اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں قطعًا حکمِ طہارت ہے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آبِ کثیر میں اُتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہو گیا ہو۔

فی حاشیۃ ابن عابدین افندی رحمہ اللہ تعالٰی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح[2] اھ۔ یقول العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی لہ علقت ھھنا علی ھامش ردالمحتار مانصہ۔	حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے: "البحر الرائق میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہو گئی ہو علاوہ ازیں طہارت اصل ہے اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ۔ بندہ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیے پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (ت)

[1] حلیۃ المحلی

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

اقول: لولاھیبۃ العلامۃ المحقق علی الاطلاق مقارب الاجتھاد صاحب الفتح رضی اللہ تعالٰی عنہ لقلت ان ھذا الاحتمال انما یتمشی فی السوائم اوفی بعضھا اما العلوفۃ فلاتخفی احوالھا علی مقتنیھا غالبًا والحکم عام فلا بد من توجیہ اٰخر ویظھر لی عــہ واللہ تعالٰی اعلم ان ھذا الاشتمال انما ھو ظاھر یغلب علی الظن من غیران یبلغ درجۃ الیقین لان البول لاینزل علی الافخاذ والقرب غیر قاض بالتلوث دائما وھی ربما تتفاج وتنخفض حین الاھراق فلم یحصل العلم بالنجاسۃ والی ھذا یشیر اٰخر کلام المحقق حیث یقول وقیل ینزح من الشاۃ کلہ والقواعد تنبو عنہ مالم یعلم یقینا تنجسھا [1] اھ نعم الظھور المفضی الی غلبۃ الظن یقضی باستحباب التنزہ وھذا لاشك فیہ قد استحبوا فی ھذہ المسئلۃ نزح عشرین دلوا کما نص علیہ فی الخانیۃ [2] فافھم. واللہ تعالٰی اعلم اھ ماعلقتہ علی الھامش

اقول: اگر محقق علی الاطلاق اور منصب اجتہاد کا قُرب رکھنے والے صاحبِ فتح القدیر کی ہیبت کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گھر میں چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لہٰذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی. اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے لگاہونا ظاہرًا غلبہ ظن ہے درجہ یقین کو نہیں پہنچتا کیوں کہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے بہا دیتے ہیں لہٰذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلامِ محقق کا آخری حصّہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری (کے گرنے) سے پُورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبہ ظن تک پہنچائے

عــہ: ثم ان المولی سبحٰنہ وتعالٰی فتح وجھا اٰخر شافیا کافیا ابلج ازھر کماقدمناہ فی فصل البیر والحمدللہ اللطیف الخبیر فراجعہ فانہ مھم کبیر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

پھر مولیٰ سبحٰنہ نے ایک دوسری وجہ ظاہر فرمائی جو شافی، کافی، واضح اور روشن ہے جیسا کہ ہم نے اسے فصل فی البئر میں پہلے ذکر کیا ہے، اور سب خُوبیاں اللہ لطیف وخبیر کے لئے ہیں پس اس کی طرف رجوع کرو کہ یہ ایک بڑا معاملہ ہے۔ (ت)

[1] فتح القدیر فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۹۲
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

لکن لایعکر به علی ماا ردنا اثباته ھھنا من ان المعھود من العلماء ابداء الاحتمال للحکم بالطھارۃ دون العکس فان ھذا حاصل بعد کمالیس یخاف علی ذی فھم۔	پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں فقہاء کرام نے اس مسئلے میں بیس ۲۰ ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ خانیہ میں اسے بیان کیا۔پس سمجھ لو،اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اھ یہ وہ ہے جو میں نے حاشیے پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہے جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علماء سے معروف ہے کہ احتمال، حکمِ طہارت کو ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے کہ نہ کہ اس کا عکس۔اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیسا کہ کسی بھی ذی فہم پر مخفی نہیں۔(ت)

مقدمہ سابعہ:

شدّت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبہ وقوع وکثرت شیوع ہو بیشک باعثِ غلبہ ظن اور ظن غالب شرعًا معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام، مگر اس کی دو [۲] صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم وجود یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پُورا مزاحم ورافع ہوگا اور غالبًا اصطلاح علما میں غالب ظن واکبر رای اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

فی غمزالعیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشك لغۃ مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وھو الوقوف بین الشیئین بحیث لایمیل القلب الی احدھما فان ترجح احدھما ولم یطرح الاٰخر فھو ظن فان طرحه فھو غالب الظن وھو بمنزلۃ الیقین وان لم یترجح فھو وھم۔ولبعض متأخری اصولیین عبارۃ اخری اوجز مماذکرناہ مع زیادۃ علی	الاشباہ والنظائر کی شرح غمزالعیون والبصائر میں ہے "شک، لغت میں مطلق تردّد کو کہتے ہیں اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا اور دو چیزوں کے درمیان یوں ٹھہر جانا کہ دل، ان میں سے ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہوجائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظنِ غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے (ت) بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے

ذلك وھی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجویز امرین احدھما اقوی من الاٰخر والوھم تجویز امرین احدھما اضعف من الاٰخر والشك تجویز امرین لامزیة لاحدھما علی الاٰخر انتھی[1] اھ ملخصا۔

لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین، دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو اعتقاد، دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیلِ قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ ظن، دو۲ باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔ وہم، دو۲ باتوں کا (اس طرح) جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک، دوسری کی نسبت ضعیف ہو۔ اور شک، دو۲ باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو اھ ملخصا۔

اقول: وباللہ التوفیق انما یتعلق غرضنا من ھذہ العبارة بماذکر السید الفاضل رحمه اللہ تعالٰی من التفرقة بین الظن وغالب الظن واما بقیة کلام فماشٍ علی المعھود من العلماءِ الکرام من عدم التعمق فی الالفاظ عند اتضاح المرام ولا بأس ان اذکرہ اشباعًا للفائدة وان کان اجنبیا عن المقام۔(قوله رحمه اللہ تعالٰی استواء طرفی الشیئ اقول تفسیر بالاعم فانه یشمل المعقول والمحسوس کاستواء طرفی حوض مربع مثلا ولوزید عندالعقل لما نفع ایضا لان المربع کمایستوی طرفاہ فی الخارج فکذا فی الذھن بل لوقیل استواء

میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے ان کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظنِ غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کلام کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماءِ کرام کے درمیان معروف ہے کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور وفکر نہیں کیا جاتا اور اگر میں فائدے میں سَیری حاصل کرنے کے لئے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔

ان کے قول "کسی چیز کی دونوں طرفوں کے برابر ہونے" کے بارے میں مَیں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ "عندالعقل" کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں، اور اگر "استواء

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، الفن الاول من القاعدۃ الثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۴

<table>
<tr>
<td>طرفی المعقول لم یتم ایضا لصدقه علی الحوض المذکور فی مرتبة المعلوم سواء قلنا بحصول الاشیاء بانفسها کما لحج به کثیر من اتباع الفلاسفة اوباشباحها کما هو الحق ولبقاء الطرفین علی العموم وانما المقصود الایجاب والسلب ولبقاء الاستواء علی الاطلاق وانما المراد فی میل القلب من جهة الحکم لامن جهة اخری کملاء مة غرض وغیره۔(قوله وهو الوقوف الخ) **اقول**: هذا کذلك فیعم مثلا وقوف السالك بین طریقین الی بلد لایمیل قلبه الی احدهما وغیرذلک۔(قوله فان ترجح احدهما الخ) اقول یشمل المستحب مثلا ففعله مترجح علی ترکه مع ان الترك غیر مطروح ویجری فی الامور العادیة والطبعیة وغیرذلك فربما یعرض للانسان شیأان فی الطعام واللباس والدواء والنکاح وغیرها وهوامیل وارغب الی احدهما منه الی الاٰخر من دون ان یطرح الاٰخر۔(قوله فان طرحة الخ)</td>
<td>طرفی المعقول" (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر) کی قید لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبہ معلوم میں یہ حوض مذکور پر صادق آتی ہے چاہے ہم ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعینِ فلاسفہ نے اسے اختیار کیا یا مشابہ ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ یہی حق ہے یہ تعریف اس لئے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں اطراف عموم پر باقی رہتی ہیں حالانکہ مقصود تو ایجاب اور سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی تعریف کامل نہیں حالانکہ میلانِ قلب میں حکم کا اعتبار مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ مراد نہیں ہے۔ان کا قول"وهو الوقوف" (اور وہ ٹھہرنا ہے)، میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی شامل ہوسکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو۲ راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی (مراد ہوسکتا ہے) ان کے قول"فان ترجح احدهما" (اگر ان میں سے ایک راجح ہوجائے) کے بارے میں **مَیں کہتا ہوں** مثال کے طور پر یہ مستحب کو بھی شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا، چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے اور یہ طبعی وعادی امور اور اس کے علاوہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔بعض اوقات انسان کے سامنے دو۲ چیزیں ہوتی ہیں اشیاءِ خوردنی ولباس ودواونکاح وغیرہ میں وہ ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ میلان رکھتا ہے لیکن دُوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ان کے قول"فان طرحه" (اگر وہ اسے چھوڑ دے)</td>
</tr>
</table>

اقول: یصدق علی الواجب وکذا الکلام فی الامور بالغیر الشرعیۃ علی ان الظن اعم من غالب الظن ولاشك فی صحۃ اطلاق الاول علی الاٰخر والمراد بالمقابلۃ بینھما کماذکر ان ھذا القسم یختص بھذا الاسم۔

(قولہ وان لم یترجح فھو وھم) **اقول**: عدم الترجح یشمل الاستواء ثم الاحسن ترتیب الظن والوھم معًا علٰی شیئ واحد وھو ترجح احد الجانبین اذ لاینفك کل منھما عن صاحبہ وجودا فھما متلازمان تحققا وان تباینا صدقا فکان الاسلم ان یقول فان ترجح احدھما علی الاٰخر فالراجح مظنون ویخص بالغالب ان طرح الاٰخر والمرجوح مرھوم۔(قولہ مع زیادۃ علی ذٰلک) اقول ظاھرہ انہ اتی بجمیع مامر و زاد مع انہ زاد شیأً ونقص اٰخر اعنی التفرقۃ بین الظن وغالبہ۔(قولہ و الاعتقاد جزم القلب) **اقول**: المعروف شمول الاعتقاد للظن عن ھذا تسعھم یعرفون الظن بالاعتقاد الراجح کمانص علیہ فی شرح

کے بارے میں **میں کہتا ہوں** کہ یہ واجب پر بھی صادق آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہوسکتا ہے علاوہ ازیں ظن، ظنِ غالب سے عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور ان دونوں میں مقابلہ سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اس نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ان کے قول "وان لم یترجح فھو وھم" (اگر ایک جانب راجح نہ ہو تو وہم ہے) کے بارے میں کہتا ہوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وہم اکٹھے ایک چیز پر مرتّب ہوتے ہیں اور وہ دو۲ جانبوں میں سے ایک کا راجح ہونا ہے کیونکہ وجودی طور پر ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے جُدا نہیں ہوتا پس تحقیق کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اگرچہ صدق کے اعتبار سے جُدا جدا ہوں، لہٰذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے "اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر راجح ہو تو وہ ظن ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو غالب کے ساتھ مختص ہوگا (ظن غالب ہوگا) اور جسے ترجیح حاصل نہیں ہوئی وہ موہوم ہوگا۔ان کے قول "مع زیادۃ علی ذلک" (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) کے بارے میں مَیں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ، گزشتہ تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور غالب ظن کے درمیان فرق کا بیان کم کردیا۔ان کے قول "والاعتقاد جزم القلب" (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے) کے بارے میں مَیں کہتا ہوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد،

المواقف من المقصد الاول من المرصد الخامس من الموقف الاول اللھم الا ان یصطلح علی تخصیصه بالجازم قلت وقد یشھد له قولھم ان الاٰحاد لا تفید الاعتقاد فافھم۔

(قوله من غیر استناد الخ) **اقول:** الله اعلم بما افاد من قصر الاعتقاد علی التقلید اما نحن قد رأینا ان علم الاصول یقال له علم العقائد وربما نسمع الائمة یقولون نعتقد کذا الدلیل کذا واعتقدنا کذالبرھان کذا وھذا الامام الاعظم رحمه الله تعالٰی یقول فی صدر الفقه الاکبر اصل التوحید ومایصح الاعتقاد علیه[1] الخ افتری ان المعنی مایصح الجزم به من دون استناد الی قاطع (قوله والظن تجویز امرین الخ) **اقول:** یشمل تجویز العزیمة والرخصه والعزیمة اقوی۔(قوله والوھم الخ) **اقول اولًا** یشمل تجویز الرخصه والعزیمة والرخصه اضعف **وثانیا**

ظن کو بھی شامل ہے اسی لئے تم ان سے سُنوگے کہ وہ ظن کی تعریف، اعتقاد راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ اپنی اصطلاح بنالیں۔ میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین) کا قول کہ خبر واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی، شہادت ہے، سمجھ لو۔ان کے قول "من غیر استناد" (کسی نسبت واضافت کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقلید پر بند کردیا ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ علمِ اصول کو علم العقائد کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہم فلاں دلیل کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں برہان کی بنیاد پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں اصل توحید اور ہے جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف نسبت کیے بغیر جس پر جزم صحیح ہو؟ان کے قول "والظن تجویز امرین" (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے) الخ کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ان کے قول "والوھم الخ" (اور وہم الخ) کے متعلق میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت وعزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت

[1] فقہ اکبر شروع کتاب مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۲

لافرق بین تفسیری الظن والوھم فتجویز امرین احدھما اقوی ھو بعینه تجویز امرین احدھما اضعف۔(قوله والشك الخ) **اقول**: یشمل الاباحة والتخییر وبالجملة فلا یخلو شیئ من التفاسیر الثمانیة المذکورۃ للشك والوھم والظن من الشکوك فالاوضح الاخصر فی حدھا ما **اقول**: اذا لم تجزم فی حکم بایجاب ولا سلب فان استوےیا عندك فھو الشك والا فالمرجوح موھوم والراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحیث طرح القلب الجانب الاٰخر فھو غالب الظن واکبر الرأی واللہ تعالٰی اعلم ولنرجع الی ماکنافیه۔	زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وہم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو۲ باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہٖ ان دو۲ باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو۔ان کے قول "والشک" (اور شک۔آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت وتخییر کو شامل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شک وہم اور ظن کے بارے میں مذکورہ آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لہٰذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وہ ہے جو میں کہتا ہوں (یعنی) جب ایجاب وسلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم اور راجح مظنون ہوگا۔اور اگر ترجیح اس حد کو پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہے جس میں ہم تھے۔(ت)

دُوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف وقلّت یہ صورت نہ یقین کاکام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبہ شک وتردّد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلماتِ علماء میں کبھی اسے بھی ظنِ غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقۃً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبہ ظن۔

بفی الحدیقة الندیة غالب الظن اذا لم یأخذ به القلب فھو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك [1] اھ وفی شرح المواقف الظن ھو المعبر عنه بغلبة الظن لان الرجحان ماخوذ فی حقیقته فان ماھیته ھو	حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اھ اور شرح مواقف میں ہے ظن ہی کو غلبہ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے اس لئے اس کی

[1] الحدیقۃالندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۱۱

الاعتقاد الراجح فکانہ قیل اوغلبۃ الاعتقاد التی ھی الظن وفائدۃ العدول الی ھذہ العبارۃ ھی التنبیہ علی ان الغلبۃ ای الرجحان ماخوذۃ فی ماھیتہ[1] اھ۔	ماہیت اعتقاد راجح ہی ہے گویا کہا گیا" یا غلبہ اعتقاد جو ظن ہے"اور اس عبارت کی طرف رُخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنے پائے جاتے ہیں اھ (ت)

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر وافضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب ومتحتم ہوجائے دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچّوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ وکثرت ووفور وشدّت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات وغالب احوال تلوث وتنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس" بیس" دفعہ مگر ازانجاکہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہٰذا علمانے تصریح کی کہ اس پانی سے وضواور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز اور فاعل زنہار آثم ومستحق عقاب نہیں اور اُس غلبہ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یوں سہی پر تحقیق وتیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتّہ باعتبار غلبہ وظہور احتراز افضل وبہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحھا لکن ھنا ای فی غلبۃ الظن من غیران یأخذ بہ القلب لےیستحب الاحتراز عنہ ویکرہ تنزیھا استعمالہ کسراویل الکفرۃ وسؤر الدجاجۃ المخلاۃ والماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ واوانی المشرکین وقال فی الذخیرۃ یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ فانھم یستحلون شرب الخمر واکل المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذلك ویاکلون فی قصاعھم واوانیھم فیکرہ للمسلمین الاکل والشرب	طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے"لیکن یہاں پر یعنی غلبہ ظن میں کہ اسے دل قبول نہ کرتا ہو اس سے احتراز مستحب ہے اور اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جیسے کفار کی شلوار پاجامے، گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھُوٹا، وہ پانی جس میں بچّہ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن، ذخیرہ میں فرمایا"مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر غالبًا نجس ہیں وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کو حلال جانتے، اسے کھاتے پیتے اور اپنے پیالوں اور دوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں پس ان کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا

[1] شرح المواقف المرصد الخامس مقصد الثانی قم ایران ۱/ ۴۹۸۔۴۹۹

فیھا قبل الغسل ثلاث مرات۔وذٰلك مقدار مایغلب علی ظنه انھا طھرت لوکانت متحققة النجاسة دفعا للوسواس اعتبارا للظاھر من حال تلك الاوانی کماکرہ التوضی بسؤر الدجاجة المخلاة لانھا لاتتوقی عن النجاسة فی الغالب والظاھر المتبادر للافھام لعدم تمییزھا وعدم تحاشیھا عن استعمال ذلك وکماکرہ التوضی بماء قلیل ادخل الصبی یدہ فیه لانه لایتوقی من النجاسة فی الظاھر المتبادر والغالب الکثیر المعتاد وکماکرہ الصلاۃ فی سراویل المشرکین اعتبارا للظاھر فانھم لایستنجون اذابالوا و تغوطوا وکان الظاھر من سراویلھم النجاسة ومع ھذا ای کون الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسة لواکل اوشرب فیھا قبل الغسل جاز ولایکون اٰکلا ولاشاربا حراما لان الطھارۃ اصل لان اللہ تعالٰی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة عارضة فاصل البول ماء طاھر وکذلك الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسة فیجری علی الاصل المحقق حتی یعلم بحدوث العارض وما یقول الانسان بان الظاھر الغالب فی الاشیاء المذکورۃ النجاسة قلنا نعم	استعمال مکروہ ہے۔اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر ان برتنوں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہوجائے اس طرح ان برتنوں کے ظاہری حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دُور ہوجائے گا جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کے جھُوٹے سے وضو مکروہ ہے کیونکہ عام طور پر وہ نجاست سے نہیں بچتی۔اور ذہنوں میں ظاہر و متبادر بات یہ ہے کہ وہ اس (نجاست) کے استعمال میں نہ تمیز کرتی ہے اور نہ ہی اس سے بچتی ہے۔اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے جس میں بچّہ نے اپنے ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچتا۔اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت کے بعد استنجاء نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری حال ناپاکی ہے اور اس کے باوجود یعنی ان کے برتنوں کے بارے میں ظاہر و غالب یہی ہے کہ وہ ناپاک ہیں، اگر دھونے سے پہلے ان میں کھایا یا پیا تو جائز ہے اور کھانا پینا حرام نہ ہوگا کیونکہ طہارت اصل ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا نجاست (بعد میں) لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی اصل پاک پانی ہے اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوئی پس حکم اصل پر جاری ہوگئی جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے کا علم ہوجائے۔اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہرًا مذکورہ اشیا میں گمان نجاست ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت

لکن الطهارة ثابتة بیقین والیقین لایزول الابیقین مثله انتهی ثم قال فی الذخیرة ولاباس بطعام الیهود والنصارٰی کله من غیر استثناء طعام دون طعام اذاکان مباحا من الذبائح وغیرها لقوله تعالٰی وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم من غیر تفصیل فی الاٰیة بین الذبیحة وغیرها وبین اهل الحرب وغیر اهل الحرب وبین بنی اسرائیل کنصارٰی العرب ولابأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة وقال فی الذخیرة فی موضع اٰخر روی عن ابن سیرین رحمه الله تعالٰی ان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کانوا یظهرون ویغلبون علی المشرکین ویأکلون ویشربون فی اوانیهم ولم ینقل انهم کانوا یغسلونها وروی عن اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لماهجموا علی باب کسری وجدوا فی مطبخه قدورا فیها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقیل لهم انها مرقة فاکلوا وبعثوا بشیئ من ذلك الی عمر رضی الله تعالٰی عنه فتناول عمر رضی الله تعالٰی عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه ای بقیة الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم منه ایضا فالصحابة رضی الله تعالٰی عنهم اکلوا من الطعام الذی طبخوا المجوس لان الاصل حل الاکل ولاتثبت الحرمة بالظن وطبخوا ای الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم فی قدورهم قبل الغسل والدلیل له ان الطهارة اصل

یقین سے ثابت ہے اور یقین یقین کامل کے ساتھ زائل ہوتا ہے اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا: "یہود ونصارٰی کے تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ کھانا ہو وہ نہ ہو جبکہ وہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سوا، کیونکہ اللہ تعالٰی کاارشاد ہے: "اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے" آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیر ذبیحہ، اہلِ حرب، غیر اہلِ حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں کے ذبیحہ کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سرین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حملہ کرکے مشرکین پر غالب آتے تو ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات منقول نہیں کہ وہ ان کو دھو کر استعمال کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کسرٰی کے دروازے پر جمع ہوئے تو ان کے باورچی خانہ میں ہانڈیاں پائیں جن میں طرح طرح کے کھانے تھے انہوں نے ان کے بارے میں پُوچھا تو بتایا گیا کہ یہ شوربہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے بھی اسے تناول فرمایا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کھانے سے کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اُسکا کھانا حلال ہے اور گمان سے حُرمت ثابت نہیں ہوتی نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے ان میں پکایا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ طہارت اصل ہے

والنجاسة عارضة وقدوقع الشك فی العارض ولاترتفع الطهارة الثابتة بقضية الاصل ومايقول القائل ان الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولكن الطهارة كانت ثابتة بيقين واليقين لايزول بالشك والظن الايبقين الايرى انه اذا اصاب عضوانسان اوثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة اوالماء القليل الذی ادخل الصبی يده اورجله فيه وصلی مع ذلك جازت صلاته واذاصلی فی سراويل المشركين جازت ايضا لاناقد تيقنا الطهارة وشككنا فی النجاسة فلم تثبت بالشك كذا هنا فی طعام المجوس وقدورهم لاتثبت النجاسة بالشك وان كان الاحتياط عدم ذلك فی نظيره ولانقول بهذا فی واقعة الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لاحتمال معارضة هذا الاحتياط امر اٰخر كالحاجة الی الطعام فی ذلك الوقت اوبيان الجواز للقاصر لانهم من اهل القدوة كماقال عليه الصلاة والسلام عليكم بسنّتی وسنّة الخلفاء الراشدين من بعدی انتهی مانقله عن الذخيرة[1] اھ مانقلته عنهما بتلخيص و

اور نجاست لاحق ہونے والی اور اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہُوا جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے، ختم نہیں ہوگی۔ اور وہ جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر، نجاست ہی ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین کے ساتھ ثابت ہوئی تھی اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین سے دُور ہوتا ہے کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کا جھُوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے پس وہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہانڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوتی اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدمِ طہارت ہی ہے اور صحابہ کرام کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لئے بیانِ جواز، کیونکہ وہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتداء کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہے" اھ جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے وہ مکمّل ہوگیا۔ جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور

[1] الحدیقۃ الندیہ والنوع الرابع فی اختلاف الفقہاء مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱۷

التقاط وھو کماتری کلام نفیس یفید النفائس ویبید الوساوس واللہ الحافظ من شر الدسائس۔

انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے وہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے جو عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا اور وسوسوں کو دُور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سازشوں کے شر سے حفاظت فرمانے والا ہے۔(ت)

اقول: ومما ینبغی التنبه له ان قوله فیمامر انه لم ینقل عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم کانوا یغسلون اوانی الغنائم وقصاعھا کانه اراد به الادامة والالتزام والا فقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الامر بغسلھا احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وغیرھم عن ابی ثعلبة رضی اللہ تعالٰی عنه قال قلت یارسول اللہ انا بارض قوم اھل کتاب افناکل فی اٰنیتھم قال ان وجدتم غیرھا فلا تأکلوا فیھا وان لم تجدوا فاغسلوھا وکلوا فیھا [1] وفی لفظ ابی داؤد انھم یأکلون لحم الخنزیر ویشربون الخمر فکیف نصنع باٰنیتھم وقدورھم [2] الحدیث

اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں اس بات پر آگاہی مناسب ہے کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے تھے، ان سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟آپ نے فرمایا: اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھو کر ان میں کھالو۔ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث)

وفی احدی روایتی ابی عیسٰی سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن قدور المجوس

ابو عیسٰی کی دو ۲ روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی

---

[1] بخاری شریف کتاب الذبائح باب صید القوس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۲/ ۸۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۴

فقال انقوها غسلا واطبخوا فيها[1]۔

وعند احمد عن ابن عمر ان اباثعلبة رضی الله تعالٰی عنهم سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم افتنا فی اٰنیة المجوس اذا اضطررنا الیها قال اذا اضطررتم الیها فاغسلوها بالماء واطبخوا فیها[2]۔فاذا ثبت الامر فقدثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصه اذ ما کانوا لیخالفوا امر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یأتمروا به ابدا هذا ومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی هذا الحدیث للندب والنهی للتنزیه والله تعالٰی اعلم۔

ہانڈیوں کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم بتایئے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی سے دھو کر اِن میں پکاؤ۔ جب حکم ثابت ہوا تو عملًا دھونا بھی ثابت ہوگیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ ہمیشہ بجالاتے اسے اختیار کیجئے۔ اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہوجائیگا کہ امر، استحباب کے لئے ہے اور نہی تنزیہ کے لئے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرة بالاختصار قال العبد اصلحه الله تعالٰی ومَاابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الهنود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم وان نساء هم لایتوقین عن السرقین وکذا یأکلون لحم ماقتلوه

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا بندہ عرض کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرہ، دُودھ، پنیر اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کے برتنوں کے (نجاست سے) ملوث ہونے کا احتمال ہے ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت

[1] ترمذی شریف باب جاء فی الاکل فی اٰنیۃ الکفار آفتاب عالم پریس مطبع مجتبائی لاہور ۲/۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۴

وذلك ميتة فالاباحة فتوٰى والتحرز تقوٰى [1] اھ ملخصا **اقول**: واراد بالاباحة ما لا اثم فيه وبالتقوی الرعة فافهم۔

کھاتے ہیں اور یہ مردار ہوتا ہے پس فتوٰی کے اعتبار سے وہ مباح ہے لیکن تقوٰی یہ ہے کہ اجتناب کرے اھ ملخصا اقول اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو اور تقوٰی سے مراد شبہات سے بچنا ہے پس سمجھ لو۔(ت)

فائدۃ جليلة: يقول العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف اعلم ان هذا الذی جزمنا به وعولنا عليه فيما مر من ان المكروه تنزيها ليس من الاثم فی شی لا كبيرة ولا صغيرة ولا يستحق العبد به معاقبة ما لا كثيرة ولا يسيرة هو الحق الناصع الذی لا محيد منه وبه صرح غير واحد من العلماء ففی حظر ردالمحتار تحت قوله اما المكروه كراهة تنزيه فالی الحل اقرب اتفاقا بمعنی انه لا يعاقب فاعله اصلا لكن يثاب تاركه ادنی ثواب تلويح [2] اھ۔

عظیم فائدہ: بندہ ضعیف، اس پر لُطف و کرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا نہ زیادہ کا اور نہ ہی کم کا، یہی واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی اور متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے ردالمحتار کے باب الحظر میں اما المکروہ کراھۃ تنزیۃ کے تحت ہے کہ بالاتفاق حلّت کے زیادہ قریب ہے یعنی اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن تارک کو کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا، تلویح اھ۔(ت)

اقول :والی الحل اقرب يعنی الاباحة والافالحل المقابل للحرمة ثابت لا شك وفيه اٰخر الاشربة عن العلامة ابی السعود المكروه تنزيها يجامع الاباحة [3] اھ

اقول: حلت کے زیادہ قریب ہونے سے مراد اباحت ہے ورنہ وہ حُلّت جو حُرمت کے مقابلے میں ہے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابوالسعود سے نقل کیا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اھ (ت)

اقول : يعنی الاساغة وعدم الحظر ونفی الحرج وسلب الحجر والا فاستواء الطرفين يباين ترجح احد الجانبين ولو

اقول: اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگرچہ

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] ردالمحتار کتاب الحظر و بالاحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۱۴

[3] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۷

دون عزم وفیه من الصلاۃ الظاھر انه اراد بالمباح مالایمنع فلا ینافی کراھة التنزیه[1] اھ۔

وفی شرح الطوالع من بحث العصمة ترك الاولی لیس بذنب فالاولی ومایقابله یشترکان فی اباحة الفعل[2] اھ۔ **اقول:** والمعنی ماذکرنا اعنی الرخصه وعدم التشدید المعبر عنه بنفی البأس وانت تعلم ان لوکان اثما لماجامع الاباحة اذلاشیئ من الاثم بمباح ولکان مما یمنع فان کل اثم ولوصغیرۃ محظور ولما جاز التعبیر عنه بلا بأس به اذ ما من اثم اِلّا وفیه بأس ولماساغ الجزم بنفی العقاب علیه فقد ثبت فی العقائد تجویز العقاب علی الصغائر نعم قد افصح العلماء ان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3]۔ کمافی صلاۃ ردالمحتار عن البحر صاحب البحر فی بعض رسائله وھو المستفاد من کلمات غیرہ فی ھذا المقام۔ وقدزلت قدم بعض^{عـه} المشاھیر من ابناء العصر فزعم ان المکروہ تنزیها صغیرۃ فاذا اصر

قصداً نہ ہو۔ اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے "ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ راہتِ تنزیہی کے منافی نہ ہوگا" اھ۔ شرح الطوالع کی بحث عصمۃ میں ہے کہ اولیٰ کا چھوڑنا گناہ نہیں پس اولیٰ اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر ہیں اھ،

اقول: جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب رخصت اور عدم تشدید ہے جس کو "لاباس به" سے تعبیر کیا گیا ہے اور تُو جانتا ہے کہ اگر وہ گناہ ہوتا تو مباح کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں، اور وہ ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لاباس به" کے ساتھ اس کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب کی نفی کا جزم نہ کرتے کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ ہاں علماء نے واضح کیا ہے کہ ہر مکروہِ تحریمہ صغائر سے ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحب البحرالرائق نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے اس مقام پر دوسروں کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض علماءِ عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلاً

عـه: یعنی المولوی عبدالحی اللکنوی فی رسالة فی شرب الدخان ۱۲ منه (م)

یعنی مولوی عبدالحٰی لکھنوی سے اپنے رسالہ فی شرب الدخان میں لغزش ہوئی۔ (ت)

[1] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۵/۳۲۷

[2] شرح الطوالع

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریما من الصغائر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵۶

یکون کبیرۃ کما نص علیہ فی رسالۃ لہ وقد استوفینا الکلام علی ھذا المرام فی رسالۃ [عــہ] اخری واللہ الموفق۔	مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ) سے لغزش ہوئی۔اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے (شرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پُورا کلام کیا ہے۔اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔(ت)

مقدمہ ثامنہ:

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اُسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومحقق ہو کر یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبہ ظن سے ذاہب وزائل ہوگیا مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا و لہٰذا علماء نے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اُس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔

فی الدرالمختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ [1] اھ وفی الحلیۃ عن	دُرمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کیلئے پیشاب

عــہ: ثم الفنا فیہ بتوفیق اللہ تعالٰی رسالۃ مستقلۃ سمیناھا جمل مجلّیہ ان المکروہ ۱۳۰۴ھ تنزیھا لیس بمعصیہ ۱۲ منہ (م)	اللہ تعالٰی کی توفیق سے پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیہ رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجه اهل فارس لا تجوز الصلاۃ فیه لانهم یستعملون فیه البول عند النسج ویزعمون انه یزید فی تزینه ثم لایغسلونه فان الغسل یفسده[1] الخ	استعمال کرتے ہیں اھ ،اور حلیہ میں بدائع سے منقول ہے انہوں نے کہا اہل فارس جو دیباج بُنتے ہیں اُس میں نماز جائز نہیں کیونکہ وہ بُنتے وقت اُس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے پھر وہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ دھونے سے وہ خراب ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں تو اس بناپر ہر گز ہر گز حکم تحریم وتنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افراد محفوظ سے ہو اور اصل متیقن طہارت وحُلّت تو شکوک وظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو مطعوم وملبوس وظروف کفار کی نسبت یقینِ کامل نہیں کہ بے شُبہہ اُن میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہُوا تو وجہ وہی ہے کہ اُن کے طعام ولباس وظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔

فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامة تتعلق بعین مافیه النظر مطرح[2] اھ۔	احیاء العلوم میں ہے وہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے اھ (ت)

واضح تر سُنیے مجمع الفتاوٰی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خُون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو نوع کی نسبت کس درجہ وضاحت وصراحت کے ساتھ وقوع نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں ان کے خشک وتر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الطریقة عنه وفیها فی الغنیة وغیرها عن القنیة الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولایغسل مذبحها ولا تتوق النجاسات	الطریقۃ المحمدیۃ میں اس (مجموعۃ الفتاوٰی) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ غنیہ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں جن چمڑوں کو دباغت

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر به المحل نجسًا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱/۱
[2] احیاء علوم الدین المشار الثانی للشبہۃ مطبوعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۱۰۶/۲

فی دبغھا ویلقونھا علی الارض النجسة ولایغلسونھا بعد تمام الدبغ فھی طاھرة یجوز اتخاذ الخفاف منھا وغلاف الکتب والقرب والدلاء رطبا ویابسا [1] اھ	دی جاتی ہے اور ان کے مذبح کو دھویا نہیں جاتا اور نہ ہی دباغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ وہ اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہونے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو وہ پاک ہیں ان سے جُوتا بنانا، کتابوں کی جلدیں مشک اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک اھ (ت)

بس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطافرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہوا سے تمام افراد میں مساوی نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصًا اہل حرب کو ہم یقینا جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور بیشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وہ پوستین کہ دارالحرب سے پک کر آئے علمافرماتے ہیں اسے دیکھا چاہے کہ اس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعًا جائز اور شک رہے تو دھونا افضل نہ کہ استعمال گناہ وممنوع ٹھہرے۔

فی الدرالمختار مایخرج من دارالحرب کسنجاب ان علم دبغه بطاھر فطاھر اوبنجس فنجس وان شك فغسله افضل اھ ومثله فی المنیة وغیرھا [2]۔	درمختار میں ہے جو کچھ دارالحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معلوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہوئی ہے تو پاک ہے اور ناپاک کے ساتھ ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔(ت)

یونہی خود منقح مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچّہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو خاص اُس بچّہ کو رکھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کرلے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز۔

فی سیرة الاحمدیة للعلامة محمد الرومی احمدی عن التاترخانیة عن اصل الامام محمد رحمه الله تعالٰی الصبی اذادخل یده فی کوز ماء اورجله فان علم ان یده طاھرة	محمد رومی آفندی کی کتاب سیرت احمدیہ میں تارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچّہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کُوزے (لوٹے وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ اس کا

[1] الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۸۲

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

بیقین (بان غسلها له او غسلت عنده اھ نابلسی) یجوز التوضی بھٰذا الماء وان علم ان یدہ نجسة بیقین (بان رأی علیها عین النجاسة او اثرها اھ حدیقة) لایجوز التوضی به وان کان لایعلم انه طاهرا ونجس فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لان الصبی لایتوقی عن النجاسات عادة ومع ھذا لوتوضأبه اجزأہ[1] اھ۔	ہاتھ پاک تھا (یعنی اس نے خود اسے دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا اھ نابلسی) تو اس پانی کے ساتھ وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک تھا (مثلاً اس پر عینِ نجاست یا اس کا نشان دیکھا اھ حدیقہ) تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچّہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کے باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے تو کافی ہوگا اھ۔ (ت)

خاص ضابطہ کی تصریح لیجئے سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

به نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینه وھو قول ابی حنیفة واصحابه[2] اھ نقله الامام الاجل ظهیر الدین فی فتاواہ وغیرہ فی غیرھا۔	ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہٖ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہوجائے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اھ اسے امام اجل ظہیر الدین نے اپنے فتاوٰی میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیقہ میں ہے:

الحرمة بالیقین والعلم وھو لم یتیقن ولم یعلم ان عین ماأخذہ حرام ولایکلف اللہ نفسا الاوسعها[3] اھ **اقول:** وھذا وانکان فی مسئلة الجوائز فلیس الحرام للغصب بدون الحرام	حرمت، یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اھ (ت) **اقول:** یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کے حکم میں غصب کی صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنیاد پر حرام ہونے والے سے

[1] الحدیقۃ الندیۃ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۲ے
[2] فتاوٰی ہندیۃ باب فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[3] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ فی بیان حکم التورع الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۱ے

للنجاسة فی حکم الاجتناب کمالایخفی۔	کم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

بالجملہ ایسی صورت میں حکمِ کُلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ:

جب بازار میں حلال وحرام مطلقًا یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیّز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شَے میں احتمالِ حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی، یہ دعوٰی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اُس پر نص فرمایا۔

فی الاشباہ عن الاصل اذاختلط الحلال بالحرام فی البلد تقوم دلالة علی انه من الحرام [1] اھ۔ وفی الحموية کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونه من الحلال المغلوب والاصل الحل [2] اھ۔	اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہوجائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہوجائے اھ۔اور حمویہ میں ہے بازار میں حرام کی بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ چیز حلال مغلوب سے ہو اور اصل بات حلّت ہے اھ (ت)

تنبیہ اوّل: وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ت) یہ احتمال حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اُس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیا جن میں وجود حرام کا تیقن اور اُن میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ اُن میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت جب صالح ازالہ ہو تو اُن میں کسی سے اُسے زائل کردیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعیین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہوجاتا ہے مثلًا چادر کا ایک گوشہ یقینا ناپاک تھا اور تعیین یاد نہ رہے کوئی سا کونا دھولے پاکی کا حکم دیں گے عـــہ۔

عـــہ: تنبیہ بعد کو اضافہ فرمائی تھی مگر نامکمل رہی ۱۲ح(م)

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی، ۱/۱۴۸

[2] حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ص ۱۴۸

مقدمہ عاشرہ:

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطہ قدرت سے ورا۔

قال اللہ تعالٰی لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1]۔	ارشادِ باری تعالٰی ہے "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔(ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال تعالٰی مَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[2] وقال تعالٰی یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ[3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔اور فرمایا: "اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔(ت)

اے عزیز! یہ دین بحمداللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لئے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الاغلبه فسددوا وقاربوا وابشروا[4] الحدیث اخرجه البخاری والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه وصدرہ عند البیہقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الاغلبه[5] واخرج احمد والنسائی وابن ماجة والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ	بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو، قریب ہو جاؤ اور خوشخبری دو، (الحدیث) اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور بیہقی شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ (دین) اس پر غالب آجاتا ہے"

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] القرآن ۲۲/۷۸
[3] القرآن ۲/۱۸۵
[4] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[5] شعب الایمان القصد فی العبادۃ حدیث ۳۸۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۱

تعالٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ایاکم والغلوفی الدین فانما ھلك من کان قبلکم بالغلوفی الدین[1]۔واخرج احمد برجال الصحیح والبھیقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انکم لن تدرکوا ھذا الامر بالمغالبة[2]۔واخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفة السمحة[3] واخرج ایضا ھؤلاء فیھا بسند جید عن محجن بن ادرع الاسلمی والطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین وفی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبدالبر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خیر دینکم الیسرہ[4] واخرج ابوالقاسم بن بشران فی امالیه عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا "دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئے"۔امام احمد نے صحیح روایوں کے ساتھ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس دین کو مغالبہ کے ساتھ ہر گز نہیں پاسکتے"۔(یعنی جو حکم ملے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو)۔امام احمد نے اپنی مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی اختیار کرنا ہے" نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبدالبر نے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو"۔

---

[1] سنن نسائی باب التقاط الحصی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۴۸
[2] مسند امام احمد حدیث ابن الادرع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۳۷
[3] بخاری شریف باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث محجن بن الادرع مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۳۸

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین فان اللہ قدجعلہ سھلا [1] الحدیث۔	ابو القاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: دین کی گہرائی (باریکیوں) میں جانے سے پرہیز کرو اللہ تعالٰی نے اسے آسان بنایا ہے۔الحدیث (ت)

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہٰذا جب تک خاص اس شَے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لان الاصل الحل ولایلزمہ السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بھا فیحرم علیہ [2] ح اھ ملخصا وفیھا عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طھارۃ الحوض مالم یغلب علی ظنہ نجاستہ وبمجرد الظن لایمنع من التوضئ لان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ [3] اھ	حدیقہ میں ہے علم کے بغیر حُرمت نہیں کیونکہ اصل حلّت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہو جائے اور یوں وہ اس کی تحقیق کرکے اب اپنے اوپر حرام کرلے، حدیقہ ملخصًا اور اسی میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے جب تک اس کو نجاست کا غالب گمان نہ ہو جائے حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ روکے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔(ت)

بلکہ خود سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پُوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبھیقی فی الشعب باسناد لاباس بہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن	حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۹۳۳ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۳/ ۱۳۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۸/ ۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیماورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۶۲

النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذادخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه من طعامه فلیأکل ولایسأل عنه وان سقاه من شرابه فلیشرب ولایسأل عنه [1]۔	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے سے کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پُوچھے۔(ت)

امیر المومنین عــہ۱ عمر رضی اللہ عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پُوچھنے لگے کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا،

مالك فی مؤطاه عن یحیٰی بن عبدالرحمٰن ان عمر رضی الله تعالٰی عنه خرج فی رکب فیهم عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه حتی وردوا حوضا فقال عمرو یاصاحب الحوض هل ترد حوضك	امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحیٰی بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لائے ان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن عاص

عــہ۱: ویروی مثل ذلك عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من حدیث ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال خرج رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی بعض اسفاره فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراةله عــہ۲ فقال عمر یا صاحب المقراة اولغت السباع اللیلة فی مقراتك فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا صاحب المقراة لاتخبره هذا مکلف لها احملت فی بطونها ولنا ما بقی شراب وطهور [2] ۱۲منه۔ عــہ۲: المقراة بالکسر مجتمع الماء (م)	اسی طرح کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو یہ مکلّف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لئے ہے اور باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کے لئے ہے۔(ت) "المقراۃ" کسرہ کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔(ت)

[1] شعب الایمان باب فی المطاعم حدیث ۵۸۰۱ مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان ۵/۶۷، المستدرک کتاب الاطعمہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۱۲۶
[2] سنن دار قطنی کتاب الطہارۃ، ۱/ ۲۶

السباع فقال عمر بن الخطاب یاصاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا [1] قال سیدی عبدالغنی ولعله کان حوضًا صغیرا والا لما سأل [2] اھ ملخصًا وقال تحت قوله لاتخبرنا ای ولوکنت تعلم انه تردد السباع لانانحن لانعلم ذلك فالماء طاهر عندنا فلواستعملناه لاستعملنا ماء طاهرا عـہ ولایکلف الله نفسًا الّا وسعها [3] اھ **یقول** العبد الضعیف غفرله القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه الله تعالٰی هذا الحدیث کما تری علی ماقدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لا العلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانه طاهرلنا مالم نعلم بذلك ولذاحمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقه الی هذا الحمل علّامة عصره سیدی زین بن نجیم المصری رحمه الله تعالٰی	رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے حوض والے! کیا تیرے حوض میں درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے صاحبِ حوض! ہمیں نہ بتانا کیوں کہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے ہاں آتے جاتے ہیں۔ سیدی عبدالغنی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ پُوچھتے، انتہی تلخیص۔ وہ "لاتخبرنا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا بھی ہو کہ درندے آتے ہیں، کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے، پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم اسے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے۔ اور ہر نفس کو اللہ تعالٰی اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ (ت) بندہ ضعیف "قوی ومہربان اور بلند وبالا ذاتِ باری اس کی بخشش فرمائے" **کہتا** ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب، نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدمِ نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ کوئی چیز اگرچہ فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو۔ اسی لئے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہو جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے علّامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی نے البحر الرائق

عـہ: ای فی حقنا وان کان علی خلاف ذلك فی الواقع ۱۲ منه (م)

یعنی ہمارے حق میں پاک ہے اگرچہ وہ حقیقۃً اس کے خلاف ہو ۱۲ منہ (ت)

[1] المؤطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

فی البحر حیث قال (فروع) فی الخلاصة معزیا الی الاصل یتوضأ من الحوض الذی یخاف فیه قذر ولایتیقنه ولایجب ان یسأل اذا لحاجة الیه عند عدم الدلیل والاصل دلیل یطلق الاستعمال وقال عمر رضی الله تعالٰی عنه [1] الخ فذکر الحدیث المذکور بمعناه وانت تعلم ان کلامه انما هو فی الحوض الصغیر کمالا یخفی وقد استشهد بالحدیث علی عدم وجوب السؤال والتفتیش عنه وان خشی التنجس بناء علی اصابة الطهارة۔فالعبد الضعیف تمسك به فی هذا المقام تبعًا لهما لکن الحدیث ذو وجوه وشجون فقد **قیل** یعنی ان الماء کثیر فلایحتمل التنجس بولوغ السباع وعلیه درج الشیخ المحقق الدهلوی رحمه الله تعالٰی فی شرح المشکٰوة ویکدره سؤال عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه کما اشار الیه علی القاری وقال العارف النابلسی لوکان کثیرا مقدار العشر لما سأل لانه لایتنجس ح الابظهور اثر النجاسة فیه اجماعا وظهور الاثر یعرف بالحس فلایحتاج

میں اس حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا: (فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حوض سے وضو کر سکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آخر تک) انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا اور تم جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش کرنا واجب نہیں اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ طہارت اصل ہے۔پس اس ضعیف بندے نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم ہیں کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مشکٰوۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو مکدر کردیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔عارف نابلسی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

الی السؤال [1] اھ وماکان عمرو لیخفی علیه حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤاله ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث وقدکان فی فلاۃ فکان مظنة ورود السباع فعن ھذا نشأ السؤال وردہ عمر بطرح الاحتمال ولیتنبه ان نقله الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کمالایخفی ھذا تقریر کلامه علی حسب مرامه۔

وہ بالاجماع اسی وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا حِس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگااھ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہٰذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہوجاتا ہے اور وہ جنگل میں تھا لہٰذا وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہوسکتا تھا اس بنیاد پر سوال پیدا ہوا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترک احتمال کے ساتھ رَد کردیا۔آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تفسیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دس ۱۰ کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔(ت)

اقول: ویظھر لی ان ھٰھنا مجال سؤال بوجھین۔اما اولا فلما قدالقینا علیك ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لا یتنجس الا بتغییر اما تحدید الکثیر ففیه نزاع شھیر واختلاف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند اٰخرین وبالعکس واذاالامر کما وصفنالك فما یدریك لعل الماء کان قلیلا عند عمرو فبحث وکثیرا عند عمر فما اکتثرت والامر اظھر علی قول

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہوسکتا ہے۔**اوّل:** جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حدبندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا اختلاف جو کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے

[1] الحدیقۃالندیۃ فیماورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

اصحابنا ان الکثیر فی حق کل مایستکثرہ۔
ویترا أی لی فی الجواب عنه ان المجتهد لیس له ان یحمل المجتهد الاٰخر علی تقلید نفسه ویصده عن العمل بمذهبه ولذا انکر عالم المدینة علی هارون الرشید اذاستأذنه ان یعلق المؤطا علی الکعبة ویحمل الناس علی مافیه فقال لا تفعل فان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اختلفوا فی الفروع وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب ابونعیم عنه فی الحلیة وعلی المنصور اذ هم ان یبعث بکتبه الی الامصار ویأمر المسلمین ان لایتعدوها فقال لا تفعل هذا فان الناس قد سبقت الیهم الاقاویل وسمعوا احادیث و رووا روایات واخذ کل قوم بما سبق الیهم ودانوا به فدع الناس وما اختار کل اهل بلد منهم لانفسهم ابن سعد عنه فی الطبقات ففکذا لایجبر مجتهد بل عامی علی تقلید ظن الغیر فیما یفوض الی رأی المبتلی کما نص علیه فی البحر وغیرہ فعلی هذا قول

بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیادہ ہو لہٰذا انہوں نے اس کی پروانہ کی۔ ہمارے اصحاب کے قول پر بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر ہے جس کو وہ کثیر سمجھے۔ اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون الرشید کی بات ماننے سے انکار کردیا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا: ایسا نہ کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابونعیم سے مروی ہے۔ اور جب منصور نے مختلف شہروں میں انکی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ ان سے تجاوز نہ کریں، تو اس کا انکار کرتے ہوئے عالمِ مدینہ نے فرمایا: "ایسامت کرو لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں انہوں نے احادیث سُنی ہیں روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا انہوں نے اسے اختیار کرکے اس پر عمل پیرا ہوگئے پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لئے اختیار کرلی"۔ اسے ابنِ سعد نے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلا کی رائے پر چھوڑی گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول "لاتخبرنا" (ہمیں خبر نہ دینا) کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگر تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے پر عمل کرو اور سوال نہ کرو، بلاکہ اس بنیاد پر

عمر لاتخبرنا لاینبغی حمله علی ان الماء کثیر عندی وان کان قلیلا عندك فبرأي فاعمل ولاتسأل بل المعنی علی هذا ایضًا هو المنع عن اتباع الظنون ای ان الماء وان تستقله لکن لست علی یقین من نجاسته فانصرف الکلام الی ما اردنا۔

واما ثانیًا: فلانا لانسلم ان الکثیر لایحتاج فیه الی السؤال فلربما ینتن الماء فیتغیر لونه فیحتمل انه لطول المکث اوحلول الخبث فیتحقق مثار للسؤال فعلم ان القلیل والکثیر سواء فی حاجة السؤال لکشف الحال عند المظنة والاحتمال بیدان الکثیر فی الاشربة المظنة کالامر الحسی اعنی تغیر احد الاوصاف بخلاف القلیل وبهذا القدر لا یستند العلم الی مجرد الحسن لان الذی یدرك بالحس لا یکفی لبتین الامر وزوال اللبس کما لا یخفی۔

وافاض الله الجواب عنه بان هذا مضر یعود نفعا محضًا فلئن قلتم به فی قصة الحدیث [عہ] فقد ترکتم

بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگرچہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اس کی طرف پھیرا جائے گا جو ہماری مراد ہے۔

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبُودار ہوجاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہٰذا اس کا مقام سوال ہونا ثابت ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان واحتمال والی صورت ہو تو کشفِ حال کے لئے سوال کی ضرورت میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے علم، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دُور کرنے کے لئے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالٰی نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا اگرچہ یہ ضرر ہے اللہ تعالٰی اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن یہ بات کرتے ہو

عــہ: فان قلت لامساغ لهذا فی

اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ سے (باقی برصفحہ آئندہ)

ما قصدتم واعترفتم بما نرید اذکان مثار سؤال عمرو ح هواحتمال الخبث ومبنی جواب عمر هواتباع الاصل وذلك ماکنا نبغ وانما کنتم تذهبون بالحدیث الی ان الماء کثیر لایحمل الخبث فلا تخبرنا ای اخبارك وعدمه سواء وعلی هذا التقریر یصیر الکثیر نظیر الیسیر کما اعترفتم فلم تغن عنکم کثرتکم شیئا والله الموفق هذا۔

تو تم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کرلیا کیونکہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار، نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد، اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں تمہارا موقف یہ ہے کہ (چونکہ) زیادہ پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا لہٰذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہوجائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

وقیل عـه بل ذهب عمر رضی الله تعالٰی عنه الی طهارة سؤر السباع کما تقوله الائمة الثلثة علی خلاف بینهم فی الکلب والخنزیر فقوله لا تخبرنا ای سواء علینا اخبرتنا اولم تخبرنا فانا نطهر ما تفضل السباع۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھُوٹے کو پاک سمجھتے ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کتّے اور خنزیر کے (جھُوٹے کے) بارے میں اس کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ "ہمیں خبر نہ دینا" کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لئے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھُوٹے کو پاک سمجھتے ہیں (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قصة الحدیث اصلا اذالماء الکثیر لایتغیر بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء قلت بلٰی فان لفظ الحدیث هل ترد لاهل تلغ ویمکن ان ترد جماعات منهن وتقع فی الماء وتبول فیه وتقضی الحاجة فتغلب النجاسة علی بعض اوصاف الماء ۱۲ منه (م)

اس کا جواز ہر جگہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "هل ترد" ہے "هل تلغ" نہیں اور ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جاکر بَول وبراز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آجائے۔ (ت)

عـه: معطوف علی قیل السابق منه (م)

پہلے گزرے ہوئے قیل پر معطوف ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول: وقد یلمح الیه علی مافیه قوله فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا [1] وقوله کمازاد رزین عن بعض الرواۃ وانی سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول لها ماأخذت فی بطونها ومابقی فهولنا طهور [2]۔

ومااخرج الامام الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه ورد حوض مجنّة فقیل انما ولغ الکلب اٰنفا فقال انما ولغ بلسانه فشرب وتوضأ [3]۔

ویکدر هذا والذی قبله جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف مایتبادر منه فان ظاهر النهی کراهة الاخبار وماذاك الاخشیة ان لواخبر لزمه التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطهارة مالم یعلم ولوکان الامر کما ذکرتم من کثرة الماء اوطهارة السؤر لما ضر اخباره شیأ فعلی ماینهاه عنه بل کان حق الکلام

اقول: حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: "جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے۔

اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمر بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنّہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا ابھی یہاں کتّے نے منہ مارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی زبان سے چاٹا ہے۔ پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔(ت) یہ اور اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات مکدر ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کا میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ نہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بنیاد پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا لہٰذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہئے۔ اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا پس انہوں نے کس

---

[1] المؤطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب احکام المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۱

[3] مصنف عبدالرزاق حدیث ۲۴۹ باب الماء تردہ الکلاب والسباع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۶

ح ان یقول لعمرو ماذا ترید بالاستنخبار الماء کثیر ولوولغت اوسؤرھا طاھر فما فعلت الی ھذا اشار محمد رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال بعد روایۃ الحدیث فی مؤطاہ اذاکان الحوض عظیما ان حرکت منہ ناحیۃ لم تتحرک بہ الناحیۃ الاخری لم یفسد ذلك الماء ماولغ فیہ من سبع ولاماوقع فیہ من قذر الا ان یغلب علی ریح اوطعم ای اولون فاذاکان حوضا صغیرا ان حرکت منہ ناحیۃ تحرکت الناحیۃ الاخری فولغ فیہ السباع اووقع فیہ القذر لایتوضأ منہ الایری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ ان یخبرہ ونہاہ عن ذلك وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1] اھ۔

بنا پر اس سے منع فرمایا بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے پانی زیادہ ہے اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے پس تم کیا کروگے امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا جب حوض اتنا بڑا ہو کہ اس کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی بُو اور ذائقے پر غالب آجائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اس کی ایک طرف کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں سے درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرمادیا یہ تمام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ت)

اقول: فعلی ھذا معنی قولہ فانانرد الخ وکذا استشھادہ بارشاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ثبت انا نعلم ان المیاہ قلما تسلم عن ورد السباع لکن لم نؤمر بالبحث ولابالتکلف وامرنا بالاتکال علی اصل الطھارۃ مالم نعلم بعروض النجاسۃ فلھا

اقول: اس بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے انکے استدلال، بشرطیکہ وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی، درندوں کی آمدورفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں لیکن ہمیں بحث اور تکلّف کا حکم نہیں دیا گیا ہمیں اصل طہارت پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک نجاست کے واقع ہونے کا

[1] المؤطا الامام محمد باب الوضوء ممایشرب منہ السباع وتلغ فیہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ص ۶۶

ماحملت فی بطونها لان ماء الله مباح علی کل ذات کبد حرّاء ولنا ما غیر طهور لعدم التیقن بعروض المحذور فاٰل الکلام الی ماوصفنا لك من ان الیقین الاجمالی بعروض النجاسة لنوع لایقضی بتنجس کل فرد منه وبالجملة فالحدیث ذووجوه والاوجه ماذکرنا فصح الاستدلال علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن اواحتمال وکان اول قدوة لنا فیه امامنا محمد رضی الله تعالٰی عنه۔لکن یرتاب فیه بان النهی عن الاخبار علی هذا یکون نهیًا عن مناصحة المسلمین وصونهم عن تعاطی المنکر فی الدین فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسة مثلا وهولایدری وجب علیه اخباره بذٰلك ان ظن قبوله لان فعله علی خلاف امر الله سبحٰنه وتعالٰی فی نفسه وان ارتفع الاثم لعدم العلم۔

والجواب عنه کماافاد العارف النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه لایعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفا و منعا من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد

علم نہ ہو پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا پانی ہر گرم جگر والی چیز کیلئے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضہ نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتدا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ (ت) لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیاد پر خبر دینے سے روکنا دین کے سلسلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے (نمازی کو) معلوم نہیں تو اس پر واجب ہے کہ اسے خبر کردے اگر اس کی قبولیت کا گمان ہو کیونکہ حقیقت میں اسکا یہ فعل اللہ تعالٰی کے حکم کے خلاف ہے اگرچہ عدمِ علم کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" اور دین میں خیر خواہی سے باز رکھتا اور رکاوٹ بنتا ہو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں

رضی اللّٰه تعالٰی عنه نفی الوسواس فی طهارة الماء والنهی عن کثرة السؤال فی الامور المبنیة علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطهارة [1] اھ۔	وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے اھ۔(ت)
قلت وحاصله ان المحذور ای کون النهی نهیًا عن النهی عن المنکر مبنی علی العلم بکونه منکرا وهو مبتن علی العلم بالتجنس واذلیس هذا فلیس ذاك فلیس ذٰلك ولم یکن ان صاحب الحوض هم بالاخبار فنهاه عمر حتی یکون نهیا بعد الظن بانه یعلم شیأ وانما سأل عمرو ولایدری ماعند المسؤل عنه فاراد سدباب الظنون والتنبیه علی انالم نؤمر بذلك ولو فتحنا مثل هذا الباب علی وجوهنا لوقعنا فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل ولاتظنن ان الامر دار بین مصلحة التوسیع ومفسدة النهی عن النهی عن المنکر بل بین دفع مفسدة الوسوسة والتعمق والمفسدة التی ذکرتُ وتلك حاضرة متیقنة وهذه محتملة متوهمة فترجح الاول فافهم واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**قلت** اس کا ماحصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور وہ اس پر مبنی ہے کہ اس کے نجس ہونے کا علم ہو۔ پس جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم نہیں) لہٰذا نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت بھی نہ پائی گئی اور یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کرچکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روک دیا تاکہ اس ظن کے بعد کہ وہ کچھ جانتا تھا یہ نفی کہلائے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسؤل عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیالات وگمان کا دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑ جائیں گے اور شرعی طور پر حرج دُور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دُور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود یقینی ہے جبکہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی۔ سمجھ لو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصّف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ آباد ۲/۶۵۶

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے،

فی البحر الرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینہ الخ۔	البحرالرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے انہوں نے فقیہ ابواللیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو یہ دینی اعتبار سے زیادہ محتاط ہونا ہے الخ (ت)

اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو، جیسے عالمِ دین یا سچّا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اس نے اور بے جا کیا ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترک ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلُوں گا حاشا وکلّا اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں تو اس میں تنہا بررو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کماھو مجرب معلوم (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا" ہیہات "احبا کو رنج دینا کب روا ہے۔ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ معہذا اگر ایذا نہ بھی ہُوئی اور اُس نے براہِ بے تکلفی بتادیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع واحتیاط کی دو۲ ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تو اُن امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جُوتا پہنے ہے وضو کرکے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں وعلیٰ ہذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبیحیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتادینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دردی ہو تو عندالتحقیق اُس سے تفتیش میں بھی جرح نہیں ورنہ ہر گز بنام ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت ووحشت یا اُن کی رُسوائی وفضیحت یا تجسّس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک وشبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کردیا اے عزیز! مدارات خلق والفت وموانست

اہم امور سے ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بمدارۃ الناس [1] الطبرانی فی الکبیر عن جابر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس [2] الطبرانی فی الاوسط عن علی والبزار فی المسند عن ابی ہریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن انس والبہیقی فی الشعب عنہم جمیعا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: "مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لئے بھیجا گیا ہے"۔اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پر ایمان لانے کے بعد کمالِ عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے"۔اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور بزار نے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اُس کے لئے کسی گناہِ شرعی میں ابتلا ہو۔

قال اللہ تعالٰی لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ [3] وقال تعالٰی لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ [4] وقال تعالٰی وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ [5] ۔وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف [6] الشیخان و	اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ اور ارشادِ خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہئے"۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ

[1] شعب الایمان فصل فی الحلم والتورۃالخ حدیث ۸۴۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۵۱
[2] شعب الایمان فصل فی الحلم والتورۃالخ حدیث ۸۴۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۴۴
[3] القرآن ۵/۵۴
[4] القرآن ۲۴/۲
[5] القرآن ۹/۶۲
[6] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۷۸

وابوداود والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق [1] احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	وہ (لوگ) انہیں راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے"اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔(ت)

پس ان امور میں **ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ** یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروانہ کرے اور اتیان مستحب وترک غیر اولٰی پر مدارات خلق ومراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے اُن کی حُرمت وشناعت نہ ثابت ہو اُن میں اپنے ترفع وتنزہ کے لئے خلاف وجُدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف وموانست کے معارض اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں ہاں وہاں ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکُوچہ سلامت وجادہ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک واہلِ تکشف غافل وجاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار ومحکم گیر یہ چند سطروں میں علم غزیر وباللہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ت)

قال الامام حجۃ الاسلام حکیم الامۃ کاشف الغمّۃ ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاحیاء المبارک اقول لیس لہ ان یسألہ بل ان کان یتورع فیتلطف فی الترک و ان کان لابد لہ فلیأکل بغیر سوأل ایذاء	حجۃ الاسلام، حکیم الامہ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا: "میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس (داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر وہ تقوٰی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑ دے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پُوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی مطبوعہ دارالکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۲۹

وھتك ستر و ایحاش وھو حرام بلاشك فان قلت لعله لایتأذی فاقول لعله یتأذی فانت تسأل حذرا من"لعل"فان قنعت بلعل فلعل ماله حلال والغالب علی الناس الاستیحاش بالتفتیش ولایجوزله ان یسأل عن غیره من حیث یدری ھو به فان الایذاء فی ذلك اکثر وان سأل من حیث لایدری ھو ففیه اساءة ظن وھتك ستروفیه تجس وفیه تسبیب للغیبة وان لم یکن ذلك صریحا وکل ذلك منھی عنه فی اٰیة واحدة وکم من زاھد جاھل یوحش القلوب فی التفتیش ویتکلم بالکلام الخشن المؤذی وانما یحسن الشیطان ذلك عنده طلبًا للشھرة باکل الحلال ولوکان باعثه محض الدین لکان خوفه علی قلب مسلم ان یتأذی اشد من خوفه علی بطنه ان یدخله مالایدری وھو غیر مؤاخذ بمالایدری اذالم یکن ثم علامة توجب الاجتناب فلیعلم ان طریق الورع الترك دون التجسس واذالم یکن بدمن الاکل فالورع الاکل واحسان الظن ھذا ھو المألوف من الصحابه رضی اللّٰه

کرنے میں ایذار سانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے اور یہ بلاشبہہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے۔ تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "لعل" "شاید" پر قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو (یعنی اس کو حرام نہ سمجھتے) اور غالب بات یہ ہے کہ تفتیش سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذارسانی زیادہ ہے اور اگر یوں پُوچھتا ہے کہ اُسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری ہے نیز اس میں تجسّس ہے جو غیبت کا باعث بنتا ہے اگرچہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں ایک آیت (سورہ حجرات آیت ۱۲) میں ممنوع قرار دی گئی ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور ایذارساں کلام استعمال کرتے ہیں در حقیقت شیطان اس کی نظروں میں اسے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ وہ حلال خور مشہور ہو، اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمانوں کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیزگاری ترک سوال میں ہے تجسّس میں نہیں اور اگر کھانا ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیزگاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی طریقہ پسند ہے، اور جو

تعالٰی عنهم ومن زاد علیهم فی الورع فهوضال مبتدع ولیس بمتبع[1] اهملخصاً۔

شخص پرہیزگاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، مطیع نہیں ہے تلخیص۔

وفیه قال الحارث المحاسبی رحمه الله تعالٰی لوکان له صدیق اواخ وهو یأمن غضبه لوسأله فلاینبغی ان یسأله لاجل الورع لانه ربما یبدو له ماکان مستور عنه فیکون قدحمله علی هتك الستر ثم یؤدی ذٰلك الی البغضاء وان رابه منه شیئ ایضالم یسأله ویظن به انه یطعمه من الطیب ویجنبه الخبیث فان کان لایطمئن قلبه الیه فلیحترز متلطفا ولایهتك ستره بالسؤال لانی لم ارا احدا من العلماء فعله[2] اهملخصاً۔

اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیزگاری کے حصول کیلئے سوال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دُور رکھتا ہے اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہو جائے لیکن سوال کرکے اس کی پردہ دری نہ کرے، کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، تلخیص۔

وفی الطریقة والحدیقة مالا یدرك کله وهو الاحتراز عن الشبهات کلها فی جمیع المعاملات لایترك کله فالاولی والاحوط الاحتراز ممافیه امارة ظاهرة للحرمة وهی الشبهة القویة وممن له شهرة تامة بالظلم والغصب اوالسرقة

اور الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے "جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جاسکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۱۱۹

[2] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۱۲۴

اوالخانیة اوالتزویر اونحوھا من الربٰو والمکس فی الاموال وقطع الطریق ممایمکن الاحتراز عنه من غیر ترك مافعله اولی منه ای من ترکه اوفعل ما ترکه کذلك ای اولی من فعله وھذا احتراز عما اذا ترتب علی اجتنابه عن اموال من ذکروترك الاحترام لھم اذاکانوا ممایجب احترامھم اوینبغی له کاسلاطین والحکام وقضاة الشرع والابوین والاستاذ والمعلم [عــہ۱] والکبیر فی السن وشیخ المحلة والصدیق ولاینبغی بل لایجوز اساءة الظن بھم ومتی ادی ذلك الی شیئ من ھذا لم یکن الاولی ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلك الشبھات لما یعارضھا من ترك الاحترام اواساءة الظن بمن یجب اوینبغی احترامه ولایحسن [عــہ۲] اساءة الظن به وھذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام [1] اھملخصا۔

مثلاً سُود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولٰی کو چھوڑے بغیر بھی ان سے اجتناب ممکن ہے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولٰی ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجالانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہوسکتا ہے۔یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیاان کے مال سے بچنے کی بناپر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضیِ شرع، ماں باپ، استاذ، معلم، عمررسیدہ، محلّہ کے بزرگ اور دوست توان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہےاور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے توان شبہات سے بچنانہ تو اولٰی ہےاور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہےاور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی (جائز) نہیں یہ نہایت مشکل کام ہے وہ مستحب کاارادہ کرتے کرتے حرام میں پڑ جائے گا، تلخیص (ت)

عــہ۱: ای ولولحرفة من الحرف کماذکرہ العارف النابلسی بنفسه فی بعض المواضع من ھذا الشرح ۱۲ منه (م)

عــہ۲: ای لایجوز کماسبق ۱۲ (م)

یعنی پیشوں میں سے اگرچہ وہ کسی بھی پیشے کا معلم ہو جیساکہ خود عارف نابلسی نے اسی شرح کے بعض مواضع پر اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی لایجوز (ناجائز ہے) جیساکہ گزرا۱۲ (ت)۔

[1] الحدیقة الندیة بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

اقول: وھو کماتری صریح اوکالصریح فی ترک السؤال ولوکان اکثر مالہ من الحرام فانہ ذکر المشھورین بالسرقۃ وقطع الطریق والغصب والربٰو ولم یفصل مطلقا اما الامام حجۃ الاسلام فجنح عند کثرۃ الحرام الی ایجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اکثر مالہ حرام وعند ذلک لایبالی بغضب مثلہ بل یجب ایذاء الظالم باکثر من ذلک والغالب ان مثل ھذا لایغضب من السؤال[1] اھ

اقول: یہ ترک سوال میں صریح یا صریح کی طرح ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا زیادہ مال حرام (کی کمائی) سے ہو تو وہ چوری، ڈاکے، غصب اور سود میں مشہور لوگوں کا ذکر کرے لیکن تفصیل میں مطلقًا نہ جائے، امام حجۃ الاسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت میں وجوب سوال کی طرف ہے انہوں نے فرمایا ہم نے اس صورت میں سوال کرنا واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہو جائے کہ اس کا زیادہ مال حرام ہے اس حالت میں اس کے غصّہ وغیرہ کی پروانہ کی جائے بلکہ ظالم کو اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آدمی ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا اھ (ت)

قلت ومبنی ذلک تحریمہ الاکل عند من غالب مالہ حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انہ لایبالی فیہ بسخط احد ولا لومۃ لائم وھذا وجہ عند مشایخنا وبہ افتی الفقیہ السمرقندی وغیرہ وصححہ فی الذخیرۃ والصحیح المختار فی المذھب المعول علیہ المفتی بہ اطلاق الرخصۃ مالم یعرف شیأ حراما بعینہ وھو مذھب ابراھیم النخعی وابی حنیفۃ واصحابہ قال محمد وبہ ناخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفۃ وتصحیح الذخیرۃ ترجیح محمد۔ وابوحنیفۃ ھوالامام

قلت اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال حرام ہو اس کے ہاں کھانا حرام ہے، یہ پہلی قسم میں داخل ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی کی پروانہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے ہمارے مشائخ کے نزدیک یہ زیادہ مناسب ہے فقیہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتوی دیا ہے ذخیرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور قابل اعتماد مذہب اور مفتی بہ قول میں صحیح اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں پس ابواللیث کا فتوٰی امام ابوحنیفہ کے فتوی کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں۔

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/ ۱۲۴

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلى القول وتبعناه فى ذلك لكن يظهر لى ان التورع محمود فى نفسه وقدمدح فى احاديث متواترة المعنى فصلنا جملة منها فى كتابنا المبارك ان شاء الله تعالٰى مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين"وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوى مالى اقول يترك كلا لايترك ولكن ح يكون الورع فى ترك مايظنه المتقشف ورعًا فحيث لا توجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كماوصفنا لك من شان ذاك الجرئ المجاهر فلامعنى لترك الرعة ح مع وجود المقتضى وعدم المانع فلذا ذهبنا الى استثنائه والله الموفق هذا وفى عين العلم والاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا فى عصرهم حسن وان كان بدعة [1] اه اى حسنة اوفى العادات كمايفيده التقييد بمالم ينه عنه ومثله فى الاحياء والله تعالٰى اعلم۔

اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لئے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ (احادیث) اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين" میں تفصیل سے نقل کریں گےاِن شاء الله تعالٰی، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہر گز نہیں چھوڑا جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں ایذاء رسانی، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے اس جرات مند اعلانیہ روکنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس سے (پُوچھ گچھ) کا مقتضٰی بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لئے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے والله الموفق ہذا۔اور "عين العلم والاسرار بالمساعدة" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعتِ حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ "اس سے نہ روکا گیا ہو" کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے والله تعالٰی اعلم۔(ت)

---

[1] عین العلم باب فی الصمت وافۃ اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

تمّت المقدمات

(مقدمات پورے ہوگئے۔ت)

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب وتفرقہ درحکم عظام وشراب

اس باب میں ضابطہ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان

اقول: وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو[۲] قسم ہے:

(۱) شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنویں میں نجاست گری ہے۔

(۲) اور نوعی یعنی[عہ] مطلق نوع کی نسبت یقین۔ اور اس کی پھر دو[۲] قسمیں ہیں:

ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اُس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنویں۔ دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اُسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ان سے حاصل پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر **کمالایخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سُنا جانا موجب تردّد وتشویش وباعثِ سوال وتفتیش ہو دو[۲] قسم ہیں:

ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر جیسے عظام یہاں منشاء توہم صرف اُن لوگوں کا بیباک ونامحتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردّد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

عہ: اراد بالنوع مالیس بشخص بدلیل المقابلۃ فیعم الصنف والجنس ۱۲ منہ (م)

نوع سے مراد وہ ہے جو شخصی نہ ہو کیونکہ یہاں نوعی، شخصی کے مقابل ہے تو یہ نوع اور جنس دونوں کو عام ہوگی ۱۲منہ (ت)

دوسرے ماہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کا کوئی فرد حلال وطاہر نہیں جیسے شراب **بجمیع اقسامھا علی مذھب محمد المأخوذ للفتوی** (اپنی تمام اقسام کے ساتھ، امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی پر فتوٰی ہے۔ت) یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اُس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کو جرأت وجسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہ سُن کر ان کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دو۲ صورتوں میں ہنگامِ نظر وتنقیح حکم بوجہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صُورت اولٰی میں مجرد اُس شَے مثلاً استخواں کے پڑنے پر تیقن عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ ومباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم ولہٰذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشترا وتناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے **کما حققنا کل ذٰلك فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ** (جیسا کہ ہم نے آٹھویں اور نویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔ت) بخلاف **صورتِ ثانیہ** کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اُس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کی بوجہ تنوع افراد صورتِ اولٰی میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع **کما لایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اسی طرح صورتِ اولٰی میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخص یا نوعی کلی ہو تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورتِ اولٰی صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔

لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور۔	کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین خاص حرام وناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع وغیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔(ت)

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علٰی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا **وھو مانع کما ذکرنا** (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ مانع ہے۔ت)

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں ہر قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ ماہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابلِ حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہی کی کفش برداری کا تصدق والحمدللہ ربّ العٰلمین۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الوھاب

(وہاب (اللہ تعالٰی) کی توفیق سے جواب کا آغاز ہے۔ت)

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظر اب مقدمہ ۴ و ۵ کی تقریر پیش نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصًا مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجتِ شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا۔

لان التحری محتمل للخطاء کما فی الھدایۃ والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث۔	کیونکہ سوچ وبچار میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (ت)

اور وہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے۔

فان شھادۃ قلبک لیست حجۃ الاعلیک وذٰلک فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون۔	کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائیگی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی۔(ت)

پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت۔

فی صلاۃ ردالمحتار استفید مماذکر انہ بعد العجز عن الادلۃ المارۃ علیہ ان یتحری ولایقلد مثلہ لان المجتھد لایقلد مجتھدا [1] الخ	ردالمحتار میں نماز کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے عجز کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور وفکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد، مجتہد کی تقلید نہیں کرتا الخ (ت)

ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لایشترط فی	کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

التواتر عند الجمهور خلافا للامام فخر الاسلام علی ماشتهر مع ان کلامه قدس سرہ ایضا غیر نص فی الاشتراط [1] کماافادہ المولی بحر العلوم فی الفواتح واللّٰہ اعلم۔	بھی نہیں البتہ اس میں امام فخر الاسلام کا اختلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔

فان فی الدیانات لایشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلاتردد۔	کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردّد کے بغیر قبول کی جاتی ہے۔(ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علما نے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے۔امام علّامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا: اگر یہ بات تحقیق ہو جائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہٰذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا۔

فی البدائع ثم الحلیة بعدذکر مانقلنا عنهما فی المقدمة الثامنة فان صح انهم یفعلون ذلك فلاشك انه لاتجوز الصلاۃ معه [2] اھ وفی ردالمحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار ثمه ان کان کذلك لاشك انه نجس تاترخانیة [3] اھ	بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ "اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں (انتہٰی) اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے وہاں درمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح ہے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں، تاترخانیہ اھ (ت)

اسی طرح تواتر کے یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزار ہے مگر جس سے پوچھی سننا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگ اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہ ہی افواہ بازاری ہے ورنہ

---

[1] فواتح الرحموت بحث العلم بالتواتر حق مطبوعہ المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۲/۱۱۸

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر بہ المحل نجسا الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱

[3] ردالمحتار قبیل کتاب الصّلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۷

انتہائے خبر اُس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کرے گی یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عندالتحقیق تواتر کی بو نہیں۔

قال المولی الناصح سیدی عبدالغنی قدس سرہ فی مبحث اٰفة الرقص من شرح الطریقة اماخبر التواتر من الناس لبعضهم بعضاً بذلك [عه] فهو ممنوع لاستناد الکل فیه الی الظن والتوهم والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لوسألت کل واحد منهم عن رویة ذلك ومعاینة لقال لم اعاینه وانما سمعت ومن قال عاینته تستکشف عن حاله فتراه مستندا الی ظنون وامارات وهمیة وعلامات ظنیة وربما اذتأملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذی تزعمه کله مستندا فی الاصل الی خبر واحد اواثنین [1] الی اٰخر ماطال واطاب رحمه الله تعالٰی۔	نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبدالغنی قدس سرہ، نے الطریقۃ المحمدیہ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم اور اندازے کی طرف منسوب ہیں، اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پُوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا میں نے تو سنا ہے۔ اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھوگے کہ وہ محض گمان، وہمی نشانیوں اور ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور و فکر اور چھان بین کروگے تو جسے تم تواتر سمجھتے ہو اس کو ایک یا دو شخصوں کی طرف منسوب پاؤگے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (ت)

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جز ہے تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع و محذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل و مہجور کہ یہ ماھو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور

عـه: ای بماذکر من معائب المتصوفة المدعین له بالکذب اذااخبر بذلك عن رجل معین ۱۲ منه (م)	یعنی تصوف کے جھُوٹے دعویدار حضرت کے مذکورہ عیوب (رقص وغیرہ) کی جب کسی شخص کے بارے خبر دی جائے ۱۲ منہ (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع فی آفات البدن الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۵۲۱۹/۲

مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اُس کے سوا دوانہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعًا شفا ہو جائے گی جیسے بحالتِ اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھُوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھُوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطباء کہ ہر گز موجبِ یقین نہیں بارہا اطبّا نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کُلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہر گز ٹھیک نہیں اُترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء (فلاں) اطباء کی قرابادین (دواؤں کی ڈکشنری) سے زیادہ جھُوٹا ہے۔ت) مثل ہو گئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجہ اولٰی قابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کا غم واہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج وطرق علاج وتدقیق علل وتحقیق علامات میں حذاقت کامل ومہارت تام۔

وھذا الذی اخترناہ فی مسئلۃ التداوی بالمحرم ھو الصواب الواضح الذی بہ یحصل التوفیق قال فی ردالمحتار قولہ اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اُخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم کمارواہ البخاری ان مافیہ شفاء لابأس بہ کمایحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس اھ من البحر۔ وافاد سیدی عبدالغنی انہ لایظھر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم	حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے تقید و تحقیق کے ائمہ نے بھی اسے پسند کیا ہے،ردالمحتار میں فرمایا: اس (دُرمختار) قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔اور خانیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی: "اللہ تعالٰی نے اس چیز میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا"۔جیسا کہ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے،کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کیلئے شراب حلال ہے،صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے اھ (بحرالرائق)۔اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہوتا

علی الجواز للضرورۃ واشتراط صاحب النھایۃ العلم لاینافیہ اشتراط من بعدہ الشفاء ولذاقال والدی فی شرح الدرر ان قولہ لاللتداوی محمول علی المظنون والا فجوازہ بالیقینی اتفاق کماصرح بہ فی المصفی اھ۔

کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے۔اور صاحبِ نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لئے میرے والد ماجد نے الدرر کی شرح میں فرمایا کہ اس کا قول "نہ دوائی کیلئے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ المصفٰی میں اس کی تصریح ہے انتہی۔

اقول: وھو ظاھر موافق لمامر فی الاستدلال لقول الامام لکن قدعلمت ان قول الاطباء لایحصل بہ العلم والظاھر ان التجربۃ یحصل بھاغلبۃ الظن دون الیقین الا ان یریدوا بالعلم غلبۃ الظن وھوشائع فی کلامھم تأمل [1] اھ مافی ردالمحتار مع بعض اختصار۔

میں کہتا ہوں یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو اھ اختصار از ردالمحتار۔(ت)

اقول: اماما ذکر من امر التجارب فللعبد الضعیف ھھنا تنقیح شریف وارید ان احقق المسئلۃ فی بعض رسائلی ان یسر المولی سبحنہ وتعالی واما عزوہ الحدیث للبخاری فلم ارہ فی البحر ولافی الخانیۃ وانما رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند صحیح علی اصول[عہ] الحنفیۃ۔

اقول: وہ تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندہ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں گا اگر اللہ تعالٰی اسے میرے لئے آسان کردے باقی انہوں نے حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں نے اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا۔اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے

عـہ: قالہ لان رجالہ رجال الصحیح علی مافیہ من انقطاع ۱۲ منہ (م)

یہ اس لئے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ و معتمد صحیح کے راوی ہیں اس بنا پر کہ اس میں انقطاع ہے ۱۲منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب فی التداوی بالمحرم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۴

نعم رأیته فی اشربة الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه من قوله تعلیقًا فلیتنبه [1] والله تعالٰی اعلم۔	مطابق روایت کیا ہے۔ہاں میں نے اسے صحیح بخاری کے کتاب الاشربہ کے باب "شرب الحلواء والعسل" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تعلیقًا مروی دیکھا ہے پس اس پر آگاہ ہو جاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتنابِ شہادت احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہر گز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور اِن شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد (اور عود زیادہ بہتر ہے۔ت) یہ تو اصل حکمِ فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اُس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکمِ جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت) ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنہیں ٹنچر کہتے ہیں اُن سب میں یقینا شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ اُن کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خریدنا حلال نہ بیچنا جائز۔

کما حققناه فی فتاوٰنا ان اسپارتو وھی روح النبیذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فھی حرام ورجس نجس نجاسة غلیظة کالبول وما استروح به بعض الجھلة المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوة المخذولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة فی کل حرکة وکلمة۔	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ، نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے ندوہ کے ذلیل ورسوا ارکین نے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہِ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

مسلمان اسے خُوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصًا سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذاللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ بالله رب العٰلمین (دو جہانوں کا پروردگار اللہ بچائے۔ت) اسی طرح **بیشک** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اوّلاً** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکّر کا

[1] صحیح البخاری باب شرب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۰

صرف مرور وعبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کُچھ اجزا شکّر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انکشف واستخواں کا کوئی جُز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکّر کی حلّت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال وماکول نہ ہوں۔

کمالایخفی علی عاقل وذٰلك لانه لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرورعلی طاھر ولوحراما لایورث منعًا۔	جیسا کہ یہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں اور یہ اس لئے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی۔(ت)

اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہرًا یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالبًا باعثِ تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان نجاست عصیر وحرمت شکّر میں شک نہیں ورنہ عـہ بلاریب طیب وحلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط وغیر متمیز ہوکر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلّتِ شکّر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کریگی کہ اگر غیر ماکول یا مردار کے استخواں ہُوئے تو اس تقدیر پر شکّر کے ساتھ اُن کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز (اختلاط اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے۔ت) (اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں حرام، تو شکّر بھی حرام ہوجائے گی فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار لوتفتت فیه نحوضفدع جاز الوضوء به لاشربه لحرمة لحمه[1] اھ (درمختار وغیرہ بڑی کتب میں ہے اگر اس پانی میں مینڈک وغیرہ پھُول جائیں تو اس سے وضو جائز ہوگا لیکن اس کا پینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام ہے۔ت) روسر کی جس شکّر کا حال تحقیقًا معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیًا: کیف ماکان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت وحلّت ہی پر فتوٰی دیا جائیگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت پر یقین نہیں صرف ظنون وخیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ اُنہیں نجس وطاہر وحرام وحلال کی پرواہ نہیں مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی

عـہ: یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو ۱۲منہ (م)

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شے حرام یا نجس ہو جائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم وتنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ اُنہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدامِ وحوش کا پتا چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمتِ شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہر گز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے۔ مانا کہ جنگل میں سباع وخنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انہیں پانیوں سے پیتے ہیں، مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سوئر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔

قال فی الحدیقة بعد نقل ماقدمنا عنہا عن جامع الفتاوٰی اول المقدمة العاشرة من ان بمجرد الظن لایمنع التوضئ الخ (مقولة قال ۱۲) لکن نقل قبل ذٰلك قال ولورأی (یعنی صاحب المجمع ۱۲) اقدام الوحوش عندالماء القلیل لایتوضأ بہ انتہی وینبغی تقیید ذلك بما اذاغلب علی ظنہ انہا اقدام الوحوش والا فیحتمل انہا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسة بالشك ویقید ایضا بانہ رأی رشاش الماء حول ذلك الماء القلیل ونحو ذلك من القرائن الدالة علی ان الوحوش شربت منہ و الافلا نجاسة بالشك[1] اھ۔ **قلت** فقد سبقہ بھذا الحمل	ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقہ الندیہ جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا الخ اسے نقل کرنے کے بعد صاحب حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب مجمع نے اس سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے انتہی، اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے لہٰذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دُوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی اھ (ت) **قلت** اس بات پر (کہ پانی تھوڑا ہو) محمول

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیماورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۶

البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغٰی بالغین المعجمة وبرؤیة اثر اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ سبع مر بالرکیة وغلب علی ظنه شربه منها تنجس والافلا اھ وینبغی ان یحمل الاول علی مااذا غلب علی ظنه ان الوحوش شربت منه بدلیل الفرع الثانی والا فمجرد الشك لایمنع الوضوء به بدلیل ماقدمنا عـه نقله عن الاصل [1] الخ۔	کرنے میں بحرالرائق کے مصنّف نے ان سے سبقت کرتے ہوئے بحر میں کہا المبتغٰی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے۔ایک درندہ کُنوئیں کے پاس سے گزرا،اگر غالب گمان ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہوجائے گا ورنہ نہیں اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمان غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرع ثانی (درندے کا گزرنا) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحرالرائق) نے اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ (کہ اس حوض سے وضو کیا جاسکتا ہے جس میں نجاست گرنے کا خوف ہو لیکن یقین نہ ہو)۔(ت)

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سواظنون کے کیا حاصل اس سے بدر جہاز یادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ٦) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت وفور وشدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علما تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷) پھر ما نحن فیہ تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب وطاہر شاذ ونادر۔

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائما صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس وحرام کردے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکّر میں احتمال محفوظی تو ہر گز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ رَیب وشبہہ کی نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہر گز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ١٠)

عــه هو ماقدمناہ عنه عن الخلاصة عن الاصل اول المقدمة العاشرۃ ١٢ منه (م)	یہ وہ ہے جو ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں اصل سے خلاصہ سے البحرالرائق سے بیان کیا ہے ١٢ منہ (ت)

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٨٧

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکّر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جُدا نہیں ہوسکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے رُوبرو اس میں بے حالت جریان شامل ہُوئے اور وہی رس منعقد ہوکر شکّر بنا تو بالخصوص یہی شکّر جو اس کے پیشِ نظریوں بنی اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز۔ **یوہیں** جس خاص شکّر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکّر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روانہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہر گز ممانعت نہیں اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بِکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکمِ جواز سے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکّر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھئے مقدمہ ۹) یہ ہے حکمِ شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے، صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہ وبارک وسلم آمین!

خاتمہ:

رزقنا اللہ حسنہا آمین

بحمداللہ تعالٰی ہم نے اس شکّر کے بارے میں ہر صورت پر وہ واضح وبین کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکمِ شرع مخفی نہ رہا اب اہلِ اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکمِ حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدّد وناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصوّرات کا دروازہ کھولا جائے گا تو مبتدیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا ایک روسرکی شکّر کیا ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دُودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کونسا بینہ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے ہر گز گوارا نہیں فرماتی صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ [1] اھ و فیہا ھو ارفق باھل ھذا الزمان	حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں اُمت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ دور کے

[1] ردالمحتار مطلب فیمن وطیء من زفت الیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶/۴

لئلا یقعوافی الفسق والعصیان[1] اھ وقد قالت العلماء من کل مذھب کلماضاق امرا تسع[2] ومن القواعد المسلّمة المشقّة تجلب التیسیر[3]۔	لوگوں کے لئے زیادہ نرمی ہے تاکہ وہ نافرمانی اور گناہ میں نہ پڑیں اھ۔ ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ سختی کا باعث ہو تو اس میں وسعت آجاتی ہے اور مسلّمہ قواعد سے ہے کہ مشقت آسانی کو لاتی ہے۔(ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبھات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[4] اھ۔و فی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر ابراھیم لیس ھذا زمان الشبھات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاك[5] اھ ملخصًا وعنھما فی الاشباہ نحوذلك۔و فی الطریقة وشرحھا بعد النقل علی الامامین المعاصرین رحمھمااللہ تعالٰی زمانھما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایة رحمھمااللہ تعالٰی قبل ستمائة سنة من الھجرة النبویة وقدبلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسعمائة	فتاوٰی قاضی خان میں ہے فقہاء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ۔(تلخیص) اور ان دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے۔ الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہما اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحبِ ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو ۶۰۰ سال پہلے کا ہے اور آج اس مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہدِ نبوت

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۵۳
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الرابعہ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۷
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الرابعہ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۵
[4] فتاوٰی قاضی خان الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷
[5] غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۸

وثمانین سنة من الهجرة وبلغ التاریخ الیوم الی الف وثلث وتسعین سنة من الهجرة ولاخفاء ان الفساد والتغیر یزیدان بزیادة الزمان لبعده عن عهد النبوة [1] اھ ملخصاً وفی العٰلمگیریة عن جواهر الفتاوٰی عن بعض مشایخه علیك بترك الحرام المحض فی هذا الزمان فانك لاتجد شیأ لاشبهة فیه [2] اھ۔	سے دُوری کی وجہ سے جُوں جُوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد وتغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصًا۔ فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ جواہر الفتاوٰی بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہہ نہ ہو۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے ائمہ دین یوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا اُمید ہے فانا للہ وانّا الیہ راجعون ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا:

انکم فی زمان من ترك منکم عشر ما امربه هلك ثمّ یاتی زمان من عمل منهم بعشر ماامربه نجا [3] اخرجه الترمذی وغیره عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو آدمی اس چیز کے دسویں حصّے پر بھی عمل کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ہاں جو شخص بحکم

قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کیف وقد قیل اخرجه خ [4] وغیره عن عقبة بن الحارث النوفلی۔ وقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (تو اس کا بھائی ہے)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ مطبع نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۷
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ باب نمبر ۲۵ فی البیع الخ نورانی کتب خانہ ۵/۳۶۴
[3] جامع الترمذی ابواب الفتن، مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۱
[4] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

من اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینه وعرضه [1] اخرجه الستة عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزّت بچالی"۔ اس حدیث کو اصحابِ صحاح ستّہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

بچنا چاہے اور اُن امور کا کہ ہم مقدمہ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر وافضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن واعتراض کرے اُنہیں اپنی نظیر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرح پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

وقال اللہ تبارك وتعالٰی لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ [2] وقال جل مجده وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ [3] ای لایعب بعضکم بعضًا واللمزھو الطعن باللسان [4] و لابی داؤد وابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کل المسلم علی المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امریئ من الشران یحتقر اخاہ المسلم [5]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا" اور اللہ بزرگ وبرتر نے فرمایا: اپنے آپ پر طعن نہ کرو۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: "مسلمان کا مال، عزّت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی انسان کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرالدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] القرآن ۱۶/۱۱۶

[3] القرآن ۴۹/۱۱

[4] تعلیقات جدیدۃ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸

[5] سُنن ابنِ ماجہ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دین وسنّت صراطِ مستقیم ہیں ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہوجاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے لم یجعل لہ عوجا (اس میں اصلاً کجی نہ رکھی ت) دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہال منتسب بنام علم وکمال یہی روش چلتے ہیں مکروہات کہ مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر وتنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تابہ اطلاق شرک وکفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں، اُلٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مؤاخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بفحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف وترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحٰن اللہ اچھا تشدد ہے کہ اُن سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر ومشرک بتانا بلاالکہ براہِ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید وعظیم اور دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع ووخیم ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العزیز الحکیم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ"

احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعًا یسروا ولا تعسروا وبشروا ولاتنفروا [1]۔ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذابعث احدًا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولاتنفروا ویسروا ولا تعسروا [2]۔	امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدانہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو، نہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد والستۃ ماخلا مسلماعن ابی ھریرۃ	امام احمد اور اصحابِ صحاح ستہ ماسوائے امام مسلم کے

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] الصحیح لمسلم باب تامیر الامام الامراء الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین[1]۔	(رحمہم اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "ہلاک ہوئے غلو و تشدد والے"۔

احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلك المتنطعون[2]۔	امام احمد، مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہُوئے۔(ت)

اور وارد ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنے والی لے کر بھیجا گیا جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں۔

الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنّتی فلیس منی[3] الی غیر ذلك من احادیث یطول ذکرھا والتی ذکرنا کافیۃ وافیۃ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ اٰمین۔	خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسانی اور ہر باطل سے جُدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنّت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی ووافی ہے ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ، نے آج تک اس شکّر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہر گز ممانعت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں اُنہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تو ورع و

---

[1] صحیح البخاری باب صب الماء علی البول فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵

[2] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

[3] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۳۶۷۸ دارالکتب العربیہ بیروت ۷/۲۰۹

احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے اُن پر ترفّع وتعلّی روا رکھے،

وباللّٰه التوفيق* والعياذ من المداهنة والتضييق* وهو سبحانه وتعالٰى اعلم* وعلمه جل مجده اتم واحكم* واعلم ان لنا في الكلام* على هذا المرام* بتوفيق المولى۔ سبحانه وتعالٰى مباحث اخرٰى* ادق واعلٰى لكنها دقيقة المنزع* عميقة المشرع* عريصة المنال* طويلة الازيال* وقد قضينا الوطر عن ابانة الصواب وتحقيق الجواب* فكيفنا امرها۔ فطوينا ذكرها فهاك جوابا قل ودل۔ بفضل الملك عزوجل فَاِنۡ لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ[1]۔ ومعلوم ان ماقل وكفٰى۔ خيرمماكثر والهٰى[2]۔ قاله المصطفٰى عليه افضل الثنا۔ رواه ابويعلى والضياء المقدسى۔ عن ابى سعيدن الخدرى رضى اللّٰه تعالٰى عنه وعن كل ولى اٰمين۔	اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، منافقت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت مکمل اور مضبوط و محکم ہے۔ **جان لو** اپنے مولٰی سبحانہ، وتعالٰی کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ اور مباحث بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلٰی ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے ان کو پانا دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے۔ ہم نے راہِ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفاء کیا اور اس کا ذکر ختم کردیا کہ جواب عزّت وبزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ راہنمائی کرنے والا ہے اگر تیز بارش نہ بھی پہنچے تو اوس کافی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر اور کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے حضرت محمد مصطفٰی علیہ افضل الثناء نے یہی بات فرمائی، اسے ابویعلٰی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔ آمین (ت)

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کیے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ رنگت کی پُڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر وحالت مخبر وحاصل واقعہ وطریقہ مداخلت حرام ونجس وتفرقہ ظن ویقین ومدارج ظنون وملاحظہ ضابطہ کلیہ ومسالک ورع ومدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح ومراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر

[1] القرآن ۲/ ۲۶۵

[2] مسند ابی یعلی عن مسند ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۷

سابقہ سے واضح نہ ہو جائے۔

والله سبحانه الموفق والمعین۔وبه نستعین فی کل حین۔وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدالمرسلین وخاتم النبیین۔محمد واٰله وصحبه اجمعین وعلینا معهم برحمتك یاارحم الراحمین۔اٰمین اٰمین اله الحق اٰمین۔استراح القلم من تحریره فی ثلثة ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم۔اٰخرها یوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشهر المکرم۔سنة ثلث بعد الالف ۵ھ وثلثمائة من هجرۃ حضرۃ سید العالم۔صلی الله تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه وبارك وسلم۔مع اشتغال البال برد اهل الضلال وشیون اُخر۔والحمد لله العلی الاکبر۔مالذا الملح وحُبّ السُکّر۔والله تعالٰی اعلم۔وعلّمه اتم۔وحکمه احکم۔	اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو،اور ان کے ساتھ ہم پر بھی،اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ۔یااللہ! ہماری دعا قبول فرما،یااللہ! ہماری دعا قبول فرما،اے سچّے معبود! ہماری دعا قبول فرما۔حرمت والے ذیقعدہ کے آخر میں تین دن کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا۔۲۶ ذی القعدۃ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن تھا۔باوجودیکہ میں گمراہ لوگوں کے رَد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا،اللہ بزرگ وبرتر کے لئے حمد ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۸۳: ازنینی تال متصل سوکھاتال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خان محرر پیشی ڈائریکٹر کرنیل میجر ریاست گوالیار ۱۴ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں،عیسائی کے ہاتھ کی چھُوئی ہوئی شیرینی قابلِ استعمال ہے یا نہیں۔مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھّا چونا زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اُس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے بلاکلہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اُس میں استعمال کے واسطے منگوالیتا ہے اس حالت میں بکر پان زید کے ہاتھ کااستعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :

نصارٰی کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلااصلا ناپاک نہیں وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاست سے متلوث ہی رہتا ہے۔امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

یتعین علی من له امران یقیم من الاسواق من یشتغل بهذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائیة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب لان النصارٰی عندهم ابوالهم طاهرة ولایتدینون بترك نجاسة الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیه انه متنجس [1]۔	صاحبِ اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھادے جو اس کام میں مشغول ہیں (یعنی دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچتے ہیں) کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خونِ حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔لہٰذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔(ت)

استفسارات رد نصارٰی کے سترھویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بَول وبراز اور خُون سے آلُودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر اُنہیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہُوئی تر چیزوں کا استعمال شرعًا مطلقًا مکروہ ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کماحققنا ذلك فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں تحقیق سے بیان کیا ہے۔ت) اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر وخشک دونوں کو شامل اور اشد وکامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلاوجہ شرعی اپنے اوپر دروازہ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت وبدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح وشنیع۔احادیث واقوالِ ائمہ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں وقد ذکرنا بعضها فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیره من تصانیفنا منها الحدیث الصحیح بشروا ولاتنفروا [2] (ہم اپنے فتاوٰی کی "کتاب الحظر" اور دوسری تصانیف میں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اس سے ایک صحیح حدیث یہ ہے: خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔ت) وحدیث ایاك ومایعتذر

---

[1] المدخل فصل فی ذکر الشراب الذی یستعمله المریض مطبعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۴/۱۵۴

[2] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

منه [1] (جس بات سے عذر پیش کرنا پڑے اس سے بچو۔ت) وحدیث ایاك ومایسوء الاذن [2] (جو بات کان کو اچھی نہ لگے اس سے بچو۔ت) وحدیث من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التهم الی غیر ذلك من النصوص [3] (جو شخص اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہو اسکے علاوہ دیگر نصوص ہیں،ت) تو اپنا کھتا چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اُس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اُس سے بھی احتراز شرعًا درکار واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دُوں، اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے، بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید نے تین [۳] گناہ کئے: مسلمان [۱] کو ناحق تہدید، مال [۲] کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ [۳] شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: از پیلی بھیت قاضی محلّہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہہ توڑ کر سب میں اثر پلیدی سرایت کرگیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب:

جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک سرایت کرے تو ہر تہہ کی نجاست جدا شمار میں آئیگی اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہہ بتہہ بدن پر ہوں جیسے شعار ودثار۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بیان ذم الحرص والطمع مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱۶۰/۸

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوالفادیہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۷۶/۴، مجمع الزوائد باب فیما یجنب من الکلام مطبوعہ دارالکتاب بیروت لبنان ۹۵/۸

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

فی ردالمحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار الی الوجه الاٰخر لوالثوب واحدا بخلاف مااذاکان ذاطاقین کدرھم متنجس الوجھین [1] اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مقدار کا دوسری طرف سرایت کرنا معتبر نہ ہوگا اگر کپڑا ایک ہو، بخلاف اس کے جب دو تہوں والا ہو جس طرح درھم کی دونوں طرفیں ناپاک ہوں الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۶: از بزریہ عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ: شِیر خوار بچّے کا پیشاب پاک یا ناپاک؟

الجواب:

آدمی کا بچّہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو **والمسألة دوارة متونا وشروحا** (یہ مسئلہ متن وشرح کی کتب میں اکثر پایا جاتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۷: از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکوہ وغیرہ سے گُنگنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہوجاتی ہے، ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اس سے موضعِ نجاست کو ملے دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہوجائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی رہے ویسے ہی نماز پڑھے، معاف ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۸: از فراشی محلّہ ۷۔رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ رُوئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سُوت کات لیا جائے تو وہ سُوت بغیر اسی کے کہ دری وغیر بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

الجواب:

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوں ہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یااُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدرالمختار یطھر محل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر ذلك لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ممایتشرب النجاسة وھذا کلہ اذاغسل فی اجانة اما لوغسل فی غدیر اوصب علیہ ماء کثیرا وجری علیہ الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار [1] اھ باختصار۔	درمختار میں ہے (نجاست) نہ دکھائی دینے والی جگہ دھونے والے کے غالب گمان کے ساتھ کہ اب جگہ پاک ہوگئی کسی خاص تعداد کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو تین بار دھو کر ہر بار نچوڑے جبکہ وہ ایسی چیز ہو جو نچوڑی جاسکتی ہے اگر نچوڑی نہ جاسکتی ہو تین بار خشک کرلیا جائے یعنی جو نجاست اس کے اندر جذب ہوئی اس کے قطرے ختم ہوجائیں یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب ٹب وغیرہ میں دھوئے اگر بڑے تالاب میں دھوئے یا اس پر بہت سا پانی ڈالے یا اس پر پانی جاری کرے تو نچوڑنے یا خشک کرنے اور بار بار غوطہ دینے کی شرط کے بغیر مطلقًا پاک ہوجائے گی یہی مختار ہے اھ تلخیص (ت)

ناپاک روئی کا سُوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سُوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کمالایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹: از شہر کہنہ ۲۷۔رجب ۱۳۲۰ھ: غسل خانہ کے چہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اس کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے۔

لان الطباع تتنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا	کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری دو

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

ولاتنفروا[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اور متنفر نہ کرو۔(ت)

مسئلہ ۱۹۰: احمد یار خان موضع ٹھریا نجابت خاں ضلع وتحصیل بریلی

علماءِ دین اتباع شرع متین کیافرماتے ہیں مسئلہ ہذامیں جنبی شخص پیشتر ہاتھ دھوکر ناف سے نیچے ناپاکی دھولے بعد وہ تہبند پاک باندھ کر میدان میں مسنون غسل اداکرے تواس حالت میں وہ تہبند پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہوگیا یا ناپاک رہااور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک؟ **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

تہبند پاک رہے گا غسل کا پانی پاک ہے اُسکی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل اداہوجانا اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرّہ ذرّہ پربہ جائے گا تو غسل اداہوجائے گا ورنہ نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۱: از ضلع گورگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴صفر المظفر ۱۳۳۲ھ۔

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کُتّے چاٹتے ہیں اُنہی کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دُودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دُودھ لے کر کھاناپینادرست ہے یاکہ نہیں؟ **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس وحرام ہے وبس۔امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ[2]۔	ہم اسی کو اختیار کرینگے جب تک ہمیں کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔(ت)

مسئلہ کی تمامتر تحقیق وتفصیل ہمارے رسالہ **الاحلی من السکر** میں ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۲: از کوٹ ضلع بجنور محلّہ کوٹرہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷شعبان ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے وکونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ وپیشاب لگ جائے اوراس کو پانی سے دھوکر پاک کریں اور دُھوپ میں خشک کردیں اسی طرح

[1] ابوداؤد شریف باب فی کراھیۃ الماء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

تین مرتبہ پاک کرلیا جائے تو وہ عندالشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب:

ہاں پاک ہوگیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہوگئے ہوں جیسے ہانڈی، وہ تو تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہوجاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑدیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑدیں سہ بارہ ایسا ہی کریں کہ پاک ہوجائیگا چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یوں ہی خشک کرکے تین بار دھویا جائے گا اور ثابت ہو تو صرف تین بار دھودینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس کا جرم چھڑادینا بہرحال لازم ہے خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لئے دھوپ یا سایہ شرط درمختار میں ہے:

قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر ممایتشرب النجاسة والا فبقلعها[1] کمامر۔	تین بار خشک کرنا مقرر کیا ہے یعنی جو چیز نچوڑی نہ جاسکتی ہو اور نجاست کو جذب کرلے اس کے قطرے ختم ہوجائیں ورنہ اس کی نجاست کو دُور کیا جائے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله انقطاع تقاطر زاد القهستانی وذهاب النداوة وفی التاترخانیة حد التجفیف ان یصیر بحال لاتبتل منه الید ولایشترط صیرورته یابساجدا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اس (درمختار) کے قول "انقطاع تقاطر" میں قہستانی نے اضافہ کیا ہے کہ رطوبت ختم ہوجائے۔ تاتارخانیہ میں ہے خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اب اس سے ہاتھ تر نہ ہو بالکل خشک ہونا شرط نہیں (ت)

مسئلہ ۱۹۳: مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی یا حقّہ چرمی دھوکر اور صاف کرکے مسلمان استعمال کرسکتا ہے۔

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱

الجواب : دھونے نے صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہہ نہیں رہتا، استعمال بلاشبہہ جائز ہے۔ صحیحین ومسند امام احمد وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی شریف میں ابوثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	الفاظ امام ترمذی کے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: انہیں دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۷: از لکھنؤ چوبداری محلّہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازان مکان نمبر ۱۰۳ مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصّہ نجس ہوگیا اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے، اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کو دھوئے بغیر قطرے پُونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک میں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائیگا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کرے، خاص کر اُس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اس کا بھی دُور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضرور ہے۔

الجواب:

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الاکل فی آنیۃ الکفار مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲

جیسے مٹّی کا گھڑا یا معتسر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر یا ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہئے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصّہ زیریں پر باقی ہے مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے درپے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

یطھر محل نجاسة مرئیة بقلعھا ای زوال عینھا واثرھا ولو بمرة او بما فوق ثلث فی الاصح ولایضر بقاء اثرلازم ومحل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لایقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر ممایتشرب النجاسة والا فبقلعھا[1]۔	اصح مذہب کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ عین نجاست اور اس کے اثر کو دُور کرنے سے پاک ہو جاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ یہ اصح مذہب ہے۔اس سے لازم ہونے والے (نہ دُور ہونے والے) اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان دہ نہیں اور جہاں نجاست نظر نہ آتی ہو اگر دھونے والے کو اس جگہ کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہو جائیگی۔اس میں گنتی شرط نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔جس چیز کو نچوڑا جاسکتا ہے وہ تین بار دھونے اور خوب نچوڑنے کے ساتھ کہ اب کوئی قطرہ باقی نہ ہو، پاک ہو جاتی ہے۔اور جس کا نچوڑنا ممکن ہو اور اس میں نجاست جذب ہوتی ہو وہ تین بار خشک کرنے یعنی قطرات کے ختم ہونے سے پاک ہو جاتی ہے ورنہ اسے زائل کیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ امافیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیة والاظھر ان کلا من التوالی	تین بار خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے یہ شرط غیر بدن وغیرہ میں ہے بدن میں تین بار مسلسل دھونا اس کے قائم مقام ہوگا حلیہ میں فرمایا اظہر بات یہ ہے کہ اس میں تسلسل اور

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

والجفاف لیس بشرط فیه وقدصرح به فی النوازل وفی الذخیرة مایوافقه [1] اھ واقره فی البحر۔	اور خشک کرنے (دونوں) میں سے کوئی بات بھی شرط نہیں نوازل میں اس کی تصریح ہے، ذخیرہ میں اس کے موافق ہے اھ بحر الرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔(ت)

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا، مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبار دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لئے کہ ایک بار دُھل چکی اب پاؤں پر دوبار پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبار دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اُس میں تخفیف نہ ہُوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو ۲ بار دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا (اور اسی طرح ہے۔ت) لہٰذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دوبار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دوبار دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثة متفاوتة فی النجاسة فالاولی یطھر مااصابته بالغسل ثلثا والثانیة بالثنتین والثالثة بواحدة وکذا الاوانی الثلثة التی غسل فیھا واحدة بعد واحدة وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقة والثانی بواحدة والاول بثنتین [2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	"الامداد" میں فرمایا نجاست میں تینوں پانی الگ الگ حکم رکھتے ہیں پہلا پانی جس چیز کو لگ جائے وہ تین بار دھونے سے پاک ہے۔ دوسرا پانی جسے پہنچے وہ دو بار، اور تیسرے پانی جسے پہنچے ایک بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح وہ تینوں برتن جو یکے بعد دیگرے اس میں دھوئے گئے۔ اور کہا گیا ہے تیسرا برتن محض پانی بہانے سے پاک ہوجائے گا دوسرا ایک بار دھونے سے اور پہلا دوبار دھونے سے پاک ہوگا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱

[2] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

مسئلہ ۱۹۸: از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی ہیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہوجائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹:

از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اس میں مُرغی کا بچّہ گرا اور فورًا مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

گھی ناپاک ہوگیا، بے پاک کیے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین [۳] طریقے ہیں: ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملاکر جنبش دیتے ہیں یہاں تک کہ سب گھی اُوپر آجائے اُسے اتارلیں۔ اور دُوسرا پانی اُسی قدر ملاکر یونہی کریں۔

پھر اتار کر تیسرے پانی سے اُسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملاکر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتارلیں۔

اقول: جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہوجائے گا اور پانی ملاکر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الدرر لوتنجس الدھن یصب علیه الماء فیغلی فیعلوا الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافًا لمحمد وھو اوسع وعلیه الفتوی کمافی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوٰی وقال فی الفتاوی الخیریة لفظة فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نرمن	الدرر میں فرمایا اگر تیل ناپاک ہوجائے تو اس پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اس طرح تیل پانی پر غالب آکر کچھ اُوپر آجائے گا۔ یوں ہی تین بار کیا جائے اھ یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسے شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے۔ اور فتاوٰی خیریہ میں فرمایا: "فیغلٰی" (جوش دیا جائے) کا لفظ بعض

شرط لتطهير الدهن الغليان مع كثرة النقل فى المسألة والتتبع لها الا ان يرادبه التحريك مجازا فقدصرح فى مجمع الرواية وشرح القدورى انه يصب عليه مثله ماء ويحرك فتأمل اھ اويحمل على ماذاجمد الدهن بعد تنجسه ثم رأيت الشارح صرح بذلك فى الخزائن فقال والدهن السائل يلقى فيه الماء والجامد يغلى به حتى يعلو [1] الخ۔	کتب میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لکھنے والے کی طرف سے اضافہ ہے کیونکہ ہم نے تیل کو پاک کرنے کیلئے جوش دینے کی شرط نہیں دیکھی حالانکہ یہ مسئلہ بہت زیادہ منقول ہے اور اس کی چھان بین بھی بہت زیادہ کی گئی البتہ یہ کہ اس "جوش دینے" سے مجازًا حرکت دینا مراد لیا جائے، مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی کہ اس پر اُتنا ہی پانی ڈالا جائے اور حرکت دی جائے، پس غور کرو اھ یا اسے اس صورت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ ناپاک ہونے کے بعد جم جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ شارح نے الخزائن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بہنے والے تیل میں پانی ڈالا جائے اور جمے ہوئے کو جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ اُوپر آجائے الخ (ت)

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلالیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہوجائیگا۔ جامع الرموز میں ہے:

المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطًا به [2]۔	بہنے والی چیز جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کے ہم جنس کے ساتھ ملا کر جاری کیا جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ (ت)

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلًا تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پر نالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اُس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پر نالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں برتن میں گریں اس طرح پاک وناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا، خزانہ میں ہے:

اناء ان ماء احدهما طاهر والأخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا فى الهواء	دو۲ برتنوں میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہو توان کو بلند مقام سے گرایا جائے اور وہ

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

[2] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵

ثم نزلا طھر کلہ [1]	فضا میں مل کر اُتریں تو تمام پانی پاک ہوجائیگا۔(ت)

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک گھی سے پہلے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اُس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب مرسلہ داور علی خان صاحب سہاوری ۸۔جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اُنگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہوجائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔

الجواب: انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھُوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعًا ناپاک ہوجائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے گا پاک ہوجائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دُودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام، اور آیہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ [3] (بے شک مشرکین نجس ہیں۔ت،) سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے؟

الجواب:

آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

[2] القرآن ۲۴/۲۶

[3] القرآن ۹/۲۸

اگر ملوّث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے مالامال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیا جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں اور نہ طاہر وحلال کہ اصل اشیامیں طہارت وحلت ہے قال تعالٰی:

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا [1]۔	زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لئے پیدا فرمایا۔(ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کیلئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه [2]۔	ہم اسی پر عمل کرینگے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔(ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوٰی جواز اور تقوی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۲: از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمان صاحب ۹۔جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ۔

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہو گئی ہو اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پَیر رکھ دے اور مٹّی لگ جائے تو کیا پَیر ناپاک ہوگا؟

الجواب:

جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تر پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ۲۰۳و۲۰۴: از شہر کہنہ ۱۲۔رمضان ۱۳۳۶ھ

(۱) بچّے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آڑے میں اس کی کھانچی پڑی کھاجر کے سوار پڑا اب وہ کچی شکّر پاک ہُوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو؟ (۲) کرسی یا چُوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

الجواب:

(۱) جب بچّے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اٹھادیا جاتا ہے زمین کُھرچ دی جاتی ہے، پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہو جاتا ہے اُس کا اثر زائل ہو جاتا ہے زمین پاک ہو جاتی ہے شبہہ اور وہم پالنا منع ہے **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) کَرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کردے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول، اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے پاس کے دانے جُدا کر دیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اُس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلا دے۔اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اس کا یہی حکم ہے اور چُوہے کی ہے اور ناج مثلاً روٹی یا دلیے یا دال پلاؤ کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اسے نہ کھانا چاہئے **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۵: از ضلع بلیا مسئولہ سید محمد رضا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑے کا پیندا تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے پاک وطاہر ہوا قابل استعمال کے ہو گیا یا نہیں اگر پاک ہو گیا تو کیوں قیمت اُس کی مثل ہنود کے اُس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلائے تو شرع میں اس کے لئے کیا حکم ہے صور تہائے مذکورہ بالا میں صاف صاف جواب مزین بدستخط ومہر مرحمت ہو۔

الجواب:

فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہو سکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابلِ سرایت بوجہ تری سبو یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اُس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔لوگ مولوی کہیں تو اُس پر الزام نہیں، ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۶: از بریلی محلّہ گندانالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھااور قریب ہی ایک کُتّے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھاالبتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتّا کھڑا تھاکچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہواور کُتّا موجود ہے تو ضرور اُس نے کھایااور کھانا ناپاک ہوگیااگرتر مثل شیر وشوربا ہے توسب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں مُنہ لگا ہے وہاں سے اُتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۷: از بریلی شہر کہنہ مسئولہ سید گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھرا جاتا ہےاور اُس میں اکثر ہاتھ مُنہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہی حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر اہلِ محلّہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا یہ پانی خورد ونوش میں استعمال کرنے کے قابل ہےاور پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفرین کرتے ہیں۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔

نص علیه فی کتب المذهب قاطبة ومن احسن من بینه مصنّف الطریقة المحمدیة وشارحها قدس سرهما وقدفصلناه فی الاحلی من السکر۔	کتب مذہب میں اس کی تصریح موجود ہے طریقہ محمدیہ کے مصنّف اور شارح نے اسے بہت ہی اچھا بیان کیا،ہم نے "الاحلی من السکر" میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(ت)

کفار کی نفرین وآفرین کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کُتّے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاستہ پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے ہوئے انگوچھے سے پُوچھیں جس میں تقریبًا چھٹانک بھرپیشاب ہوگا یہ کچھ قابل نفریں نہیں اور ان کا دُودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔**واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۸: از شہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقّہ کی تر مشک چھُودی ہے اس صورت میں وہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔ اور اگر ناپاک ہے تو کسی طرح سے وہ پاک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

تین بار اُس جگہ پر پانی بہادیں تطییباللقلب (دل کے اطمینان کے لئے ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۹: از پیلی بھیت محلّہ بھورے خان مرسلہ سید محمد معین صاحب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا، کتا اندر گیا اور جاکر کُتّے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فوراً کوٹھری میں جاکر کتّے کو ہٹایا تو اس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا آیا وہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب:

گھی ناپاک ہوگیا، اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہوئی باقی پاک رہا، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۱۰: از سسونہ ڈاک خانہ شیش گڈھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھِیلیں دُکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی جحت پر کھِیلوں کے ڈھیر پر لوٹ دِیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک، علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جلیبی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لے تو وہ پاک رہی یا ناپاک؟ **بینوا توجرّوا**۔

الجواب: اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وہ شے ناپاک ہوجائے گی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہوگی مگر بھنگی کی چھُوئی ہوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں لہٰذا اُس سے بچنا چاہئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بشروا ولاتنفروا**[1] (خوش کرو متنفر نہ کرو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم من المواعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

مسئلہ ۲۱۱: از امام پور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کُنویں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنویں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنویں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنویں کا کیا حکم ہے اس کے پانی کا استعمال غسل، وضو، کھانے، پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اُس سے وضو یا غسل کیا ہو تو نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب:

ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اُس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنویں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہوگیا اُس کا استعمال وضو، غسل وخورد ونوش میں حرام ہے اور وضو وغسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۲: مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب:

منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضراتِ انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہُوئی اور خواہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے کہ اُن کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۲: از بلڈانہ برار بسوہ اسٹیشن متعلق ملکہ پور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کُرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب وگوبر کی چھینٹ دُم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرح شریف میں کیا تعلیم ہے، **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہو گی اور بالفرض اگر اس سے

زائد بھی دھبّے ہوں اور دھونے سے سچّی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔

فقدطھرہ محمد [1] اخذ عـــہ للبلوی کمافی الدر المختار۔واللہ تعالٰی اعلم۔	امام محمد رحمہ اللہ نے عموم بلوٰی کے پیش نظر اسے پاک قرار دیا ہے جیسا کہ دُر مختار میں ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۳ : از شہر گیا محلّہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین واحمد اللہ خان صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوئر اور کتّا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیاتِ قرآن مجید۔بینوا توجروا۔

الجواب:

جس وجہ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو، واللہ تعالٰی اعلم

عـــہ: مسخه الناسخ وصوابه اُخرا ای فی اُخر امره حین دخل الری مع الخلیفة ورأی ببلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشایخ علی قوله هذا طین بخاری فتح واختاره مجدد المائة الحاضرة سیدی ووالدی اعلٰحضرت قدس سره دفعاً للحرج عن الفلاحین ومن حذا حذوهم هذا ولذا اختار ههنا فی الخشی قولهما انها مخففة واستظهره فی الشرنبلالیة وعزاه الی مواهب الرحمٰن لکن فی النکت للعلامة قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحه فی المبسوط وغیره ولذا جری علیه اصحاب المتون اھ الفقیر حامد رضا قادری الرضوی البریلوی	کاتب نے اس کو مسخ کر دیا ہے، اس کا درست بیان آخر میں یعنی آپ کے آخری حکم میں ہے جب آپ خلیفہ کے ساتھ ری میں داخل ہوئے اور راستوں اور دکانوں کے گوبر سے بھرے ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ابتلاءِ عام میں دیکھا اور مشائخ نے امام محمد کے اسی قول پر بخارٰی کی مٹی کو قیاس کیا ہے فتح اور مجدد مائۃ حاضرہ میرے آقا و والد اعلٰی حضرت قدس سرہ نے کسانوں اور ان جیسا کام کرنے والوں سے حرج کو دور کرنے کے لئے اسی کو اختیار فرمایا ہے اسے محفوظ کرلو، اسی لئے یہاں مینگنی کے بارے میں شیخین کا قول اختیار فرمایا۔ شرنبلالیہ میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس کو مواہب الرحمٰن کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن علّامہ قاسم کی نکت میں یہ ہے کہ امام کا قول نجاستِ غلیظہ کے ساتھ ہے مبسوط وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اسی لئے اصحابِ متون نے اسے اختیار فرمایا اھ ۱۲(ت)

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۵

مسئلہ ۲۱۴: از نگینہ ضلع بجنور محلّہ شیخ کی سرائے تکیہ منہاران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خریدا گیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے، دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں، کس کا قول صحیح ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک اُن کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۵: از موضع خورد مؤ ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مُردہ کے لئے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصل ہونا چاہیئے۔

الجواب:

مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک وحرام ہے دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ حاجی اسمٰعیل بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ بمقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ۔ اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اُس میں حرام جانور مثلاً چُوہا، بلّی یا کتّا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مر گیا یا جھُوٹا کر گیا اب وہ گھی وتیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور ہو کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

گھی اگر رقیق پتلا ہے تواُس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم عـہ میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تواُس جانور یا اُس کے

عـہ: حاجی اسمٰعیل میاں صاحب کے ایک سو گیارہ سوالات میں سے سوال پنجم کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۶۳ پر مسئلہ ۱۹۹ میں مذکور ہے ۱۲ (م)

مُنہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھُرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے، احمد وابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاوقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وماحولھا [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر جمے ہوئے گھی میں چُوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔

---

[1] سنن ابی داؤد شریف باب فی الفارۃ تقع فی السمن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۱

بابُ الاِستِنجاء

(یہ بات استنجا کے بیان میں ہے)

مسئلہ ۲۱۷: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیااس میں پانی بچ رہا،اُس بچے ہوئے پانی سے چھوٹا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پھینک دینا تو تضییعِ مال ہے کہ شرع میں قطعًا ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز، مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کر غیر مستعمل پر غالب ہوگیا۔ رہا استنجا، جواز میں تو اُس کے بھی شُبہہ نہیں، نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظیر فقیر سے گزری۔ ہاں اس قدر ہے کہ بقیہ وضو کیلئے شرعًا عظمت واحترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیہ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستر ۷۰ مرض سے شفا ہے۔ تو وہ ان امور میں آبِ زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آدابِ وضو میں ہے:

وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما [1]۔	وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پیے۔ (ت)

[1] درمختار مع تنویر الابصار باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

درمختار میں ہے: کماء زمزم[1] (آبِ زمزم کی طرح۔ت) جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیہ وضو پیا پھر فرمایا:

احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔	میں نے چاہا کہ تمہیں دکھاؤں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ وضو کیونکر تھا۔

ردالمحتار میں ہے:

ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذااصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادًا علی قول الصادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔	آبِ زمزم شفا ہے اور اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔ ہدیۃ ابن العماد کی شرح میں علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ پانی سے شفا حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس مجھے شفا حاصل ہو جاتی ہے نبی صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۲۱۸: حاجی اللہ یار خان صاحب ۲۲رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ داہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخان (امام بخاری ومسلم) رحمہم اللہ تعالٰی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ت) مگر جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں۔ت) درمختار

---

[1] درمختار مع التنویر، باب مستحبات الوضوء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۲۳

[2] جامع الترمذی باب وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸

[3] ردالمحتار مطلب فی مباحث الشرب قائما مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۸

میں ہے:

کرہ تحریما بیمین ولاعذر بیسارہ[1] اھ ملخصا۔	بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہِ تحریمہ ہے اھ ملخصا (ت)

اور نجاست جب مخرج بَول وبراز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں اُن کے بعد پانی لینا فقط سنّت ہے در مختار میں ہے:

الغسل بالماء بعد الحجر سنة[2] اھ ملخصا۔	پتھر (استعمال کرنے) کے بعد پانی سے دھونا سنّت ہے اھ ملخصا

یہ سنّت بھی اگرچہ باقی سنن مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعثِ کراہت،

علی ماحققه المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعه تلمیذه المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیة۔	جیسا کہ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اور ان کی اتباع میں ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔(ت)

مگر حالتِ عذر ہمیشہ مستثنیٰ ہوتی ہے اور ترک سنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلاتامل نہ اُس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ در مختار میں ہے:

یجب ای غسله ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر مانع للصلاة فیما وراء موضع الاستنجاء[3]۔	اگر (طہارت سے) مانع نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے تو اس کا دھونا واجب اور نماز سے مانع نجاست کے اندازے کا اعتبار اس نجاست سے ہوگا جو جائے استنجا کے علاوہ ہے۔(ت)

ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہو جائے گی، در مختار میں ہے: لو شلّتا سقط اصلا[4] (اگر دونوں ہاتھ شَل ہو جائیں تو طہارت بالکل ساقط ہو جائیگی۔ت) مگر امامت

---

[1] در مختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

[2] در مختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

[3] در مختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

[4] در مختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

نہیں کرسکتا کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ مخفی نہیں، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

مسئلہ ۲۱۹: ۴ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۲ھ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹّی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب اوالحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلك عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط[1]۔	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ پیشاب کرتے پھر مٹّی یا دیوار سے خشک کرتے اس کے بعد فرماتے "ہمیں اس طرح معلوم ہے"۔ اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس کے بعد وہ پانی کے ساتھ دھوتے ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرتے تو پانی اور پتھّر کو جمع نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی طریقہ تھا یہ دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔(ت)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے۔

احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ[2]۔	امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ قضائے حاجت اور پیشاب کا اثر پانی سے دھوڈالیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی یونہی کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(ت)

اور وہی (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لیکر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی:

---

[1] کشف الغمہ فصل فی کیفیۃ الاستنجاء مطبوعہ دارالفکر بیروت، لبنان ۱/۴۸

[2] جامع الترمذی باب الاستنجاء بالماء مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۵

استنجے کے لئے پانی۔فرمایا: مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں۔

ابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام عمر خلفہ بکوز من ماء فقال ماھذا یاعمر فقال ماء تتوضؤ بہ قال ماامرت کلما بلت ان اتوضأ ولوفعلت لکانت سنۃ[1]۔	امام ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے سندِ حسن کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا لوٹا لے کر کھڑے ہوگئے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ پانی ہے آپ اس سے وضو فرمائیں۔آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروں، اگر ایسا کروں تو سنّت بن جائے گا۔(ت)

حلیہ میں ہے:

المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کماذکرہ النووی[2]۔	یہاں وضو سے استنجا کرنا مراد ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے(ت)

اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیۃ عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما[3] (فتاوٰی عالمگیری میں التبیین سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اس بزرگ وبرتر ذات کا علم مکمل و محکم ہے۔ت)

مسئلہ ۲۲۰: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پُرانا کپڑا یا مٹّی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سُکھانا کیسا ہے اور اگر تھوڑی دُور پر ہر شَے موجود ہے اور یہ کوتاہی کرگیا اور پتھّر سے سُکھایا تو کیسا ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا

---

[1] سُنن ابوداؤد شریف کتاب الطہارۃ، باب فی الاستبرائ مطبوعہ آفتاب عالم پرس لاہور ۱/۷

[2] حلیہ (مذکورہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی)

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸

پتھر مٹّی ہو یا پُرانا کپڑا زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلہ یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو، دُرمختار میں ہے:

(الاستنجاء سنة مؤكدة بنحو حجر) مما هو عين طاهرة قالعة لاقيمة لها كمدر (منق وكره بعظم وروث واٰجر وخزف وزجاج وفحم) وحق غير وكل ماينتفع به [1]۔	پتھر جیسی چیز کے ساتھ استنجا سنّتِ مؤکدہ ہے یعنی وہ چیز جو پاک ہو نجاست کو دُور کرنے والی ہو اور قیمتی نہ ہو جیسا کہ صاف کرنے والا ڈھیلا ہڈّی، گوبر، پکّی اینٹ، ٹھیکری، گچ اور کوئلے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے نیز غیر کی ملکیت اور نفع بخش چیز کے ساتھ بھی مکروہ ہے (ت)

نورالایضاح میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بجص [2] اھ ملخصین۔	چُونے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البدائع السنة هو الاستنجاء بالاشياء الطاهرة من الاحجار والامداد والتراب والخرق البوالی اھ ومثله الجدار الاجدار غيره كالوقف ونحوه وللمستأجر الاستنجاء بالحائط ولولدار مسبلة [3] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم	بدائع میں فرمایا پاک چیز مثلاً پتھّروں، ڈھیلوں، مٹی، پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کرنا سنت ہے اھ دیوار بھی اسی طرح ہے لیکن کسی دوسرے کی دیوار نہ ہو مثلاً وقف شدہ وغیرہ۔ کرایہ دار دیوار سے استنجا کرسکتا ہے اگرچہ دیوار تر ہو۔ اھ تلخیص (ت)

مسئلہ ۲۲۱: ۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب

از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار باحسن آداب زانوائے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور میرساند دیرنوالا ضرورتے درمسئلہ کتاب منیۃ المصلی واقع ست لہٰذا بخدمت فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا	عمدہ آداب کے ساتھ زانوائے ادب تہ کرتے ہوئے آنحضور کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے والے حضرات کی ایک عرض جو اس علاقے میں منیۃ المصلی کے ایک مسئلہ کے سلسلے میں ہے فیضدرجت، عالی مرتبت، شریعت کے رسوم کو زندہ کرنے والے، بدعت کے لوازم کو

[1] درمختار، فصل الاستنجاء، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] نورالایضاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ علیمی کتب خانہ لاہور ص ۶

[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیضہم و ظلہم وبرکاتہم استفتا مع عبارت **یکرہ دخول المخرج لمن فی اصبعه خاتم فیه شیئ من القراٰن لمافیه من ترك التعظیم**[1] ارسال می نمایند معنی دخول المخرج بتصریح ترجمہ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست و معنی لغوی واصطلاحی صیغہ مخرج دریںجاچیست۔بینوا توجروا۔

مٹانے والے روشن ملّت کی اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے، چمکتی ہوئی شریعت کی برکات کے منبع حضرت مولانا محمد احمد رضا خان اللہ تعالٰی ان کے فیوض، سایہ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے،کے حضور عبارت کے ساتھ استفتاء پیش کرتے ہیں،عبارت یہ ہے"جس آدمی کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں قرآن پاک سے کچھ لکھا ہو اس کا مخرج میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم کو چھوڑنا ہے"۔جوابًا وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں دخولِ مخرج کا معنٰی لکھیں اور بتائیں کہ مؤلّف کی کیا مراد ہے اور اس جگہ لفظ مخرج کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی کیا ہے،بیان فرمائیں اجر پائیں۔(ت)

الجواب:

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،مخرج جائے خروج واینجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار اور آداب استنجا فرمود **ویدفن الخارج**[2] وحلق موئے دُبررا تعلیل نمود وکیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتواند کہ خلارا مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ رامفازہ یعنی جائے فوز ونجات خوانند زیراکہ دخول خلا محض بضرورت ست وداخل درعین دخول بر قصد تعجیل خروج پس گویا اومدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہرکہ در دست او خاتمی ست کہ بروچیزے از قرآن یا از اسمائے معظّمہ

مولانا المکرم،اللہ تعالٰی آپ کو عزت بخشے،السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،"مخرج"نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں یہاں بیت الخلا مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے بول وبراز کو خارج کہتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار کے آدابِ استنجاء میں فرمایا:"اور خارج (پیشاب وپاخانہ) کو (زمین میں) دبادے"۔اور دُبر کے بال مونڈنے کی علّت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب وپاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو جیسے بیابانِ مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز وفلاح کہتے ہیں کیونکہ دخولِ خلا محض ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فورًا نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے تو گویا وہ مدخل

---

[1] منیۃ المصلی قبیل فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۵

[2] ردالمحتار آداب استنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی،۱/۲۳۰

مثل نامِ الٰہی یانام قرآن عظیم یااسماانبیاء یاملائکہ علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است اوماموررست کہ چوں بخلارود خاتم ازدست کشیدہ بیرون نہد افضل ہمین ست واگر خوف ضیاع باشد درجیب انداز دیا بچیزے دگر پوشد کہ اینہم رواست اگرچہ بے ضرورت احترازو اولٰی ست اگر ازینہا ہیچ نکرد وہمچناں درخلا رفت مکروہ باشدعلامہ ابراہیم حلبی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ درغنیۃ المستملی شرح منیۃالمصلی زیرہمیں عبارت مذکورفرمایدیکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعه خاتم فیه شیئ من القراٰن اومن اسمائه تعالٰی لمافیه من ترك التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصله الی باطن الکف ولوکان مافیه شیئ من القراٰن اومن اسمائه تعالٰی فی جیبه لاباس به وکذا لوکان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولٰی [1] درمراقی الفلاح ست یکرہ دخول الخلاء ومعه شیئ مکتوب فیه اسم الله اوقراٰن [2] علامہ طحطاوی درحاشیہ ش فرمود لماروی ابوداود والترمذی عن انس رضی الله تعالٰی عنه قال کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذادخل الخلاء نزع

نہیں مخرج ہے۔اسے سمجھو بالجملہ دخول مخرج کا معنی پاخانے نے میں جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالٰی کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء وملائکہ علیہم الصّلوۃ والثناء (لکھے) ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجانہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت مذکور کے تحت فرمایا مخرج یعنی بیت الخلا میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اسکی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالٰی کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے تو مکروہ نہیں اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز (کاپی وغیرہ) ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ اللہ تعالٰی کا اسم گرامی ہو تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہو تو بھی حرج نہیں لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے جس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالٰی کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو تو اس کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔
علامہ طحطاوی نے

---
[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰
[2] مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ [1] اھ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی واسم رسولہ والقراٰن اھ وقال الابھری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ماعلیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی اونبی اوملك فان خالف کرہ لترك التعظیم اھ وھوالموافق لمذھبنا کمافی شرح المشکٰوۃ [2]۔ در درمختار ست رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	اس کے حاشیہ میں فرمایا کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" کا منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کردے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کردے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کردے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترک تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکٰوۃ میں ہے۔ درمختار میں ہے غلاف میں لپیٹے ہُوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنؤ وپٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں آیا اُن کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خراب لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

کلوخ وآب میں جمع افضل ہے نفسِ سنّت ہر ایک سے ادا ہو جاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰

[3] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، نماز وامامت میں کوئی حرج نہیں **والمسائل فی الحلیۃ وردالمحتار وغیرھا** (مسائل حلیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں ہیں۔ت) پانی خصوصًا سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسلِ مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی پر حکمت پر محمول کیا ہے **کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار** (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بتایا۔ت) اور بحال برودتِ مثانہ نزولِ قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۳: ۲رجب مرجب ۱۳۲۱ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جن کی ہے اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جِن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قوم جِنّ کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی اُن سے ارشاد ہوا:

لکم کل عظم ذکر اسم اللہ یقع فی ایدیکم اوفر مایکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم [1]۔	تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّٰی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اُس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہُوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لئے چارہ ہے۔(م)

پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا:

فلاتستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم [2] **رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**	ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔(م) اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔(ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقرأۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

[2] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقرأۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

مسئلہ ۲۲۴: مسئولہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے اس باب میں جو حکم ہو حدیث وفقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالٰی (تمہارے لئے اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے۔ت)

الجواب:

اقول: کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار ۴ حرج ہیں: **اوّل:** بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلاضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔ بحرالرائق میں بدائع سے ہے:

اما تنجیس الطاھر فحرام [1] اھ ذکرہ فی بحث الماء المستعمل۔	پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے اھ اسے مستعمل پانی کی بحث میں ذکر کیا ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ماذاکان بلاعذر والوط [2] عذر۔	شرح منیۃ المصلی میں انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے ملوث ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر عذر کی صورت پر محمول کیا جائے گا اور وطی عذر ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذاکان بہ سلس فیحل کوطء المستحاضۃ مع الجریان ویظھر انہ عندنا کذلك لمافیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلاضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطء المستحاضۃ ووطء السلس تأمل [3]۔	بعض شوافع نے فتوٰی دیا ہے کہ جس آدمی کا آلہ تناسل ناپاک ہو اس کے لئے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلسل البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خُون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں بلاضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لئے کہ دھونا ممکن ہے۔ بخلاف مستحاضہ اور سلسل البول والے کی وطی کرنے کے۔ غور کرو۔(ت)

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۹۴

[2] ردالمحتار، مطلب الفرق بین الفرض العملی والقطعی والواجب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۸

[3] ردالمحتار فی حکم وطء المستحاضۃ ومن بذکرہ نجاسۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۸

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذابِ قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه [1] رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما [2]۔	پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اُسی سے ہے (م) اسے دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ حاکم لفظ "استنزھوا" لائے ہیں اور فرمایا کہ یہ ان (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو ۲ شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا۔ فرمایا:

کان احدھما لایستتر من بوله وکان الاٰخر یمشی بالنمیمة [3] رواہ الستة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دُوسرا چغلخوری کرتا۔ (م) اسے چھ ۶ محدثین (اصحابِ ستہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

سوم: رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آڑ جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیه [4] ھکذا فی حفظی ولایحضرنی الاٰن من خرجه واللہ تعالٰی اعلم۔	جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور دکھائے اس پر بھی لعنت۔ (م) میرے ذہن میں اسی طرح ہے لیکن اس وقت مجھے یاد نہیں کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

چہارم: یہ نصارٰی سے تشبّہ اور ان کی سنّتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علّت اور یہ موجبِ عذاب وعقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: لَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ [5]۔ شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبّه بقوم فھو منھم [6]۔	جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الدار قطنی باب نجاسۃ البول مطبوعہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/ ۱۲۷

[2] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ حدیث ۴۳ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۱۲۸

[3] ترمذی شریف باب التشدید فی البول مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۱

[4] مشکوٰۃ شریف باب النظر الی المخطوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۷۰

[5] القرآن الحکیم ۲/ ۱۶۸

[6] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابن عمر، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت لبنان ۲/ ۵۰

اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلافِ سنّتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے میں احادیثِ صحیحہ معتمدہ وارد ہیں۔

حدیث اوّل: امام احمد وترمذی ونسائی وابن حبان صحیح میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلاتصدقوہ ماکان یبول الاقاعدا[1] ۔	جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اُس سچّا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔(م)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح[2] ۔	جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔(م)

یہی حدیث صحیح ابو عوانہ ومستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے:

مابال قائما منذا نزل علیہ القراٰن[3] ۔ **اقول:** وبہ اندفع ماوقع للامامین الشھاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قالا واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انہ مستند الی علمھا فیحمل علی ماوقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلاتطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ	جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ فرمایا۔(م) **اقول:** اس سے وہ شُبہہ دُور ہوگیا جو دو ۲ اماموں الشاب ابنِ حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اور البدر محمود عینی کو عمدۃ القاری میں پیش آیا کہ انہوں نے فرمایا (الفاظ عینی کے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی معلومات سے منسوب ہے پس اسے اس صورت پر محمول کیا جائیگا جو آپ سے گھروں میں وقوع پذیر ہوئیں۔ لیکن گھروں کے علاوہ پر ام المومنین مطلع نہیں ہوئیں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

[1] جامع الترمذی شریف باب النہی عن البول قائماً، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱/۴

[2] جامع الترمذی شریف، باب النہی عن البول قائماً، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴

[3] المستدرک للحاکم البول قائماً و قاعداً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

تعالٰی عنه وهو من كبار الصحابة[1] اھـ وذلك انها رضی الله تعالٰی عنها انما ولدت بعد نزول القرٰان بخمس سنين فكيف يحمل على مارأت من فعله صلى الله تعالٰی عليه وسلم فی البيوت وانما تقوله عن توقيف وبه يترجح ان حديث حذيفة رضی الله تعالٰی عنه كان لعذر والاعذار مستثناة عقلا وشرعا ثم اذا ثبتت هذه سنته صلى الله تعالٰی عليه وسلم مختليافی بيته الكريم تثبت دلالة فی الخارج فان خارج البيوت احوج الى الستر والتزام الادب قال العينی وايضا يمكن ان يكون قول عائشة رضی الله تعالٰی عنها مابال قائما يعنی فی منزله والا اطلاع لها على مافی الخارج[2] اھـ۔ **اقول:** ماهو الاالاول وقدعلمت رده فلاادری مامعنی قوله وايضا۔	یاد رکھا اور وہ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے اھ۔ نیز ام المومنین نزولِ قرآن کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں لہٰذا اسے کیسے اس پر محمول کیا جائے جو ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم گھروں میں دیکھا آپ تو بتانے سے بیان فرمارہی ہیں (یعنی یہ حدیث موقوف ہے) اس سے اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد ہے اور عذر عقلی اور شرعی طور پر مستثنٰی ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کی یہ سنّت خانہ اقدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطور دلالت باہر بھی ثابت ہوگئی کیونکہ گھروں سے باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، امام عینی فرماتے ہیں نیز ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ "آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا" سے مراد یہ ہو کہ آپ نے گھر میں کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا آپ کو باہر کے بارے میں اطلاع نہیں تھی اھ (ت) **اقول:** بات تو وہی پہلی ہے اور تمہیں اس کا رد معلوم ہوچکا ہے پس مجھے معلوم نہیں کہ ان کے قول "ایضًا" کا کیا مطلب ہے۔ (ت)

حدیث دوم: بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من الجفاء ان يبول الرجل قائما او يمسح جبهته قبل ان يفرغ من صلاته	تین ۳ باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلًا

[1] عمدۃ القاری باب البول قائمًا و قاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۵۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائمًا و قاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۵۳

اوینفخ فی سجودہ [1]۔	مٹی یا پسینہ) پُوچھنے یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھُونکے۔(م)

تیسیر میں ہے: رجالہ رجال الصحیح [2] (اس حدیث کے سب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں۔م) عمدۃ القاری میں ہے: رواہ البزار بسند صحیح [3] اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔م) قال وقال الترمذی حیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ وقول الترمذی یردُّ بہ [4] (اور کہاکہ امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔اور امام ترمذی کا قول اس کے ساتھ رَد کیا جاتا ہے۔ت) **حدیث سوم:** ترمذی عــہ۱ وابن ماجہ وبیہقی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رأنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابول قائما فقال یاعمر لاتبل قائما فمابلت قائما بعد [5]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو"۔اس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔(م)

حدیثِ چہارم: ابن ماجہ عــہ۲ وبیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما [6]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔(م)

امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔رہی حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

عــہ۱: اقتصر فی عمدۃ القاری علی عزوہ للبیھقی وھو ممالاینبغی ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)	عمدۃ القاری میں اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔(ت)
عــہ۲: کذا اقتصر ھھنا علی عزوہ للبیھقی ۱۲ منہ غفرلہ (م)	اسی طرح یہاں بھی اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے۔(ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب مانہی عنہ فی الصّلوٰۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۹۳

[3] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعداً الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵

[4] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعداً الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵

[5] جامع الترمذی، باب النہی عن البول قائما، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی، ۱/۴

[6] سنن ابن ماجہ باب فی البول قائما وقاعداً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷

اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما [1]۔رواہ الشیخان۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔(رواہ الشیخان) (ت)

ائمہ کرام علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیے: اوّل: یہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منسوخ ہے۔یہ امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السّنّہ میں اختیار کیا،

| وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ زاد العینی لان کلامن عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما اخبربما شاھدۃ [2] اھ۔**اقول:** معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقدرأتہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبربما شاھد لایمنع النسخ اذاعلمنا ان احدی المشاھدتین متأخرۃ مستمرۃ والحاوی علی حکم النسخ ماصح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء [3] | امام عسقلانی اور عینی نے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جو کچھ دیکھا اس کی خبر دی اھ (ت) **اقول:** یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری دَور کی نہیں جبکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کو وصال تک دیکھا اور آپ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے لہٰذا آپ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔بنابریں ہر ایک کا اپنے مشاہدے کے مطابق خبر دینا نسخ کو منع نہیں کرتا جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی اور حکمِ نسخ پر آپ کا وہ قول حاوی ہوگا جو صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ ظلم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام |

[1] جامع البخاری، باب البول قائماً و قاعداً، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۳۵۹/۱

[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۳۵/۳

[3] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۳۵/۳

وقدکان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ابعد الناس عنہ۔	لوگوں سے بڑھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے۔(ت)

دوم: اُس وقت زانوائے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا، حاکم ودارقطنی وبیہقی اُن سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمابضہ [1] لکن ضعفہ ھذان وابن عساکر فی غرائب مالك وتبعھم الذھبی فقال منکر۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے جو زانو کے اندرونی طرف تھا کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔لیکن ان دونوں (دارقطنی اور بیہقی) اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں اسے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا یہ منکر ہے۔(ت)

سوم: وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجی کی۔

قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ فخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلك سھلا ینحدر فیہ البول فلایرتد علی البائل [2] اھ **اقول:** انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادتہ خشیۃ التطایر ولوقال کماقلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لایوجد معھا موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قال السید جمال الدین قیل فعل ذلك لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع	عینی نے کہا منذری کہتے ہیں شاید ڈھیری میں تر نجاستیں تھیں اور وہ نرم تھیں اور آپ کو ملوث ہونے کا ڈر ہوا۔امام عینی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی نسبت اس ڈر کے زیادہ لائق ہے۔امام طحاوی فرماتے ہیں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پیشاب اس میں اُتر جاتا ہے اور پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں لَوٹتا اھ (ت) **اقول:** امام منذری اس تاویل کی طرف اس لئے متوجہ ہوئے کہ انہوں نے چھینٹے اُٹھ کر لگنے کا زیادہ ڈر محسوس کیا اور وہ ہمارے والی بات کہتے تو وہ اعتراض سے بچ جاتے کیونکہ جہاں تَر نجاستیں جمع ہوں وہاں بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔پھر میں نے مرقاۃ میں دیکھا صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں سید جمال الدین نے فرمایا کہا گیا ہے

[1] المستدرک علی الصحیحین البول قائما او قاعداً مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱/۱۸۲، السنن الکبرٰی للبیہقی باب البول قائما مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۰۱

[2] عمدۃ القاری باب البول قائما و قاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

بالنجاسة [1] اھ فھذا ماذکرت وھو الصواب فی الجواب۔	آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ تمام جگہ نجاست سے بھری ہونے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اھ پس یہ ہے جو کچھ میں نے ذکر کیا اور جواب میں یہی بہتر ہے۔(ت)

چہارم: اُس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا۔

قال العینی قال بعضھم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ علیا مرتفعا [2] اھ۔ وقال القاری فی المرقاۃ قال الابھری قیل کان مایقابلہ من السباطۃ عالیا ومن خلفہ منحدرا مستقلا لوجلس مستقبل السباطۃ سقط الٰی خلفہ ولوجلس مستدبرا لھا بدا عورتہ للناس اھ وقال بعد اسطر قیل فعل ذلك لانہ ان استدبر للسباطۃ تبدو العورۃ للمارۃ وان استقبلھا خیف ان یقع علی ظھرہ مع احتمال ارتداد البول الیہ [3] اھ۔ **اقول اولا** : فی ھذہ الزیادۃ ماعلمت ان القائم اجدربہ۔**وثانیا**: لوکان مایستقبلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منھا عالیا مرتفعا لم یکن ان یختارہ لھذا لارتداد البول ح قطعا بل الصواب فیہ	عینی نے فرمایا بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لئے جگہ نہ پائی کیونکہ جس طرف آپ تھے ادھر سے ڈھیر بلند تھا اھ۔ حضرت مّلا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں فرمایا ابہری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے سامنے کی طرف ڈھیر بلند تھا اور پچھلی جانب جھکا ہوا پست تھا اگر ڈھیر کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر پڑتے اور اُدھر پیٹھ کرکے بیٹھتے تو لوگوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اھ چند سطروں کے بعد فرمایا کہا گیا ہے آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ اگر ڈھیر کی طرف پیٹھ کرتے تو گزرنے والوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور اگر منہ اُدھر کرتے تو پیٹھ کے بل گرنے کا ڈر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی جانب پیشاب کے لَوٹنے کا احتمال بھی تھا اھ (ت) **اقول اول**: ان تمام اضافوں سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا زیادہ مناسب تھا۔ **دوم**: اگر اس جانب جدھر آپ کا چہرہ مبارکہ تھا بلند جگہ ہوتی پیشاب کے لوٹنے کی وجہ سے آپ اسے قطعًا اختیار نہ فرماتے بلکہ اس میں بہتر بات وہی ہے جو

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/۳۶۳

[2] عمدۃ القاری، باب البول قائمًا وقاعدًا، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت، ۳/۱۳۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

ماقال ابن حبان کمانقل عنه فی فتح الباری انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیه من السباطة کان عالیا فامن ان یرتد الیه شیئ من بوله [1] اھ فجعل ماقام علیه عالیا ومایقابله منحدرا وجعله سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنه الابھری فجعل ماقام علیه منحدرا ومایقابله عالیا وجعله سبب خوف السقوط فی القعود مع انه کذلك فی القیام الا نادرا۔	ابنِ حبان نے کہی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ان سے نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیٹھنے کیلئے مناسب جگہ نہ پائی تو کھڑے ہوئے کیونکہ آپ کے سامنے سے ڈھیر بلند تھا پس آپ پیشاب لوٹنے کے خطرہ سے بے خوف ہوگئے اھ پس انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ کو بلند قرار دیا اور سامنے کی جگہ کو پست قرار دیا اور اسے پیشاب کے لوٹنے سے امن کا باعث خیال کیا تو معاملہ اس شخص کے خلاف ہوگیا جس سے ابہری نے نقل کیا کیونکہ اس نے کھڑے ہونیکی جگہ کو پست اور مقابل کی جگہ کو بلند قرار دیا اور اسے بیٹھنے کی صورت میں گرنے کے ڈر کا باعث قرار دیا حالانکہ اکثر کھڑے ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔
فان قلت ھذا یرد علی ابن حبان ایضا اذلایظھر الفرق فی مثله بین القیام والقعود لان الصبب اذاکان بحیث لایستقر علیه القاعد فکذا القائم۔	**اگر تم کہو** کہ یہ اعتراض ابنِ حبان پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ جب نشیبی جگہ ایسی صورت میں ہو کہ وہاں بیٹھنے والا نہ ٹھہر سکے تو کھڑا ہونے والا بھی اسی طرح ہوگا۔
اقول: بلی قدتکون کھیأة مثلث له حرف دقیق یستقر علیه القائم اذاوضع علیه وسط قدمیه لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانه لامستقر علیه الاقدمیه وساقیه وثقل سائر جسمه لاحامل له۔	**اقول؛** (میں کہتا ہوں) ہاں کبھی وہ تکونی شکل میں ہوتی ہے اس کے کنارے باریک ہوتے ہیں اگر کھڑا ہونے والا اس پر قدم کا درمیانہ حصہ رکھے تو وہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوتا ہے بخلاف بیٹھنے والے کے، کیونکہ اس کے لئے تو صرف پاؤں اور پنڈلیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جبکہ باقی جسم کے بوجھ کو اٹھانے والی کوئی چیز نہیں (ت)

[1] فتح الباری باب البول عند سباطة قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

پنجم: اُس وقت پشتِ مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفاء ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے۔ چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا سترّ مرض کی دوا ہے۔

ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لماسأله حفص الفرد عن الفائدۃ فی بوله قائما العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائما فنری انه کان به اذذاك[1] اھ۔وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلك حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه المذکور اٰنفا[2] اھ۔	ملا علی قاری نے زین العرب سے انہوں نے حجۃ الاسلام سے یہ ذکر کیا۔امام عینی فرماتے ہیں امام شافعی سے جب حفص فرد نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فائدہ پُوچھا تو انہوں نے جوابًا فرمایا عربی لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیٹھ کے درد کا علاج کرتے ہیں پس ہمارا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت یہی تکلیف تھی اھ۔اور فتح الباری میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے اسی طرح مذکور ہے،امام عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابھی گزرنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے اھ (ت)
اقول:لاادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیه من فعله مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار۔	**اقول**: میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے آپ کا کسی عمل کو کسی مجبوری کے بغیر قصدًا بیماری سے شفاء کے لئے اختیار کرنا اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ آپ نے اضطرار کے باوجود اسے اختیار نہ کیا۔(ت)
ششم: زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذلك لانها حالۃ یؤمن فیها خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود ومنه قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنه البول قائما احصن للدبر[3] اھ.نقله فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلك لکونه قریبا	**ششم**: مازری نے کتاب العلم میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کا یہ عمل اس لئے تھا کہ اس صورت میں دوسرے راستے سے حدث (ہوا وغیرہ) نکلنے کا خوف نہیں ہوتا بخلاف بیٹھنے کے۔اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دُبر کو محفوظ رکھتا ہے اھ،اسے العمدۃ میں نقل کیا امام عسقلانی

[1] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳۶/۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳۶/۳

[3] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳۶/۳

من الدیار[1] اھ

اقول: وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقدعصمہ اللہ تعالٰی من کل مایستھجن۔

ھفتم: قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس[2] اھ

اقول: ای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتادلہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ماذکر المارزی والا بطل کما یحتاج ماذکر المارزی فی تاییدہ الی ان یضم الیہ ھذا کمافعلی ابن حجر والا ضعف۔

نے اضافہ کیا کہ آپ نے یہ اس لئے کیا کہ آپ گھروں کے زیادہ قریب تھے اھ۔(ت)

اقول: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کی ایسی توجیہات کو میں نہایت بدذوقی سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے۔(ت)

ہفتم: (محدثین نے) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ آپ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول تھے اور ممکن ہے مجلس طویل ہوگئی حتی کہ پیشاب نے آپ کو روک دیا اور عادت کے مطابق آپ کے لئے دُور جانا ممکن نہ ہُوا اور آپ نے (کوڑے کرکٹ کے) ڈھیر کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہ جگہ نرم تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو اھ (ت)

اقول: یہ بات کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن گئی یہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عادت کے مطابق دُور جانے کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔اسے انہوں نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے پس یہ اپنی مضبوطی کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ جو کچھ مارزی نے ذکر کیا اسے بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ورنہ یہ باطل ہوجائیگا جیسا کہ مارزی کا ذکر کردہ قول اپنی تائید کے لئے اس کے ملانے کا محتاج ہے جیسا کہ ابنِ حجر نے کیا ورنہ وہ کمزور رہ جائیگا۔(ت)

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائما و قاعدا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

ہشتم: قال ابوالقاسم عبدالله بن احمد بن محمود البلخی فی کتابه المسمی بقبول الاخبار ومعرفة الرجال حدیث حذیفة هذا فاحش منکر لانراه الامن قبل بعض الزنادقة قال الامام العینی بعد نقله هذا کلام سوء لایساوی سماعه وهو فی غایة الصحة [1] اھ ووقع للقاری عقب ذکر حدیث الحذیفة وانه متفق علیه قال الشیخ لوصح هذا الحدیث لکان فیه غنی عن جمیع ماتقدم لکن ضعفه الدارقطنی والبهیقی والاظهر انه فعل ذلك لبیان الجواز نقله الابهری [2] اھ۔ **اقول:** الشیخ هو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال هذا فی حدیث ابی هریرة المار فلاادری ممن وقع هذا التخلیط من الابهری اومن القاری۔	**ہشتم:** ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی نے اپنی کتاب مسمّٰی "قبول الاخبار ومعرفة الرجال" میں فرمایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبیح منکر ہے یہ بعض زندیق بیان کرتے ہیں امام عینی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ بُرا کلام ہے اسے سننا صحیح نہیں جبکہ حدیث بالکل صحیح ہے اھ حضرت ملّا علی قاری روایت حذیفہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ متفق علیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس میں پہلے بیان سے بے نیازی ہوگی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لئے ایسا کیا، اسے ابہری نے نقل کیا اھ (ت) **اقول:** شیخ سے مراد امام ابنِ حجر عسقلانی ہیں اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے بارے میں کہی ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ گڑبڑ اکس سے واقع ہوئی، ابہری سے یا ملّا علی قاری سے۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہُوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روزِ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی وممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انہیں احادیث کو اُن پر ترجیح بوجوہ ہو:

اولاً: وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ صد گونہ احتمال ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

ثانیًا: فعل و قول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثًا: مبیح و حاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثمّ اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نفسِ حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رَد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پسِ پشت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو کھڑا کرلیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہُوا، کیا یہ نئی روشن کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں **سبحان اللہ** کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور اُن پر معاذاللہ حدیث سے استدلال لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ع

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

؎ او گمان بردہ کہ من کردم چو او

فرق راکے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا، وہ بُرائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۵: از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجاء وضو درست ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

اگر یہ مطلب ہے کہ استنجا کے بچے ہوئے کہ پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں، اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کرلینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بُنِ مو سے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹّوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنّت یوں کہ اتنے جسم کے ایک ایک ذرّہ پر پانی بہتا ہوا گزرے اگر کوئی ذرّہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اُس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرّہ پر نہ بہا تو سُنّت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا

سنّت ہے اور ایک چُلّو پانی مسحِ سر کو چاہیے۔ یہ سب باتیں بلاافراط و تفریط جتنے پانی میں ادا ہوجائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۶: از ضلع ناگپور ڈاکخانہ محلّہ نیا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ می فرمایند علمائے دینِ متین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشر فعلی دیوبندی بہ

کاغذات جائز ست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کرکے پھینک ڈالیں بقول فقہاء کے **یجوز الاستنجاء باوراق المنطق** (منطق کے مکتوب اوراق سے استنجا جائز ہے۔ت)

اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اشر فعلی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا: **من شك فی عذابہ و کفرہ فقد کفر۔** جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اُس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔

اشر فعلی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انہیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بیشک حرام ہے مگر وہ کہ ان کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہاء کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعلیم لازم ہے کہ نہ انکی کتابیں کہ ان کی کتابوں میں قال اللہ و قال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہُوا جنہوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ اُنہوں نے نامِ ابوجہل کے حروف متفرق کردیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں فرمایا میں نے تمہیں نامِ ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۷ و ۲۲۸: مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بردر دولت اعلٰحضرت قبلہ۔ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب حالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۹: از مقام بھوٹا بھوٹی بسور ٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب:

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ سنّتِ نصارٰی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: **من الجفاء ان یبول الرجل قائما** [1] بے ادبی وبد تہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اس کی پُوری تحقیق مع ازالہ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال ۲۳۰ دوم: بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب:

کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ وممنوع وسنّتِ نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولٰی۔ دُرمختار میں ہے **کرہ تحریما بشیئ محترم** [2] (کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ (استنجا) مکروہ تحریمی ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

یدخل فیه الورق قال فی السراج قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجر وایهما کان فانه مکروه اھ واقره فی البحر وغیره والعلة فی ورق الشجر کونه علفا للدواب اونعومته فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه وله احترام ایضا لکونه الة لکتابة العلم ولذا علله فی التاتر خانیة بان	اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہا گیا ہے کہ وہ کتابت کا ورق (کاغذ) ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق (پتّا) مراد ہے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ بحرالرائق وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتّے (مکروہ ہونے کی) علّت اس کا جانوروں کے لئے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دُور کرنیوالا

---

[1]

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

تعظیمه من ادب الدین ونقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة وذکر بعض القراء ان حروف الهجاء قراٰن انزلت علی هود علیه الصلوٰة والسلام [1]۔	نہیں اسی طرح کاغذ، صاف اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے اسی لئے تاتارخانیہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے (فقہاءِ کرام) نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزّت ہے اگرچہ وہ کٹے ہوئے ہوں بعض قراء نے فرمایا کہ حروفِ تہجی بھی قرآن ہیں جو حضرت ہُود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔(ت)

اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا، کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے، ہاں سنّتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہیئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ واساواڑ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھُول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھُول گیا، نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہیئے۔

الجواب:

اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کیلئے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جُدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضوء بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجاء کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از موضع چُپڑاڈاک خانہ باسی ضلع پورینہ مرسلہ کلیم الدّین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اُسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں؟ یا کلوخ سے لینا شرط ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اُسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا؟

الجواب:

ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھلے کے اُسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لئے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لئے کوئی حرج نہیں ورنہ

[1] ردالمحتار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

ناجائز ہے کہ استبرا واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہوجائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۳: از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پُشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باجود چند علماء کے منع کرنے کے بھی اہل محلّہ بے پرواہی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے، نیز اُس شخص کے لئے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف مُنہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

پیشاب کے وقت مُنہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت، جو لوگ ایسا کریں خطاکار ہیں مہتممین مسجد یا اہلِ محلّہ پر واجب ہے کہ اُن کا رُخ جنوبًا شمالًا کریں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ شاہ محمد از دار العلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را بدہد یانہ واگر دہد چہ گناہ ست واگر گناہ ست دلیل چیست۔	زید نے استنجا خشک کرتے وقت عمرو کو سلام کیا، کیا عمرو، جو استنجا خشک کررہا ہے زید کے سلام کا جواب دے یا نہ؟ اگر دے تو گناہ ہے اور اگر گناہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (ت)

الجواب:

او بیچنان ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نمود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالٰی اعلم۔	وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تم کسی کو پیشاب کرتے وقت سلام کہو کیونکہ خشک کرنا اسی وقت ہوتا ہے جب پیشاب کے قطرے باقی ہوں۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۵: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخص راعادت	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی

است کہ چوں ذکرادمی شپلد بر سرآں بول برآید دمی ایستد رواں نمی گردد اگر نمی شپلد بر سرآں بول نمودار نشود آیا دریں صورت وضواس شکستہ شود یانہ اگر دریں حالت وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یانہ یا حکم است کہ اونہ شپلد ونہ وسواس کند ہرگاہ کہ بول آید وضو بکند ہرچہ بگنجد بفرمایند اگرایں عادت بود اووضو نمی کرد نمازہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند یا معاف ست بباعث حرج بسیار ازیں سوال بے ادبی معاف فرمایند۔	عادت ہے جب اس کاآلہ تناسل حرکت میں آتا ہے توپیشاب اس کے (آلہ تناسل) کے سرکے اوپر آکر ٹھہر جاتا ہے جاری نہیں ہوتا اور اگر حرکت نہ کرے تواس کے اوپر پیشاب ظاہر نہیں ہوتا کیااس صورت میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگراس حالت میں وضوٹوٹ جائے توکیاوہ معذور شمار ہوگا یانہ؟ یااسے نہ اچھلنے والے کاحکم دیاجائے اور کسی قسم کا وسوسہ نہ کرے جب پیشاب نکلے تو وضو کرے جو کچھ آنجناب فرمائیں۔اور اگراس کی یہ عادت تھی اور وضوکیے بغیر نمازیں پڑھتارہاتو کیا تمام نمازیں لوٹائے یازیادہ حرج کے باعث معاف ہے۔سوال کرنے پر بے ادبی سے معاف فرمائیں۔(ت)

الجواب:

کمیزتاآنکہ برلب عضو برنیاید وضو بجائے خودست نماز ہاکہ ایں چناں گزاردہ ست بے خلل ست فشردن عضو پس ازبول سنّت بیش نیست اگر میداند کہ ہربارکہ می فشرد چیزے برمی آید ومنقطع نمی شود واگر نفشرد برنیاید آنگاہ اور افشردن بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزار دو وسوسہ رابدل رانہ ندہد **واللہ تعالٰی اعلم**۔	پیشاب جب تک عضوکے کنارے پرنہ آئے وضو قائم ہے جو نمازیں اس حال میں پڑھی ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں۔پیشاب کے بعد عضو کو جھاڑنا صرف سنت ہے اس سے زیادہ (فرض یا واجب) نہیں، اگر سمجھتا ہو کہ جب بھی جھاڑے گا کچھ نہ کچھ باہر آئے گااور پیشاب ختم نہیں ہوگا اور اگر نہیں جھاڑے گا تو نہیں آئے گا اس صورت میں جھاڑنے کی ضرورت نہیں۔اسی طرح وضو کرکے نماز پڑھے اور دل میں کسی قسم کے وسوسہ کو جگہ نہ دے **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۳۶: شہر بریلی (دارالعلوم) منظر الاسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم دارالعلوم مذکور ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اُس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک نہ کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض

میں بہت نیچا ہوگیا ہے اور اِدھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں درحالیکہ (درحالیکہ رضائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو) جاکر پانی لاسکتا ہے یا نہیں۔

نقشہ یہ ہے:
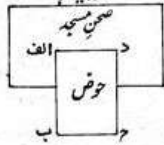
الجواب:

جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحنِ مسجد میں قدم نہ رکھا، یوں جاکر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلا کسی قسم کا حرج نہیں حوض و فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو واذان بلا کراہت جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۷: از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی　　　　۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لینے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

کاغذ سے استنجا سنّتِ نصارٰی ہے اور شرعًا منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنّتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ ورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذاکانت العلۃ کونہ اٰلۃ للکتابتہ یوخذ منھا عدم الکراھۃ فیما لایصلح لھا اذاکان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کماقدمنا من	کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتّا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لئے قابلِ عزّت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لئے تتارخانیہ میں اس کی علّت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علّت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے تو اس کا

جوازہ بالخرق البوالی[1]۔	نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اسکے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پُرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔(ت)

پیشاب کے لئے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

الجمع بین الماء و الحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ[2]۔	پانی اور پتھّر کو جمع کرنا افضل ہے صرف پانی پر اکتفاء کرنے میں بھی فضیلت ہے اور صرف پتھروں سے استنجا کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے ہر ایک سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے اگرچہ فضیلت میں فرق ہے جیسا کہ الامداد وغیرہ میں بیان کیا ہے (ت)

پُرانا کپڑا بھی کافی ہے، زمین یا دیوار سے صاف کر دینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس سلسلے میں حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے۔ت) ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہو جائیگی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۸: از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب:

خلاف افضل ہے خصوصًا بڑا استنجاء **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۹: ازبیکانیر مارواڑ محلّہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پائخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کہ اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا مُنہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکرِ الٰہی

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

[2] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

کرتا ہے تواس کالعاب ناپاک جگہ پر ڈالنا بیجا ہے، ردالمحتار میں ہے :

لایبزق فی البول [1] اھ قلت والدلیل اعم کما علمت۔	پیشاب میں نہ تھوکا جائے اھ میں کہتا ہوں اور دلیل عام ہے جیسا کہ تم جانتے ہو (ت)

البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از بنارس محلّہ اودھو پورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اُترآیا اور خطبہ اس نے آلہ تناسل کو ہاتھ سے چھُوا تو کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے وضو نہ کیا اور اس شک کی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھادی چونکہ اُس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر اور مرتبہ وضو کرلیتا تھا اس مرتبہ اُس نے وضو نہ کیا تو بعدِ نمازِ جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلہ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اُس نے دُودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذراسی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نمازِ جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اُس کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ خدا کے پاس رہائی ہو اور شریعتِ مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لئے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا، بعد نماز دیر کے بعد جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آئی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہیں ہوسکتا **فان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ** (نوپید (نجاست) کو قریب وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ت) نہ کہ اُس وقت نیز تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقیناً ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اُس وقت سے اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۴

استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: "شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرو اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سُنوں گا، یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اُس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے"۔ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرے اُترنے کا ظن غالب ہوگیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہوچکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھادی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سے سخت گناہِ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔اور جو غیر معروف رہے اُن کے لئے متعدد جُمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۱:　　از بلند شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب　　۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی پڑتی ہے تواُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصًا استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آبھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزر جاتا ہے کہ قطرہ آگیا ہے اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہبند نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر و لنگوٹ رکھ لیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہوجاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔بحر میں ہے:

متی قدر علی رد السیلان بربا ط اوحشو وجب ردہ[1]۔	جب (کپڑا وغیرہ) باندھنے یا کوئی زائد چیز رکھنے کے ذریعے جریان کو روکنے پر قادر ہو تو روکنا واجب ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۴۲:　　از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب　　یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اُسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے؟

الجواب:

زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہادینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہالے گیا تو اُسی وقت وہیں

[1] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۱/۲۱۶

پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳: از مقام بسوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی بسوہ اسٹیشن مسئولہ سراج الدین ۱۳رمضان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا، بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پختہ اینٹ سے استنجا منع ومکروہ ہے اور اُس میں اندیشہ مرض بھی ہے جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لاسکتے ہیں **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۴: از مدرسہ منظرِ اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہوجائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجا پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہوجاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کرلینا کافی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۷: از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسہ اسلامیہ باٹوہ شب۔ ۷ اذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کیا استقبال واستدبار قبلہ بوقت پیشاب پائخانہ جائز ہے۔

(۲) کیا استقبال واستدبار جنوب وشمال بوقت پیشاب وپاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب۔

(۳) در بارہ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصًا سرورِ انبیاء سرتاج اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بہ شمال ہے اور روضہ شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہٰذا استقبالِ شمالی میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو کیا یہ ہر دو مقاماتِ اقدس واقع بہ شمال ہیں اور استقبال شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ معظّمہ کا استقبال واستدبار دونوں ناجائز ہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ مُنہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف، بلکہ دونوں یہاں سے جانبِ مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت پر زیادت کی اجازت نہیں اور اگر اُن لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانبِ شمال ہی ہیں تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظّمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب وشمال کو یوں منع ہوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو رُو یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی۔ یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اُس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵، ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبالِ قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۶: از ادھ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خان صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

بچّوں کے گلے میں بچّوں کے ماں باپ بچّوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اُوپر اُس کے کپڑا پاک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت، بچّے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

تعویذ موم جامعہ وغیرہ کرکے غلاف جُداگانہ میں رکھ کر بچّوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ اُس میں بعض آیاتِ قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے، ہاں افضل احتراز ہے، درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول	غلاف میں لپٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء

الخلاء بہ والاحتراز افضل[1]	میں داخل ہونا مکروہ نہیں البتہ بچنا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاھر ان المراد بھامایسمونہ الاٰن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الاٰیات القراٰنیۃ فاذاکان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب[2]۔	ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے آج کل ہیکل یا حمائل کہتے ہیں اور وہ آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوتی ہے جب اس کا غلاف الگ ہو جیسے موم جامعہ وغیرہ تو اس کے ساتھ بھی بیت الخلا میں داخل ہونا جائز ہے، نیز جنبی آدمی کا اسے ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی جائز ہے۔(ت)

بے ادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔

وانما الاعمال بالنیات[3] وقد کتب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی افخاذاھل الصدقۃ حبیس فی سبیل اللّٰہ۔	اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹوں کی رانوں پر لکھا"اللہ کی راہ میں روکا ہوا"۔(ت)

اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم ومصحف کریم کا قیاس نہیں ہوسکتا۔

اوّلاً: قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن، جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل، اُس کے لئے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھُونا جائز۔

ثانیاً: اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کردینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا یہ خود خلافِ شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف توغلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کیلئے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ ومورد شنع ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا:

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] ردالمحتار، مطلب یطلق الدعاء علٰی مایشتمل الثناء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۳۱

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

كان المتقدمون يكرهون شد المصاحف واتخاذ الشّدِّ لَها لئلا يكون فى صورة المنع فاشبه الغلق على باب المسجد [1]۔	متقدمین، قرآن پاک کو (کسی چیز میں) بند کردینے اور انہیں بند کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ (اس سے) روکنے کی صورت نہ پیدا ہو تو اس طرح وہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کے مشابہ ہوجائے گا (ت)

ثالثًا: قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعًا مکروہ ناپسند ہے، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھاہُوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا **عظموا کتاب اللّٰہ** [2]۔ **رواہ ابو عبید فی فضائل القراٰن** کتاب اللہ کی عظمت کرو۔ (ابو عبید نے اسے فضائل قرآن میں روایت کیا۔ت) امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے [3] **رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنّفہ وبمعناہ ابوعبید فی فضائلہ** (عبدالرزاق نے اسے اپنے مصنّف میں روایت کیا، اور ابو عبید نے فضائل میں اس کا مفہوم نقل کیا ہے۔ت) اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا [4] رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف (ابن داؤد نے اسے مصاحف میں بیان کیا۔ت) درمختار میں ہے: **یکرہ تصغیر مصحف** [5] (قرآن پاک کو چھوٹی تقطیع میں لانا مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے: **ای تصغیر حجمہ** [6] (یعنی اس کا حجم چھوٹا کرنا۔ت) تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذاللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہوسکتا ہے اور وہ جری لوگ یہ فعل مردود نہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا ان کے اُس فعل کا باعث ہے اور اُس کے ترک میں اُس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونوجرافیا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبوعہ بولاق مصر ۱/۱۶۸
[2]
[3]
[4]
[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵
[6] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۷

فتاوٰی رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر "ف" کے تحت مبسوط فقہی مسائل

فوائدِ جلیلہ

ترتیب و تبویب

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کتابُ الطّھارۃ

باب الوضوء

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۸	مسئلہ: بچّہ بالکل صاف پیدا ہوا جس کے ساتھ خون کا اصلاً نشان نہیں، نہ بعد کو خُون آیا پھر بھی زچہ پر احتیاطًا غسل واجب ہے۔	۸	۱۳۲
۲۹	مسئلہ: جائز ہے کہ زن وشوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسلِ جنابت کریں اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔	۱	۱۴۱
۳۰	مسئلہ: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو وغسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔	۱	۱۵۷
۳۱	مسئلہ: غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جب تک حدِ اسراف بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔	۲	۱۵۷
۳۲	مسئلہ: عورت کے بال گُندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔	۳	۱۹۵
۳۳	مسئلہ: میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔	۴	۲۳۸
۳۴	مسئلہ: جتنی جگہ کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے جب تک اس کا ایک ایک ذرّہ نہ دُھلے دھوئے ہُوئے عضو بھی باوضو یا بے جنابت نہ ٹھریں گے مثلاً پاؤں میں ایک ذرّہ دھونے سے باقی ہے اور ہاتھ منہ خوب دھولیے ہیں تو ابھی قرآن مجید نہ ہاتھ سے چھُوسکتا ہے نہ آستین یا دامن سے نہ جو جنب تھا ابھی تلاوت کر سکتا ہے جب تک پاؤں کا بھی وہ ذرّہ نہ دھولے۔	۴	۲۴۶
۳۵	مسئلہ: نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب۔ انہیں وضو وغسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔	۳	۲۴۷
۳۶	مسئلہ: ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسلِ جنابت نہیں اترتا اسلام لائیں تو قواعدِ غسل سکھا کر تصحیح غسل لازم ہے ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔	۱	۳۳۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۷	**مسئلہ:** کوئی شخص کہیں مہمان گیا صاحبِ خانہ کی عورتیں بھی اسی مکان میں ہیں رات کو اسے نہانے کی حاجت ہونے کو تھی کہ اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا اور منی نہ نکلنے دی جب شہوت جاتی رہی اس وقت چھوڑا کہ منی جو شہوت کے ساتھ اتری تھی بلاشہوت باہر ہوئی اس صورت میں مذہب یہ ہے کہ غسل فرض ہو گیا کہ منی کا شہوت کے ساتھ اُترنا ہی وجوبِ غسل کو کافی ہے اگرچہ نکلتے وقت شہوت نہ رہے مگر امام ابویوسف اس صورت میں غسل واجب نہیں مانتے اگر مہمان کو ندامت ہو کہ اس وقت نہاؤں گا تو میری طرف بدگمانی ہوگی تو مذہب امام ابویوسف پر عمل کرکے نماز پڑھ لے پھر وہ موقع نکل جانے پر نہا کر پھیرے۔	۱	۶۳۰
۳۸	**مسئلہ:** عورت کو سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے اور سارے سر پر مسح کرے۔	۱	۶۴۷
۳۹	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں جس عضو کے دھونے کا حکم ہے اگر دھونا مضر ہو تو اس کا مسح دھونے کے قائم ہے۔	۳	۶۴۷
۴۰	**مسئلہ:** ہر انزال میں پیشاب کرنے کے بعد نہانا چاہئے کہ منی کا بقیہ خارج ہو جائے۔	۱	۸۰۶
۴۱	**مسئلہ:** اگر بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا پھرا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہا لیا اس کے بعد اسی منی کا بقیہ خارج ہوا جو بشہوت پشت سے جُدا ہوئی اور بعض نکل کر حسبِ عادت بعض باقی رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا لازم ہوگا۔	۲	۸۰۶
۴۲	**مسئلہ:** منی اپنے محل یعنی مرد کی پشت یا عورت کے سینے سے جُدا ہوتے وقت شہوت ضرور ہے اس وقت اگر شہوت نہ تھی غسل واجب نہ ہوگا مثلاً بھاری بوجھ اٹھانے سے اتر آئی یا معاذاللہ عارضہ جریان میں۔ ہاں جب شہوت سے جُدا ہوئی ہو تو سوراخ سے نکلتے وقت شہوت اگر نہ بھی ہو غسل واجب ہو جائے گا غرض انفصال محل کے وقت شہوت شرط ہے خروج کے وقت ضرور نہیں مگر بہرحال وجوبِ غسل کے لئے خروج ضرور شرط ہے اگر شہوت سے اُتری اور نہ نکلی تو جب تک نہ نکلے گی غسل واجب نہ ہوگا۔	۳	۸۱۲
۴۳	**ف:** ہر منی کہ شہوت سے نکلے اس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔	۳	۸۱۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۲	**مسئلہ:** نہانے کی حاجت ہے اور حوض دہ دردہ سے کم اور کوئی برتن پانی لینے کو نہیں حوض کے اندر جا کر نہائے تو تمام پانی قلیل ہونے کے سبب خراب و مستعمل ہوجائیگا اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں تو اس میں نہانا جائز ہے تیمّم کرے اور اگر مالک کی اجازت ہے یا پانی خود اس کی مِلک ہے یا جنگل کا مباح پانی ہے تو نہانا لازم اور تیمّم ناجائز۔	۱	۶۴۱
۷۳	**مسئلہ:** پانی موجود ہو صَرف پر ہر طرح قدرت ہو لیکن طہارت میں اسے خرچ کرنے سے شرع مطہر کی ممانعت ہو تو یہ بھی عجز کی صورت اور تیمّم کی اجازت ہے جیسے راہ میں پینے کی سبیل کہ اس سے وضو جائز نہیں یا پانی کسی کو ہبہ کردیا اب اگرچہ اس کی رضا یا حاکم کے جبر سے واپس لے سکتا ہے مگر دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے اس لئے عجز ثابت ہے۔	۱	۶۴۳
۷۴	**مسئلہ:** اگر گدھے کا جھُوٹا پانی یا وہ نبیذ موجود ہے جس کے نبیذ ہوجانے یا ابھی پانی رہنے میں شبہ ہے اور ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ان پانیوں سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرے بہرحال اس وضو میں نیت شرط ہے جیسے اور وضو بے نیت بھی ہوجاتے ہیں کہ پانی اعضاءِ وضو پر بہہ جائے اگرچہ اس کا ارادہ وضو کرنے کا نہ ہو بلکہ اصلاً ارادہ نہ ہو جیسے مینہ میں بھیگ گیا یا دریا میں غوطہ لگایا یا کسی نے زبردستی اعضاء پر پانی بہادیا ہر طرح وضو ہوگیا۔ان دو پانیوں میں ایسا نہیں بلکہ خاص نیت طہارت کے ساتھ وضو کرنا لازم ہے۔	۱	۶۴۴
۷۵	**مسئلہ:** یہ جو حکم ہے کہ وضو کے اکثر یا نصف اعضاء میں زخم ہو تو تیمّم کرے اور یہاں گنتی میں اکثر مراد ہے اس گنتی میں سر بھی داخل ہے **اقول:** مگر اور اعضا میں تو محلِ وضو سے کسی جگہ کوئی زخم یا دانہ ہونا کافی ہے۔سر میں ضرور ہے کہ تین چہارم سے زیادہ مجروح ہو کہ عضو وضو صرف رُبع سر ہے تو جب تک چہارم سر محفوظ ہے سر مجروح نہ ٹھہریگا جس طرح ہاتھ ،اگر کہنیوں سے اُوپر بغلوں تک یا پاؤں گٹوں سے اوپر رانوں تک مجروح ہوں تو مجروح نہ ٹھہریں گے کہ محل وضو سالم ہے۔نیز لازم ہے کہ اسے مسح ضرر کرے اگر دھونا مضر ہو تو وضو میں سر مطلقاً صحیح ہے کہ وضو میں اس کا دھونا نہیں۔	۱	۶۴۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	**مسئلہ:** جہاں پانی نامعلوم ہونے کے سبب تیمّم کی اجازت تھی وہاں شرط ہے کہ وہ جگہ نہ آبادی[1] ہو نہ آبادی[2] کے قریب یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر نہ وہاں[3] ظاہر علامتیں ایسی ہوں جن سے پانی کا قرب معلوم ہو جیسے ہری دوب یا پرندوں چرندوں کا ہجوم یا کسی[4] ثقہ کا کہنا کہ پانی یہاں میل سے کم پر موجود ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے پانی بے تلاش کیے تیمّم کریگا تو باطل ہوگا نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ واقع میں پانی وہاں سے قریب نہ تھا۔ ہاں جہاں یہ چاروں باتیں نہ ہوں اور پانی بے تلاش کیے تیمّم سے نماز پڑھ لی نماز ہوگئی اگرچہ بعد کو ظاہر ہو کہ پانی وہیں موجود تھا۔	۴	۶۵۹
۹۰	**مسئلہ:** جنگل میں جہاں مظنہ آب ہے پانی صرف اس حد تک طلب کرنا واجب ہے جس میں نہ اسے ضرر ہو نہ انتظار میں اس کے رفیقوں کو۔	۱	۶۶۲
۹۱	**مسئلہ:** جہاں پانی نہیں کافر نے اسلام لانے کیلئے تیمّم کیا پھر مسلمان ہوا اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی ایسا فعل کرسکتا ہے جس کے لئے طہارت ضروری ہو بلکہ اس کے لئے بعد اسلام پھر تیمّم کرے۔	۴	۶۶۲
۹۲	**مسئلہ:** پانی نہ ہونے کی حالت میں جوازِ تیمّم کیلئے دو میں سے ایک شرط ہے یا تو مطلق تطہیر و رفع حدث کہ یہ نیت تو عام و تام ہے یا مطلّقاً کسی عبادت کی نیت اگرچہ نہ مقصودہ ہو نہ مشروطہ۔	۲	۶۶۴
۹۳	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے صرف اسی عبادت مؤکدہ کے لئے تیمّم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلا بدل فوت ہوتی ہو۔	۳	۶۶۴
۹۴	**مسئلہ:** بے وضو شخص جسے نہانا نہیں مسجد میں ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمّم کرے مگر اس تیمّم سے نماز نہ ہوگی۔	۴	۶۶۴
۹۵	**مسئلہ:** مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اس کے لئے تیمّم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو، ہاں اگر جنب کسی خوف کی ضرورت سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے اور پانی نہ پائے تیمّم کرے کہ یہ تیمّم بنیت تطہیر بغرض قرار فی المسجد ہوگا۔ ولہٰذا اس سے نماز جائز نہ ہوگی کہ قرار فی المسجد کوئی عبادت مقصودہ نہیں۔	۵	۶۶۴
۹۶	**مسئلہ:** پانی ہوتے ہوئے مَس مصحف یا تلاوت کے لئے تیمّم کیا تو لغو و باطل ہوگا نہ اس سے مصحف شریف کا چھُونا حلال ہوسکے گا نہ جنب کو تلاوت۔	۶	۶۶۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۹	مسئلہ: کاغذ کپڑا کوئی چیز جنسِ ارض پر پھیری کہ اُس میں مٹّی خُوب بھر گئی اب اسے بہ نیت تیمّم چہرہ ودست پر پھیرا کہ سارے محل تیمّم پر خود مٹّی لگ گئی تیمّم ہوگیا۔	۵	۷۲۲
۱۳۰	مسئلہ: اگر دستانے پہنے ہُوئے جنسِ ارض پر ہاتھ مار کر چہرہ ودست پر پھیرا تیمّم ہوجانا چاہئے جس طرح میت کو تیمّم کرانے میں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرانا نمبر ۱۶۴تا۱۶۶میں گزرا۔	۷	۷۲۲
۱۳۱	مسئلہ: ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور وہ خشک ہوگیا اور اُس کا چھُڑانا مضر ہے اسی حالت میں ہتھیلیاں جنسِ ارض پر مار کر تیمّم کرے۔	۲	۷۲۳
۱۳۲	مسئلہ: ہتھیلی ایک ضرب سے ایک ہی عضو کو مسح کرسکتی ہے خواہ منہ ہو یا داہنا ہاتھ یا بایاں دو عضووں کو ایک ہتھیلی کی ضرب واحد کافی نہیں۔	۳	۷۲۳
۱۳۳	مسئلہ: میت یا مریض کو تیمّم کرایا پہلی ضرب سے دو ہتھیلیاں اس کے چہرے پر پھیریں، دوسری سے دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا اب دوسرے ہاتھ کیلئے جدید ضرب ضرور ہے یہ صورت وہ ہے کہ تیمّم دو۲ ضربوں سے نہیں ہوسکتا۔	۴	۷۲۳
۱۳۴	مسئلہ: تیمّم میں ترتیب شرط نہیں چاہے پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا ہر طرح تیمّم ہوجائے گا۔	۵	۷۲۳
۱۳۵	مسئلہ: تیمّم معہود میں ترتیب سنّت ہے۔	۷	۷۲۳
۱۳۶	مسئلہ: تیمّم میں چہرہ وہر دو دست جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہیں ان میں ایک رونگٹے کی نوک بھی اگر تیمّم معہود میں ہاتھ پھیرنے یا غیر معہود میں جنس ارض پہنچنے سے رہ جائے گی تیمّم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۴
۱۳۷	مسئلہ: لازم ہے کہ انگوٹھی چھلّے انگلیوں کلائیوں کے ہر گہنے کو اتار کر تیمّم کیا جائے یا انہیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں۔	۲	۶۲۴
۱۳۸	مسئلہ: آدمی نے جہاں سے تیمّم کیا اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کرے یا جہاں سے ایک شخص نے تیمّم کیا اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمّم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنسِ ارض سے تیمّم سے مستعمل نہیں ہوتی۔	۱	۷۲۵
۱۳۹	مسئلہ: تیمّم کرنے والوں کے مُنہ اور ہاتھوں کو جو مٹّی تیمّم میں لگ کر چھُوٹی اگر جمع کرنے سے اتنی ہوجائے کہ اس پر ضرب ہوسکتی ہے تو اس پر بھی ہزاروں بار تیمّم ہوسکتا ہے کہ جنسِ ارض کتنی ہی استعمال کی جائے کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔	۴	۷۲۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۶	**مسئلہ:** پانی پر قدرت کہ مانع تیمّم ہے اور تیمّم کے بعد حاصل ہو تو مبطل تیمّم ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ پانی اگرچہ حاضر نہ ہو اُس کا حاصل کرنا بلاحرج اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو حاصل کرلے اور اس تحصیل میں اسے کوئی حرج لاحق نہ ہو جیسے پانی ایک میل سے کم دور ہو اور یہ چل سکتا ہے اور نہ راہ میں جان یا مال کا کوئی خطرہ ہے نہ پانی پر اور اگر وہ کنویں میں ہے تو رسّی ڈول موجود ہے اور کوئی مرض بھی نہیں کہ پانی مضر ہو تو یہ پانی پر قدرت ہے اگرچہ یہاں سے سترہ سو ۱۷۰۰ گز دور ہو۔	۱	۷۶۸
۱۷۷	**مسئلہ:** آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ ۱۴ صورتیں جن میں حکم ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ انتظار نہ کرے اور ابھی تیمّم سے پڑھ لے۔ (۱) سیاہ گھٹا اُٹھی اور امید غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں پانی ہی پانی ہوجائے گا۔ (۲) پانی میل بھر سے دور ہے کسی کو لینے بھیجا اور غالب ظن ہے کہ وقتِ مستحب کے اندر لے آئے گا اب بھی انتظار ضرور نہیں۔ **اقول:** لیکن اگر ظن غالب ہے کہ وہ پانی لے کر روانہ ہوگیا اور اب میل بھر سے کم فاصلے پر ہے تو انتظار واجب ہے تیمّم سے نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو تیمّم کرکے پڑھ لے پھر پھیرے۔ (۳) کنواں موجود ہے رسّی یا ڈول نہیں، نہ کوئی ایسی چیز کہ ان کا کام دے سکے مگر غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں رسّی ڈول مل جائے گا۔ (۴) معلوم ہے کہ پانی یہاں کہیں قریب ہے یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر مگر اسے جگہ معلوم نہیں چاروں طرف تلاش کرنے کا حکم ہے اور یہ بوجہ ضعف چار طرف جانے آنے پر قادر نہیں دو ایک طرف گیا اور نہ پایا واپس آیا اور تھک گیا اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی ایسا آجائے گا جو پانی لادے یا جگہ بتادے۔ (۵) پانی قیمت مثل کو بک رہا ہے دام پاس نہیں وہ ادھار دیتا نہیں اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں دام مل جائیں گے۔		

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۸	مسئلہ: نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔	۵	۲۲۶
۱۹	مسئلہ: نمازی نماز میں ہے اس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ، اس نے اس کا کہنا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔	۶	۲۲۶
۲۰	مسئلہ: نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہوجائے گی۔	۵	۲۲۷
۲۱	مسئلہ: نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمدلله، رنج کی خبر پر انّاللہ وانّاالیه راجعون کہا نماز جاتی رہے گی، ہاں اگر کسی نے پکارا اسے یہ جتانے کیلئے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحان الله یا لاالٰه الاالله وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔	۳	۲۳۰
۲۲	مسئلہ: ناپاک زمین پر پاک جُوتا یا موزے پہن کر کھڑا ہو اور نماز پڑھے نماز نہ ہوگی، ہاں جُوتے اتار کر ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو ہوجائے گی۔	۶	۲۵۵
۲۳	مسئلہ: درباره وقت عشاء جو قول صاحبین پر بعض نے فتوٰی دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں۔	۹	۳۹۸
۲۴	مسئلہ: نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔	۷	۴۰۳
۲۵	مسئلہ: دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔	۱	۵۸۲
۲۶	مسئلہ: جب جانے کے اب سویا تو نماز جاتی رہے گی اس وقت سونا حلال نہیں مگر جبکہ کسی جگادینے والے پر اعتماد ہو۔	۳	۵۸۴
۲۷	مسئلہ: ایسے وقت میں سویا کہ عادۃً وقت میں آنکھ کھل جاتی اور اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔	۴	۵۸۴
۲۸	مسئلہ: پیش از غسل اگر کسی مردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی احتیاطًا فساد نماز کا حکم دیا جائے گا۔	۱۶	۶۱۱
۲۹	مسئلہ: جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اس پر سے جمعہ وجماعت ساقط ہیں۔	۲ب	۶۱۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۲	**مسئلہ:** کشتی یا ریل یا کسی تنگ مکان میں لوگ جمع ہیں کہ کھڑے ہو کر نماز کی گنجائش نہیں جب وقت جاتا دیکھے بیٹھ کر پڑھ لے پھر پھیرے۔	۴	۶۲۷
۵۳	**مسئلہ:** کپڑا ناپاک ہے اور اس کے سواستر عورت کے قابل پاک کپڑا نہیں اور پانی دھونے کو موجود ہے مگر جتنی دیر میں اسے پاک کرے وقت جاتا رہے گا یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔	۵	۶۲۷
۵۴	**مسئلہ:** مریض اس وقت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا مگر ظن غالب ہے کہ کچھ دیر کے بعد قیام پر قادر ہو جائے گا لیکن انتظار میں وقت جاتا ہے بیٹھ کر پڑھ لے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔	۶	۶۲۷
۵۵	**مسئلہ:** مریض اس وقت وضو یا غسل سے عاجز ہے مگر جانتا ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد قادر ہو جائے گا۔ مثلاً صبح کو نہانے کی حاجت ہے ٹھنڈے وقت میں اسے پانی سے ضرر ہوتا ہے دن چڑھے نقصان نہ ہوگا تو وقت میں تیمّم سے پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۷	۶۲۷
۵۶	**مسئلہ:** کپڑے والے نے برہنہ سے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو تجھے کپڑا دے دوں گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۸	۶۲۷
۵۷	**مسئلہ:** آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارے سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۳	۶۲۸
۵۸	**مسئلہ:** اگر نماز صبح یا جمعہ یا عیدین میں وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز میں سنتیں مثلاً رکوع سجدہ کی تسبیحیں تین تین بار سبحانک اللّٰھم اعوذ درود دعا بجالانے سے وقت نکل جائے گا تو صرف واجبات پر قناعت کرے اور اگر واجبات مثلاً قراءت فاتحہ و سورت کے قابل بھی وقت نہیں تو صرف فرض یعنی ایک آیت پر اقتصار کرے بعد کو نماز پھیرے۔ **اقول:** یہاں ترک التحیات کی صورت نہ نکلے گی کہ یہ چاروں نمازیں دو رکعتی ہیں اور قعدہ اخیرہ میں اگرچہ التحیات پڑھنی واجب نہیں مگر اتنی دیر بیٹھنا جس میں پوری التحیات پڑھی جائے فرض ہے توجب اس فرض کو ادا کرے گا تو اُسی کے ساتھ یہ واجب بھی ادا ہوسکے گا تو اس کا ترک جائز نہیں۔	۸	۶۲۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸	**مسئلہ:** روزے میں بھول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا، یارات سے مشغول ہوا اور اسی اثنا میں صبح صادق چمک آئی اگر یاد آتے ہی یا صبح ہوتے ہی معًا فورًا جُدا ہوگیا تو روزہ ہو جائے گا اگرچہ جدا ہونے کے بعد انزال بھی ہو جائے اور اگر یاد آنے یا صبح چمکنے پر ایک لحظہ بھی توقف کیا تو روزہ گیا اسے پورا کرے اور قضا رکھے۔	۳	٦۴۰
	مسائل حج		
۱	**مسئلہ:** حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی اور اس نجاست حکمیہ سے ملوث ہو جاتی ہیں للہٰذا ماری ہوئی کنکری دوبارہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو تین بار دھولے بلکہ مطلقًا کنکریاں دھوہی کر کام میں لانا مستحب ہے کہ شاید کوئی نجاست حکمیہ یا حقیقیہ ہو۔	۳	۲۴۲
۲	**مسئلہ:** اگر احرام میں زعفران ملا ہوا پانی مثلًا نہانے میں استعمال کیا اگر زعفران قلیل ہے غسل ہوگیا اور کفارہ نہ آئے گا ورنہ غسل نہ ہوگا اور کفارہ دے گا۔	۴	۵۲۷
۳	**مسئلہ:** کھانے میں کیسی ہی خوشبو پکی ہو احرام میں اس کے کھانے میں حرج نہیں جرمانہ کچھ نہ آئے گا اور بغیر پکائی پڑی ہو اور خوشبو کے اجزا غالب ہوں تو قربانی لازم آئے گی اور کھانے کے اجزا غالب ہوں تو کچھ نہیں، ہاں خوشبو آتی ہے تو مکروہ ہے۔	٦	۵۲۷
۴	**مسئلہ:** کھانے کے سوا اور کسی طرح جو چیزیں بدن میں استعمال کی جاتی ہیں جیسے پٹنا صابون وغیرہ، اس میں اگر خوشبو اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے اسے خوشبو کہے تو احرام میں اس کے استعمال سے قربانی دینی ہوگی ورنہ صدقہ۔	۷	۵۲۷
۵	**مسئلہ:** خوشبو اگر پینے کی چیز میں پڑی ہو اگر وہ خوشبو سے غالب ہے احرام میں پینے سے قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ مگر یہ کہ بارہا پئے تو اب بھی قربانی۔		
٦	**مسئلہ:** کھانے خواہ پینے کی چیز میں زعفران پکتے میں ملائیں تو اس کے کھانے پینے میں محرم پر کچھ نہیں اور بے پکائی تو قربانی یعنی جبکہ زعفران غالب ہو۔	۲	۵۲۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	مسائل اجارہ		
۱	**مسئلہ:** جس اجیر کا وقت مول لیا مثلاً اتنے ماہوار پر خدمت گار وہ اجیر خاص کہلاتا ہے وہ اس وقت میں دوسرے کا کام نہیں کرسکتا اور اس کی تنخواہ کام پر موقوف نہیں اگر اس نے وقت دیا اور اسے کام نہ ملا خالی بیٹھا رہا تنخواہ پائے گا اور اگر اسے جو کام بتایا تھا اس نے کیا اور کسی نے آکر بگاڑ دیا جب بھی اسے تنخواہ ملے گی اور اس کے کام کرنے میں جو چیز ٹوٹے بگڑے اس پر اس کا تاوان نہیں۔	۱	۴۲۴
۲	**مسئلہ:** کسی کو مثلاً ایک دن یا دس دن کیلئے نوکر رکھا کہ جنگل کی مباح چیز مثلاً لکڑی پھول پھل پتّے پالا پانی وغیرہ اس کیلئے جمع کرکے لائے یہ جائز ہے جو اجرت اس کی ٹھہری اسے ملے گی اور شے کا مالک یہ نوکر رکھنے والا ہوگا۔	۲	۴۲۴
۳	**مسئلہ:** اگر وقت مقرر نہ کیا بلکہ چیز معیّن کی مثلاً یہ لکڑی تو اجارہ فاسد ہے دونوں گنہگار ہوں گے اور اجیر اجرت مقررہ سے اس قدر پائے گا جو معمولی نرخ سے زیادہ نہ ہو وہ شے اب بھی اسی نوکر رکھنے والے کی ملک ہوگی۔	۳	۴۲۴
۴	**مسئلہ:** اگر وہ لکڑی اس نوکر رکھنے والے کی مِلک ہے اور اس کیلئے وقت مقرر نہ کیا بلکہ لکڑی معیّن کردی جیسے لکڑی چیرنے والوں کے ساتھ معمول ہے تو یہ جائز ہے اور اجیر اُجرت مقررہ پائے گا۔	۴	۴۲۴
۵	**مسئلہ:** کسی سے کہا کہ اس شیر یا بھیڑی کو قتل کرو تجھے ایک روپیہ دوں گا اور وہ جانور چُھوٹا ہوا ہے بند نہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے ایسا کام اگر ایک روپے یا زیادہ کے قابل ہے تو اسے ایک ہی روپیہ ملے گا اور کم کے قابل ہے تو کم اور وہ شکار اس اجیر کرنے والے کی مِلک ہوگا۔	۱	۴۲۵
۶	**مسئلہ:** اگر کسی کو شکار کرنے یا کاتنے یا مقدمہ لڑانے یا اپنے دین کا تقاضا کرنے یا قبضہ کرنے پر اجیر کیا اور وقت بیان کیا کہ ایک دن یا ایک مہینہ مثلاً تو اجارہ صحیح ہے جب اُجرت مقرر کردی جائے گی ورنہ فاسد ہے اجرت مثل و اجرت مقررہ میں جو کم ہوگا وہ دیا جائے گا یہ مسئلہ ضرور حفظ کرنے کا ہے کہ آج کل وکیلوں کا تقرر بلا تعیّنِ مدت ہوتا ہے سوا ان کے جن کا ہر پیشی پر محنتانہ قرار پاتا ہے۔	۷	۴۲۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	**مسئلہ:** طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔	۲	۱۹۷
۱۰	**مسئلہ:** نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔	۳	۱۹۷
۱۱	**ف:** لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث متقارب المعنٰی ہیں۔	۵	۲۰۰
۱۲	**۱۲مسئلہ:** عبادت ومحنت دینیہ کے بعد دفع کلال وملال وحصول تازگی وراحت کیلئے احیاناً کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کاپڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔	۱	۲۰۱
۱۳	**مسئلہ:** صلہ رحم اور اپنے اقرباء کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت بوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت امور طبعی محبت کا تقاضا، تواس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔	۲	۲۰۱
۱۴	**مسئلہ:** نماز میں انگلی چٹکا ناگناہ وناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کیلئے جارہا ہے اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہوا توخالص اباحت ہے اور بے حاجت خلافِ اولٰی وترکِ ادب ہے۔	۱	۲۰۵
۱۵	**مسئلہ:** یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔	۲	۲۰۵
۱۶	**مسئلہ:** ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نَورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور مُوئے زیر ناف پر بھی استعمال نَورہ آیا ہے۔	۳	۲۱۰
۱۷	**ف: تنبیہ ضروری بہت ضروری:** آریوں پادریوں وغیرہم کے لکچر ندائیں سننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔	۶	۲۱۴
۱۸	**مسئلہ:** بلاضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔	۱	۲۲۱
۱۹	**مسئلہ:** بے وضوآیت کو چھونا توخود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چُھونا حرام ہے ہاں جزدان میں ہو تو جُزدان کو ہاتھ لگاسکتا ہے۔	۱	۲۲۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۵	**مسئلہ:** دوسرے کی کنیز شرعی اگر اس کے سر میں تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلانے میں اس کا پیٹ پیٹھ ملے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو۔	۳	۶۵۸
۴۶	**مسئلہ:** مسئلہ ضروریہ اشد ضروریہ: آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی نامحرم مرد کے بدن کو ہاتھ لگائے اگرچہ ہاتھ پاؤں کو، اور مرد پر حرام ہے کہ اسے اِس کی اجازت دے، یہاں سے مشائخ زمانہ سبق لیں کہ اجنبی جوان مریدات اور وہ خود بھی ضعیف نہیں پھر یہ ان کے قدم لیتیں اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں آنکھوں سے لگاتی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُنہیں ان حرکات سے بشدّت روکیں، یوں ہی بعض لوگ نہانے میں نائن یا اصیل سے ہاتھ پاؤں یا پیٹھ ملواتے ہیں یہ بھی حرام ہے اور احتراز فرض لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ البتہ اگر عورت بہت ضعیفہ بڑھیا ہے کہ محل فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف بوڑھا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے۔ **اقول:** تو یونہی اس کے پاؤں چھونے سے اس عورت کو ممانعت نہ کی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔	۴	۶۵۸
۴۷	۴۷ **مسئلہ:** جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے۔	۲	۶۶۳
۴۸	**مسئلہ:** اگر کوئی جنب یا حیض یا نفاس والی عورت پاس موجود ہو تو قرآن عظیم کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اپنی عورت حائضہ یا نفساء کی گود میں سر رکھے لیٹا ہو اس وقت بھی تلاوت کر سکتا ہے۔	۳	۶۶۳
۴۹	**مسئلہ:** کپڑے میں بانے کا اعتبار ہوتا ہے تانے کا لحاظ نہیں، بانا اگر ریشم ہو مرد کو ناجائز ہے اگرچہ تانا سُوت ہو اور بانا سُوت ہے تو جائز اگرچہ تانا ریشم ہو۔	۲	۶۷۹
۵۰	**مسئلہ:** مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہے خاکِ شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چونا، کما فی نصاف الاحتساب۔	۳	۶۹۶
۵۱	**مسئلہ:** سیپ کا چُونا حرام ہے جس پان پر وُہ چُونا لگا ہو ہو اس کا کھانا حرام ہے۔	۲	۷۰۱
۵۲	**مسئلہ:** بلاضرورت دوامنہ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔	۲	۷۰۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴	**ف:** محدث جب مطلق ہو تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔	۲	۲۵۵
۵	**مسئلہ:** امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں مثلاً سو روپے زید کے پاس امانت رکھے زید کو حرام ہے کہ ان روپوں کو دوسرے سو روپوں سے بدلے یا کسی کی اشرفی چھینی خاص وہی اشرفی اسے پھیر کر دینا فرض ہے دوسری بدل کر نہیں دے سکتا اگرچہ بعینہٖ وہی سکہ وہی حالت ہو۔	۳	۴۱۹
۶	**مسئلہ:** مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔	۷	۴۲۱
۷	**ف:** استار ایک تولہ ۸ ماشے دورتی ہے اور رطل ۳۳ تولے ۹ ماشے۔	۳	۵۶۰
۸	**مسئلہ:** شریعت مطہرہ جو رخصتیں عطافرماتی ہے مثلاً مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے چار رکعتیں فرض کی دوپڑھے گا پانی میل بھر دور ہو تو نمازی تیمّم کرے اُن میں مطیع عاصی سب شریک ہوتے ہیں اگر کسی نے کسی ناجائز کام کیلئے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ قضا کرسکے گا اور جو معاذاللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تیمّم کرے گا۔	۶	۶۳۶
۹	**مسئلہ:** ہمیشہ یاد رہے کہ احکام الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہوسکتی مشقت شدید عذر ہے۔	۳	۶۳۲
۱۰	**مسئلہ:** ثواب کی بات میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینی کہ اس کے کرنے کیلئے آپ چھوڑنی یہ نہ چاہئے **اقول:** مگر محل ادب میں کہ یہاں اسے ترجیح دیناہی بڑی قربت ہے جیسے نماز جنازہ میں حکم ہے کہ باپ کو مقدم کرے اگرچہ بیٹے کا حق ہے بدائع میں ہے: منع التقدم لئلا یستخف بابیه فلم تسقط ولایته بالتقدیم۔	۵	۶۵۵
۱۱	**مسئلہ:** عبادت کی چار قسمیں مقصودہ مشروط بطہارت، مقصودہ غیر مشروط، مشروط غیر مقصودہ، غیر مقصودہ وغیر مشروط اوران کی مثالیں۔	۹	۶۶۴
۱۲	**مسئلہ:** اختلاف ائمہ سے حتی الامکان بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے مثلاً باوضو نے اپنے عضو مخصوص کو کھجانے میں ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک وضو نہ گیا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جاتا رہا تو مستحب ہے کہ وضو کرلے لیکن اگر وضو کرکے وہیں بیٹھا ہے اور کھجایا تو وہیں دوبارہ وضو نہ کرے کہ بے مجلس بدلے دوبارہ وضو مکروہ ہے بلکہ مجلس بدل کر وضو کرنا چاہیے۔	۵	۸۰۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ**: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حالِ حیات وحالِ وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیّب وطاہر ہیں۔	۲	۶۱۱
۸	**مسئلہ عقائد**: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک آن کیلئے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہوجاتے ہیں جیسے حیات ظاہری میں تھے جسم وروح سے معًا وللہذا ان کا ترکہ نہیں بٹتا نہ ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح جائز۔	۳	۶۱۱
۹	**۹مسئلہ**: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مردہ کہنا حرام بلکہ بطور توہین ہو تو صریح کفر ہے اللہ عزوجل نے شہید کو مردہ کہنے سے منع فرمایا۔انبیاء علیہم الصلوٰہ والسلام کی حیات اُن سے بدرجہا زائد ہے شہید کی حیات احکام دنیا میں نہیں۔اس کا ترکہ بٹے گا اس کی بی بی عدت کے بعد نکاح کرسکے گی بخلاف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۴	۶۱۱
۱۰	**مسئلہ**: تمام کافر اگرچہ بظاہر کلمہ گو نماز گزار ہوں جیسے وہابیہ وغیرہم یہ سب اللہ عزوجل سے محض جاہل ہیں جو اللہ ہے اسے جانتے نہیں اور جسے اپنے زعم میں اللہ کہہ رہے ہیں وہ اللہ نہیں۔	۵	۶۶۲
۱۱	مسلمانوں کے سوا اللہ تعالٰی کو کوئی نہیں جانتا کلمہ گو مرتد اگرچہ نمازیں پڑھیں قال اللہ تعالٰی قال الرسول کہیں اللہ عزوجل کو ہرگز نہیں جانتے۔	۳	۷۳۵
۱۲	**مسئلہ**: جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلئے لازم ذات ہیں اور جملہ عیوب ونقائص کذب جہل وغیرہ وغیرہ سب اس پر محال بالذات ہیں کہ اصلًا کسی طرح امکان نہیں رکھتے وہابی کہ ان کو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے۔	۲	۷۳۶
۱۳	**عقیدہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔	۴	۷۵۵
۱۴	**عقیدہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے جان ومال کے مالک ہیں اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذاللہ سوال نہیں بلکہ یقینا ایسا ہے جیسے مولٰی اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولٰی کی ملک ہے اسی لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی ھل انا ومالی الالک یارسول اللہ میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یارسول اللہ!	۱۰	۷۵۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	(۵) اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان عظیم رکھا کہ انّا اعطینٰک الکوثر۔ بیشک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل ویکتا ہو کوثر عطافرمایا۔ اسی طرف اِنّا میں ضمیر جمع اور اعطینٰک میں کاف مفرد کا اشارہ ہے تو کوثر کی عظمت کا کیااندازہ ہوسکتا ہے اللہ عزوجل ہم فقرائے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کفِ کرم سے اُس میں سے پینا نصیب فرمائے۔ آمین!	٦	۵۵۲
۲۳	**فائدہ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم تمام جہان کیلئے نعمت الٰہیہ ہیں۔	۵	۷۳۷
	فوائد اصُولیہ		
۱	**مسئلہ:** سنّت مؤکدہ کے ترک عادت سے گنہ گار و مستحق عذاب ہوتا ہے۔	۵	۹۵
۲	**فائدہ:** حتی الامکان اختلافِ علماء سے بچنا مستحب ہے جب تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کامکروہ نہ لازم آئے۔	۱	۹۸
۳	**فائدہ:** سنتِ ہُدٰی سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنت زائدہ سنّت غیر مؤکدہ کا۔	۲	۱۷۴
۴	**مسئلہ:** سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے توگنہ گار ہوگا اور اس بارے میں دفعِ اوہام وتوفیق اقوالِ علمائے کرام۔	۲	۱۷٦
۵	**فائدہ:** اگرچہ فقہاء خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کاخلاف نہ ثابت ہو۔	۲	۱۷۸
٦	**فائدہ:** مکروہِ تنزیہی لغۃً وشرعًا منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور پر اس میں صیغہ نہی ہو۔	۲	۱۷۹
۷	**مسئلہ:** اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دوصورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔	۱	۱۸۴
۸	**فائدہ:** مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	۴	۱۸۷
۹	**مسئلہ:** جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے اور اماموں کے مذہب کی رعایت مستحب ہے۔	۳	۴۱۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	فائدہ: بے تاسیس قافیہ دلیل وتاسیس والے قافیوں کے ساتھ لانا جیسے بسمل و قاتل فارسی میں معیوب نہیں اور اردو بھی بے تکلف رائج ہے لیکن نظم عربی میں اصلاً جائز نہیں طوسی معیار ہیں بیان مذہب عرب میں کہتا ہے اعتبار تاسیس در ہمہ قصیدہ و در ہر شعر بریک قافیہ بود واجب باشد قادیانی مرتد نے جوایک قصیدہ لکھایا نور الدین کا لکھا ہوا اپنی طرف نسبت کیا بہر حال اسے اپنا معجزہ قرار دیا اور قرآن عظیم کے مثل بتایا کہ جیسے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن معجزہ ملا تھا مجھے یہ قصیدہ معجزہ ملا ہے۔ قال اخذہ اللہ اخذ عزیز مقتدر ؎ وکان کلام معجز اٰیۃ لہ کذلک لی قول علی الکل یبھر اس کی بنا قوافی بے تاسیس پر ہے مطلع یہ ہے: ایا ارض مد قد دفاک مدمر واردک ضلیل واغراک موغر اس کے قوافی میں جابجا قوافی موسسہ لایا ہے مثلاً: ع غبار عظامی قد سفتھا صراصر ع لدینا معین لایحاکیہ اٰخر ع والقی من سب الی الخناجر ع فھل بعدہ نحو الظنون تبادر ع فطوبی لقوم طاوعولی واٰثروا ع وانکان عیسی او من الرسل اٰخر اور اس کی کیا شکایت ابلیس[3] نے مرزا کو مسخرہ بنا کر اسی قصیدہ میں ۱۶۹ نمبر کا یہ شعر القاء کیا ؎ ولاتحسب الدنیا کناطف ناطفی اتدری بلیل مسرۃ کیف تصبح یہ بھی تمیز نہ ہوئی کہ روی رہے یا ح اور اس کی بھی کیا شکایت قصیدے[4] بھر میں کم کوئی شعر یا مصرع وزن میں ٹھیک ہوگا اکثر اس بے بہرے کیلئے بے بحرے ہیں ہزاراں ہزار لعنت قہار ایسے اعجاز اور ملعون دعاوی دراز پر۔ تمّت بالخیر واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین	۱	۷۲۷

مآخذومراجع

نام		مصنف	سن وفات ہجری
ا			
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعّۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

ب

ت

ذ

۸۸۔	ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹۔	ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰۔	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱۔	الرحمانیۃ		
۹۲۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴۔	رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶۔	ردعلی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷۔	زادالفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸۔	زادالفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲۔	السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵۔	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۳۱۔	شرح الھدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیھقی	۴۵۸
۱۳۴۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸۔	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹۔	الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲۔	الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المروف بیرکلی	۹۸۱
۱۴۳۔	طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴۔	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵۔	العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶۔	عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸۔	عقود الدریّۃ	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹۔	عدّۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰۔			

غ

ف

ل

م

۲۱۹ـ	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ـ	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ـ	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ـ	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ـ	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ـ	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ـ	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ـ	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ـ	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ـ	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ـ	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ـ	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ـ	المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ـ	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ـ	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ـ	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ـ	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶ـ	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ـ	مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ـ	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ـ	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ـ	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ـ	المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ـ	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ـ	مصنّف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ـ	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

۲۴۵۔	معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹۔	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰۔	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲۔	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳۔	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶۔	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱۔	المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲۔	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵۔	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۶۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷۔	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸۔	المبسوط	عبدالعزی بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

۲۷۰ـ	المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ـ	منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ـ	موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ـ	موارد الظمأن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ـ	مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ـ	مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ـ	میزان الشریعۃ الکبرٰی	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ـ	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ـ	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ـ	مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ـ	النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ـ	نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ـ	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ـ	النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ـ	النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ـ	النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ـ	نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ـ	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ـ	النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ـ	نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹